besturdubooks.wordpress.com

من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلاً

علم منطق کی مشکل ترین اور لاجواب کتاب کی پہلی جامع اور آسان ترین شرح

سراج التہذیب

فی حل

شرح التہذیب

افادات

جامع المعقول والمنقول مجتہد فی التدریس ولی کامل

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

ضبط و ترتیب

ابو الاحتشام مولانا سراج الحق صاحب

خصوصیات | ترجمہ تشریح | اغراض شارح | فوائد نکات لطیفہ

ناشر کنندہ مکتبہ دار العلوم

نزد دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

Mob. : 0321-6870535, 0300-7307166

besturdubooks.wordpress.com

من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلاً

علم منطق کی مشکل ترین اور لاجواب کتاب کی پہلی جامع اور آسان ترین شرح

سراج التہذیب

فی حل

شرح التہذیب

افادات

جامع المعقول والمنقول مجتہد فی التدریس ولی کامل

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

سابق مہتمم و استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

ضبط و ترتیب

ابو الاحتشام مولانا سراج الحق صاحب

استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

خصوصیات | ترجمہ تشریح | اغراض شارح | فوائد نکات لطیفہ

ناشر کتب مکتبہ دار العلوم

نزد دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

Mob. : 0321-6870535, 0300-7307166

besturdubooks.wordpress.com

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

نام کتاب	سراج التهذيب في حل شرح التهذيب
افادات	جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور الحق سابق مہتمم واستاذ الحدیث دار العلوم کبیر والا
ضبط وترتیب	ابو الاحتشام سراج الحق عفی عنہ استاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا
ناشر	مکتبہ دار العلوم نزد دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال موبائل 0321-6870535
اشاعت دوم	جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ بمطابق جون ۲۰۰۶ء
قیمت	روپے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ملنے کے پتے

☆ **مولوی محمد مرسلین** استاذ جامعہ تحسین القرآن الکریم نیو نقشبند کالونی ملتان موبائل 03007307166

☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان ☆ مولانا راشد حنیف صاحب زید مجدہم مدرس جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

☆ مولانا ممتاز احمد صاحب مدرس جامعہ انوار صحابہ الہ آباد راولپنڈی ☆ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مدرس مدینۃ العلم سرگودھا

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور

☆ عتیق اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ☆ مکتبہ اصلاح وتبلیغ مارکیٹ نادر حیدر آباد ☆ فاروقی کتب خانہ ملتان

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ☆ مکتبہ رازی کراچی ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

☆ کتابستان نزد مسجد بیت المکرم شاہی بازار بہاولپور ☆ اقبال نعمانی بک سنٹر جہانگیر مارکیٹ کراچی

نیز ان شاء اللہ ملتان، اسلام آباد اور کراچی کے بڑے کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے

besturdubooks.wordpress.com

آئینہ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۸
۲	سراج التھذیب اہل علم کی نظر میں	۹
۳	مختصر تذکرہ حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ	۱۵
۴	حضرت والا کی وفات پر ایک شاگرد میاں غلام رسول عباسی صاحب کے تأثرات	۱۷
۵	پیش لفظ	۱۹
۶	ابتدائی مقدمہ	۲۱
۷	تسمیہ وتحمید سے ابتداء کرنے کی وجہ	۲۹
۸	حدیث تسمیہ وتحمید میں تعارض اور اس کے جوابات	۳۰
۹	حمد کی تعریف، فوائد قیود اور اعتراض وجوابات	۳۲
۱۰	مدح اور شکر کی تعریف اور ان کے درمیان تعلق	۳۳
۱۱	لفظ اللہ کی تحقیقات	۳۴
۱۲	ہدایت کی تعریف اور اس کے معنی میں اختلاف	۳۸
۱۳	سواء الطریق کا معنی اور مصداق	۴۱
۱۴	لنا ظرف کے متعلقات اور ما ھو الراجح	۴۳
۱۵	توفیق کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۴۶
۱۶	لفظ صلوٰۃ کی بحث	۴۷
۱۷	لفظ ھدی کی تراکیب اور ان پر ہونے والے اعتراضات وجوابات	۵۰
۱۸	لفظ آل کی تحقیق	۵۵

besturdubooks.wordpress.com

۱۹	لفظ اصحاب کی تحقیق	۵۶
۲۰	لفظ بعد کی اعرابی حالتوں کا بیان	۶۱
۲۱	فھذا میں حرف فاء کی تحقیق	۶۳
۲۲	ھذا کے مشار الیہ کی بحث	۶۴
۲۳	لفظ سیما کی تحقیق	۷۴
۲۴	القسم الاول فی المنطق	۷۵
۲۵	القسم الاول فی المنطق پر ایک اعتراض اور اس کے پینتیس (۳۵) جوابات	۸۰
۲۶	لفظ مقدمہ کی تحقیقات	۸۴
۲۷	علم کی تعریف	۸۷
۲۸	تصدیق میں مناطقہ کا اختلاف	۹۴
۲۹	تصور اور تصدیق کی اقسام	۹۵
۳۰	نظر و فکر کی تعریف	۹۷
۳۱	احتیاج الی المنطق	۱۰۰
۳۲	لفظ قانون کی تحقیق	۱۰۱
۳۳	مطلق موضوع کی تعریف	۱۰۳
۳۴	دلالت کی بحث	۱۰۷
۳۵	دلالت کی لغوی و اصطلاحی تعریف	۱۱۰
۳۶	دلالت کی اقسام	۱۱۰
۳۷	لزوم کی اقسام	۱۱۳
۳۸	دلالت مطابقی، تضمنی اور التزامی کے درمیان نسبت	۱۱۵
۳۹	مفرد و مرکب کی تعریف	۱۱۷
۴۰	استعارہ کی تعریف اور اسکی اقسام	۱۲۷

besturdubooks.wordpress.com

۴۱	مشترک کی تعریف اور فوائد قیود	۱۳۶
۴۲	کلی وجزئی کی تعریف	۱۳۷
۴۳	افراد کے اعتبار سے اقسام کلی	۱۳۷
۴۴	دو کلیوں اور ان کی نقیضوں کے درمیان نسبت	۱۴۴
۴۵	جزئی اضافی کی تعریف	۱۵۵
۴۶	کلیات خمس	۱۵۷
۴۷	جنس کی تعریف اور اس کی اقسام	۱۶۰
۴۸	نوع کی تعریف اور اس کی اقسام	۱۶۵
۴۹	نوع حقیقی واضافی میں نسبت	۱۶۶
۵۰	اجناس اور انواع کی ترتیب	۱۷۳
۵۱	فصل کی تعریف اور اس کی اقسام	۱۷۵
۵۲	خاصہ اور عرضِ عام کی تعریف	۱۸۶
۵۳	لازم کی باعتبار تصور ملزوم کے اقسام	۱۹۲
۵۴	مفہوم کلی کا بیان	۱۹۴
۵۵	تعریف کی تعریف اور اس کی شرائط	۲۰۳
۵۶	تعریفِ لفظی	۲۰۹
۵۷	**فصل فی التصدیقات**	۲۱۱
۵۸	قضیہ کی تعریف اور اس کے اجزاء	۲۱۶
۵۹	قضیہ شرطیہ کی تعریف	۲۱۷
۶۰	قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے اقسام	۲۱۹
۶۱	محصورات اربعہ	۲۲۲
۶۲	بحث قضیہ معدولہ اور محصلہ	۲۲۵

besturdubooks.wordpress.com

۶۳	قضایا موجہات	۲۲۷
۶۴	نقشہ قضایا موجہہ بسائط بمع امثلہ	۲۳۵
۶۵	قضایا مرکبات کے متعلق چھ فوائد	۲۳۷
۶۶	نقشہ تقییدات موجہات مرکبات	۲۴۶
۶۷	نقشہ قضایا موجہہ مرکبہ بمع امثلہ	۲۵۰
۶۸	شرطیہ متصلہ کی تعریف اور اقسام	۲۵۳
۶۹	قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف اور اس کی اقسام	۲۵۷
۷۰	نقشہ امثلہ احتمالات قضیہ شرطیہ متصلہ ومنفصلہ	۲۶۸
۷۱	بحث تناقض	۲۷۱
۷۲	نقشہ برائے امثلہ وحدات ثمانیہ	۲۷۶
۷۳	قضایا بسائط کی نقائض	۲۷۷
۷۴	نقشہ نقائض قضایا موجہہ بسائط بمع امثلہ	۲۸۱
۷۵	مرکبات کلیات کی نقائض	۲۸۳
۷۶	نقشہ نقائض مرکبات کلیات بمع امثلہ	۲۸۶
۷۷	مرکبات جزئیات کی نقائض	۲۸۹
۷۸	نقشہ نقائض مرکبات جزئیات بمع امثلہ	۲۹۱
۷۹	عکسِ مستوی	۲۹۴
۸۰	دلیل خُلفی کی تعریف	۲۹۸
۸۱	موجہات موجبات کا عکس	۳۰۰
۸۲	ممکنتین کے عدم انعکاس کی تفصیل	۳۰۹
۸۳	نقشہ عکسِ مستوی قضایا موجہہ مرکبات موجبات	۳۱۰
۸۴	موجہات سوالب کا عکس مستوی	۳۱۱

besturdubooks.wordpress.com

۸۵	نقشہ عکسِ مستوی قضایا موجہہ بسائط سوالب	۳۱۶
۸۶	نقشہ خلاصہ عکوس موجبات وسوالب	۳۱۸
۸۷	عکسِ نقیض	۳۲۱
۸۸	نقشہ خلاصہ عکسِ نقیض موجبات وسوالب	۳۲۷
۸۹	تفصیل دلیل افتراضی	۳۳۱
۹۰	قیاس کی تعریف اور فوائدِ قیود	۳۳۵
۹۱	شکل اول کے نتیجہ دینے کی شرائط	۳۴۵
۹۲	شکل اول کی ضروب منتجہ	۳۴۷
۹۳	نقشہ شکل اول	۳۴۹
۹۴	شکل ثانی کی شرائط	۳۵۰
۹۵	شکل ثانی کی ضروب منتجہ	۳۵۴
۹۶	نقشہ شکل ثانی	۳۵۶
۹۷	شکل ثانی کی ضروب منتجہ کے دلائل	۳۵۸
۹۸	شکل ثالث کی شرائط	۳۵۹
۹۹	شکل ثالث کی ضروب منتجہ	۳۶۱
۱۰۰	نقشہ شکل ثالث	۳۶۴
۱۰۱	شکل ثالث کی ضروب منتجہ کے دلائل	۳۶۵
۱۰۲	شکل رابع کی شرائط	۳۶۶
۱۰۳	شکل رابع کی ضروب منتجہ	۳۶۹
۱۰۴	نقشہ شکل رابع	۳۷۱
۱۰۵	نقشہ اشکال اربعہ صور صحیحہ وغیر صحیحہ	۳۷۲
۱۰۶	شکل رابع کی ضروب منتجہ کے دلائل	۳۷۳

besturdubooks.wordpress.com

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے

محسن ومربی حضرت والد ماجد شہنشاہ تدریس جامع المعقول والمنقول رأس الاتقیاء ولی کامل

حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

استاذ الحدیث وسابق مہتمم جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

اور

اپنے عظیم چچا مربی استاذ العلماء ولی کامل الشیخ

حضرت مولانا علامہ ظہور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ

استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی محبت وشفقت ومقبول دعاؤں کی برکت سے احقر کو تعلیم وتدریس وتالیف کی سعادت نصیب ہوئی اور صراطِ مستقیم کی راہنمائی حاصل ہوئی اللہ تعالی اس پر استقامت کے ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

besturdubooks.wordpress.com

سراج التہذیب اہلِ علم کی نظر میں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

رأس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور احمد صاحب نعمانی مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ عربیہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی

شرح تہذیب کی اردو شرح سراج التہذیب مرتبہ مولانا سراج الحق ابن مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کے چند مقامات دیکھے جو نہایت شگفتہ الفاظ، رواں عبارت اور سہل الفہم ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ مسائل کی پوری تشریح وتوضیح فرمایا کرتے تھے ان کے ابن کا بھی وہی طریقہ ہے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کا پورا مظاہرہ ہے۔ مدرسین اور طلباء کیلئے نہایت مفید ہے اللہ تعالیٰ مرتب کی سعی کو قبول فرمائے اور علماء وطلباء میں کتاب مذکور کو مقام قبولیت وافادیت عطاء فرمائے آمین!

منظور احمد نعمانی عفی عنہ

مدرس مدرسہ حبیب آباد طاہر والی

ضلع بہاولپور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

besturdubooks.wordpress.com

☆رائے گرامی☆

راس الاتقیاء استاذ العلماء حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہ العالی

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا ضلع خانیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدارس عربیہ میں پڑھائی جانے والی درس نظامی کی مشہور کتاب شرح تہذیب کی اردو شرح "سراج التہذیب فی حل شرح التہذیب" مرتبہ صاحبزادہ حضرت مولانا سراج الحق صاحب سلمہ اللہ ابن شہنشاہ تدریس شیخ المعقول والمعقول استاذ العلماء حضرت مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند صفحات دیکھے۔

حضرت الاستاذ کا جو خصوصی انداز تدریس تھا تقطیع عبارت اور مشکل مسائل کو سمجھانے کے لئے تمہیدی مقدمات وغیرہ، شرح مذکور اس سے مرصع ومزین ہے۔ یہ شرح منطق کی ادق کتاب شرح تہذیب کے حل کے لئے واقعۃً سراج منیر او رمعلمین حضرات وطلبہ کرام کے لئے عظیم علمی تحفہ ہے۔

حق تعالیٰ شانہ عزیزم صاحبزادہ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مغفرت کاملہ کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

ارشاد احمد عفی عنہ

دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا ضلع خانیوال

besturdubooks.wordpress.com

☆رائے گرامی☆

استاذ العلماء امام الصرف والنحو حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ صاحب زید مجدہم

شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان ومہتمم جامعہ حفصہ للبنات جھنگ موڑ مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد ! استاذنا المعظم جامع الکمالات شہنشاہ تدریس حضرت علامہ مولانا محمد منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کا نام سنتے ہی آنکھیں عقیدت ومحبت سے جھک جاتی ہیں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت اقدسؒ کو تدریس میں اجتہادی شان عطا فرمائی تھی مشکل سے مشکل ترین مقام ایک چٹکی میں ہی سمجھا دیتے تھے بلا شک وشبہ تدریس وتفہیم آپ کے گھر کی لونڈی تھی طلبہ آپ کی تقریر کو ضبط کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ آپ کے الفاظ من وعن نقل کر لئے جائیں آپ کے ہر سبق کی کاپی تیار ہو جاتی اور پھر طلبہ اور اساتذہ اس سے استفادہ کرتے میرے پاس بھی حضرتؒ کی بیضاوی شریف کی تقریر اور شرح عبدالغفور کی تقریر محفوظ ہے جو بندہ نے درسگاہ میں بیٹھ کر ضبط کی تھی جس سے بہت سے احباب استفادہ کر چکے ہیں فللّٰہ الحمد

شدید ضرورت تھی کہ حضرت اقدس کے ان جواہر پاروں کو کتابی شکل دیگر علماء وطلبا کے استفادے کیلئے شائع کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرتؒ کے علمی جانشین عزیز القدر صاحبزادہ مکرم حضرت مولانا سراج الحق زید مجدہ استاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والا کو کہ انہوں نے اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے حضرت اقدس قدس سرہ کے ان شہ پاروں کو شائع کر کے علماء، مدرسین وطلباء پر احسان عظیم فرمایا ہے اور ان شاء اللہ العزیز اب یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

دعا ہے حق تعالیٰ شانہ صاحبزادہ مکرم کی محنت کو قبول فرما کر حضرت اقدسؒ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے آمین

عبدالرحمٰن جامی

دار العلوم رحیمیہ

besturdubooks.wordpress.com

رائے گرامی

استاذ العلماء وکیل احناف حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ العالی

استاذ الحدیث ورئیس شعبہ الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان

باسمہ تعالیٰ

امابعد! حضرت مولانا سراج الحق صاحب مدظلہ نے اپنے والدِ مکرم ماہرِ علوم عقلیہ ونقلیہ استاذی المکرم حضرت مولانا منظور الحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی علمی میراث کی حفاظت کا ارادہ آپ کی درسی تقاریر کی اشاعت کی صورت میں فرمایا ہے جس کی پہلی کڑی شرح تھذیب کی درسی تقریر کی اشاعت ہے مولانا کا حضرت نور اللہ مرقدہ کی روحانی اولاد پر بہت بڑا احسان ہے کہ انکا طرزِ تعلیم جس کی وجہ سے پہاڑ جیسے ثقیل مضامین بھی موم کی طرح نرم ہوکر مخاطب کے ذہن میں خوبصورت پیرایہ میں منقش ہوجائیں ایک دفعہ پھر زندہ ہوکر طلبہ بلکہ اساتذہ فن کی کشتی کو بھی بھنور سے نکال دے۔

بندہ نے تقریر کی کمپوزنگ کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا ترتیب وتصحیح میں اچھی محنت کی ہے۔اگرچہ شرح تھذیب وفاقی امتحانی نصاب میں داخل نہیں مگر اس تقریر کے مطالعہ سے فن پر عبور حاصل کرنے میں کافی معاونت ہوگی اہلِ فن سے بالخصوص حضرت کے تلامذہ سے امید قوی ہے کہ اس کی قدردانی کریں گے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سراج الحق صاحب مدظلہ کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشیں اور ان کیلئے اور حضرت استاذی المکرم کیلئے اس کو صدقہ جاریہ بنائیں اسی طرح حضرت نور اللہ مرقدہ کے بقیہ علمی جواہر پاروں کو بھی منظرِ عام پر لانے کی مولانا سراج الحق صاحب کو توفیق ارزانی عطا فرمائیں۔

؎ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

کتبہ

محمد انور اوکاڑوی عفا اللہ عنہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

besturdubooks.wordpress.com

رائے گرامی

استاذ العلماء امام الصرف والنحو حضرت مولانا محمد اشرف شاد صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ اشرفیہ مانکوٹ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! بندہ نے چند مقامات سے تقریر دلپذیر استاذی المکرم جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی شرح التھذیب پڑھی دل خوش ہوا۔ عام طور پر اغراض شرح تھذیب کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے اس تقریر میں ماشاء اللہ اغراض کو خوب وضاحت سے بیان کیا ہے امید قوی ہے کہ یہ تقریر معلمین و متعلمین کیلئے مفید ثابت ہوگی۔

عزیز برادر حضرت مولانا سراج الحق صاحب ابن حضرت علامہ مولانا محمد منظور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم حضرات پر احسان کیا ہے۔ اہل علم اس سے خوب فائدہ اٹھائیں۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مولانا محمد سراج الحق صاحب مدرس دار العلوم کی اس کاوش کو قبول فرما کر مزید ہمت و خلوص نصیب کرے آمین!

فقط

محمد اشرف شاد کبیر والا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

besturdubooks.wordpress.com

رائے گرامی

فخر الاماثل حضرت مولانا ابوالطاہر شمس الحق قمر صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ شمسیہ ککڑ ہٹہ روڈ طاہر آباد کبیر والا ضلع خانیوال

و فخر الاماثل حضرت مولانا قاری افتخار الحق شاہد صاحب مدظلہ العالی

نائب مہتمم جامعہ شمسیہ ککڑ ہٹہ روڈ طاہر آباد کبیر والا ضلع خانیوال

اما بعد! قبلہ والد محترم نور اللہ مرقدہ کو خداوندِ عالم نے تدریس کا بادشاہ بنایا تھا جن کا فیض بحمد اللہ پاکستان ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں بلا واسطہ یا بالواسطہ پھیلا ہوا ہے ان کے علمی جواہر پارے آج تک شاگردوں کے پاس قلمی نسخوں کی شکل میں موجود رہے ہیں جن سے کسبِ فیض مخصوص طبقہ ہی میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔

مدت سے یہ دلی خواہش تھی کہ حضرت والد صاحب کی شروحات اور علمی مواد کو افادۂ عام کیلئے طبع کروایا جائے مگر مجبوریاں آڑے آتی رہیں اب برادرِ مکرم مولانا سراج الحق صاحب **طول عمرہ وعلمہ** نے اس جمود کو توڑ کر نہایت ہی خوشی کا سامان پیدا کیا ہے اور منطق کی شہرۂ آفاق کتاب شرح تہذیب شاملِ نصاب درسِ نظامی پر حضرت والد صاحب کی تقریر کو مرتب کیا ہے۔ چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کیا نہایت خوشی ہوئی اور برادر مکرم اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے صحیح مصداق نظر آئے دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمام مدرسین اور طلباء کیلئے نافع بنائے اور بھائی صاحب کو علمی اور عملی میدان میں خوب ترقیات عطاء فرمائے اور قبلہ والد کی بلندی درجات اور مغفرت کاملہ کا ذریعہ بنائے۔

خلاقِ عالم ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں آمین!

ابوالطاہر شمس الحق قمر

افتخار الحق شاہد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

besturdubooks.wordpress.com

مختصر تذکرہ

رأس الاتقیاء ولی کامل جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ

استاذ الحدیث وسابق مہتمم دار العلوم کبیر والا

نام ونسب:۔ آپ کا نام اور نسب نامہ یوں ہے۔ محمد منظور الحق" بن نور الحق" بن احمد دین" بن محمد امین" بن محمد اسلام" بن ممدوح" بن اللہ وسایا" بن ورگاہی"۔ درگاہی کے نیچے تمام اجداد اپنے اپنے وقت کے بڑے علماء میں سے تھے۔

آپکی قوم "وانگھے فقیر" ہے اسکا مطلب ہے انوکھے بزرگ۔ کیونکہ آپکے خاندان کے اکثر افراد اولیاء اللہ اور بزرگ ترین ہستیاں تھیں۔

آپ کے والد مولانا نور الحق نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا عبد اللہ" صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں سے آپ کی پیدائش سے قبل بیٹے کیلئے دعا کروائی انہوں نے دعاء کرنے کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بیٹا عطا فرمائیں گے جو ایک جید عالم ہوگا اور اس کی پنڈلی پر کالا نشان ہوگا۔ بعد ازاں حضرت والا مولانا محمد منظور الحق پیدا ہوئے اور آپ کی پنڈلی پر کالا نشان بھی موجود تھا۔

تعلیم:۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا نور الحق نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں اپنے چچا حضرت مولانا عبد الخالق نور اللہ مرقدہ سے کئی کتب پڑھیں۔ موقوف علیہ اور دورۂ حدیث دار العلوم دیو بند سے کیا۔

اساتذہ کرام:۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ صاحب، حضرت مولانا اعزاز علیؒ صاحب، حضرت مولانا قاری محمد طیب" صاحب، حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ صاحب، حضرت مولانا سید اصغر حسین" صاحب، حضرت مولانا رسول خان" صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع" صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے علم کے کوہ گراں شامل ہیں۔

تدریس:۔ دار العلوم دیو بند سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ ریاض الاسلام مگھیانہ شہر جھنگ اور مدرسہ عربیہ محمدیہ نوحال میں تدریس کی۔ اس کے بعد اپنے چچا مولانا عبد الخالق نور اللہ مرقدہ کے دار العلوم کبیر والا کی بنیاد رکھنے کے بعد یہاں مدرس ہوئے اور تازندگی دار العلوم سے وابستہ رہے۔

besturdubooks.wordpress.com

آپ شہنشاہ تدریس تھے، چٹکیوں میں بات سمجھاتے، باحوالہ بات کرنے کی عادت تھے، طالب علموں کے سوالات پر انتہائی خوش ہوتے اور باحوالہ مکمل تشفی فرماتے، مشکل سے مشکل بات کو تمہیدی مقدمات کے ذریعے بالکل آسان بنادیتے، تقطیع عبارت اور اغراضِ مصنف کو بیان کرنا آپکا خصوصی شعار تھا۔ ادب وسلیقہ ان گھٹی میں پڑا ہوا تھا صرف ونحوان کی لونڈیاں اور منطق ان کی کنیز تھی حدیث کا درس دیتے تو علم کا ایک بحر بے کراں موجیں مارتا۔ ہر بات دل سے نکلتی اور دل پر اثر کرتی تھی۔

بحیثیت مہتمم دارالعلوم کبیر والا:۔ دارالعلوم کبیر والا کی بنیاد حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۵۲ء میں رکھی۔ اپنی علمی وانتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ادارہ کو ایک مقام عطا کیا حضرت مرحوم کی شادی نہ تھی انہوں نے اپنے دونوں بھتیجوں حضرت مولانا محمد منظور الحق" اور حضرت مولانا ظہور الحق" کو اپنا بیٹا بنایا اور ادارہ کے نشوونما میں اپنے ساتھ رکھا۔ حضرت مولانا عبدالخالقؒ صاحب نے اپنی زندگی ہی میں مولانا منظور الحقؒ کو اپنا جانشین بنادیا اور وہ نائب مہتمم اور ناظم کے طور پران کی زندگی میں کام کرتے رہے۔ اور تادم وفات نائب رہے پھران کی وفات کے بعد اہتمام ان کے سپرد ہوا۔ اپنے آٹھ سالہ دورِ اہتمام میں ادارہ کی وہ خدمات سرانجام دیں اور تعلیمی میدان میں وہ ترقی دی کہ اس کے اثرات آج تک بحمداللہ موجود ہیں ادارہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کی بناپر دارالعلوم میں وہ تدریسی نظام جاری فرمایا جس سے بڑے بڑے مدرس ومحدث پیدا ہوئے۔ دارالعلوم کا یہی وہ اساسی دور تھا جس کی وجہ سے آج تک دنیا میں دارالعلوم کا نام روشن ہے۔

حضرت کے اخلاص اور للہیت کی عظیم نظیر اور دارالعلوم کیلئے سب کچھ قربان کرنے کے جذبے کی مثال یہ ہے کہ جب دارالعلوم کبیر والا میں قائم سکول گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لئے جس سے دارالعلوم کا ایک وسیع رقبہ حکومت کی تحویل میں چلا گیا تو حضرت والا جن کو دارالعلوم کے مفاد کا جنون تھا انہوں نے راتوں رات مسجد کے ہال والی جگہ اور مدرسۃ البنات کی دوکنال جگہ پر قبضہ کیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ دونوں چیزیں دارالعلوم کی شدید ضرورت ہیں۔ بعد میں جب چند شر پسند عناصر نے اس قبضہ کو ختم کرانا چاہا تو حضرت والا نے ایثار کی عظیم مثال پیش کی دارالعلوم کی خاطر اس قبضہ کو پکا کرنے کیلئے اہتمام حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اس وقت مدرس تھے ان کے سپرد کردیا تا کہ شر پسند عناصر کی توجہ ہٹائی جاسکے اور دارالعلوم کی جائیداد پر آنچ نہ آنے پائے۔

besturdubooks.wordpress.com

مشہور تلامذہ :۔ حضرت مولانا مفتی عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہ شیخ الحدیث ومفتی دار العلوم کبیر والا ،حضرت مولانا ارشاد احمد زید مجدہ شیخ الحدیث ومہتمم دار العلوم کبیر والا ،حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی صاحب زید مجدہ رئیس شعبۃ الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس ملتان ،حضرت مولانا ظفر احمد قاسم زید مجدہ مہتمم جامعہ خالد بن ولید وہاڑی ،حضرت مولانا محمد اشرف شاد زید مجدہ مہتمم جامعہ اشرفیہ مان کوٹ ،حضرت مولانا سید عبد المجید ندیم زید مجدہ ،حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہ ،حضرت مولانا جاوید شاہ زید مجدہ وغیرہ نیز ان کے علاوہ اندرون ملک اور بیرون ملک تمام بڑے اور چھوٹے مدارس میں حضرت والا کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

وفات :۔ ۱۱ رمضان المبارک بعد از نماز عصر بیماری کا شدید حملہ ہوا مغرب کی نماز باقاعدہ ادا کی۔نماز کے بعد انگلیوں پر تسبیحات پڑھ رہے تھے انہیں تسبیحات کے دوران غشی کا حملہ ہوا اور وہی جان لیوا ثابت ہوا۔بروز منگل ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۲ جون ۱۹۸۴ء سہ پہر اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔آپ احاطۂ دار العلوم میں اپنے چچا کے پہلو میں دفن ہوئے۔خداوند عالم دونوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں برسائے۔اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت والا کی وفات پر آپ کے ایک شاگرد جناب غلام رسول عباسی صاحب کے تأثرات

گورا رنگ ،کتابی چہرہ ،ستواں ناک ،کشادہ جبیں ،موٹی آنکھیں ،وجیہ چہرہ ،دراز قد ،سیاہ سفید گھنی داڑھی ،خندہ رو ،گفتگو میں رس اور ٹھہراؤ ،خوش پوش اور خوش ذوق ،دل نشین اور من موہنی شخصیت ،علم وادب کا نیر تاباں ،دار العلوم کبیر والا کی زینت مولانا محمد منظور الحق ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔وہ جادو بھری آواز خاموش ہو گئی جو قال اللہ اور قال رسول اللہ کا درس دیتی تھی آج درسگاہ اداس ہے ،وہ درودیوار پکارتے ہیں ،نشست خالی ہے۔مولانا وہاں جا چکے ہیں جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا۔

مولانا مرحوم نے طویل عرصہ تک دار العلوم کی خدمت کی۔بحیثیت مدرس ،مہتمم ،منتظم اور محدث آپ کا نام ہمیشہ جلی حروف میں لکھا جائے گا۔آپ کا شمار دار العلوم کے بانیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے ذہن ودماغ کے رس سے

besturdubooks.wordpress.com

دارالعلوم کی جڑوں کو مضبوط کیا۔اسے استحکام عطا کیا۔اس کی ترقی وکامرانی کے لئے اپنا آرام وسکون قربان کردیا تا کہ یہ عظیم درسگاہ تعلیمی، تدریسی اورانتظامی امور میں نمایاں کردارادا کرسکے،اشاعت اسلام ہو،قرآن وحدیث کے اجالے سے جہالت کی تاریکی ختم ہو۔انسانی قوالب واذہان ہمیشہ یہاں سے منور ہوتے رہے۔اگرچہ بہت سی بیماریوں نے انہیں جسمانی طور پر کمزور کردیا تھا مگران کی رگوں میں جواں خون رقص کرتا تھا چہرے پر تازگی اورآنکھوں میں چمک آخر تک موجودتھی۔

مولانا مرحوم پر لکھنا آسان نہیں،وہ کئی حیثیات میں جامع تھے۔خوب صورت انسان،متدین ومتشرع شخصیت، نامور عالم دین، پاک سیرت، باہمت، دردمند، وسیع النظر، حلیم الطبع، کریم النفس، قناعت پسند، منکسر المزاج، بردبار، ملنسار، عالی ظرف، استاد کامل، مہمان نواز، انتظامی صلاحیتوں سے آگاہ غرض آپ کی ہر ادا موضوع بن سکتی ہے۔وہ کامیاب زندگی کے اصول وآداب سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان اصول وآداب سے اپنی زندگی کوآراستہ اورشائستہ بنانے کی کوشش میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ادب وسلیقہ ان کی گھٹی میں پڑا تھا صرف ونحوان کی لونڈیاں اور منطق ان کی کنیز تھی حدیث کا درس دیتے تو علم کا بحر بےکراں موجیں مارتا تھا،ہر بات دل سے نکلتی اوردل پراثر کرتی تھی بولتے نہیں بلکہ موتی رولتے تھے۔

مولانا مرحوم جامعہ عربیہ تعلیم الابرار ملتان قاسم العلوم ملتان وجامعہ محمدیہ نڑھال میں بھی مدرس رہے لیکن جب اپنے چچا بانی دارالعلوم کبیروالا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالخالق نوراللہ مرقدہ کی دعوت پر یہاں تعینات ہوئے تو آخری لمحات تک اسی سے وابستہ رہے۔حضرت کی زندگی میں ان کے دست راست رہے ان کے سانحۂ ارتحال کے بعد آپ درسگاہ کے مہتمم مقرر ہوئے،ہمیشہ نہایت شوق اورلگن سے کام کیا،پوری زندگی علم کا نور بکھیرتے گزرگئی،ذہانت وفراست،مردم شناسی اور بے پناہ خوبیوں کی بناء پرآپ اساتذہ اورطلباء میں یکساں مقبول تھے۔اپنے طلباء کے ساتھ آپ کا رویہ نہایت مخلصانہ اورہمدردانہ ہوتا تھا

اک روشن دماغ تھا نہ رہا ملک میں اک چراغ تھا نہ رہا

اس میں شک نہیں کہ مولانا مرحوم کے خاندان میں کئی اساتذہ ہوں گے مگران جگہ ہمیشہ خالی اورسونی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ عالم بالا میں ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین!

(ملخص از روزنامہ اخبار ملت ۱۳ ستمبر ۱۹۸۲ تحریر میاں غلام رسول عباسی صاحب)

besturdubooks.wordpress.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

پیش لفظ

الحمد لله العلی القدیر الذی جعل المنطق مظهرا لما فی الضمیر والصلوٰة علی النبی البشیر الذی اعلی کلمة الخبیر البصیر وعلی آله الذین فازوا منه بالفوز الکبیر

اما بعد! بندہ کو اپنے مادر علمی دار العلوم عیدگاہ کبیر والا میں کئی سال شرح تھذیب پڑھانے کا اتفاق ہوا اس دوران دیگر عربی شروحات کے ساتھ ساتھ حضرت والد محترم جامع المعقول والمنقول شہنشاہ تدریس حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ کی شرح تھذیب کی تقریر بھی زیر مطالعہ رہی آپ کی تدریسی اور علمی شہرت ایسی ہمہ گیر ہے کہ آپ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بندہ نے جس قدر حضرت والا کی تقریر کو حلِ کتاب اور مضامین کو سمجھانے کے انداز کے اعتبار سے مفید پایا اس سے تمام شروحات خالی تھیں، انہی خصوصیات کی وجہ سے ہر سال متعدد ابتدائی مدرسین وطلباء کاپی کو فوٹو سٹیٹ کروانے کیلئے رابطہ کیا کرتے تھے، اس کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر بہت سے احباب نے اصرار کیا کہ اس کو افادۂ عام کیلئے کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ لیکن آج کل جبکہ مدارس بھی اہلِ ذوق اور اربابِ فن سے خالی ہوتے جارہے ہیں اور ہر چیز تجارتی سود وزیاں میں تولی جارہی ہے، ابتداء میں بندہ نے اس کام کے کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ لیکن اپنے بعض مہربان اور مشفق اساتذہ کی جانب سے ترغیب اور بصورت مشورہ اصرار کے بعد اس شرح کو لکھنے کی تیاری شروع کی۔

شرح کو کامل مفید اور نفع مند بنانے کیلئے اس میں بندہ نے پوری کتاب کا متن اور شرح کی عبارت اور ترجمہ کا بھی اضافہ کیا تاکہ اس شرح کا مطالعہ کرنے والا کتاب کا محتاج نہ ہو۔

اظہار تشکر! بندہ ان تمام حضرات کا انتہائی ممنون ہے جنہوں نے اس شرح کی تیاری میں کسی بھی درجہ میں بندہ کے ساتھ تعاون کیا خاص طور پر مولوی محمد محسن کبیر والوی، مولوی حفیظ اللہ مظفر گڑھی، مولوی افتخار احمد کبیر والوی اور مولوی خلیل الرحمٰن جھنگوی اور دیگر معاونین کا جنہوں نے شرح کی تیاری میں تعاون کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

اس کتاب سے استفادہ حاصل کرنیوالوں سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس میں کوئی خوبی دیکھیں تو نہ صرف اس سرگشتۂ وادی جہالت، تہی مایہ و بے بضاعت کو اپنی دعوات صالحہ میں یاد رکھیں بلکہ خاص طور پر والد ماجد حضرت اقدس مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہ کی بلندی درجات کیلئے بھی دعا کریں کہ یہ انہی کی علمی زندگی کا پرتو ہے کہ بندہ نے یہ شرح مرتب کرنے کی ہمت کی۔

آخر میں اس شرح کا مطالعہ کرنے والے معلمین وطلباء سے درخواست ہے اس شرح میں بندہ سے یقیناً کئی کوتاہیاں رہ گئی ہونگی دورانِ مطالعہ ان پر مطلع ہونے کے بعد بندہ کو آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کی تصحیح ہو سکے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور حضرت والد ماجد، بندہ اور دیگر معاونین کیلئے ذخیرۂ آخرت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

ابوالاحتشام سراج الحق عفی عنہ

استاذ جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع خانیوال

پیش لفظ طبع ثانی

بندہ ان تمام کرم فرماؤں کا شکر گزار ہے جنہوں نے سراج التہذیب کو پذیرائی بخشی اور اپنے اپنے انداز سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ خاص طور پر بندہ حافظ محمد بلال صاحب کتب خانہ مجیدیہ ملتان کا شکر گزار ہے جو اب تک یہ کتاب اپنے مکتبہ سے چھاپتے رہے اور اب انہی کی مشاورت سے آئندہ بندہ نے اس کو خود چھاپنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان حضرات کی حوصلہ افزائی کا ہی نتیجہ ہے کہ بندہ نے اس کے بعد تحفۃ المنظور (شرح اردو مرقات)، سراج المنطق (شرح اردو ایساغوجی) اور سراج التوسط (شرح انگلش متوسط) تصنیف کی۔ اور اب المنظر الحاوی فی حل تفسیر البیضاوی پر تیزی سے کام جاری ہے۔ قارئین سے اس کی جلد از جلد تکمیل کی دعاء کی درخواست ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

ابوالاحتشام سراج الحق عفی عنہ

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح تھذیب درس نظامی میں پڑھائی جانے والی علم منطق کی مشہورترین کتاب ہے اس کتاب کو اگر محنت وتوجہ سے پڑھا جائے اور منطق کے مسائل وقواعدوضوابط یاد کر لئے جائیں تو فن منطق میں کمال حاصل کرنا بالکل آسان ہو جائیگا اور قرآن، حدیث ،فقہ، اصول فقہ اور تمام علوم میں معین ثابت ہوگی ۔ جو کہ منطق پڑھنے سے ہمارا اصل مقصود ہے۔

ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے

(۱) تعریف علم: اگر تعریف علم معلوم نہ ہو تو طلب مجہول مطلق لازم آتی ہے۔

(۲) موضوع علم: اگر موضوع معلوم نہ ہوتو ایک علم دوسرے علم سے ممتاز نہیں ہوسکتا۔

(۳) غرض وغایت ومقصد: اگر علم کی غرض معلوم نہ ہوتو عبث چیز کوطلب کرنا لازم آئے گا۔

(۴) واضع علم: تا کہ اس علم کی عظمت وشان دل میں اتر جائے۔

(۵) تاریخ علم: تا کہ اس علم کے بارے میں عظیم الشان علماء کی محنت وعرق ریزی کے معلوم ہونے سے دل میں اس علم کی مزید عظمت بڑھ جائے۔

(۶) مقام ومرتبہ علم: تا کہ اس علم کے پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے۔

(۷) مصنف کتاب کا تعارف: تا کہ کتاب کی عظمت دل میں پیدا ہو جائے کیونکہ مصنف کی عظمت سے کتاب کی عظمت ہوتی ہے مشہور ہے کہ بازار میں مصنِف (لکھنے والا) بکتا ہے مصنَف (کتاب) نہیں بکتی۔

علم منطق بھی ایک عظیم علم ہے اس کے شروع کرنے سے پہلے بھی مذکورہ بالا چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سے اول تین چیزیں تعریف، موضوع، غرض وغایت ومقصد کتاب میں مذکور ہیں اس لئے یہاں ان کو بالکل مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ تشریح شرح میں ملاحظہ ہو۔

﴿۱﴾ تعریف علم منطق: ۔ منطق نطق مادے سے مصدر میمی یا اسم ظرف کا صیغہ ہے۔ نطق ینطق نطقا و منطقا (باب ضرب) بولنا۔ منطق اگر اسم ظرف ہوتو معنی ہوگا جائے نطق (بولنے کی جگہ، یعنی زبان) اگر مصدر میمی ہوتو اس کا معنی ہے گویائی، لہجہ ،خوش کلامی، گفتگو یہ علم منطق بھی انسان کے ظاہری نطق (گفتگو، قیل وقال) اور باطنی نطق (یعنی اشیاء کے حقائق کا ادراک کرنے) کا قوی سبب ہے۔ اس لئے اس کو منطق کہتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اس علم کا ایک نام علم میزان بھی ہے۔میزان کا معنی ہے ترازو کیونکہ اس علم منطق کے ذریعے بھی صحیح اور غلط فکروں کو تولا اور پرکھا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: ـ هو آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ فى الفكر (منطق ایسا قانونی آلہ ہے جس کی رعایت رکھنا ذہن کو خطاء فی الفکر سے بچاتا ہے)

﴿۲﴾ **موضوع:** ـ متقدمین کے نزدیک علم منطق کا موضوع المعقولات الثانية ہے یعنی وہ چیزیں جو دوسری مرتبہ ذہن میں آتی ہیں جب الفاظ بولے جاتے ہیں تو جو چیز سب سے پہلے ذہن میں آتی ہے وہ ان الفاظ کے معانی ہوتے ہیں ان سے اہل لغت بحث کرتے ہیں ان معانی کے بعد دوبارہ جو چیز ذہن میں آتی ہے وہ ان معانی کا کلی، جزئی، ذاتی، عرضی جنس نوع وغیرہ ہونا ہے تو منطقی دوسرے نمبر پر ذہن میں آنے والی چیز سے بحث کرتے ہیں۔

متاخرین کے ہاں علم منطق کا موضوع ہے المعلوم التصوری والتصديقي من حيث انه يوصل الى المجهول التصوری والتصديقي (یعنی منطق کا موضوع وہ معلوم تصورات یا معلوم تصدیقات ہیں جن سے نہ جانے ہوئے تصورات یا نہ جانی ہوئی تصدیقات تک پہنچا جائے)

﴿۳﴾ **غرض وغایت ومقصد:** ـ علم منطق کی غرض وغایت ہے صيانة الذهن عن الخطأ فى الفكر (ذہن کو خطاء فی الفکر سے بچانا)

﴿۴﴾ **واضع علم:** ـ منطق ایک فطری علم ہے کسی مقصد پر دلیل پیش کرنا اور قیاس کر کے نتیجہ نکالنا فکر ذہنی کو غلطی سے بچانا یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے۔اور ہر آدمی اس کی کوشش کرتا ہے۔لیکن اس علم کا باضابطہ اظہار سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوا۔مخالفین کو عاجز وساکت کرنے کیلئے بطور معجزہ اللہ تعالی نے اس علم کو ظاہر فرمایا۔پھر اس کو یونانیوں نے اپنایا۔یونان کے ایک حکیم ارسطاطالیس نے مدون کیا جس کو ارسطو بھی کہتے ہیں۔یہ مقدونیہ کے قریب ایک بستی میں پیدا ہوا اٹھارہ سال کی عمر میں اس وقت کے مروجہ تمام علوم پڑھ لئے۔یہ مشہور حکیم افلاطون کا شاگرد تھا اور افلاطون حکیم سقراط کا اور سقراط حکیم فیثا غورث کا اور فیثا غورث حضرت سلیمان علیہ السلام کا شاگرد تھا اگرچہ سقراط موحد اور نیک انسان تھا لیکن ارسطو کفریہ عقائد رکھتا تھا حشر اجساد، عذاب قبر وغیرہ کا منکر تھا اس کی علمیت اور قابلیت سے متاثر ہو کر یونان کے بادشاہ فلیب نے اس کو اپنے بیٹے اسکندر اعظم کا استاد مقرر کیا بعد میں یہ اسکندر اعظم کا وزیر بنا۔اس کی وفات ۳۲۲ قبل مسیح ہوئی۔علم منطق کی باضابطہ بنیاد سب سے پہلے ارسطو نے رکھی اس لئے اس کو علم منطق کا معلم اول کہا جاتا ہے۔ارسطو سے لیکر عباسی دور خلافت تک منطق کا سلسلہ یونانی زبان میں رہا۔

besturdubooks.wordpress.com

﴿۵﴾ تاریخ علم :۔ عباسی خلفاء میں سے مامون الرشید نے سب سے پہلے یونان سے علم منطق کی کتب کا ذخیرہ منگوایا اور اس کو عربی میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ ابونصر محمد بن طرخان فارابیؒ نے وسیع پیمانے پر اس علم کو عربی میں منتقل کیا نیز انہوں نے اس علم میں مزید کئی قواعد وضوابط کا اضافہ بھی کیا اس لئے ان کو معلم ثانی کہا جاتا ہے۔

فارابی کے بعد شیخ ابوعلی سیناؒ نے اس فن کو نہایت ہی منظم شکل میں ترتیب دیا اور مجتہدانہ طور پر اس کے مسائل کی خوب تشریح اور وضاحت کی ۔ یہ شیخ الرئیس کے لقب کے ساتھ مشہور ہیں ان کی ولادت ۳۷۳ھ میں اور وفات ۴۲۷ھ میں ہوئی۔ ان کو معلم ثالث کہا جاتا ہے۔

﴿۶﴾ مقام ومرتبہ علم :۔ علم منطق اگرچہ علوم مقصودہ میں سے نہیں لیکن مفید اور علوم آلیہ میں سے ہے۔

تعقل، ذہنی ورزش، تشحیذ اذہان، مبتدیوں کیلئے تربیت، کاملین کیلئے تکمیل فکر، عقلیت پسند ملحدین اور فلاسفہ کا رد، طرز استدلال میں پختگی حاصل کرنے، ذہنی نظم، فکری کاوش، اور سلف کے علمی ذخیرہ سے مستفید ہونے کی استعداد فراہم کرنے کیلئے تحصیل منطق ضروری ہے۔ علم منطق کے بغیر قرآن کریم، سنت نبوی، اور اسلام کی حکیمانہ تشریح کے سمجھنے سے ہم قاصر رہیں گے اگر ہم امام غزالیؒ اور ان کی کتب، امام رازیؒ کی تفسیر اور دیگر کتب، سلف کی حکمت، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغہ، حضرت امام مجدد الف ثانیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتب اور دیگر تحریرات سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہوگی۔ اس لئے منطق کی تحصیل بقدر ضرورت ضروری ہے۔

علم منطق کی تحصیل کے بارے میں سلف کے چند اقوال

امام غزالیؒ کا فرمان ہے

من لم یعرف المنطق فلا ثقة له فی العلوم اصلا

(جس کے پاس منطق کا علم نہیں اس کا کسی بھی علم میں اعتبار نہیں)

شیخ ابوعلی سینا فرماتے ہیں

المنطق نعم العون علی ادراک العلوم کلها (منطق تمام علوم کو حاصل کرنے کیلئے بہترین مددگار ہے)

علامہ جلال الدین رومیؒ نے منطق کے بارے میں ایک شعر کہا ہے

منطق وحکمت زبہر اصلاح　　　گر بخوانی اندکے باشد مباح

(علم منطق اور حکمت عقل کی اصلاح کیلئے کافی ہے اگر تو اس کو پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو پڑھ جائز ہے اس کو پڑھنا)

besturdubooks.wordpress.com

عند البعض علم منطق کے بارہ میں ان کا یہ شعر بھی ہے

ان رمت ادراک العلوم بسرعة فعلیک بالنحو القویم و منطق

(اگر تو علوم کو جلدی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے اوپر علم نحو اور منطق کو لازم کر)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا یہ قول رسالہ النور ماہ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ میں موجود ہے کہ "ہم تو صحیح بخاری کے مطالعہ میں جیسے اجر سمجھتے ہیں میر زاہد اور امور عامہ (کتب علم منطق) کے مطالعہ میں بھی ویسا ہی اجر و ثواب سمجھتے ہیں"

فائدہ:۔ آپ ﷺ کے دور میں اگرچہ علم منطق کوئی باقاعدہ علم کے طور پر موجود نہ تھا لیکن قرآن پاک اور احادیث پاک میں بکثرت منطقی انداز سے مدعیٰ کو ثابت کیا گیا ہے اور منطقی انداز سے دلائل دئے گئے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور ﷺ کے زمانہ میں علم نحو باقاعدہ وضع نہیں ہوا تھا بلکہ بعد میں حضرت علیؓ نے وضع فرمایا لیکن آپ ﷺ یقیناً نحوی قواعد کے مطابق فاعل کو رفع، مفعول کو نصب اور مضاف الیہ کو جر دیا کرتے تھے۔ قرآن وحدیث سے منطقی اصطلاحات کے مطابق دلائل دینے کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

﴿۱﴾ ما انزل الله علی بشر من شئ قل من انزل الکتب الذی جاء به موسی

اس میں سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ استعمال ہوئی ہے

﴿۲﴾ لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا

﴿۳﴾ لو کان فی الارض ملئکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکا رسولا

﴿۴﴾ لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرأیته خاشعا متصدعا من خشیة الله

ان تینوں مثالوں میں قیاس استثنائی کا ضابطہ استعمال ہوا ہے یعنی استثناء نقیض تالی ہو تو نتیجہ نقیض مقدم ہوتا ہے۔

﴿۵﴾ کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار (اس میں صغریٰ کبریٰ قائم کر کے نتیجہ ثابت کیا گیا ہے)

نیز منطق کے بہت سارے قواعد ایسے ہیں کہ ان میں امت کا اجماع ہے مثلاً اجماع امت ہے کہ اجتماع النقیضین محال و ارتفاع النقیضین محال

﴿۷﴾ مصنف کتاب کا تعارف:۔ شرح تهذیب دو کتابوں کا مجموعہ ہے ایک متن یعنی تهذیب ہے جس کے مصنف علامہ تفتازانیؒ ہیں دوسری کتاب اس کی شرح یعنی شرح تهذیب ہے جس کے مصنف علامہ عبداللہ یزدی ہیں دونوں کا الگ الگ مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ماتن علامہ تفتازانیؒ

نام ونسب:۔نام مسعود، سعد الدین لقب، والد کا نام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے۔ دادا کا نام عبداللہ اور لقب برہان الدین ہے۔

ابتدائی حالات:۔بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ موصوف ابتداء میں بہت کندذہن تھے بلکہ عضد الدین کے حلقۂ درس میں ان سے زیادہ غبی اور کوئی نہ تھا مگر جدو جہد، سعی وکوشش اور مطالعہ کتب میں سب سے آگے تھے ایک مرتبہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعارف شخص مجھ سے کہہ رہا ہے سعد الدین چلو تفریح کر آئیں میں نے کہا کہ میں تفریح کیلئے پیدا نہیں کیا گیا میں انتہائی مطالعہ کے باوجود کتاب نہیں سمجھ پاتا تفریح کروں گا تو کیا حشر ہوگا وہ یہ سن کر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آیا اسی طرح تین مرتبہ آمد ورفت کے بعد اس نے کہا حضور ﷺ یاد فرمارہے ہیں میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں پہنچا تو آنحضرت ﷺ اپنے اصحابؓ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں مجھے دیکھ کر آپ ﷺ نے تبسم آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے میں نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یاد فرمارہے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی غباوت کی شکایت کی آپ نے فرمایا افتح فمک میں نے منہ کھولا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ بیداری کے بعد جب یہ عضد الدین کی مجلس میں حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا تو اثناء درس میں آپ نے کئی اشکالات پیش کیے جن کے متعلق ساتھیوں نے خیال کیا کہ یہ سب بے معنی ہیں مگر استاذ تاڑ گیا اور کہا **یا سعد انک الیوم غیرک فی ما مضی** (آج تم وہ نہیں ہو جو اس سے پہلے تھے)

تحصیل علوم:۔آپ نے مختلف اصحاب فضل وکمال اساتذہ وشیوخ سے علوم وفنون کا استفادہ کیا اور تحصیل علم کے بعد عنفوان شباب ہی میں آپ کا شمار علماء کبار میں ہونے لگا۔

درس وتدریس:۔تحصیل علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مسند درس پر رونق افروز ہوئے اور سینکڑوں تشنگان علم نے آپ کے چشمۂ فیض سے سیرابی حاصل کی۔

تصنیف وتالیف:۔تصنیف وتالیف کا ذوق ابتداء ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کے ساتھ ساتھ علم صرف، علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی، غرض ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ شرح تصریف زنجانی آپ کی اس وقت کی تصنیف ہے جب آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

قبولیت عامہ:۔شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب علامہ تفتازانیؒ کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کر کے بھی نہیں ملتے تھے مجبوراً علامہ شمس الدین کو جمعہ اور سہ شنبہ کی معمولی تعطیلوں کے علاوہ دوشنبہ کی تعطیل بھی مدارس

besturdubooks.wordpress.com

میں مقرر کرنا پڑی طلباء ہفتہ میں تین دن کتابیں لکھتے تھے اور چار دن پڑھتے تھے۔

تفتازانی بارگاہ تیموریہ میں شاہ شجاع بن مظفر کے دربار میں آپ کا بہت رسوخ تھا اس کے بادشاہ تیمور لنگ کے یہاں صدر الصدور مقرر ہو گئے تھے شاہ تیمور آپ کا بڑا معتقد تھا اور بہت احترام کرتا تھا جب آپ نے مطول شرح تلخیص تصنیف کی اور شاہ کی خدمت میں پیش کی تو شاہ نے بہت پسند کیا اور عرصہ تک قلعہ ہراۃ کے دروازے کو اس سے زینت بخشی میر سید جرجانی ؒ بھی شاہ تیمور کے دربار میں آتے جاتے تھے اور آپس میں نوک جھونک، بحث و مباحثہ، مکالمہ و مناظرہ رہتا تھا میر سید شریف جرجانی ؒ اور سعد الدین تفتازانی ؒ ہر دوا کابر علماء و مشاہیر فضلاء میں سے تھے اور اپنے زمانے کے آفتاب و مہتاب تھے انکے بعد علوم ادبیہ و عقلیہ بلکہ سوائے حدیث کے دیگر تمام علوم کا ماہر اور جامع ان دونوں جیسا کوئی نہیں گزرا ان میں سے ہر ایک خاتم العلماء المحققین تھا مگر منطق و کلام اور علوم ادبیہ و علوم فقہ میں علامہ تفتازانی میر سید شریف ؒ سے کہیں زائد تھے

وفات:۔ ۲۲ محرم الحرام ۷۹۲ھ پیر کے روز سمرقند میں انتقال ہوا وہیں آپ کو دفن کیا گیا اس کے بعد ۹ جمادی الاولی بدھ کے روز مقام سرخس کی طرف منتقل کر دیئے گئے۔

تصانیف:۔ آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے پانچ کتابیں تہذیب المنطق مختصر المعانی، مطول، شرح عقائد اور تلویح آج تک داخل درس ہیں۔

آپ کی تصانیف کی تعداد بے شمار ہے جن میں چند مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) شرح تصریف زنجانی (۲) تہذیب المنطق (۳) مختصر المعانی (۴) مطول شرح تلخیص (۵) شرح عقائد نسفی (۶) تلویح (۷) سعدیہ شرح شمسیہ (۸) حاشیہ شرح مختصر الاصول (۹) مقاصد (۱۰) شرح مقاصد (۱۱) شرح مفتاح العلوم وغیرہ

شارح عبداللہ یزدی

نام عبداللہ والد کا نام حسین ہے اور یزدی کہلاتے ہیں۔

اپنے وقت کے زبردست محقق اور نہایت خوبصورت تھے علوم عقلیہ و نقلیہ و فلکیات میں مہارت تامہ رکھتے تھے ۱۰۱۵ھ میں اصفہان میں وفات پائی۔

تصانیف:۔ (۱) شرح العقائد (۲) شرح العجالۃ (۳) حاشیہ شرح مختصر (شرح تلخیص) (۴) حاشیہ بر حاشیہ خطائی شرح تھذیب وغیرہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس مقدمہ کی تیاری میں حضرت والا کی تقریر کے ساتھ ساتھ تشریحات سواتی اور تذکرۃ المصنفین سے بھی مدد لی گئی ہے (از مرتب)

besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ھدانا سواء الطریق

ترجمہ متن:۔ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے ہمیں سیدھے راستے کی طرف ھدایت دی۔

☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قولہ الحمد للّٰہ: افتتح کتابہ بحمد اللہ بعد التسمیۃ اتباعا بخیر الکلام واقتداء بحدیث خیر الانام علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام

ترجمہ:۔ مصنفؒ نے اپنی کتاب کا افتتاح الحمد للہ سے کیا تسمیہ کوذکر کرنے کے بعد اتباع کرتے ہوئے بہترین کلام کی اور اقتداء کرتے ہوئے مخلوق میں سے بہترین ذات کی اس پر اور اسکی آل پر صلوۃ وسلام ہو۔

تمہید:۔ اس کتاب کا نام شرح تہذیب ہے اس میں دو کتابیں ہیں ایک تہذیب، جو کہ متن ہے جس کے مصنف علامہ تفتازانی ہیں دوسری اس کی شرح، جو کہ علامہ عبداللہ یزدی کی تصنیف ہے جن کے حالات ماقبل میں گزر چکے ہیں۔

فائدہ:۔ عام طور پر جب بھی کوئی شارح شرح لکھتا ہے تو اس شرح کی اہم ترین اغراض چار ہوتی ہیں (۱) توضیح متن: ماتن کے متن کی عبارت مجمل اور مختصر ہوتی ہے شارح اسکے اجمال کی وضاحت کرتا ہے (۲) دفع دخل مقدر: متن پر کوئی اعتراض ہو رہا ہوتا ہے جو کہ پوشیدہ ہوتا ہے شارح اس اعتراض مقدر کا اپنی شرح میں جواب دیتا ہے (۳) ماتن نے متن میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا ہوتا ہے جس کے کچھ شرائط اور قیودات اس نے ذکر نہیں کیے ہوتے شارح ان قیودات کو اپنی شرح میں ذکر کرتا ہے (۴) شارح کبھی خود ماتن کے متن پر اعتراض کرتا ہے۔

اسکے علاوہ اور اغراض بھی ہوتی ہیں لیکن اکثر اوقات یہی چار اغراض ہوتی ہیں۔

قولہ سے شارح کی اغراض یا تقطیع عبارت:۔ ماقبل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ شارح جب متن کی شرح کریگا تو اس کی اغراض مختلف ہونگی اب شارح کی ہر عبارت کی سب سے پہلے غرض سمجھنا ہوگی جس سے شارح کی عبارت کا مفہوم سمجھنے میں آسانی رہے گی اس کو اصطلاح میں تقطیع عبارت یا اغراضِ شارح کہتے ہیں چنانچہ یہاں افتتح کتابہ سے شارح کی غرض ماتن کی عبارت کی وضاحت کرنا ہے یعنی توضیح متن۔ فان قلت سے ماتن پر ہونے والے ایک اعتراض کو ذکر کرکے اس کا جواب

besturdubooks.wordpress.com

دیتا ہے۔اور والحمد سے اگلے قولہ تک متن کی وضاحت ہے۔

قولہ:۔اس میں ہ ضمیر غائب کی ہے ضمیر غائب کیلئے ماقبل میں مرجع کا مذکور ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اعتراض:۔ ہوتا ہے کہ اس ہ ضمیر کا مرجع کیا ہے بعض حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ اس کا مرجع مصنف ہے وہ ٹھیک نہیں کیونکہ مصنف کا ذکر ماقبل میں کہیں نہیں ہے؟

جواب:۔مرجع تین قسم کا ہوتا ہے۔﴿۱﴾مرجع لفظی:۔جو لفظوں میں مذکور ہوتا ہے جیسے **ضرب زید غلامه**۔

﴿۲﴾مرجع معنوی:۔جو لفظوں میں تو نہیں ہوتا لیکن معنیٰ مذکور ہوتا ہے جیسے **اعدلوا هو اقرب للتقوی یہاں ھو کا** مرجع عدل ہے جو اعدلوا میں معنیٰ موجود ہے۔

﴿۳﴾مرجع حکمی:۔جیسے ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا مرجع حکما ہوا کرتا ہے۔

تو اب جواب ﴿۱﴾ یہ ہے کہ قولہ میں ہ ضمیر کا مرجع حکما مذکور ہے جو ضمیر شان کے قبیلے سے ہے وہ اس طرح کہ یہ کتاب شرح ہے جب شارح نے قولہ کا لفظ استعمال فرمایا تو یہ ضمیر اسی مصنف کی طرف راجع ہوگی۔

جواب ﴿۲﴾:۔یہاں مرجع معنوی ہے اس کا مرجع قائل ہے جو کہ معنیٰ مذکور ہے معنیٰ یہ ہوگا کہ قول اس قائل کا کیونکہ اس میں لفظ قول مصدر مشتق اسم فاعل پر دلالت کریگا۔

الحمد لله:۔یہ اصل میں جملہ فعلیہ تھا اس سے جملہ اسمیہ کی طرف منتقل کیا گیا ہے۔اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اس کو جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف کیوں نقل کیا گیا؟

جواب:۔یہ مقام مدح ہے اس مقام میں تمام محامد (تعریفات) کو اللہ تعالیٰ کیلئے ہمیشہ کیلئے ثابت کرنا مقصود ہے جملہ اسمیہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے بنسبت جملہ فعلیہ کے جملہ فعلیہ میں تجدد اور حدوث ہوتا ہے تجدد کا مطلب یہ ہے کہ فعل پیدا ہوا اور ختم ہو جائے جیسے **ضرب زید** میں ضرب پیدا ہوا اور ختم ہو گیا چونکہ جملہ اسمیہ میں دوام اور استمرار ہوتا ہے اس لئے یہاں جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف نقل کیا گیا۔

اعتراض:۔جب دوام اور استمرار مقصود تھا تو ابتداءً ہی جملہ اسمیہ ذکر کرتے پہلے جملہ فعلیہ کو ذکر کر کے پھر اس سے جملہ اسمیہ کی طرف نقل کیا اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟

besturdubooks.wordpress.com

جواب:۔ جملہ اسمیہ ابتداءً دوام اور استمرار پر دلالت نہیں کرتا بلکہ جب اس کو جملہ فعلیہ سے منتقل کر کے جملہ اسمیہ بنایا جائے اس وقت دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے یہ قول علامہ عبد القاہر جرجانیؒ کا ہے۔

اعتراض:۔ قرآن مجید کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے **الحمد لله** کا ذکر کیا اس میں حمد مقدم اور لفظ اللہ مؤخر ہے باقی قرآن مجید کی اکثر آیات میں اللہ کا ذکر پہلے اور حمد کا ذکر بعد میں ہے جیسے **فلله الحمد' وله الحمد في السموٰت' له الحمد في الاولى** تو یہاں **الحمد لله** میں حمد کو پہلے لانے کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ حمد کے دو مستقل مقصد ہیں ایک مقصد حمد کا اثبات حمد ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اور دوسرا مقصد اختصاص حمد ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اور قاعدہ ہے کہ اثبات پہلے ہوتا ہے اور اختصاص بعد میں سورۃ فاتحہ چونکہ ابتداء قرآن میں تھی اس میں اثبات حمد کرنا تھا تا کہ بعد میں اختصاص ہو سکے اس لئے اثبات حمد میں حمد کو مقدم کیا اس کے اہتمام شان کیلئے اور باقی قرآن مجید کی آیتوں میں اختصاص حمد مقصود تھا اس لئے وہاں اللہ کا لفظ پہلے اور حمد کا لفظ بعد میں ہے۔ چونکہ اللہ کا لفظ مقدم ہوا جس کا ذکر بعد میں کرنا تھا اور قاعدہ ہے کہ **تقديم ما حقه التأخير يفيد الحصر والتخصيص** تو تخصیص حمد کا فائدہ ہوا۔

اعتراض:۔ مصنفؒ اختصار کے درپے ہیں تو چاہیے تھا کہ **بسم الله** کو ذکر کرنے کے بعد اصل مقصد میں شروع ہو جاتے جیسا کہ علامہ ابن حاجبؒ نے اپنی کتاب کافیہ میں کیا ہے کہ تسمیہ کے فوراً بعد کہا **الكلمة لفظ** الخ یہاں مصنفؒ نے لمبا چوڑا خطبہ کیوں ذکر کیا؟

جواب:۔ مصنفؒ نے **بسم الله** کے بعد حمد کو ذکر کر کے **خير الكلام** (قرآن مجید) اور **خير الانام** (حضور ﷺ) کی اتباع اور اقتداء کی ہے کیونکہ قرآن مجید کی ابتداء بھی **بسم الله** کے بعد **الحمد لله** سے ہوتی ہے نیز حضور ﷺ کی حدیث پاک بھی ہے **كل امر ذي بال لم يبدأ بحمد الله فهو اقطع و اجزم**۔

افتتح كتابه الخ:۔ شارح نے **افتتح** کا لفظ استعمال فرمایا افتتاح کے معنی کھولنے کے ہیں۔ **ابتدأ** کا لفظ بھی یہاں لا سکتے تھے لیکن **افتتح** کا لفظ لا کر نیک فال پکڑی کہ اللہ تعالیٰ آئندہ آنیوالے کتاب کے مضامین کو میرے اوپر کھول دے۔

نحوی فائدہ: **اتباعا** اور **اقتداءً** یہ دونوں مفعول لہ حصولی ہیں ترکیب میں مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں (۱) حصولی (۲) وجودی

(۱) حصولی:۔ فعل پہلے ہو اور مفعول لہ بعد میں حاصل ہو جیسے **ضربته تاديبا** میں ضرب پہلے ہے اور ادب بعد میں

besturdubooks.wordpress.com

حاصل ہو۔

﴿۲﴾ وجودی:۔جس میں مفعول لہ پہلے موجود ہو اور فعل بعد میں ہو جیسے **قعدت عن الحرب جبنا** میں **جبن** (بزدلی) پہلے سے موجود ہے بیٹھنا بعد میں ہے یہاں دونوں مفعول لہ حصولی ہیں فعل پہلے ہوا ہے یعنی پہلے ماتن نے کتاب کو شروع کیا بعد میں مفعول لہ حاصل ہوا ہے۔

فان قلت حديث الابتداء مروى في كل من التسمية والتحميد فكيف التوفيق قلت الابتداء في حديث التسمية محمول على الحقيقي وفي حديث التحميد على الاضافي او على العرفي او في كليهما على العرفي

ترجمہ:۔ اگر تو کہے کہ ابتداء کی حدیث مروی ہے تسمیہ اور تحمید میں سے ہر ایک کے بارے میں پس ان میں کیسے تطبیق ہوگی میں کہتا ہوں کہ تسمیہ کی حدیث میں ابتداء محمول ہے حقیقی پر اور تحمید کی حدیث میں اضافی پر یا عرفی پر یا ان دونوں میں عرفی پر۔

تشریح:۔اس عبارت میں ایک سوال جواب ہے۔اس سے پہلے سوال (کہ مصنف نے اپنی کتاب کو حمد باری تعالی سے کیوں شروع کیا؟) کا جواب دیا تھا کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے شروع میں حمد کو ذکر کیا ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے

اعتراض:۔کہ حدیث تو تسمیہ اور تحمید دونوں کے بارے میں ہے تسمیہ کی حدیث یہ ہے **كل امر ذى بال لم يبدأ ببسم الله فهو اقطع و اجزم** اور تحمید کی حدیث **لم يبدأ بحمد الله** ہے۔تو ابتداء کی حدیث تو دونوں کے بارے میں ہے اور ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے کہ ساتھ تو ابتداء نہیں ہوسکتی لهذا یا تو دونوں میں تطبیق کی کوئی صورت بتلاؤ ورنہ **اذا تعارضا تساقطا** کے تحت دونوں ساقط ہو جائیں گی اور کسی پر بھی عمل نہیں ہوگا۔

جواب ﴿۱﴾:۔اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک منطقیوں کا ہے دوسرا محدثین کا ہے مصنفؒ نے منطقیوں کا جواب ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے ابتداء کی اقسام سمجھنا ضروری ہیں۔ابتداء کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقی (۲) اضافی (۳) عرفی۔

(۱) ابتداء حقیقی:۔وہ ہے جو تمام سے مقدم ہو اس سے کوئی چیز مقدم نہ ہو یہی نقطہ اول ہو۔

(۲) ابتداء اضافی:۔وہ ہے جو کسی نہ کسی سے مقدم ہو چاہے بعض سے مؤخر ہی کیوں نہ ہو جس طرح اس کتاب کے آخری ورق سے پہلے ورق کو ابتداء میں کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی ایک ورق سے تو پہلے ہے اگرچہ تمام کتاب کے بعد ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

(۳) ابتداء عرفی:۔ وہ ہے جو اصل مقصود سے مقدم ہو۔

تو اب جواب یہ ہے کہ حدیثیں دو ہیں اور ابتداء کی تین قسمیں ہیں تو عقلی احتمال یہاں نو بنتے ہیں (۱) تسمیہ اور تحمید دونوں میں ابتداء حقیقی مراد ہو (۲) دونوں میں ابتداء اضافی مراد ہو (۳) دونوں میں عرفی مراد ہو (۴) تسمیہ والی حدیث میں ابتداء حقیقی مراد ہو اور تحمید والی حدیث میں اضافی مراد ہو (۵) تسمیہ میں حقیقی اور تحمید میں عرفی مراد ہو (۶) تسمیہ میں اضافی اور تحمید میں حقیقی مراد ہو (۷) تسمیہ میں اضافی اور تحمید میں ابتداء عرفی مراد ہو (۸) تسمیہ والی حدیث میں عرفی اور تحمید والی میں حقیقی مراد ہو (۹) تسمیہ میں ابتداء عرفی اور تحمید والی حدیث میں اضافی مراد ہو۔

ان میں سے تین احتمال یعنی نمبر ۳،۴،۵ صحیح بھی ہیں اور معتبر بھی۔ اور تین یعنی احتمال نمبر ۲،۷،۹ صحیح تو ہیں معتبر نہیں اور تین احتمال یعنی نمبر ۱،۶،۸ بالکل صحیح ہی نہیں ہیں۔ جو تین احتمال صحیح معتبر ہیں ان کو کتاب میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں (۱) تسمیہ والی حدیث میں ابتداء حقیقی مراد ہو اور تحمید والی حدیث میں ابتداء اضافی مراد ہو (۲) تسمیہ میں ابتداء حقیقی اور تحمید میں عرفی مراد ہو (۳) دونوں حدیثوں میں عرفی مراد ہو یہ تین احتمال صحیح اور معتبر ہیں اور یہاں یہی مراد ہیں کیونکہ (۱) احتمال کی صورت میں مصنفؒ نے بسم اللہ کو تمام چیزوں سے مقدم کیا وہ نقطہ اول کے درجہ میں ہے لھذا ابتداء حقیقی ہے اور الحمد للہ چونکہ بعض مضامین سے مقدم ہے اس لئے ابتداء اضافی بھی ہے (۲) اس احتمال کی صورت میں بسم اللہ تو سب سے مقدم ہے اس لئے حقیقی ابتداء ہے اور الحمد للہ مقصودی مضامین سے مقدم ہے اس لئے عرفی ہے کیونکہ مقصود تو القسم الاول سے شروع ہو رہا ہے (۳) یہ بھی صحیح ہے کیونکہ دونوں تسمیہ اور تحمید مقصود سے مقدم ہیں۔ لیکن اس تیسرے احتمال پر اعتراض ہوتا ہے کہ ابتداء عرفی مراد تھی مقصود سے پہلے ذکر کرنا تھا تو بسم اللہ کو بعد میں اور الحمد للہ کو پہلے ذکر کر دیتے اس کا عکس کیوں کیا؟

جواب:۔ بسم اللہ کو پہلے ذکر کر کے مصنفؒ نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کی ہے اور الحمد للہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت حمد کے ساتھ برکت حاصل کی ہے اور بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ذکر ہے جو کہ موصوف ہے اور الحمد للہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت کا ذکر ہے اور ضابطہ ہے کہ موصوف مقدم ہوتا ہے صفت سے اس لئے بسم اللہ کو الحمد للہ سے پہلے ذکر کیا۔

﴿۲﴾ جواب من المحدثین: ۔حضرات محدثین کہتے ہیں احادیث کے الفاظ مختلف ہیں اصل میں دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہے وہ یہ ہے کہ ہر ذی شان کام جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے دونوں

besturdubooks.wordpress.com

حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ابتداء کی جائے چاہے بسم اللہ کے ساتھ ہو یا الحمد للہ کے ساتھ لیکن عام طور پر مصنفین حضرات بسم اللہ و الحمد للہ سے کتاب کی ابتداء کرتے ہیں۔

والحمد هو الثناء با للسان علی الجمیل الاختیاری نعمة کان او غیرها

ترجمہ:۔اور حمد وہ تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ کسی اچھی اختیاری خوبی پر نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو۔

تشریح:۔اس عبارت سے شارح کی غرض متن کی وضاحت کرنا ہے۔یہاں شارح حمد کی تعریف کر رہے ہیں اس تعریف سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ ہر تعریف میں تین چیزیں بیان کرنا ضروری ہوتی ہیں۔

(۱) تعریف کا مختصر مفہوم (۲) فوائد قیود (۳) تعریف پر ہونے والے اعتراضات و جوابات۔

یہاں ترتیب کے ساتھ یہ تینوں چیزیں ذکر کی جائیں گی۔

فائدہ:۔حمد میں چار چیزیں ہوتی ہیں (۱) حامد تعریف کرنے والا (۲) محمود جس کی تعریف کی جائے (۳) محمود علیه جس بات پر تعریف کی جارہی ہے (۴) محمود به جس کے ساتھ تعریف کی جائے۔

حمد کی تعریف:۔محمود کے کسی عمدہ فعل اختیاری پر اس کی زبان سے تعریف کرنا جیسے کہا جائے زید عالم یہاں زید کے ایک عمدہ فعل (صفت) علم کی تعریف کی گئی ہے زبان سے جو کہ زید کے اختیار میں ہے۔

فوائد قیود:۔حمد کی تعریف میں الثناء بمنزل جنس کے ہے ہر تعریف کو شامل ہے باللسان کی قید سے شکر نکل گیا کیونکہ وہ بھی ایک تعریف ہوتی ہے لیکن وہ اعضاء و جوارح کے ساتھ بھی ہوسکتی ہے علی الجمیل کی قید سے مذمت نکل گئی کیونکہ وہ افعال قبیحہ پر ہوتی ہے جیسے کہا جائے زید فاسق. اختیاری کی قید سے مدح نکل گئی کیونکہ وہ صفت غیر اختیاری پر بھی ہوتی ہے جیسے کہا جائے کہ زید حسین یا کہا جائے کہ موتی بڑے صاف ہیں تو یہاں موتیوں کا صاف ہونا اور زید کا حسن ان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے نعمة کان او غیرها یہ قید اتفاقی ہے۔

حمد کی تعریف پر اعتراض:۔یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی ذات کی تعریف کی ہے وہ زبان سے تو نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زبان سے تو پاک ہیں حالانکہ اس کو بھی حمد کہا جاتا ہے؟

جواب ①:۔یہاں جو حمد کی تعریف کی ہے وہ مطلق حمد کی تعریف نہیں بلکہ حمد مخلوق کی تعریف ہے حمد خالق کی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جو اپنی ذات کی تعریف کی ہے وہ خالق نے کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ماقبل میں الحمد کا لفظ معرّف ہے اس پر

besturdubooks.wordpress.com

الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے مراد حمد مخلوق ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ حمد کی تعریف میں جو لسان کا لفظ مذکور ہے اس سے مراد یہ گوشت کا ٹکڑا نہیں بلکہ لسان سے مراد قوت تکلم ہے یعنی ذکر کرنا انسان اس کو زبان سے ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ یہاں حمد کے ساتھ مدح اور شکر کی تعریف بھی ذکر کی جاتی ہے تاکہ حمد کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

مدح کی تعریف:۔ هو الثناء باللسان علی الجمیل نعمة کان او غیرها (وہ تعریف کرنا ہے زبان کے ساتھ کسی اچھی خوبی پر نعمت کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو) یعنی ممدوح کے کسی فعل پر اس کی زبان سے تعریف کی جائے جیسے کہا جائے کہ موتی بڑے حسین ہیں یہاں موتیوں کی صفائی موتیوں کے اختیار میں نہیں ہے۔

شکر کی تعریف:۔ هو فعل ینبئ عن تعظیم المنعم سواء کان باللسان او بالارکان او بالجنان (شکر ایک ایسا فعل ہے جو منعم کی تعظیم کی خبر دیتا ہے برابر ہے کہ زبان کے ساتھ ہو یا اعضاء و جوارح کے ساتھ ہو یا دل کے ساتھ) جیسے زید نے مثلاً عمرو پر احسان کیا اب عمرو اس کی تعریف کرے کہ زید بڑا سخی ہے۔

فائدہ: حمد، مدح اور شکر کی آپس میں نسبت:۔ (۱) حمد اور مدح میں نسبت:۔ عموم خصوص مطلق کی ہے جیسے انسان اور حیوان کے درمیان نسبت ہوتی ہے حمد اخص مطلق ہے مدح اعم مطلق ہے جہاں حمد ہوگی وہاں مدح بھی ہوگی جیسے جہاں انسان ہوتا ہے وہاں حیوان بھی ہوتا ہے جہاں مدح ہو وہاں حمد کا ہونا ضروری نہیں جیسے جہاں حیوان ہوتا ہے وہاں انسان کا ہونا ضروری نہیں مثلاً زید کی تعریف کریں کہ زید عالم یہاں حمد بھی ہے اور مدح بھی مدحت اللؤلؤ علی صفائها اس میں مدح ہے حمد نہیں کیونکہ موتیوں کی صفائی ان کے اختیار میں نہیں۔

(۲) حمد اور شکر میں نسبت:۔ حمد کا مورد خاص ہے زبان کے ساتھ ہوتی ہے متعلق عام ہے چاہے انعام کے مقابلے میں ہو یا نہ ہو شکر کا مورد عام ہے چاہے زبان سے ہو یا دل سے یا اعضاء سے متعلق خاص ہے کہ انعام کے مقابلے میں ہی ہو سکتا ہے تو ان کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے اس میں تین مادے نکلیں گے ایک مادہ اجتماعی جس میں دونوں پائے جائیں جیسے زید نے عمرو پر کوئی انعام کیا تو عمرو نے زید کی زبان کے ساتھ تعریف کی کہ زید جواد (زید سخی ہے) یہاں شکر بھی ہے کہ انعام کے مقابلے میں ہے اور حمد بھی ہے کہ زبان کے ساتھ ہے اختیاری خوبی پر۔ دوسرا مادہ۔ زید نے عمرو پر کوئی احسان نہیں کیا لیکن عمرو زید کی تعریف کرتا ہے زبان کے ساتھ یہاں حمد ہے شکر نہیں کیونکہ انعام کے مقابلے میں نہیں ہے تیسرا مادہ۔ زید نے عمرو پر

besturdubooks.wordpress.com

کوئی احسان کیا اور عمرو نے زید کی خدمت کی اعضاء کے ساتھ اس کی تعریف کی یہاں شکر ہوگا کیونکہ انعام کے مقابلے میں ہے لیکن حمد نہیں کیونکہ زبان کے ساتھ نہیں ہے۔

واللہ علم علی الاصح للذات الواجب الوجود المستجمع لجميع صفات الكمال ولدلالته على هذا الاستجماع صار الكلام في قوة ان يقال الحمد مطلقا منحصر في حق من هو مستجمع لجميع صفات الكمال من حيث هو كك فكان كدعوى الشئ ببينة وبرهان ولا يخفى لطفه

ترجمہ:۔ اور اللہ اصح قول کے مطابق علم ہے ذات واجب الوجود کا جو مستجمع ہو تمام صفات کمالیہ کو۔ اور اسکے اس استجماع پر دلالت کرنے کی وجہ سے کلام اس قوت میں ہو جائیگی کہ کہا جائے حمد مطلقا منحصر ہے اس ذات کے حق میں جو تمام صفات کمالیہ کو مستجمع ہے اس حیثیت سے کہ وہ اس طرح ہے۔ پس ہو جائیگا مثل دعوی کرنے کسی شئی کا اس کی دلیل اور برھان کے ساتھ اور اس کی لطافت مخفی نہیں ہے۔

تشریح:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض توضیح متن ہے یعنی لفظ اللہ جو متن میں آیا ہے اس کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں لفظ اللہ میں مفسرین کے درمیان کئی اختلافات ہیں کہ یہ لفظ عربی ہے یا کسی اور زبان کا لفظ ہے، عربی ہے تو جامد ہے یا مشتق، جامد ہے تو اسم علم ہے یا صرف اسم ہے، مشتق ہے تو پھر اختلاف ہے کہ یہ کس سے مشتق ہے مہموز الفاء ہے یا اجوف واوی شارح نے اس عبارت میں تمام کا رد کرتے ہوئے واللہ علم علی الاصح الخ والی عبارت سے یہ بتایا کہ یہ عربی لفظ ہو کر علم اور جامد ہے

نکتہ:۔ چونکہ اللہ تعالی کی ذات کے بارے میں عقول حیران و پریشان تھے اسی طرح اس ذات کے نام میں بھی عقول انسانی میں اختلاف ہو گیا کیونکہ اسم کا اثر مسمی پر اور مسمی کا اثر اسم پر ہوا کرتا ہے اس کی مثال مشکوۃ شریف کی عبداللہ بن المسیبؓ والی حدیث ہے کہ عبداللہ کے والد کا نام مسیب تھا ان کا لقب مشہور تھا حزن (غم) حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ کوئی سال بھی ایسا نہ گزرا تھا کہ ہم نے کسی غم اور پریشانی کا سامنا نہ کیا ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے اس لقب کو بدل دو۔

الحاصل لفظ اللہ ایسی ذات کا علم ہے جو کہ واجب الوجود (جس کا عدم محال ہو) ہے اور تمام صفات کمال کو جمع کرنے والی ہے۔

لفظ اللہ کے ہمزہ کی تحقیق:۔ اعتراض ہوتا ہے کہ لفظ اللہ کے شروع میں ہمزہ کونسا ہے قطعی ہے یا وصلی؟ اگر قطعی ہے تو صحیح نہیں کیونکہ فاللہ خیر حافظا میں گر جاتا ہے اور وصلی ہے تو بھی صحیح نہیں ورنہ تو یا اللہ کا ہمزہ وسط کلام میں ہونے کی بنا پر گر جاتا

besturdubooks.wordpress.com

چاہیے حالانکہ باقی ہے؟

جواب:۔لفظ اللہ اصل میں الٰہ تھا ہمزہ کو گرادیا تو لٰہ ہوا پھر اس ہمزہ کے عوض میں الف لام تعریف کا داخل کیا تو ال لٰہ ہوا پھر لام کا لام میں ادغام کیا تو اللہ بن گیا اب لفظ اللہ پر جو ہمزہ ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک تعریف والی اور ایک عوض ہونے والی ان دونوں حیثیتوں کا اعتبار کرنا ہے جب یہ لفظ اللہ منادی نہ ہو تو اس وقت تعریف والی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے اسکو ہمزہ وصلی بناتے ہیں اور درمیان کلام میں گرادیتے ہیں جیسے فـاللہ میں گر گیا اور جب لفظ اللہ منادی واقع ہو تو اس وقت تعریف والی حیثیت کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ یا اور الف لام تعریف کا اجتماع ایک اسم میں صحیح نہیں اس وقت اس کی عوض والی حیثیت کا اعتبار کرتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ جو حرف کسی حرف کے عوض میں آئے وہ جزو کلمہ ہوتا ہے اس کو گرانا صحیح نہیں لھذا یا اللہ میں بھی ہمزہ عوض میں ہونے کی وجہ سے جزو کلمہ ہے اور اس کو گرانا صحیح نہیں۔

ولدلالتہ علی ھذا الاستجماع الخ:۔اس عبارت سے شارح ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں جو متن کی عبارت میں مضمر ہے۔اس سے قبل تین مسئلوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ(۱):۔الحمد میں الف لام کونسا ہے؟ یہ الف لام جنس کا بھی ہوسکتا ہے اور استغراق کا بھی جنس کا ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جنس حمد اللہ کیلئے مختص ہے اور استغراق کا ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام افراد حمد اللہ تعالیٰ کیلئے مختص ہیں۔

اعتراض:۔آپ نے الف لام جنسی یا استغراقی کا مان کر یہ مطلب نکالا کہ جنس حمد یا تمام افرادِ حمد اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں حالانکہ دنیا میں حمد تو مخلوق کی بھی ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ زید عالم ،زید کبیر وغیرہ؟

جواب:۔جہاں مخلوق کی تعریف ہوتی ہے وہاں حقیقت میں خالق کی تعریف ہوتی ہے کیونکہ مخلوق میں اچھی صفات پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں مثلاً زید کی تعریف کی کہ وہ بڑا عالم ہے تو گویا اس آدمی نے حقیقت میں اللہ کی تعریف کی ہے کیونکہ زید کو علم عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔

مسئلہ(۲):۔جب کسی اسم صفت پر حکم لگایا جاتا ہے تو اس کا مصدر ہی اس حکم کی علت ہوا کرتا ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں کہ اکرم العالم (عالم کا اکرام کرو) یہاں العالم صیغہ صفت کا ہے اس پر حکم لگایا گیا ہے کہ اس کا اکرام کرو اس حکم کی علت العالم کا مصدر علم ہے کہ علم کی وجہ سے عالم کا اکرام کرو۔

مسئلہ(۳):۔ایک ضابطہ ہے کہ الکنایۃ ابلغ من الصریح (کنایہ صریح سے ابلغ ہوتا ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ صریح میں

besturdubooks.wordpress.com

صرف دعوی ہوتا ہے دلیل مذکور نہیں ہوتی جیسے کہا جائے کہ زید بڑا سخی ہے یہ جملہ زید کی سخاوت پر صراحۃ دلالت کرتا ہے لیکن اس میں دلیل مذکور نہیں بخلاف کنایہ کے کہ اس میں صراحۃ دعوی ہوتا ہے اور ضمناً دلیل بھی مذکور ہوتی ہے جیسے کہا جائے زید کثیر الرماد (زید کثیر خاکستر والا ہے) یعنی زید کے چولھے میں خاکستر بہت زیادہ ہے اس جملہ سے بھی زید کی سخاوت معلوم ہو رہی ہے کہ چولھے میں خاکستر اس لئے زیادہ ہے کہ آگ زیادہ جلتی ہے اور آگ زیادہ اس لئے جلتی ہے کہ ہانڈی، روٹی زیادہ پکتی ہے اور روٹی اس لئے زیادہ پکتی ہے کہ مہمان زیادہ آتے ہیں اور مہمان زیادہ اس لئے آتے ہیں کہ زید سخی ہے اس کنایہ سے جیسے زید کی سخاوت کا دعوی سمجھا گیا اسی طرح ساتھ دلیل بھی مذکور ہے کہ زید سخی اس لئے زیادہ ہے کہ اس کے چولھے میں آگ زیادہ جلتی ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ **الکنایة ابلغ من الصریح۔**

اب شارح کا بیان کردہ نکتہ یہ ہے کہ ماتن نے متن کی عبارت **الحمد لله** میں دعوی مع دلیل کے بیان کیا ہے دعوی یہ ہے کہ تمام محامد کا ثبوت اللہ تعالی کے ساتھ مختص ہے اور ساتھ اس کی دلیل بھی موجود ہے مسئلہ (۲) کے تحت لفظ اللہ کو حکما صیغہ صفت کا بنائیں گے اللہ کا معنی **واجب الوجود المستجمع لجمیع صفات الکمال** یہ معنی صفتی ہے اس اعتبار سے لفظ اللہ حکما صیغہ صفت کا ہے اس پر حکم لگایا گیا ہے کہ تمام محامد کا ثبوت اس کے ساتھ مختص ہے چونکہ اللہ ہے ہی وہی ذات جو تمام صفات کمالیہ کو جمع کرنیوالی ہو محامد کا ثابت ہونا یہ بھی ایک صفت کمال کی ہے لھذا یہ صفت کمال بھی اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہوگی اگر یہ صفت کمال اللہ تعالی کے ساتھ مختص نہ ہو تو اللہ کی ذات **مستجمع لجمیع صفات الکمال** نہ رہی لھذا حمد کا ثبوت بھی جو کہ صفت کمال ہے وہ اللہ تعالی کے ساتھ مختص ہے تو یہاں **الحمد لله** میں دعوی مع الدلیل سمجھا گیا اور یہ بطور کنایہ کے ذکر کیا گیا اور کنایہ صریح سے ابلغ ہوتا ہے گویا بڑے بلیغ انداز سے اللہ تعالی کی تعریف مع دلیل کے اس عبارت میں ذکر کی گئی ہے۔ اسی نکتہ کی طرف شارح یزدی نے اشارہ کیا۔

قوله الذی هدانا: الهدایة قیل هی الدلالة الموصلة ای الایصال الی المطلوب وقیل هی اراءة الطریق الموصل الی المطلوب والفرق بین هذین المعنیین ان الاول یستلزم الوصول الی المطلوب بخلاف الثانی فان الدلالة علی ما یوصل الی المطلوب لاتلزم ان تکون موصلة الی ما یوصل فکیف توصل الی المطلوب والاول منقوض بقوله تعالی واما ثمود فهدیناهم فاستحبوا العمی علی الهدی اذ لا یتصور الضلالة بعد الوصول الی الحق والثانی

besturdubooks.wordpress.com

منقوض بقوله تعالی انک لا تهدی من احببت فان النبی ﷺ کان شانه اراءة الطریق والذی یفهم من کلام المصنفؒ فی حاشیة الکشاف هو ان الهدایة لفظ مشترک بین هذین المعنیین وح یظهر اندفاع کلا النقضین ویرتفع الخلاف من البین و محصول کلام المصنفؒ فی تلک الحاشیة ان الهدایة تتعدی الی المفعول الثانی تارة بنفسه نحو اهدنا الصراط المستقیم و تارة بالی نحو والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم وتارة باللام نحو ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم فمعناها علی الاستعمال الاول هو الایصال وعلی الثانیین اراءة الطریق

ترجمہ:۔اس مصنف کا قول الذی هدانا :هدایۃ کہا گیا ہے وہ دلالت ہے پہنچانے والی یعنی مطلوب تک پہنچا دینا اور کہا گیا ہے کہ وہ راستہ دکھانا ہے جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہو اور ان دونوں معنوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ اول معنی منزل مقصود تک پہنچنے کو مستلزم ہے نہ کہ دوسرا معنی پس بلاشبہ منزل مقصود تک پہنچانے والے راستے کو دکھانے کیلئے لازم نہیں کہ وہ دکھانا پہنچانے والا ہو اس راستے تک جو منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے تو کس طرح وہ راہ دکھانا منزل مقصود تک پہنچانے والا ہوگا۔ اور اول معنی منقوض ہے اللہ تعالی کے اس قول کے ساتھ واما ثمود فهدیناهم الخ کیونکہ منزل مقصود تک پہنچ جانے کے بعد بے راہ ہونا متصور نہیں اور دوسرا معنی منقوض ہے اس اللہ تعالے کے قول انک لاتهدی الخ کے ساتھ کیونکہ نبی ﷺ کی شان راہ دکھانا تھی۔ اور کشاف کے حاشیہ میں مصنفؒ کی کلام سے جو بات سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ هدایة کا لفظ ان دونوں معنوں کے درمیان مشترک ہے اور اس وقت ظاہر ہو جاتا ہے ان دونوں اعتراضوں کا دفع ہو جانا اور اختلاف کرنے والوں کے بیچ سے اختلاف اٹھ جاتا ہے۔ اور اس حاشیہ میں مصنف کی کلام کا حاصل یہ ہے کہ لفظ هدایة اپنے مفعول ثانی کی طرف کبھی بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے جیسے اهدنا الصراط المستقیم اور کبھی بواسطہ الی متعدی ہوتا ہے جیسے والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم اور کبھی لام کے واسطے سے جیسے ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم۔ پس پہلے استعمال پر هدایة کا معنی ایصال الی المطلوب اور باقی دونوں استعمالوں پر اراءة الطریق ہے۔

اغراضِ شارح:۔اس سے شارح کی غرض توضیح متن ہے متن میں هدانا کا لفظ آیا ہے اس کا مصدر هدی اور هدایة دونوں آتے ہیں اس کی شارح تشریح کرنا چاہتے ہیں الذی هدانا سے لیکر والاول منقوض تک کی عبارت میں شارح

besturdubooks.wordpress.com

نے لفظ ھدایۃ کی تعریف بیان کی ہے والاول منقوض سے والذی یفھم تک شارح کی غرض اصل تعریف پر دو اعتراض کرنا ہے والذی یفھم سے لیکر ومحصول کلام المصنف تک شارح کی غرض دونوں اعتراضوں کا جواب دینا ہے ومحصول سے آخر قول تک غرض ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

ھدایۃ کی تعریف:۔ ھدایۃ کے لغوی معنی ہیں راہنمودن (راستہ دکھانا) اس کے اصطلاحی معنی میں معتزلہ اور اشاعرہ (اشاعرہ یہ ابوالحسن اشعریؒ کے مقلدین کو کہا جاتا ہے اشعر ایک قبیلہ کا نام ہے امام شافعی عقائد کے باب میں ابوالحسن اشعریؒ کے مقلد ہیں اور احناف عقائد کے باب میں ابومنصور ماتریدیؒ کے مقلد ہیں ان کے مقلدین کو ماتریدیہ کہا جاتا ہے) کا اختلاف ہے اشاعرہ کے ہاں ھدایۃ وہ راستہ دکھانا ہے جو مطلوب تک پہنچا دے جیسے کسی نے زید سے پوچھا کہ ملتان کس طرف ہے اس نے راہنمائی کردی اس راستے کی طرف جو مطلوب تک پہنچانے والا ہے اس کو اراءۃ الطریق کہتے ہیں۔ معتزلہ کے ہاں ھدایۃ ایسی راہنمائی ہے جو مطلوب تک پہنچا دے مثلاً زید سے کسی نے پوچھا کہ ملتان کس طرف ہے تو زید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ملتان تک پہنچا دیا اس کو ایصال الی المطلوب کہتے ہیں۔

دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ اول معنی اراءۃ الطریق میں مطلوب تک پہنچنا تو درکنار طالب کا اس راستے پر چلنا بھی ضروری نہیں جس کی اس نے راہنمائی کی ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ بھول کر کسی اور راستے پر چل پڑے جب اس راستے پر چلنا ضروری نہیں تو مطلوب تک پہنچنا بدرجہ اولی ضروری نہیں ہوسکتا البتہ دوسرے معنی میں مطلوب تک پہنچنا لازم ہے جب زید نے ہاتھ پکڑ کر ملتان تک پہنچا دیا تو مطلوب تک پہنچنے میں کوئی شک نہیں رہا۔

فائدہ:۔ ان دونوں معنوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے اراءۃ الطریق یہ اعم مطلق ہے اور ایصال الی المطلوب یہ اخص مطلق ہے جہاں ایصال الی المطلوب ہوگا وہاں اراءۃ الطریق بھی ہوگا اور جہاں اراءۃ الطریق ہو وہاں ایصال الی المطلوب کا ہونا ضروری نہیں۔

والاول منقوض بقولہ الخ:۔ اس عبارت میں شارح کی غرض ھدایۃ کی اس مختلف فیہ تعریف پر اعتراض کرنا ہے اشاعرہ نے جو تعریف کی ہے وہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت سے منقوض ہے وہ آیت انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء ہے یہاں اشاعرہ کے ہاں معنی ہوگا کہ بے شک اے پیغمبر آپ راستہ نہیں دکھا سکتے جس کو آپ چاہیں۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جس وقت حضور ﷺ نے اپنے چچا کے ایمان نہ لانے پر دکھ محسوس کیا کہ اگر یہ ایمان لے آتے تو

besturdubooks.wordpress.com

میں قیامت کے دن ان کی سفارش کرتا۔ اشاعرہ والا یہ معنی صحیح نہیں کیونکہ حضور ﷺ کا تو کام ہی یہی تھا کہ وہ راستہ دکھاتے۔ ہاں معتزلہ والا معنی صحیح بنتا ہے کہ آپ ﷺ ان کو مطلوب تک نہیں پہنچا سکتے اور **واما ثمود فهديناهم فاستحبوا** الخ والی آیت میں معتزلہ والا معنی صحیح نہیں بنتا کیونکہ معتزلہ کے ہاں اس کا یہ معنی ہوگا کہ قوم ثمود کو ہم نے مطلوب تک پہنچا دیا (یعنی ان کا ایمان پر خاتمہ ہوا) پھر انہوں نے ھدایۃ کے مقابلے میں گمراہی کو پسند کیا یہ معنی بھی درست نہیں کیونکہ حق تک پہنچنے کے بعد گمراہی ممکن نہیں جیسے زید جب اپنے مطلوب ملتان تک پہنچ جائے تو ملتان کا زید سے گم ہونا ممکن نہیں دوسرا یہ بھی ہے کہ قوم ثمود کے بارہ میں یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ ایمان نہیں لائی یہاں اشاعرہ والا معنی صحیح بنتا ہے کہ قوم ثمود کو ہم نے راستہ دکھلا دیا لیکن انہوں نے اس راستے کی بجائے گمراہی کو پسند کیا۔

والذی يفهم من كلام المصنف الخ:۔ اس عبارت سے شارح اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں جواب کا حاصل یہ ہے کہ ماتن علامہ تفتازانی نے اپنی کتاب کشاف کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ لفظ ھدایۃ ان دونوں معنوں (اراءۃ الطریق وایصال الی المطلوب) میں مشترک ہے یہ دونوں معنی اس کے حقیقی معنی ہیں جب یہ دونوں معنوں میں مشترک ہے تو جہاں جو معنی چاہو مراد لے لو لہٰذا انک **لا تهدی** الخ میں ایصال الی المطلوب والا معنی مراد لو اور **واما ثمود** الخ میں اراءۃ الطریق والا معنی مراد لو یہ دونوں ھدایۃ کے حقیقی معانی ہیں اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

ومحصول كلام المصنف الخ:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ ھدایۃ جب دو معانی میں مشترک ہے تو مشترک کے بارے میں تو ضابطہ ہے کہ لفظ مشترک کے معانی میں سے کسی ایک معنی پر جب تک کوئی قرینہ نہ ہو تو کسی ایک معنی کو متعین نہیں کیا جا سکتا اب یہاں دو معانی میں سے کسی ایک معنی مراد لینے میں قرینہ کونسا ہوگا؟

جواب:۔ یہ ہے کہ ھدی یھدی کا باب ہمیشہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اور اس کا پہلا مفعول ہمیشہ بغیر واسطے کے ہوتا ہے اب دو معانی میں سے کسی ایک معنی کو متعین کرنے کا قرینہ یہاں پر یہ ہے کہ دیکھیں گے کہ ھدایۃ کا لفظ مفعول ثانی کی طرف متعدی بغیر کسی واسطے کے ہے یا کسی حرف جر کے واسطے کے ساتھ ہے اگر یہ کسی حرف جر کے واسطے کے ساتھ متعدی ہوگا مفعول ثانی کی طرف تو معنی اول یعنی اراءۃ الطریق مراد ہوگا جیسے ان هذا القرآن يهدی للتی هی اقوم میں یھدی کا پہلا مفعول محذوف ہے وہ الناس کا لفظ ہے اور دوسرا مفعول للتی ہے جو کہ حرف جر لام کے ساتھ متعدی ہے دوسری مثال

besturdubooks.wordpress.com

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم یہاں یھدی کے لفظ کا پہلا مفعول من یشاء اور دوسرا مفعول الی حرف جر کے واسطے کے ساتھ صراط مستقیم ہے لھذا ان دونوں جگہوں میں ھدایۃ کا اراءۃ الطریق والا معنی مراد ہوگا پہلی آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ قرآن مجید لوگوں کو راستہ دکھلاتا ہے جو کہ بہت سیدھا ہے دوسری آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی جس کو چاہتے ہیں اس کو سیدھا راستہ دکھلاتے ہیں اور اگر ھدایۃ کا لفظ مفعول ثانی کی طرف بغیر حرف جر کے متعدی ہو تو اس وقت معنی الدلالۃ الموصلۃ والا مراد ہوگا جیسے اھدنا الصراط المستقیم میں نا ضمیر اس کا مفعول اول اور الصراط المستقیم اس کا مفعول ثانی بغیر کسی حرف جر کے واسطے کے ساتھ ہے تو اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ تو ہمیں سیدھے راستے تک پہنچادے۔ چنانچہ واما ثمود فھدیناھم الخ میں دوسرا مفعول محذوف ہے جو کہ الی الصراط المستقیم ہے اور حرف جر کے واسطے کے ساتھ ھدایۃ کا لفظ متعدی ہے لھذا اراءۃ الطریق والا معنی مراد ہوگا اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے قوم ثمود کو سیدھا راستہ دکھلا دیا پھر انہوں نے اس کے مقابلے میں گمراہی کو اختیار کیا اور دوسری آیت انک لا تھدی من احببت الخ میں پہلا مفعول الطریق محذوف ہے اور دوسرا مفعول من احببت ہے یہ بغیر کسی حرف جر کے متعدی ہے یہاں معنی الدلالۃ الموصلۃ والا ہوگا معنی آیت کا یہ ہوگا کہ اے پیغمبر ﷺ آپ مطلوب تک نہیں پہنچا سکتے جس کو لوگوں میں سے آپ چاہیں یہ معنی بالکل درست ہے کیونکہ مطلوب تک پہنچانا اللہ تعالی کا کام ہے پیغمبر کا کام صرف راستہ دکھلانا ہے۔

اب اسی ضابطہ کو متن کی عبارت پر منطبق کریں الذی ھدانا سواء الطریق میں نا ضمیر پہلا مفعول ہے اور دوسرا مفعول سواء الطریق ہے مطلب یہ ہوگا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالی کیلئے ہیں جس نے ہمیں سیدھے راستے تک پہنچایا۔

قولہ سواء الطریق: ای وسطہ الذی یفضی سالکہ الی المطلوب البتۃ وھذا کنایۃ عن الطریق المستوی اذ ھما متلازمان وھذا مراد من فسرہ بالطریق المستوی والصراط المستقیم ثم المراد بہ اما نفس الامر عموما او خصوص ملۃ الاسلام والاول اولی لحصول البراعۃ الظاھرۃ بالقیاس الی قسمی الکتاب

ترجمہ:۔ یعنی اسکا درمیانہ وہ جو چلنے والے کو مطلوب تک پہنچادے یقیناً اور یہ کنایہ ہے الطریق المستوی سے اسلئے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور یہ مراد ہے اس شخص کی جس نے اس کی الطریق المستوی اور الصراط المستقیم کے ساتھ تشریح کی ہے پھر مراد اس کے ساتھ یا تو نفس الامر عموما ہے یا خاص ملۃ اسلامیہ ہے اور اول اولی ہے براعۃ استھلال

besturdubooks.wordpress.com

حاصل ہونے کی وجہ سے کتاب کی دو قسموں کی طرف قیاس کرتے ہوئے ظاہر ہے۔

اغراضِ شارح:۔ ای وسطه سے وهذا كناية تک توضیح متن ہے وهذا كناية سے هذا مراد من فسره تک شارح کی غرض سواء الطريق اور الطريق المستوى میں تلازم کو بیان کرنا ہے۔ هذا مراد سے ثم المراد تک ملا جلال الدین پر اس مقام میں ہونے والے تین اعتراضات کا جواب دینا ہے۔ ثم المراد سے والاول تک سواء کا مصداق بتلانا ہے والاول اولى سے آخر قول تک وجہ ترجیح بتلانی ہے۔

ای وسطه الخ:۔ اس عبارت میں شارح سواء کا معنی بیان کرتے ہیں کہ سواء کا معنی وسط اور درمیان کا ہے یعنی درمیانی راستہ۔ اور درمیانہ راستہ وہ ہوتا ہے جو اپنے اوپر چلنے والے کو یقینی طور پر مطلوب تک پہنچا دے۔

وهذا كناية الخ:۔ کنایہ کہتے ہیں لفظ بول کر اس کا معنی موضوع لہ مراد لیتے ہوئے ذہن کو اس کے لازم یا ملزوم کی طرف منتقل کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے زید کثیر الرماد اس کا معنی موضوع لہ تو یہی ہے کہ زید کثیر خاکستر والا ہے لیکن اس لفظ سے اس کے لازم سخاوت کا ارادہ کرنا یہ کنایہ ہے۔

شرح میں جو لفظ سواء کا معنی وسط طریق بیان کیا ہے تو وسط طریق کو دو چیزیں لازم ہیں ایک راستہ کا سیدھا ہونا جس کو طریق مستوی کہا جاتا ہے اور دوسرا راستے کا مضبوط ہونا جس کو الصراط المستقيم کہا جاتا ہے یہاں بھی کنایۃً وسط طریق سے الطريق المستوى مراد لیا گیا ہے اور اس کا عکس بھی کر سکتے ہیں یعنی الطريق المستوى بول کر وسط طریق مراد لیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

وهذا مراد من فسره الخ:۔ علامہ جلال الدین نے اپنی کتاب ملا جلال میں سواء الطريق کا معنی کیا ہے الطريق المستوى جس پر تین اعتراضات کیے گئے ہیں شارح اس عبارت میں ان کا جواب دے رہے ہیں۔ ملا جلال الدین نے سواء الطريق کا معنی الطريق المستوى کیا یعنی پہلے سواء کو معنی استواء کے کیا پھر استواء مصدر کو اسم فاعل المستوى کے معنی میں کیا اور سواء الطريق میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے تو انہوں نے موصوف کو مقدم اور صفت کو مؤخر کر کے کہا الطريق المستوى۔ اس پر تین اعتراض کیے گئے ہیں۔

﴿۱﴾ سواء کو استواء کے معنی میں کرنا لغت کے خلاف ہے لغت میں سواء کا معنی وسط ہے۔

﴿۲﴾ استواء مصدر کو المستوى اسم فاعل کے معنی میں کرنا مجاز ہے اور بلا ضرورت مجاز مراد لینا صحیح نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

﴿۳﴾ صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی ہے حالانکہ بصریوں کے ہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف کرنا درست نہیں۔

تو شارح اس عبارت میں ان کا جواب دیتے ہیں کہ ملا جلال کی وہ غرض نہیں جو تم نے سمجھی ہے بلکہ غرض اس کی بھی کنایہ ہے جو یہ میری مراد بھی ہے۔ یعنی انہوں نے تو سواء الطریق کی تشریح کی ہے معنی بیان نہیں کیا۔ اور معترض نے یہ سمجھا ہے کہ انہوں نے مذکورہ توجیہات کر کے اس کو الطریق المستوی کے معنی میں کیا ہے اس لئے یہ اعتراضات صحیح نہیں۔

ثم المراد الخ:۔ یہاں سے سواء الطریق کا مصداق بتلا رہے ہیں اس کا مصداق دو چیزیں ہوسکتی ہیں (۱) نفس الامر عموما (۲) خصوصا ملت اسلامیہ۔ نفس الامر کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں جو بھی حق بات ہے وہ سواء الطریق کا مصداق ہے چاہے وہ شریعت اسلامیہ کے عقائد ہوں یا قواعد منطقیہ (مثلا اجتماع نقیضین محال ہے، ارتفاع نقیضین محال ہے وغیرہ) کیونکہ وہ بھی حق ہیں۔ اور خصوصا ملت اسلامیہ سے مراد یہ ہے کہ صرف اسلامی عقائد مراد لئے جائیں اس صورت میں قواعد منطقیہ خارج ہو جائیں گے کیونکہ وہ عقائد اسلامیہ میں داخل نہیں۔

والاول اولی الخ:۔ یہاں سے سواء الطریق کے دونوں مصداقوں میں سے ایک کو ترجیح دیکر اس کی وجہ ترجیح بیان کر رہے ہیں لیکن اس سے قبل ایک لفظ کا معنی سمجھنا ضروری ہے وہ ہے صنعۃ براعت استھلال اس کو عام طور پر مصنفین اپنی کتابوں کے خطبوں میں ذکر کرتے ہیں براعۃ کا معنی بلندی صنعۃ کا معنی کاریگری استھلال کا معنی بچے کی پیدائش کے وقت اس کی ابتدائی آواز۔ اس لفظ کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جس سے آئندہ آنے والے مقصودی مضامین کی طرف اشارہ ہو جائے (جیسے بچہ کا رونا اس کی دنیا میں آمد کی خبر دیتا ہے) اس میں خطبہ کی بڑائی اور برتری ظاہر ہوتی ہے۔

یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ علامہ تفتازانی نے تھذیب کے دو حصے لکھے تھے ایک حصہ علم کلام میں اور ایک منطق میں تو اگر سواء الطریق کا مصداق کائنات کی ہر حق بات (نفس الامر) کو بنائیں تو یہ زیادہ اولی اور زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں علم کلام (شریعت) اور منطق دونوں داخل ہو جائیں گے اس طرح اس میں صنعۃ براعت استھلال بھی ہوگی کیونکہ آگے بھی منطق اور شریعت کے مسائل بیان ہونگے بخلاف اس کے کہ اگر اس کا مصداق خاص ملت اسلامیہ کو بنایا جائے تو مقصد کی طرف اشارہ نہیں ہوگا اور صنعۃ براعت استھلال حاصل نہ ہوگی۔

besturdubooks.wordpress.com

متن : وجعل لنا التوفیق خیر رفیق

ترجمہ:۔ اور بنایا ہمارے لئے توفیق کو بہتر ساتھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوله وجعل لنا: الظرف اما متعلق بجعل واللام للانتفاع كما قيل في قوله تعالى جعل لكم الارض فراشا واما برفيق ويكون تقديم معمول المضاف اليه على المضاف لكونه ظرفا والظرف مما يتوسع فيه ما لا يتوسع في غيره والاول اقرب لفظا والثاني معنىً

ترجمہ:۔ظرف یا جعل کے متعلق ہے اور لام انتفاع کیلئے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اس اللہ تعالی کے قول جعل لکم الارض فراشا (بنایا اللہ تعالی نے تمہارے نفع کیلئے زمین کو بچھونا) میں اور یا رفیق کے متعلق ہے اور مضاف الیہ کے معمول کا مضاف پر مقدم ہونا ظرف ہونے کی وجہ سے ہوگا اور ظرف اس چیز میں سے ہے کہ اس میں وہ وسعت ہے جو اس کے غیر میں نہیں ہے اور اول احتمال لفظا اور ثانی احتمال معنیً اقرب ہے۔

اغراضِ شارح:۔ الظرف سے لیکر والاول تک شارح کی غرض متن پر ہونے والے ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔ والاول اقرب سے لنا کے متعلقات میں سے ہر ایک کی وجہ ترجیح بیان کرنی ہے۔

اعتراض:۔ لنا ظرف ہے متن میں یہ کسی کے متعلق بھی نہیں بن سکتا۔ متن میں چار لفظ (۱) جعل (۲) التوفیق (۳) خیر (۴) رفیق ایسے ہیں جو متعلق بننے کی صلاحیت رکھتے تھے لیکن یہ کسی کے متعلق بھی نہیں ہو سکتا (۱) توفیق کے متعلق اس لئے نہیں ہو سکتا کہ توفیق مصدر ہے اور مصدر کمزور عامل ہے لنا عبارت میں مقدم ہے اور مصدر یہ مؤخر ہے عامل ضعیف یہ اپنے معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتا (۲) یہی خرابی خیر کے متعلق کرنے سے آتی ہے کیونکہ یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور یہ بھی کمزور عامل ہے یہ بھی اپنے معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتا (۳) لنا ظرف کو جعل کے متعلق بھی نہیں بنا سکتے کیونکہ لنا میں لام تعلیلیہ ہے اور لام تعلیلیہ یہ غرض کیلئے ہوتا ہے اگر اس کو جعل کے ساتھ متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے ہماری غرض کیلئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا اس صورت میں اللہ تعالی کے فعل کا معلل بالغرض ہونا لازم آئیگا حالانکہ اللہ تعالی کے افعال معلل بالغرض نہیں ہوتے کیونکہ غرض کی طرف انسان محتاج ہوتا ہے اور اللہ تعالی کسی کا محتاج نہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اللہ تعالی نے جو بھی حکم نازل کیا ہے اس میں کوئی حکمت ضرور ہے حکمت اور غرض میں فرق یہ ہے کہ غرض وہ ہوتی ہے جس کی

besturdubooks.wordpress.com

ظرف احتیاجی ہو اور حکمت اس کو کہتے ہیں جو فعل کے کرنے پر ثمرہ اور نفع مرتب ہوتا ہے۔ (۴) لنا کو رفیق کے متعلق بھی نہیں کر سکتے کیونکہ رفیق یہ مضاف الیہ ہے خیر کا اور ضابطہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کے ضمن میں جو ہو (یعنی مضاف الیہ کا جو معمول ہو) اس کا مضاف الیہ سے مقدم کرنا درست نہیں چہ جائیکہ وہ مضاف سے بھی مقدم ہو جس طرح یہاں لنا مضاف (خیر) سے بھی مقدم ہے۔

جواب صحیح:۔ شارح نے لنا کو جعل اور رفیق کے متعلق بنایا ہے باقی دو (توفیق اور خیر) کو چھوڑ دیا ہے جعل کے متعلق بنانے میں خرابی لازم آتی تھی کہ اللہ تعالی کے فعل کا معلل بالغرض ہونا لازم آ ئیگا اسکا جواب یہ دیا کہ یہ لام غرض کیلئے نہیں بلکہ انتفاع کیلئے ہے مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے ہمارے نفع کیلئے توفیق کو بہترین ساتھی بنایا۔ لام انتفاع کی مثال جیسے ارشاد باری تعالی ہے جعل لکم الارض فراشا (اللہ تعالی نے تمہارے نفع کیلئے زمین کو فرش بنایا) یا لنا یہ رفیق کے متعلق ہوگا اس وقت یہ خرابی تھی کہ مضاف الیہ کا معمول مضاف الیہ سے مقدم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لنا چونکہ ظرف ہے اور ظرف میں وہ وسعت اور گنجائش ہوتی ہے جو بقیہ معمولات میں نہیں اسلئے ظرف کا عامل چاہے مقدم ہو یا مؤخر وہ ظرف میں عمل کر سکتا ہے

سوال:۔ ظرف میں یہ توسع اور گنجائش کیوں ہے؟

جواب:۔ ظروف مثل محارم کے ہیں جس طرح محرم کا تعلق اپنے محرم کے ساتھ ہمیشہ ہوتا ہے اسی طرح ظرف کا تعلق بھی ہر فعل یا شبہ فعل کے ساتھ ہر وقت ہوتا ہے کیونکہ کوئی فعل یا شبہ فعل دنیا میں ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی زمانے یا کسی نہ کسی مکان میں واقع نہ ہو اس لئے ظروف میں وسعت اور گنجائش ہے۔

والاول اقرب الخ:۔ یہاں سے دونوں متعلقوں (جعل و رفیق) میں سے ہر ایک کی وجہ ترجیح بیان کرتے ہیں کہ لنا ظرف کو جعل کے متعلق کرنا یہ لفظا اقرب ہے کیونکہ لفظوں میں جعل قریب ہے اور پہلے بھی ہے البتہ اس میں معنوی طور پر سقم (خرابی) ہے اور دوسرے (رفیق) کے متعلق کرنے میں معنوی طور پر تو کوئی خرابی نہیں لیکن لفظی طور پر خرابی موجود ہے کہ وہ بہت پیچھے کھڑا ہے۔

متعلق کی معنوی خرابی کو سمجھنے سے پہلے تین مسئلوں کو سمجھنا چاہیے

مسئلہ (۱):۔ انسان یہ ذات ہے حیوان ناطق اس کی ذاتیات ہیں۔

مسئلہ (۲):۔ منطقیوں کے ہاں ذات اور ذاتیات کے درمیان جعل کا آنا باطل ہے جیسے یوں کہا جائے جعل اللہ الانسان

حیوانا ناطقا (اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیوان ناطق بنایا) اس کو منطقی مجعولیت ذاتی کہتے ہیں آسان لفظوں میں اس کو تخلخل جعل بین الذات والذاتیات کہتے ہیں۔

مسئلہ (۳):۔ متن کی عبارت میں جو توفیق کا لفظ ہے یہ ایک ذات ہے جس طرح انسان ایک ذات ہے اور خیر رفیق یہ اس کیلئے ذاتیات ہیں جیسے انسان کیلئے حیوان ناطق ذاتیات ہیں۔

ان تین مسئلوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب ظرف لنا کو جعل کے متعلق کریں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے توفیق کو بہترین ساتھی بنایا تو توفیق ذات اور خیر رفیق ذاتیات کے درمیان جعل آ گیا جو کہ باطل ہے تو جعل کے ساتھ ظرف کو متعلق بنانے میں مجعولیت ذاتی کی خرابی لازم آتی ہے اس لئے جعل کے ساتھ متعلق کرنے میں معنوی خرابی اور سقم ہے۔اور اگر لنا کو رفیق کے متعلق کریں تو یہ خرابی لازم نہیں آئیگی کیونکہ پھر یہ عبارت ہوگی جعل التوفیق خیر رفیق لنا اس وقت مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق کو بہتر ساتھی ہمارے لئے بنایا اس صورت میں تخلخل جعل بین الذات والذاتیات لازم نہیں آتا کیونکہ خیر رفیق تو توفیق کی ذاتی ہے خیر رفیق لنا یہ تو اسکی ذاتی نہیں۔

فائدہ:۔ لنا کو رفیق کے متعلق کرنے کی ایک اور وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ ضابطہ ہے جب حمد کسی انعام واحسان کے مقابلے میں ہوتو وہ حمد اکمل طریقے سے ہوتی ہے اور بغیر کسی نعمت کے ہوتو وہ اکمل طریقے سے نہیں ہوتی اگر ہم لنا کو جعل کے متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا اس اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا اس پر تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق کو مخلوق کا بہتر ساتھی بنایا ہے لیکن اس سے حامد کا اختصاص سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف حامد کیلئے توفیق کو بہتر ساتھی بنایا ہو بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ کسی اور کیلئے علاوہ حامد کے توفیق کو ساتھی بنایا ہو اس لئے اس کے مقابلے میں جو حمد ہوگی وہ اکمل نہیں ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ جب ہم لنا کو رفیق کے ساتھ متعلق کریں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام محامد کا ثبوت اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے توفیق کو بہتر ساتھی ہمارے (یعنی حامد یا مسلمان) کے لئے بنایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا انعام مسلمان بندے پر سمجھا جاتا ہے اب اس کے مقابلے میں جو حمد اس مسلمان حامد کی زبان سے نکلے گی وہ اکمل حمد ہوگی اس لئے رفیق کے ساتھ لنا کا تعلق زیادہ اولیٰ اور برتر ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ التوفیق: ھو توجیہ الاسباب نحو المطلوب الخیر

ترجمہ:۔ وہ اسباب کا مطلوب خیر کی جانب متوجہ ہونا ہے

غرض شارح:۔ اس قولہ کی غرض توضیح متن ہے۔

توفیق کی لغوی تعریف:۔ توفیق لغت میں مطلقاً اسباب کو مطلوب کی طرف اکٹھا کرنے کو کہتے ہیں برابر ہے کہ وہ مطلوب خیر ہو یا شر البتہ شرعی طور پر توفیق کی تعریف یہ ہے کہ مطلوب خیر کی طرف تمام اسباب (ذرائع) کو جمع کرنا جیسے نماز ایک مطلوب خیر ہے اس کیلئے تمام اسباب مہیا ہو جائیں مثلاً پانی موجود ہو پانی کے استعمال پر قدرت رکھتا ہو پھر وضو کیا جائے اور نماز پڑھی جائے۔

توفیق کی اس شرعی تعریف میں مطلوبِ خیر کی قید لگائی ہے اگر مطلوب شر کی طرف تمام اسباب مہیا ہو جائیں جیسے ایک آدمی چوری کا ارادہ کرتا ہو اس کیلئے تمام چوری کے اسباب مہیا ہو جائیں تو اس کو توفیق نہیں بلکہ خذلان کہیں گے۔ نیز الاسباب میں الف لام استغراق کا ہے تمام اسباب کا مہیا ہونا اگر بعض اسباب مطلوب خیر کے مہیا ہو جائیں تو اس کو بھی توفیق نہیں کہیں گے۔

متن: والصلوۃ والسلام علی من ارسلہ ھدی ھو بالاھتداء حقیق ونورا بہ الاقتداء یلیق

ترجمہ:۔ اور صلوۃ وسلام ہو اس ذات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ھدایت بنا کر بھیجا اس حال میں کہ وہ ھدایت حاصل کئے جانے کے لائق ہیں اور نور بنا کر بھیجا اس حال میں کہ وہ اقتداء کئے جانے کے لائق ہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قولہ والصلوۃ: وھی بمعنی الدعاء ای طلب الرحمۃ واذا اسند الی اللہ تعالی یجرد عن معنی الطلب و یراد بہ الرحمۃ مجازا

ترجمہ:۔ اور صلوۃ دعاء کے معنی میں ہے یعنی رحمت کو طلب کرنا اور جب اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی جائے تو خالی کرایا جاتا ہے معنی طلب سے اور مجازاً اس سے رحمت کا ارادہ کیا جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اغراضِ شارح:۔ وھی بمعنی الدعاء سے واذا اسند تک غرض توضیح متن ہے واذا اسند الخ سے شارح کی غرض ایک اعتراض مقدر کا جواب اور اس جواب پر ہونے والے ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

وھی بمعنی الدعاء الخ:۔اس عبارت میں شارح صلوۃ کا معنی ذکر کرتے ہیں صلوۃ کا معنی ہے دعاء اور دعاء کا معنی بتایا طلب رحمت۔صلوۃ کا دعاء والا معنی یہ حقیقی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے ان صلوتک سکن لھم (آپ ﷺ کی دعا یعنی طلب رحمت کرنے میں ان کیلئے تسکین کا سامان ہے) اور اس کے بقیہ معانی مجازی ہیں مثلاً جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی مطلق رحمت ہے جیسے ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی' فرشتوں کی طرف اس کی نسبت ہو تو معنی استغفار ہے' وحوش وطیور کی طرف ہو تو معنی ہے تسبیح وتہلیل لیکن یہ تمام اس کے مجازی معانی ہیں۔

واذا اسند الی اللہ الخ: یہاں سے شارح ایک اعتراض مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔ابھی آپ نے صلوۃ کا معنی دعاء یعنی طلب رحمت کا کیا ہے حالانکہ آپ کا یہ معنی متن کی عبارت والصلوۃ والسلام پر سچا نہیں آ سکتا کیونکہ الصلوۃ میں الف لام یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ لفظ اللہ ہے یعنی صلوۃ اللہ تو آپ کے معنی کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ طلب رحمت کرتے ہیں اس شخص سے جس کو اس نے بھیجا حالانکہ یہ معنی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ طلب سے پاک ہیں وہ تو مطلوب ہیں؟

جواب:۔جب صلوۃ کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے تو اس وقت اس سے طلب والا معنی ختم ہو جاتا ہے مطلق رحمت والا معنی مراد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتے ہیں یعنی صلوۃ کا معنی موضوع لہ تو طلب رحمت والا تھا معنی موضوع لہ سے ایک جز وحذف ہو کر رحمت کا معنی بن گیا اس قسم کے حذف کو حقیقت قاصرہ اور مجاز کہتے ہیں۔

اعتراض:۔آپ نے جو طلب کا لفظ حذف کر کے صرف رحمت والا معنی کیا ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ تمام محدثین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ رحمت کہتے ہیں رقة القلب بحیث تقتضی التفضل والاحسان (دل کی رقت فضل اور احسان کی حیثیت سے) اور اللہ تعالیٰ تو رقت اور طلب دونوں سے پاک ہیں تو یہ معنی تو صحیح نہ ہوا؟

جواب:۔یہاں بھی معنی موضوع لہ کے ایک جز ورقة القلب کو حذف کر دیں گے اور صرف تفضل اور احسان والا معنی مراد لیں گے کہ اللہ تعالیٰ فضل فرماتے ہیں اوپر اس شخص کے جس کو انہوں نے بھیجا۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله علی من ارسله: لم یصرح باسمه علیه السلام تعظیما واجلالا وتنبیها علی انه فیما ذکر من الوصف بمرتبة لا یتبادر الذهن منه الا الیه واختار من بین الصفات هذه لکونها مستلزمة لسائر الصفات الکمالیة مع ما فیه من التصریح بکونه علیه السلام مرسلا فان الرسالة فوق النبوة فان المرسل هو النبی الذی ارسل الیه وحی وکتاب

ترجمہ: نہیں تصریح کی مصنفؒ نے حضور ﷺ کے نام کی تعظیم اور اظہار بزرگی کی وجہ سے اور اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے کہ حضور ﷺ اس وصف رسالت میں جس کو مصنفؒ نے ذکر فرمایا ہے اس مرتبہ پر ہیں کہ ذہن اس سے نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی طرف سبقت نہیں کرتا اور ماتنؒ نے اس وصف رسالت کو اختیار فرمایا بوجہ مستلزم ہونے اس وصف رسالت کے تمام صفات کمالیہ کو ساتھ یہ کہ اس وصف میں نبی ﷺ کے رسول ہونے کی تصریح ہے پس بلاشبہ وصف رسالت وصف نبوت کے اوپر ہے کیونکہ رسول وہ نبی ہے جس کی طرف مستقل شریعت اور مستقل کتاب بھیجی گئی ہو۔

اغراضِ شارح: لم یصرح باسمہ الخ سے واختار تک ایک اعتراض کا جواب ہے واختار من بین الصفات سے فان الرسالة فوق الخ تک غرض ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض: مصنفؒ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کو ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا الحمد للہ کہا اور جب حضور ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجا تو حضور ﷺ کا نام کیوں نہیں لیا صرف صفت کو کیوں ذکر کیا؟

جواب: حضور ﷺ کا نام نہ ذکر کرنے میں دو نکتے ہیں (۱) نام کی بجائے صفت ذکر کرنے میں زیادہ تعظیم اور ادب ہوتا ہے جیسے کسی کو نام کی بجائے مولانا اور قاری صاحب کہا جائے تو یہ زیادہ ادب کی بات ہے تو حضور ﷺ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے نام کی بجائے صفت کو ذکر کیا (۲) عرف میں یہ مشہور ومعروف بات ہے کہ جب کسی ذات کی کوئی ایسی صفت ذکر کردی جائے جس سے صرف وہی ذات معین ہی مراد ہوسکتی ہو اور کوئی ذات مراد نہ ہوسکتی ہو (یعنی وہ صفت اس ذات کے ساتھ خاص ہو) تو اس میں بھی اس صفت کو ذکر کرنے میں زیادہ تعظیم اور ادب ہوا کرتا ہے اس لئے ماتن نے حضور ﷺ کے نام کو ذکر کرنے کی بجائے ان کی صفت رسالت کو ذکر فرمایا جس سے ذہن حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور ذات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

اعتراض: یہ وجہ تو اللہ تعالیٰ کے نام ذکر کرنے میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو حضور ﷺ سے بھی زیادہ عظیم ہے ان کا نام لینا بھی تو ادب کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ کی بھی کئی صفات ہیں کہ ان کے ذکر کرنے سے ذہن اللہ تعالیٰ ہی کی

besturdubooks.wordpress.com

طرف جاتا ہے کسی اور میں وہ صفات نہیں پائی جاتیں تو مصنف کو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی نہ لیتا؟

جواب:۔ اس اعتراض کے تین جواب ہیں (۱) نکات بعد الوقوع ہوتے ہیں علت تامہ نہیں ہوتے یعنی ایک واقعہ سامنے آیا تو اس کی کوئی علت نکال لی گئی مثلاً یہاں حضور ﷺ کا نام نہیں لیا تو اس کی علت نکال لی گئی کہ ادب کیلئے ذکر نہیں کیا اور ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا نام لینے میں کوئی اور نکتہ ہو مثلاً مصنفؒ نے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تبرک حاصل کیا ہو۔

جواب ﴿۲﴾:۔ مصنف نے قرآن مجید کی اتباع کی ہے قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے محامد کا ثبوت اپنی ذات کیلئے کیا ہے وہاں اپنا نام ذکر کیا فرمایا **الحمد لله** اور جہاں حضور ﷺ پر صلوۃ کا ذکر فرمایا وہاں حضور ﷺ کا وصف نبوت ذکر فرمایا' نام نہیں جیسا کہ فرمایا **ان الله وملئكته يصلون على النبى** ۔تو مصنفؒ نے بھی اللہ تعالیٰ کے نام کو اور حضور ﷺ کی صفت رسالت کو ذکر فرمایا نام نہیں ذکر کیا۔

جواب ﴿۳﴾:۔ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ محامد کا ثبوت اللہ تعالیٰ کیلئے ذاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا نام ذکر فرمایا اور بقیہ مخلوقات کیلئے محامد کا ثبوت حتیٰ کہ انبیاءؑ کیلئے بھی محامد کا ثبوت ذاتی نہیں بلکہ وہ وصف کی وجہ سے ہے اور وہ وصف یہاں نبوت اور رسالت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا نام اور حضور ﷺ کی صفت رسالت کو ذکر فرمایا۔

واختار من بين الصفات الخ:۔ یہاں سے شارح ایک اور اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض:۔ یہ بات ہم مان لیتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نام بوجہ عظمت وادب کے ذکر نہیں کیا لیکن حضور ﷺ کی اور بھی اوصاف ہیں اس وصف رسالت کے علاوہ۔ان میں سے وصف رسالت کو کیوں اختیار کیا؟

جواب:۔ وصف رسالت کو اس لئے اختیار کیا چونکہ یہ ایک ایسی وصف کمال تھی جس میں تمام اوصاف آجاتے ہیں اس لئے ماتنؒ نے ایسی جامع صفت ذکر کر دی جو تمام صفات کو محیط اور شامل ہے اور ساتھ اس بات کی بھی تصریح ہوگئی کہ آپ ﷺ رسول ہیں وصف رسالت یہ خاص ہے اور نبوت یہ عام ہے محدثین اور مفسرین کے ہاں رسالت نبوت کے اوپر ہے اس معنی میں کہ رسول اس کو کہتے ہیں جو نئی کتاب اور نئی شریعت لیکر آئے اور نبی عام ہے چاہے نئی کتاب اور شریعت ہو یا نہ ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: هدى: اما مفعول له لقوله ارسله وح يراد بالهدى هداية الله حتى يكون فعلا لفاعل الفعل المعلل به او حال عن الفاعل او عن المفعول وح فالمصدر بمعنى اسم الفاعل او يقال اطلق على ذى الحال مبالغة نحو زيد عدل

ترجمہ:۔ یا تو یہ مفعول لہ ہے ارسل فعل کا اور اس وقت ھدی سے ھدایت اللہ مراد ہوگی تا کہ یہ ھدایت فعل معلل بہ (یعنی ارسل) کے فاعل کا فعل ہو جائے یا یہ حال ہے ارسل کے فاعل یا مفعول سے اور اس وقت مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے یا کہا جائے گا کہ یہ مصدر ذوالحال پر مبالغۃً محمول ہوا ہے جیسے زید عدل ۔

غرضِ شارح:۔ اس قولہ میں شارح کی غرض متن پر ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اس اعتراض کے سمجھنے سے پہلے دو نحوی ضابطے سمجھنا ضروری ہیں۔

ضابطہ (۱):۔ مفعول لہ میں لام ہوتا ہے جو مفعول لہ ہونے کی ایک علامت ہوتا ہے اور اگر مفعول لہ اور فعل معلل بہ (جس کی مفعول لہ علت بیان کر رہا ہو) دونوں کا فاعل بھی ایک ہو اور دونوں کے ثابت ہونے کا زمانہ بھی ایک ہو تو اس وقت لام کا حذف کرنا بھی صحیح ہوتا ہے جیسے ضربتہ تادیبا میں تادیبا یہ مفعول لہ ہے اور ضربت یہ فعل معلل بہ ہے دونوں کا فاعل ایک ہے ضرب کا فاعل بھی متکلم ہے اور تادیبا کا فاعل بھی متکلم ہے نیز دونوں کے تحقق کا زمانہ بھی ایک ہے جس زمانہ میں ضرب متکلم واقع ہو رہی ہے اسی زمانے میں ادب بھی سکھایا جا رہا ہے یہ نہیں کہ ضرب پہلے ہوا اور ادب بعد میں لھذا یہاں لام کو حذف کرنا صحیح ہے اصل میں ضربتہ للتادیب تھا لام کو حذف کر دیا گیا اور جہاں دونوں کا فاعل ایک نہ ہو وہاں لام کو حذف کرنا صحیح نہیں ہے جیسے جئتک لاکرامک ایای یہاں اکرامک یہ مفعول لہ ہے جئت کا فاعل متکلم ہے اکرامک کا فاعل مخاطب ہے دونوں کا فاعل مختلف ہے لھذا یہاں لام حذف نہیں کیا گیا۔

ضابطہ (۲): جہاں کوئی اسم نکرہ منصوب ہو تو وہ اکثر اوقات یا تو مفعول لہ ہوتا ہے یا حال جیسے ضربتہ تادیبا میں تادیبا نکرہ منصوب مفعول لہ ہے اور جاء نی زید راکبا میں راکبا نکرہ منصوب حال ہے۔

ان دو ضابطوں کے بعد اب اعتراض سمجھیں۔

اعتراض:۔ ھدی نکرہ منصوبہ ہے یا تو یہ ترکیب میں ارسل کیلئے مفعول لہ ہے یا حال ہے ارسل کی ضمیر فاعل یا ضمیر مفعول سے لیکن ان میں سے کوئی احتمال بھی صحیح نہیں مفعول لہ تو اس لئے بنانا صحیح نہیں کیونکہ ارسل کا فاعل اللہ ہے اور ھدی کے فاعل

besturdubooks.wordpress.com

حضور ﷺ ہیں مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا فاعل جب مختلف ہو تو لام کو ذکر کرنا ضروری ہوا کرتا ہے حالانکہ لام محذوف ہے اس لئے مفعول لہ بنانا تو صحیح نہیں اور حال بنانا اس لئے صحیح نہیں کیونکہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے (یعنی اگر ذوالحال کو مبتداء اور حال کو خبر بنائیں تو بنا سکیں) ھدی یہ مصدر ہے اس کا حمل ذات ذوالحال پر صحیح نہیں مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہوا کرتا لھذا آپ بتائیں کہ یہ ترکیب میں کیا واقع ہو رہا ہے؟

جواب ﴿۱﴾:۔ شارح علامہ یزدی فرماتے ہیں کہ دونوں ترکیبیں یہاں صحیح ہو سکتی ہیں ھدی کو مفعول لہ بنانا بھی صحیح ہے اس صورت میں یہ اعتراض کہ لام کیسے حذف ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ھدی اور ارسل دونوں کا فاعل ایک ہے ھدی کا فاعل بھی اللہ تعالی ہیں اس وقت ھدایت سے ھدایۃ اللہ مراد ہوگی اس لئے لام کو حذف کرنا صحیح ہے۔

ھدی کو حال بنانا بھی صحیح ہے حمل ذات کا مصدر پر صحیح نہیں تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس وقت ھدی مصدر کو اسم فاعل ھاد کے معنی میں کریں گے اب ھاد مشتق ہے اسکا حمل ذوالحال پر صحیح ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ اگر چہ نحویوں کا ضابطہ ہے کہ مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں لیکن کبھی کبھی مبالغہ کرنے کیلئے مصدر کا حمل ذات پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے زید عدل (زید انصاف ہے) یعنی زید اتنا منصف ہے کہ مجسمۂ انصاف بن گیا تو اسی طرح یہاں بھی ھدی مصدر کا حمل ذات پر مبالغہ کرنے کیلئے ہے اس وقت معنی یہ ہوگا کہ بھیجا اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو اس حال میں کہ وہ حضور ﷺ ھدایت ہیں یعنی مجسمۂ ھدایت ہیں۔

قولہ بالاھتداء: مصدر مبنی للمفعول ای بان یھتدی بہ والجملۃ صفۃ لقولہ ھدی او یکونان حالین مترادفین او متداخلین ویحتمل الاستیناف ایضا

ترجمہ:۔ یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی نبی ﷺ حق دار ہیں کہ ان کے ذریعے سے ھدایت حاصل کی جائے اور یہ جملہ صفت ہے اس کے قول ھدی کی یا دونوں حال مترادفہ یا حال متداخلہ ہیں اور یہ جملہ مستانفہ ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

اغراضِ شارح: یہاں سے شارح اس جملہ ھو بالاھتداء حقیق کی اپنی ترکیب اس پر اعتراض و جواب اور اس جملے کا ماقبل کے ساتھ ربط و تعلق بتلا رہے ہیں۔

ترکیبِ متن:۔ ھو مبتداء بالاھتداء یہ جار مجرور مل کر حقیق کے متعلق ہے اور حقیق یہ خبر ہے ھو مبتداء کی مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہے اس میں ھو کا مرجع یا تو اللہ تعالی کی ذات ہے یا حضور ﷺ اس جملہ کا معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالی ھدایت

besturdubooks.wordpress.com

حاصل کرنے کے لائق ہیں یا وہ حضور ﷺ ھدایت حاصل کرنے کے لائق ہیں اس ترکیب کے لحاظ سے یہ دونوں معنے غلط ہیں اللہ تعالےٰ ھدایت حاصل کرنے کے لائق نہیں بلکہ تمام مخلوق کے ھادی ہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی ھدایت حاصل کرنے کے لائق نہیں بلکہ وہ بھی دنیا میں ھدایت دینے کیلئے آئے ہیں؟

جواب:۔ اس ترکیب کے وقت اھتداء کو مصدر مبنی للمفعول پڑھیں گے یعنی مضارع مجہول کے صیغے پر پڑھیں گے اس وقت حاصل معنی یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالی یا حضور ﷺ مھتدی بننے کے لائق ہیں۔

اعتراض:۔ اھتداء یہ لازمی باب کا مصدر ہے لازمی کا مفعول ومجہول تو نہیں ہوتا یہاں آپ نے اھتداء کو مھتدی کے معنی میں کیسے کرلیا؟

جواب:۔ لازمی کو باء کے ذریعے سے متعدی کرلیا جاتا ہے اور باء کے ذریعے سے فعل لازمی کا مجہول آجایا کرتا ہے یہاں بھی مھتدیٰ کو باء کے ذریعے سے متعدی کریں گے کہ وہ مھتدیٰ بہ بننے کے لائق ہیں یعنی وہ اللہ تعالی یا حضور ﷺ اس لائق ہیں کہ ھدایت حاصل کی جائے ان کے ساتھ اب معنی بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔

یہ ترکیب تو اس عبارت کی اپنی تھی باقی یہ ماقبل میں کیا واقع ہورہا ہے۔ اس میں چار احتمال ہیں۔

﴿۱﴾: یہ جملہ ھدی کی صفت ہو اس صورت میں معنی یہ ہوگا وہ حضور ﷺ یا اللہ تعالی ھدایت دینے والے ہیں وہ مھتدیٰ بہ بننے کے لائق ہیں۔

﴿۲﴾: اس جملہ کو حال بنایا جائے ارسل کی ضمیر فاعل یا ضمیر مفعول سے اگر ھدی ضمیر فاعل سے حال ہو تو یہ جملہ بھی اسی سے حال ہوگا پھر معنی یہ ہوگا کہ بھیجا اس اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو درانحالیکہ وہ اللہ تعالی ھدایت دینے والا ہے اور درانحالیکہ وہ اللہ تعالی مھتدیٰ بہ بننے کے لائق ہے۔ اور اگر ھدی ضمیر مفعول سے حال ہوگا تو یہ جملہ بھی ضمیر مفعول سے حال ہوگا پھر معنی یہ ہوگا کہ بھیجا اس اللہ تعالی نے اس حضور ﷺ کو درانحالیکہ وہ حضور ﷺ ھدایت دینے والے ہیں اور درانحالیکہ وہ حضور ﷺ مھتدیٰ بہ بننے کے لائق ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ایک ہی ذوالحال سے دو حال ہوئے جس سے ھدی حال ہوگا اسی سے یہ جملہ حال ہوگا جب ایک ہی ذوالحال سے دو حال ہوں اس کو حال مترادفہ کہتے ہیں۔

﴿۳﴾: اس جملہ کو حال متداخلہ بنایا جائے حال متداخلہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک ذوالحال سے ایک حال ہو اور حال کی ضمیر سے پھر دوسرا حال واقع ہو۔ تو ھدی ضمیر فاعل یا ضمیر مفعول سے حال ہو اور یہ ھادٍ اسم فاعل کے معنی میں ہو اور اس کے سے یہ جملہ حال

besturdubooks.wordpress.com

واقع ہو اب دونوں صورتوں (حال مترادفہ ومتداخلہ) میں مطلب ومعنی ایک ہی ہوگا البتہ لفظوں کی تعبیر میں تھوڑا سا فرق ہوگا۔

﴿۴﴾: یہ جملہ مستانفہ ہو علم معانی کی اصطلاح میں جملہ مستانفہ ایک سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے سابقہ عبارت سے ایک سوال پیدا ہوا کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو ھدایت کیلئے کیوں بھیجا؟ تو اس کا جواب دیا کہ اس لئے ھدایت کیلئے بھیجا کیونکہ آپ مقتدی بہ بننے کے لائق ہیں۔

وقس علی هذا قوله: نورا مع الجملة التالية

ترجمہ:۔ اور اسی پر نورا به الاقتداء کو قیاس کرلو

تشریح:۔ هو بالاهتداء والے جملہ پر نورا به الاقتداء کو قیاس کرلو یہی ترکیب اور اعتراضات وجوابات ونورا به الاقتداء والی عبارت پر بھی ہوتے ہیں یعنی نورا یا تو حال ہوگا یا مفعول لہ جیسے هدی بمعنی هادتھا نورا بمعنی منورا ہوگا اور جیسے هو بالاهتداء والا جملہ کی ماقبل کے ساتھ چار ترکیبیں تھیں اس کی بھی بعینہ وہی ترکیبیں ہونگی یا صفت ہوگا یا حال مترادفہ یا حال متداخلہ یا جملہ مستانفہ ہوگا البتہ نورا الخ کی اپنی ترکیب کو سابقہ جملہ کی اپنی ترکیب پر قیاس نہیں کریں گے اس کی اپنی علحدہ ترکیب ہے وہ یہ ہے کہ الاقتداء مصدر مبتداء ہے به جار مجرور الاقتداء کے متعلق ہے اور یلیق اس کی خبر ہے۔

قوله: به متعلق بالاقتداء لا بيليق فان اقتداء نا به عليه السلام انما يليق بنا لا به فانه كمال لنا لا له وح تقديم الظرف لقصد الحصر والاشا رة الى ان ملته ناسخة لملل سائر الانبياء واما الاقتداء بالائمة فيقال انه اقتداء به حقيقة اويقال الحصر اضافي بالنسبة الى سائر الانبياء عليهم السلام

ترجمہ:۔ اور به کا تعلق الاقتداء کے ساتھ ہے یلیق کے ساتھ نہیں کیونکہ نبی ﷺ کے ساتھ اقتداء کرنا ہم کو لائق ہے نہ کہ نبی ﷺ کو کیونکہ وہ ہمارے لئے کمال ہے نہ کہ نبی ﷺ کیلئے اور اس وقت ظرف کو اقتداء پر مقدم کرنا حصر کے ارادے سے ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے کہ ملت محمد یہ باقی تمام انبیاء کی ملتوں کیلئے ناسخ ہے بہر حال اماموں کا اقتداء کرنا تو کہا جائے گا یہ در حقیقت نبی ﷺ کی اقتداء کرنا ہے یا کہا جائے گا کہ حصر تمام انبیاء کی بنسبت ہے۔

اغراض شارح:۔ به متعلق سے وح تقديم الظرف تک به کا متعلق بیان کررہے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

وح تقدیم الظرف سے اما الاقتداء تک ایک اعتراض مقدر کا اور اما الاقتداء سے دوسرے اعتراض مقدر کا جواب دینا مقصود ہے۔

اعتراض:۔ظاہری عبارت پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ جس طرح ھو بالاھتداء حقیق میں بالاھتداء جار مجرور کو حقیق کے متعلق بنایا تھا ایسے یہاں بھی بہ جار مجرور کو یلیق کے متعلق بنائیں تو معنی درست نہیں رہتا کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ ہمارا اقتداء کرنا اس حضور ﷺ کے لائق ہے یہ معنی ٹھیک نہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کیلئے لائق نہیں کہ ہم اس کی اقتداء کریں وہ تو اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ پر ہیں بلکہ ہمارے لائق ہے کہ ہم پیغمبر کی اقتداء کریں؟

جواب:۔ یہاں بہ جار مجرور اقتداء کے متعلق ہے یلیق کے نہیں اور اب معنی درست بنتا ہے کہ اس پیغمبر کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے۔

اعتراض:۔ ماقبل میں یہ ضابطہ گزرا ہے کہ مصدر یہ ضعیف عامل ہے اپنے معمول مقدم میں عمل نہیں کرسکتا اور یہاں بہ اپنے عامل الاقتداء سے مقدم ہے تو یہ اس میں کیسے عمل کریگا؟

جواب:۔ یہ جار مجرور ظرف ہے اور ظرف مثل محارم کے ہے اس میں توسع اور گنجائش ہوتی ہے جو اور معمولات میں نہیں ہوتی یہ خواہ مقدم ہو یا مؤخر معمول بن سکتا ہے۔

اعتراض:۔لیکن یہاں پر بہ کو مقدم کرنیکی وجہ کیا ہے مؤخر کردیتے تو کیا حرج ہوتا؟

جواب: ایک فائدہ کی خاطر بہ کو مقدم کیا وہ یہ کہ ضابطہ ہے تقدیم ماحقہ التأخیر یفید الحصر و التخصیص جار مجرور کے مقدم کرنے میں تخصیص کا فائدہ حاصل ہوا اب مطلب یہ ہے کہ پیغمبر ہی کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگیا کہ اب اس وقت صرف حضور ﷺ ہی کا دین قابل عمل ہے باقی انبیاء کے ادیان منسوخ ہوچکے ہیں وہ اب قابل عمل نہیں۔

اعتراض:۔اگر ایسا ہے تو پھر ائمہ کرام کی اقتداء کیوں کی جاتی ہے؟

جواب(۱):۔ائمہ کرام نے حضور ﷺ کے افعال واقوال کی تشریح کی ہے اپنی طرف سے انہوں نے کچھ نہیں کہا تو ائمہ کرام کی اقتداء کرنا اصل میں حضور ﷺ کی اقتداء کرنا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

جواب ﴿۲﴾: ۔حصر دو قسم پر ہے(۱) حصر حقیقی (۲) اضافی

حصر حقیقی: ۔جو تمام ماعدا کے اعتبار سے ہو۔

حصر اضافی: ۔جو بعض ماعدا کے اعتبار سے ہو۔

تو یہاں پر حصر اضافی ہے حقیقی نہیں یعنی بنسبت باقی انبیاء علیہم السلام کے حضور ﷺ کی اقتداء کرنا ہمارے لائق ہے ائمہ حضرات کی اقتداء کے ساتھ اعتراض وارد نہ ہوگا کیونکہ ان کی بنسبت حصر ہوا ہی نہیں۔

متن: وعلى آله واصحابه الذين سعدوا في مناهج الصدق بالتصديق وصعدوا في معارج الحق بالتحقيق

ترجمہ متن: ۔اور رحمت کاملہ وصلوٰۃ وسلام نازل کرے اللہ تعالیٰ آپ کی آل و اصحاب پر جنھوں نے سچائی کے راستوں پر بسبب تصدیق کے کامیابی حاصل کی اور وہ چڑھے حق کی تمام سیڑھیوں پر بسبب پختہ یقین کے۔

تشریح متن: ۔ماتنؒ نے سب سے پہلے اللہ تعالےٰ کی حمد کی اور پھر الذی ھدانا سے اللہ تعالےٰ کی وصف بیان کی اسی طرح من ارسله میں حضور ﷺ کی تعریف کرنے کے بعد ایک وصف ھدایت بیان کی اور اب یہاں بھی طرز سابق کے مطابق صحابہؓ کی تعریف بیان کر کے ان کے چند اوصاف بیان کئے ہیں۔

☆☆

قوله وعلى اله: اصله اهل بدليل اهيل خص استعماله في الاشراف وال النبيّ عترته المعصومون

ترجمہ: ۔اس کی اصل اھل ہے اھیل کی دلیل کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اس کا استعمال اشراف میں اور نبی ﷺ کی آل سے مراد وہ گھر والے ہیں جو معصوم ہیں۔

تشریح: ۔اس عبارت کی غرض توضیح متن ہے۔ آل اصل میں اھل تھا اصل پر دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر اھیل آتی ہے تصغیر اور جمع اسماء کو ان کے اصل کی طرف لوٹاتے ہیں جمع کی مثال جیسے ماء کی اصل ماہ ہے دلیل یہ ہے کہ اس کی جمع میاہ آتی ہے جب اصل میں اھل تھا تو ھاء یہ حرف حلقی ہے اور حروف حلقی کو ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے ھاء کو ہمزہ سے

besturdubooks.wordpress.com

بدل کر آمن والے قانون کے ذریعہ آل بنادیا۔

لیکن امام کسائی نے کہا کہ میں نے ایک فصیح اعرابی سے سنا کہ وہ یوں کہہ رہا تھا آل واویل واھل واھیل اگر اس قول اعرابی کو لیا جائے تو آل کی اصل اول ہوگی اور اھل کی اصل اھیل ہوگی آل کی اصل اھل نہیں ہوگی۔

آل اور اھل کا آپس میں دو قسم کا فرق ہے (۱) اھل کی اضافت ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کی طرف ہوتی ہے اھل البیت، اھل موسی دونوں کہا جاتا ہے لیکن آل کی اضافت ہمیشہ ذوی العقول کی طرف ہوگی آل موسی کہیں گے آل دار نہیں۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ آل کا استعمال ذی اشراف میں ہوتا ہے خواہ شرافت دینی ہو جیسے آل نبی یا شرافت دنیاوی ہو جیسے آل فرعون لیکن اھل کا استعمال اشراف اور غیر اشراف دونوں میں ہوتا ہے اس لئے اھل حجام بھی کہا جاتا ہے۔

یہاں اھل سے مراد حضور ﷺ کی اولاد ہے جو کہ بقول شارح معصوم ہے علامہ یزدی چونکہ شیعہ تھا اس لئے اس نے آل نبی کو معصوم کہا ہے اور وہ دلیل قرآن کریم کی آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم پیش کرتے ہیں ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ آیت تو الٹا ہماری دلیل ہے کیونکہ معصوم اس کو کہتے ہیں جو ابتداء سے انتہاء تک معصوم ہو اور یہ صرف حضرات انبیاء کرام کے ساتھ خاص ہے یہاں اللہ تعالی نے فرمایا میں ارادہ کرتا ہوں کہ ان کو نجاست سے پاک کروں معلوم ہوا کہ آل نبی پہلے پاک نہیں تھے معصوم نہیں تھے نیز یطھرکم سے دلیل پکڑنا اس لئے بھی صحیح نہیں کہ پھر تو تمام مؤمنین کو معصوم کہنا پڑیگا کیونکہ مؤمنین کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ ﴿المائدہ رکوع ۲﴾

قولہ: واصحابہ: ھم المؤمنون الذین ادرکوا صحبۃ النبی علیہ السلام مع الایمان

ترجمہ:۔ اصحاب وہ مؤمن ہیں جنہوں نے ایمان کے ساتھ نبی ﷺ کی صحبت کو حاصل کیا ہو۔

تشریح:۔ اس قولہ سے شارح کی غرض توضیح متن ہے۔ اصحاب یہ جمع صَحِب یا صَحْب کی ہے صاحب کی جمع نہیں بلکہ صاحب کو مخفف کر کے صَحِب یا صَحْب جمع بنائی ہے بروزن فَعِل و فَعْل۔

اعتراض:۔ یہ تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی یوں کہہ دیتے کہ اصحاب صاحب کی جمع ہے؟

جواب:۔ صاحب یہ فاعل کے وزن پر ہے اور فاعل صفتی کی جمع افعال کے وزن پر نہیں آتی اس صاحب کو مخفف کر کے

besturdubooks.wordpress.com

صَحِبٌ بروزن فَعِلٌ یا صَحْبٌ بروزن فَعْلٌ کے کیا اور اس کی جمع اَصْحَابٌ لائی فَعِلٌ کی جمع اَفْعَالٌ آتی ہے جیسے نَمِرٌ کی جمع اَنْمَارٌ آتی ہے فَعْلٌ کی جمع اَفْعَالٌ آتی ہے جس طرح نَهْرٌ کی جمع اَنْهَارٌ آتی ہے۔

(نوٹ): بعض حضرات کے ہاں اصحاب یہ صاحب کی جمع ہے اگر چہ یہ قول راجح نہیں ہے۔

صحابی کی تعریف:۔ جس نے حضور ﷺ کو ایمان کی حالت میں پایا ہو اور اسی ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

صحابہ اور اصحاب میں فرق:۔ اصحاب یہ عام ہے ہر ساتھی کو کہا جا سکتا ہے حضور ﷺ کے ساتھیوں کو بھی اصحاب کہہ سکتے ہیں اور زید، عمرو، بکر کے ساتھیوں کو بھی اصحاب کہہ سکتے ہیں۔ بخلاف صحابہ کے کہ صرف حضور ﷺ کے ساتھیوں کو صحابہ کہا جا سکتا ہے اور کسی کے ساتھی کو صحابہ نہیں کہا جا سکتا۔

قولہ: فی منهج : جمع منهج وهو الطريق الواضح۔ ترجمہ:۔ مناہج یہ منہج کی جمع ہے اور وہ واضح راستہ ہے

تشریح:۔ اس قولہ سے شارح کی غرض متن کے لفظ مناہج کی صیغوی اور معنوی تحقیق کرنا ہے۔ صیغوی تحقیق یہ ہے کہ مناہج یہ منہج کی جمع ہے معنوی تحقیق یہ ہے کہ اس کا معنی واضح اور روشن راستہ ہے۔

قولہ: الصدق : الخبر والاعتقاد اذا طابق الواقع كان الواقع ايضا مطابقا له فان المفاعلة من الطرفين فهو من حيث انه مطابق للواقع بالكسر يسمى صدقا ومن حيث انه مطابق له بالفتح يسمى حقا وقد يطلق الصدق والحق على نفس المطابقة ايضا

ترجمہ:۔ خبر اور اعتقاد جب واقع کے مطابق ہو تو نفس الامر بھی خبر و اعتقاد کے مطابق ہوگا پس بلا شبہ باب مفاعلہ طرفین سے ہوتا پس اس حیثیت سے کہ وہ مطابق (بصیغہ اسم فاعل) للواقع ہے اس کا نام صدق رکھا جاتا اور اس حیثیت سے کہ وہ مطابق (بصیغہ اسم مفعول) للواقع ہے اس کا نام حق رکھا جاتا ہے اور کبھی صدق اور حق کا اطلاق صرف مطابقت پر بھی ہوتا ہے۔

اغراض شارح:۔ الخبر سے وقد یطلق تک توضیح متن ہے وقد یطلق سے ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔

تشریح:۔ صدق وحق اور کذب و باطل کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں صدق وحق یہ حقیقت میں ایک ہی چیز کا نام ہے ان میں اعتباری فرق ہے وہ اعتباری فرق یہ ہے کہ جو خبر ہوگی مثلا کہا جائے کہ زید قائم یہ ایک خبر ہے یہ قول لسانی اور اعتقاد جنانی (دل کا اعتقاد کہ زید کھڑا ہے) اگر واقع کے مطابق ہو یعنی حقیقت میں بھی زید کھڑا ہو تو اس کا نام صدق ہے اگر واقعہ قول

besturdubooks.wordpress.com

لسانی واعتقاد جنانی کے مطابق ہوتو اس کو حق کہتے ہیں بعینہ یہی فرق کذب اور باطل کے درمیان ہے کہ اگر قول لسانی واعتقاد جنانی واقع کے مخالف ہوتو اس کو کذب کہتے ہیں اور اگر واقعہ قول لسانی اور اعتقاد جنانی کے مخالف ہوتو اس کو باطل کہتے ہیں کیونکہ یہاں مطابقت باب مفاعلہ ہے اور یہ دونوں طرف سے ہوگا۔

وقد يطلق على نفس المطابقة ايضاً :۔ یہاں سے شارح کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے اس اعتراض کے سمجھنے سے قبل ایک مسئلہ سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ ایک چیز اگر اپنے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہوجائے تو اسکو دور کہتے ہیں اور یہ دور منطقیوں کے ہاں باطل ہے مثلاً انسان کو معلوم کرنا ہے یہ تعریف کے بعد معلوم ہوگا ہم نے اس کی تعریف کی هو كاتب اور هو كاتب کی تعریف کی هو انسان اب یہاں هو انسان جو کاتب کی تعریف ہے یہ ہم کو تعریف کے بعد حاصل ہونا تھا حالانکہ پہلے حاصل ہورہا ہے تو گویا کہ انسان معرَّف اپنے حاصل ہونے سے پہلے حاصل ہوگیا دوسرے الفاظ میں دور کی آسان تعریف یہ ہے کہ معرَّف کو معرِّف میں ذکر کیا جائے جیسے انسان معرَّف کو اسکی تعریف کاتب میں اس طرح ذکر کیا گیا کہ کاتب کی تعریف هو انسان کے ساتھ کی

اعتراض:۔ منطقی خبر اور قضیہ کی جو تعریف کرتے ہیں اس میں دور لازم آرہا ہے کیونکہ خبر کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ مايحتمل الصدق والكذب اور صدق کی تعریف ابھی گزری ہے کہ خبر واقع کے مطابق ہو خبر یہ معرَّف ہے اس کی تعریف میں بواسطہ صدق خبر آگئی تو معرَّف معرِّف میں آیا اور یہ دور ہے۔

جواب:۔ کبھی کبھی صدق نفس مطابقت کو بھی کہتے ہیں کہ واقع کے مطابق ہوتو اس کو صدق کہتے ہیں یہاں اس کو ذکر نہیں کرتے کہ کیا چیز مطابق ہے تا کہ دور لازم نہ آئے۔

قوله: بالتصديق: متعلق بقوله سعدوا اى بسبب التصديق والايمان بما جاء به النبى ﷺ

ترجمہ:۔ یہ متعلق ہے اس کے قول سعدوا کے یعنی (آل واصحاب نیک بن گئے) بسبب تصدیق اور ایمان لانے اس چیز پر جو حضور ﷺ لائے۔

غرضِ شارح:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض توضیح متن ہے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بالتصدیق کس کے متعلق ہے۔

تشریح:۔ بالتصدیق میں باسببیت کی ہے مطلب یہ ہوگا وہ صحابہ بسبب تصدیق کے سچائی کے راستوں میں کامیاب ہوگئے۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ: وصعدوا فی معارج الحق: یعنی بلغوا اقصی مراتب الحق فان الصعود علی جمیع مراتبه یستلزم ذلک

ترجمہ:۔ یعنی پہنچ گئے وہ حق کے مراتب کی انتہاء کو پس بلاشبہ حق کے تمام مراتب پر چڑھنا یہ اس کو مستلزم ہے۔

اغراضِ شارح:۔ یعنی بلغوا سے فان الصعود تک شارح کی غرض توضیح متن ہے یعنی متن کی عبارت کا معنی بیان کررہے ہیں فان الصعود سے آخر تک ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے۔

تشریح:۔ متن کی عبارت کا معنی ہم نے یہ کیا تھا کہ وہ صحابہ حق کی تمام سیڑھیوں پر بسبب پختہ یقین کے چڑھ گئے شارح نے مطلب یہ بیان کیا کہ وہ حق کی سیڑھیوں میں سے آخری سیڑھی پر چڑھے۔

اعتراض:۔ متن کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حق کی تمام سیڑھیوں پر چڑھے اور آپ تو حق کی آخری سیڑھی مراد لے رہے ہیں یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

جواب:۔ معارج یہ جمع کا صیغہ ہے اور ضابطہ ہے کہ جب جمع کی اضافت کسی معرف باللام کی طرف ہو تو اس وقت استغراق والا معنی پیدا ہوتا ہے تو یہاں بھی معارج جمع کا صیغہ ہے اس کی اضافت الحق معرف باللام کی طرف ہے اس میں معنی استغراق والا ہوگا کہ وہ حق کی تمام سیڑھیوں پر چڑھے اور تمام سیڑھیوں پر چڑھنے کو آخری سیڑھی پر چڑھنا لازم ہے۔

قولہ: بالتحقیق: ظرف لغو متعلق بصعدوا کما مر او مستقر خبر مبتدأ محذوف ای هذا الحکم متلبس بالتحقیق ای متحقق

ترجمہ:۔ یہ ظرف لغو متعلق صعدوا کے ہے جیسا کہ گزر چکا ہے یا ظرف مستقر خبر ہے مبتداء محذوف کی ای هذا الحکم متلبس یعنی ثابت شدہ ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قولہ کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ بالتحقیق کی ترکیب بتانا چاہتے ہیں یہ جار مجرور صعدوا کے متعلق ہے مطلب یہ ہوگا کہ وہ صحابہؓ حق کی آخری سیڑھی پر پختہ یقین کے ساتھ چڑھے ایک تو اس کی یہ ترکیب تھی دوسری ترکیب یہ ہے کہ بالتحقیق کو خبر بنائیں مبتدا محذوف کی هذا الحکم یہ مبتدا بالتحقیق یہ جار مجرور ثابت یا متلبس کے ساتھ مل کر خبر مطلب یہ ہوا کہ وہ صحابہؓ حق کی آخری سیڑھی پر

besturdubooks.wordpress.com

چڑھے یہ حکم پختہ اور مضبوط ہے اس وقت بالتحقیق کا مطلب متحقق ہوگا یہ صفت حکم کیلئے ہوگا۔

متن: وبعد فهذا غاية تهذيب الكلام فى تحرير المنطق والكلام وتقريب المرام من تقرير عقائد الاسلام جعلته تبصرة لمن حاول التبصر لدى الافهام وتذكرة لمن اراد ان يتذكر من ذوى الافهام سيما الولد الاعز الحفى الحرى بالاكرام سمى حبيب الله عليه التحية والسلام لازال له من التوفيق قوام ومن التائيد عصام وعلى الله التوكل وبه الاعتصام

ترجمہ متن:۔ اور بعد حمد وصلوۃ کے یہ تہذیب کلام کی انتہاء ہے فن منطق اور کلام کے اس بیان میں جو زوائد سے خالی ہے اور یہ کتاب عقائد اسلام کی تقریر پر مقصود کو قریب کرنیکی انتہاء ہے میں نے بنایا اس کو بینائی دینے والی اس شخص کو جو بینائی والا ہونے کا قصد کرے سمجھاتے وقت اور یاد دلانے والی اس شخص کو جو یاد والا ہونے کا ارادہ کرے سمجھداروں میں سے بالخصوص بیٹا جو زیادہ پیارا شفیق قابل اکرام ہے جو ہمنام ہے اللہ کے حبیب ﷺ کا۔ ہمیشہ رہے اس کیلئے توفیق نظام کار اور تائید محافظ اور اللہ تعالی پر ہی بھروسہ ہے اور مضبوطی کے ساتھ اسی کو پکڑنا ہے۔

تشریح متن:۔ عام طور پر مصنفین کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خطبہ کے بعد اور اصل مقصود سے پہلے درمیان میں کچھ عبارت ذکر کرتے ہیں اس عبارت کی چند غرضیں ہوتی ہیں اگر مصنف کتاب ماتن ہو تو عام طور پر اس عبارت میں تین چیزوں کو بیان کرتا ہے (۱) علت تعیین فن یعنی میں نے اس فن میں یہ کتاب کیوں لکھی (۲) علت تصنیف کہ میں نے اس کتاب کو کیوں تصنیف کیا۔ (۳) کیفیت مصنف : یہ میری کتاب کس قسم کی ہے آسان ہے، مشکل ہے، اعتراضات، جوابات کے ساتھ ہے یا بغیر اعتراضات کے ہے اور اگر وہ مصنف شارح ہو تو ان مذکورہ تین چیزوں کے علاوہ ایک چوتھی چیز کو بھی ذکر کرتا ہے وہ یہ کہ میں نے اس متن کو کیوں اختیار کیا جس کو علت تعیین هذا المتن کہتے ہیں چنانچہ بعض مصنفین ان سب چیزوں کو ذکر کرتے ہیں اور بعض چند کو ذکر کرتے ہیں اور چند کو چھوڑ دیتے ہیں چنانچہ علامہ تفتازانی نے صرف دو چیزوں کو بیان کیا (۱) کیفیت مصنف (۲) علت تصنیف۔ وبعد فهذا سے سيما الولد تک کیفیت مصنف کو ذکر کیا کہ یہ میری کتاب نہایت ہی عمدہ کتاب ہے جو کہ میں

besturdubooks.wordpress.com

نے منطق اور کلام میں لکھی ہے اس کی عمدگی یہ ہے کہ طوالت ممل اور اختصار مخل سے صاف ہے چونکہ تفتازانی نے تہذیب کے دو حصے لکھے تھے دوسرا حصہ عقائد اسلام (علم کلام) میں تھا اس لئے کہا کہ یہ اسلام کے پختہ عقیدوں کو بیان کرنے کے قریب ہے اور یہ اس شخص کے لئے ہے جو سمجھانے کا ارادہ کرے۔ نیز روشنائی یعنی بصیرت کا فائدہ دے گی اور ایسی مختصر ہے کہ جو ذہین لوگوں میں سے سمجھنے کا ارادہ کرے وہ اس کو یاد کر سکتا ہے۔ سیما الولد الاعز الحفی الخ سے القسم الاول تک علت تصنیف بیان کی کہ میں نے یہ کتاب اپنے بیٹے جو کہ اللہ تعالی کے محبوب حضور ﷺ کا ہم نام ہے یعنی اس کا نام محمد ہے اس کیلئے لکھی۔ پھر اس کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالی کی توفیق اسکو پختہ رکھے اللہ تعالی کی امداد کے ساتھ چنگل پکڑنے والا ہے اللہ تعالی پر ہی توکل اور اسی کے ساتھ چنگل پکڑنا ہے علامہ تفتازانی نے یہاں علت تعیین فن کو نہیں بیان کیا البتہ ضمناً یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ چونکہ منطق میں اس سے پہلے ایسی کوئی مختصر کتاب نہیں لکھی گئی تھی جو تمام مسائل کو شامل ہو اس لئے فن منطق میں لکھی یہ ضمناً سمجھ میں آیا ہے صراحۃً نہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوله: وبعد :هو من الغايات ولها حالات ثلث لانها اما ان يذكر معها المضاف اليه او لا و على الثاني اما ان يكون نسيا منسيا او منويا فعلى الاولين معربة و على الثالث مبنية على الضم

ترجمہ:۔ بعد یہ غایات میں سے ہے اور ان کی تین حالتیں ہیں کیونکہ یا تو ان کا مضاف الیہ مذکور ہوگا یا مذکور نہ ہوگا اور ثانی صورت میں یا تو نسیاً منسیاً ہوگا یا منوی ہوگا پس پہلی دو صورتوں میں معرب ہوں گی اور تیسری صورت میں مبنی علی الضم ہوں گی۔

تشریح:۔ یہاں سے شارح کی غرض توضیح متن ہے وہ یہ ہے کہ بعد ظروف میں سے ہے اسکی اعرابی حالتیں تین ہیں پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے (۱) اس کا مضاف الیہ مذکور ہو (۲) مضاف الیہ محذوف ہو کر نسیاً منسیاً ہو ان دونوں صورتوں میں یہ معرب بحسب العوامل مرفوع، منصوب و مجرور ہوگا (۳) اس کا مضاف الیہ محذوف منوی (متکلم کی نیت میں) ہو اس وقت یہ مبنی علی الضم ہوگا۔

فائدہ:۔ یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس صورت میں (۱) یہ مبنی کیوں ہے (۲) مبنی الحرکۃ کیوں ہے (۳) مبنی علی الضم کیوں ہے؟

(۱) پہلی بات یہ کہ مبنی کیوں ہے اس کا جواب تو یہی ہے کہ چونکہ یہ مبنی الاصل حرف کے ساتھ مشابہ ہے (۱) یعنی جیسے حرف کا معنی دوسرے لفظ ملائے بغیر پورا نہیں ہوتا اسی طرح یہ ظرف بھی مضاف الیہ کی محتاج ہوتی ہے مضاف الیہ کے بغیر نہیں آتی (۲) بعض حضرات کے ہاں یہ مبنی (اسمائے موصولات اور اسمائے اشارات) کے ساتھ صلہ کی طرف اور مشار الیہ کی طرف احتیاج میں حرف کے مشابہ ہوتا ہے یعنی جیسے اسم موصول صلہ کا اور اسم اشارہ مشار الیہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح یہ ظرف بھی مضاف الیہ کی

besturdubooks.wordpress.com

محتاج ہوتی ہے اس مشابہت کی وجہ سے یہ مبنی ہوگئی

(۲) دوسری بات کہ یہ مبنی علی الحرکۃ کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اصل مبنی تو وہ ہے جو کہ مبنی علی السکون ہو جیسے من وعن یہ چونکہ اصل مبنی نہیں بلکہ مشابہ ہے مبنی کے ساتھ اس لئے اس کو مبنی علی الحرکۃ کیا تا کہ اصل مبنی اور مشابہ مبنی میں فرق ہو جائے

(۳) تیسری بات کہ مبنی علی الضم کیوں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ معرب ہونے کی حالت میں یہ مرفوع، منصوب اور مجرور بحسب العوامل ہوتا ہے مضموم نہیں تو مبنی ہونے کی حالت میں انکو مبنی علی الضم کیا تا کہ معرب ومبنی میں فرق ہو جائے۔

قوله: فهذا الفاء: اماعلى توهم اما او على تقديرها في نظم الكلام وهذا اشارة الى المرتب الحاضر في الذهن من المعاني المخصوصة المعبرة عنها بالالفاظ المخصوصة اوتلك الالفاظ الدالة على المعاني المخصوصة سواء كان وضع الديباجة قبل التصنيف اوبعده اذلا وجود للالفاظ المرتبة ولاللمعاني ايضا في الخارج فان كانت الاشارة الى الالفاظ فالمراد بالكلام الكلام اللفظي وان كانت الى المعاني فالمراد به الكلام النفسي الذي يدل عليه الكلام اللفظي

ترجمہ:۔فاء یا تو اما کے وہم کی وجہ سے ہے یا اما کو کلام کی عبارت میں مقدر ماننے کی وجہ سے ہے اور ھذا کے ذریعے سے اشارہ ہے ان مخصوص معنوں کی طرف جو ماتنؒ کے ذہن میں مرتب ہیں جن کو مخصوص الفاظ کے ذریعے سے بیان کیا گیا۔ ہے یا اشارہ ہے ان الفاظ کی طرف جو مخصوص معانی پر دلالت کرنے والے ہیں برابر ہے کہ دیباچہ کتاب لکھنے سے پہلے لکھا گیا ہو یا اس کے بعد اس لئے کہ الفاظ مرتبہ اور معانی کیلئے خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔ پس اگر اشارہ الفاظ کی طرف ہو تو مراد کلام کے ساتھ کلام لفظی ہے اور اگر اشارہ معانی کی طرف ہو تو مراد کلام سے وہ کلام نفسی ہے جس پر کلام لفظی دلالت کرنے والی ہے۔

اغراض شارح:۔ یزدی کے اس قول کے چار حصے ہیں ہر حصے کی غرض ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے چنانچہ الفاء اما علی توھم اما سے لیکر وھذا اشارۃ تک پہلے اور وھذا اشارۃ سے لیکر سواء کان تک دوسرے اور سواء کان سے لیکر فان کانت الاشارۃ تک تیسرے اور پھر فان کانت الاشارۃ سے لیکر آخر تک چوتھے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

الفاء اما علی توھم اما الخ: سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اعتراض:۔ یہ فاء کونسی ہے عام طور پر اس مقام میں فاء جزائیہ ہوتی ہے جو کہ اما شرطیہ کہ جواب میں آتی ہے جو مهما یکن من شئی کے معنی میں ہوتی ہے یہاں اما تو نہیں پھر یہ کونسی فاء ہے؟

جواب:۔ یزدی نے اس اعتراض کے دو جواب دیئے ہیں اور دو جواب علامہ رضی شارح کافیہ نے دیے ہیں پہلے یزدی کے دو جواب ملاحظہ فرمائیں۔

جواب ﴿۱﴾:۔ یہاں اما متوہم ہے جس کی وجہ سے جواب میں فاء جزائیہ لے آتے ہیں تو ہم کی تعریف یہ ہے کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کیا جائے حقیقت میں وہ وہاں موجود نہ ہو بلکہ فرض کیا جائے کہ گویا یہاں موجود ہے یہاں بھی حقیقت میں تو اما موجود نہیں لیکن فرض کیا گیا ہے کہ گویا یہاں موجود ہے اس لئے جواب میں فاء جزائیہ لائے عرب کے محاورات میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کر لیتے ہیں جیسے ایک شاعر کہتا ہے

؎ بدا لي اني لست مدرک ما مضی ولا سابق شيئا اذا کان جاء يا

ترجمہ: میرے لئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ میں اسکو کہ جو گزر چکا ہے نہیں پا سکتا اور جو آنیوالا ہے اس میں بھاگ نہیں سکتا۔

طرز استدلال:۔ نحو کا ایک ضابطہ ہے کہ نفی کی خبر پر قیاسی طور پر باء داخل ہوتی ہے جیسے ما زید بقائم۔ اس شعر میں لست یہ فعل منفی ہے ضمیر متکلم اس کا فاعل ہے اور مدرک اس کی خبر ہے سابق کا عطف مدرک پر پڑ رہا ہے۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب ایک ہوتا ہے یہاں مدرک معطوف علیہ منصوب ہے اور معطوف سابق یہ مجرور ہے تو اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کر کے یہاں سابق کا عطف مدرک پر ڈالا گیا ہے وہ اس طرح کہ مدرک پر عام قاعدہ کے مطابق باء داخل ہونی چاہیے تھی لیکن عبارت میں باء داخل نہیں تو ہم فرض کر لیں گے کہ گویا یہاں باء داخل ہے اور مدرک یہ مجرور ہے اس باء کی وجہ سے اور سابق کا اس پر عطف ہے اب یہ صحیح ہوگا غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود اس وقت فرض کیا جاتا ہے جبکہ متحقق الوجود دائمی طور پر پایا جاتا ہو اور پھر کسی موضع میں اچانک نہ پایا جائے تو وہاں فرض کر لیتے ہیں کہ گویا یہاں بھی موجود ہے۔

جواب ﴿۲﴾: یزدی نے یہ جواب دیا کہ یہاں اما مقدر ہے مقدر اسکو کہتے ہیں جو عبارت میں محذوف ہوتا ہے لیکن حقیقت میں موجود ہوتا ہے متوہم میں بالکل موجود نہیں ہوتا یہی فرق ہے متوہم اور مقدر میں (فتامل هذا دقيق) مقدر پر احکام ملفوظ کے جاری ہوتے ہیں اسی لئے اما مقدرہ کے جواب میں فاء لے آئے۔

besturdubooks.wordpress.com

علامہ رضی نے ان دونوں جوابوں کو رد کیا اور اپنے دو جواب دیئے علامہ رضی نے کہا کہ غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود اس وقت فرض کرتے ہیں جبکہ متحقق الوجود ہمیشہ ہو یہاں اما یہ ہمیشہ متحقق الوجود نہیں کیونکہ بعض مصنفین اس کو ذکر کرتے ہیں اور بعض ترک کر کے صرف بعد پر اکتفاء کرتے ہیں لہذا یہاں غیر متحقق الوجود کو متحقق الوجود فرض کرنا صحیح نہیں بخلاف اس شعر کے جو ماقبل میں گزر چکا کیونکہ وہاں تو باء کا داخل ہونا خبر منفی پر وہ ہمیشہ اور دائمی تھا پھر اچانک اس شعر میں نہ پایا گیا تو فرض کر لیا گیا کہ موجود ہے۔ دوسرے جواب کو اس طرح رد کیا کہ اما کو مقدر ماننا بھی درست نہیں اس لئے کہ اما مقدر وہاں ہوتا ہے جہاں اس کے جواب میں فاء تفصیلیہ ہو اور جہاں فاء تفصیلیہ اما کے جواب میں ہوتی ہے وہاں فاء کے بعد امر یا نہی ہوتا ہے اس مقام میں فاء تفصیلیہ نہیں امر اور نہی نہیں کہ یہاں ہم اما کو مقدر مانیں لہذا اما کو مقدر ماننا درست نہیں۔

علامہ رضی نے ان دونوں جوابوں کو رد کرنے کے بعد اپنے دو جواب دیئے

جواب ﴿۱﴾:۔ یہ فاء تفسیر یہ ہے اس کی شرط کی ضرورت ہی نہیں کہ اما کو مقدر مانیں۔

جواب ﴿۲﴾:۔ یہ **بعد** ظرف معنی شرط کو متضمن ہے اور یہ شرط بن رہا ہے **فھذا** یہ اس کی جزاء ہے ظرف بھی شرط کے معنی کو متضمن ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **اذ لم یھتدوا بہ فسیقولون** یہاں اذ ظرفیہ ہے یہ شرط کو متضمن ہے اور **فسیقولون** یہ اسکی جزاء ہے۔

وھذا اشارۃ الی المرتب الحاضر الخ۔ اس عبارت سے دوسرے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں جو کہ متن پر وارد ہوتا تھا۔ **اعتراض:۔** یہ ہوتا ہے کہ **ھذا** کے ذریعے تو اشارہ محسوس ومبصر چیز کی طرف کیا جاتا ہے یہاں **ھذا** کا مشار الیہ کتاب ہے کتاب سے مراد یا تو وہ معانی مرتبہ ہیں جو کہ مصنفؒ کے ذہن میں موجود تھے جن معانی مرتبہ پر الفاظ دلالت کرتے ہیں اور یا کتاب سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں جو کہ معانی مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں کتاب سے مراد الفاظ ہوں یا معانی مرتبہ ہوں یہ دونوں (الفاظ ومعانی) معقولی چیزیں ہیں محسوس ومبصر نہیں تو **ھذا** کا مشار الیہ ان دونوں میں سے کون ہے اور جو بھی مشار الیہ ہو وہ تو غیر محسوس وغیر مبصر ہوگا لہذا پھر **ھذا** کا مشار الیہ بنانا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب:۔ **ھذا** کا مشار الیہ دونوں بن سکتے ہیں الفاظ مخصوصہ بھی اور معانی مخصوصہ بھی اور کبھی کبھی غیر محسوس غیر مبصر چیز وہ نہایت ہی واضح اور روشن ہوتی ہے اس کو محسوس ومبصر کے قائم مقام کر کے اس کی طرف **ھذا** کے ذریعے اشارہ کر دیتے ہیں جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ذلکم اللہ ربکم** ۔ یہاں بھی وہ معانی جو مصنفؒ کے ذہن میں حاضر تھے وہ نہایت ہی

besturdubooks.wordpress.com

واضح تھے اسلئے اس نے ان کو محسوس مبصر کے قائم مقام کر کے ھذا کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کیا۔

سواء کان وضع الدیباجة الخ:۔ یہاں سے تیسرے اعتراض کا دفعیہ کرتے ہیں۔

اعتراض:۔ یہ ہوتا ہے کہ اس مقام میں تو بعض لوگوں نے یہ جواب دیا تھا کہ یہ خطبہ الحاقیہ ہے یعنی کتاب لکھنے کے بعد یہ خطبہ لکھا گیا اور ھذا کا اشارہ اس وقت کتاب کی طرف تھا جو کہ موجود تھی تو آپ نے یہاں یہ جواب کیوں نہیں دیا؟

جواب:۔ یزدی کہتا ہے کہ خطبہ ابتدائیہ ہو یا خطبہ الحاقیہ ہر صورت میں کتاب کا مشارالیہ کتاب کے وہ معانی یا الفاظ ہیں جن کو محسوس ومبصر کا درجہ دے کر ھذا کا اشارہ کیا ہے بعض حضرات نے جو یہ جواب دیا کہ یہ خطبہ الحاقیہ ہے اور اس وقت کتاب موجود ہے یہ صحیح نہیں اس لئے کہ موجود تو نقوش ہیں اور ان کو مشارالیہ بنانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ پھر تو مطلب یہ بنے گا کہ یہ نقوش جو لکھے ہوئے ہیں یہ نہایت صاف کلام ہے تو یہ مطلب نکلے گا جو نقوش مصنفؒ نے لکھے ہیں وہ تو صاف کلام ہے اور جو پہلے لکھے گئے ہیں وہ صاف کلام نہیں حالانکہ ایسا نہیں۔

فان کانت الاشارة الخ:۔ یہاں سے چوتھے اعتراض کا جواب ہے۔ **اعتراض**:۔ عام طور پر تو کلام ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کا انسان تلفظ کرتا ہے آپ نے ھذا کا مشارالیہ یا تو الفاظ کو بنایا ہے یا معانی مرتبہ کو بنایا ہے الفاظ کو مشارالیہ بنانا تو درست ہے کیونکہ پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ نہایت صاف الفاظ ہیں لیکن اگر ھذا کا مشارالیہ معانی کو بنائیں تو پھر مطلب غلط بنتا ہے کیونکہ پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ معانی نہایت صاف کلام ہیں حالانکہ معانی تو الفاظ نہیں ہوتے؟

جواب:۔ کلام کی دو قسمیں ہیں ایک کلام لفظی اور ایک کلام نفسی۔ کلام کا مفہوم جب الفاظ ہوں تو اس وقت کلام کی صفت لفظی لائی جاتی ہے اور کلام لفظی کہا جاتا ہے اور اگر کلام کا مفہوم معانی ہوں تو اس وقت کلام کی صفت نفسی لائی جاتی ہے اور اس کلام کو کلام نفسی کہا جاتا ہے اب یہاں بھی جس وقت ھذا کا مشارالیہ الفاظ کو بنائیں گے تو کلام سے کلام لفظی مراد ہوگی مطلب یہ ہوگا کہ یہ الفاظ نہایت صاف الفاظ ہیں اور اگر ھذا کا مشارالیہ معانی کو بنائیں تو پھر کلام سے مراد کلام نفسی ہوگی پھر مطلب یہ ہوگا کہ یہ معانی نہایت صاف معانی ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ:غاية تهذيب الكلام: حمله على هذااما بناء على المبالغة نحو زيد عدل اوبناء على ان التقدير هذا كلام مهذب غاية التهذيب فحذف الخبر واقيم المفعول المطلق مقامه واعرب باعرابه على طريق مجاز الحذف

ترجمہ:۔اس کا حمل هذا پر یا تو مبالغہ پر مبنی ہو کے ہے جیسے زید عدل یا اس پر مبنی ہو کے کہ تقدیر عبارت یوں تھی هذا کلام مهذب غاية التهذيب پس خبر کو حذف کیا گیا اور مفعول مطلق کو اس کے قائم مقام کیا گیا اور اعراب خبر کے ساتھ مفعول مطلق کو معرب بنایا گیا مجاز حذف کے طریقے پر۔

اغراضِ شارح:۔متن کی عبارت پر ایک اعتراض ہوتا ہے شارح نے اس قولہ میں اس کے دو جواب دیئے ہیں حمله على هذا سے لیکر او بناء تک پہلا جواب ہے اور او بناء سے لیکر آخر تک دوسرا جواب دیا ہے۔

اعتراض:متن میں فهذا غاية تهذيب الكلام میں تهذيب یہ تو مصدر ہے اس کا حمل هذا پر جو کہ ذات ہے درست نہیں

جواب ﴿۱﴾:۔یہاں مجاز عقلی کے طور پر تہذیب کا حمل هذا پر کیا ہے **مجاز عقلی کی تعریف** یہ ہے کہ کسی چیز کی نسبت غیر ما ہو لہ کی طرف کرنا یعنی جس طرف نسبت کرنی تھی اس طرف نہ کی جائے بلکہ دوسری طرف نسبت کی جائے جیسے زید کی نسبت عادل کی طرف کرنی چاہیے تھی اور زید عادل کہنا چاہیے تھا لیکن عدل کی طرف نسبت کر کے زید عدل کہتے ہیں نسبت زید کی عدل کی طرف نسبت غیر ما ہو لہ کی طرف ہے۔مجاز عقلی میں مقصود مبالغہ ہوتا ہے زید عدل میں بھی مقصود مبالغہ ہے کہ زید عدل کرتے کرتے عین عدل بن گیا ایسے ہی یہاں مصنفؒ کو فهذا مهذب کہنا تھا لیکن مجاز عقلی کے طور پر فهذا غاية التهذيب کہا ہے اس میں بھی مبالغہ مقصود ہے کہ یہ الفاظ صاف ہوتے ہوتے اتنے صاف ہو گئے ہیں کہ گویا عین صفائی بن گئے۔

جواب ﴿۲﴾:۔یہاں مصنفؒ نے مجاز بالحذف کے طور پر تہذیب کا حمل هذا پر کیا ہے۔**مجاز بالحذف کی تعریف** یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول مطلق کو قائم مقام کر دینا فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو قائم مقام کرنے کی مثال جیسے سلمت سلاما علیک سے سلام علیک یہاں سلام مفعول مطلق کو فعل سلمت کے قائم مقام کیا ہے مصدر کو جب قائم مقام کرتے ہیں تو کبھی اس کو اپنا اعراب دیتے ہیں اور کبھی محذوف والا اعراب دیتے ہیں یہاں بھی مصنف نے مجاز بالحذف سے کام لیا ہے اصل میں فهذا كلام مهذب غاية التهذيب تھا مهذب یہ شبہ فعل حذف کیا اور غاية التهذيب مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا تو فهذا كلام غاية التهذيب بن گیا پھر التهذيب پر جو الف لام تھا اس کے

besturdubooks.wordpress.com

بارے میں اختلاف ہوا کوفیوں نے کہا یہ مضاف الیہ محذوف کے عوض میں ہے جو الکلام تھا اور بصریوں نے کہا کہ الف لام عہد خارجی کا ہے اس اختلاف سے بچنے کیلئے مصنفؒ نے الف لام کو حذف کر کے تھذیب کے مضاف الیہ الکلام کو صراحۃ ذکر کیا پھر عبارت یوں ہوگی فھذا کلام غایۃ تھذیب الکلام پھر دوسرے الکلام کے قرینہ سے پہلے کلام کو حذف کیا اور فھذا غایۃ تھذیب الکلام بن گیا۔

قوله:في تحرير المنطق والكلام: لم يقل في بيانهما لما في لفظ التحرير من الاشارة الى ان هذا البيان خال عن الحشو والزوائد والمنطق آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ في الفكر والكلام هو العلم الباحث عن احوال المبدأ والمعاد على نهج قانون الاسلام

ترجمہ:۔فی بیانھما نہیں کہا اس لئے کہ لفظ تحریر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بیان زوائد سے خالی ہے اور منطق اس قانونی آلہ کا نام ہے جس کا لحاظ رکھنا ذہن کو خطائی الفکر سے بچاتا ہے اور کلام وہ علم ہے جس میں اسلامی قانون کے طریقے پر مبدأ اور معاد کے احوال سے بحث کی جائے۔

اغراضِ شارح:۔لم یقل سے والمنطق تک ایک اعتراض کا جواب اور والمنطق سے آخر تک توضیح متن ہے۔

اعتراض:۔ایسے مقام میں تو عام طور پر فی بیان المنطق والکلام کا لفظ بولا جاتا ہے علامہ تفتازانیؒ نے فی تحریر المنطق کیوں کہا؟

جواب:۔فی تحریر المنطق کا لفظ بول کر ماتنؒ نے ایک نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ نکتہ یہ ہے کہ بیان کا لفظ یہ عام ہے مطلق بات کے بیان کرنے کو کہتے ہیں چاہے وہ بات بیکار ہو یا کام کی ہو لیکن تحریر اس بات کو کہا جاتا ہے جو کہ بیکار اور زائد باتوں سے خالی ہو اور مختصر مگر جامع ہو ماتنؒ نے تحریر کا لفظ بول کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میری یہ کتاب بیکار اور زائد باتوں سے صاف ہے مگر مختصر اور جامع کتاب ہے۔

والمنطق الة قانونية الخ:۔یہاں سے آخر قول تک توضیح متن ہے پہلے منطق کی تعریف کرتے ہیں۔

تعریف منطق:۔ ھو الة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ في الفكر (منطق ایک ایسا قانونی آلہ ہے جسکی رعایت کرنا انسان کو خطاء فی الفکر سے محفوظ رکھتا ہے) ہر تعریف میں کچھ فوائد قیود ہوتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

فوائدِ قیود:۔ منطق کی تعریف میں آلة کا لفظ بولا یہ تمام آلات مثلاً آلات صنعت وحرفت اورآلات علمیہ وغیرہ کوشامل ہے۔ قانونیة کی قید لگا کرآلات صنعت وحرفت مثلاً تیشہ، درانتی وغیرہ کونکال دیا کہ یہ منطق ایک قانونی آلہ ہے صنعت وحرفت کا آلہ نہیں تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر منطق کے قواعد کی رعایت کی جائے تو وہ انسان کوخطاء سے بچاتی ہے اگر رعایت نہ کی جائے تو بے شک منطق بہت پڑھی ہوتو وہ خطاء فی الفکر سے نہیں بچاتی فی الفکر کی قید سے صرف ونحو ولغت کے علوم کونکال دیا کیونکہ صرف بھی آلہ ہے لیکن یہ خطاء فی الفکر سے نہیں بچاتا بلکہ خطاء فی الصیغہ سے بچاتا ہے اسی طرح نحوبھی آلہ ہے لیکن وہ خطاء فی الاعراب سے بچاتا ہے لغت بھی آلہ ہے لیکن وہ خطاء فی التلفظ سے بچاتا ہے منطق کی تعریف کے بعد علم الکلام کی تعریف کی۔

علم الکلام کی تعریف:۔ وہ ایک ایسا علم ہے جس میں مبدأ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ومعاد یعنی آخرت، قیامت، حشرو نشر سے قانون اسلامی کتاب وسنت کی روشنی میں بحث کی جاتی ہے نہ کہ قانون فلسفہ کے طور پر۔

قوله:وتقريب المرام: بالجر عطف على التهذيب اى هذا غاية تقريب المقصد الى الطبائع والافهام والحمل على طريق المبالغة او التقدير هذا مقرب غاية التقريب

ترجمہ:۔ باء کے کسرہ کے ساتھ عطف ہے تهذيب پر یعنی یہ کتاب تهذيب انتہاء ہے انسانی طبعیتوں اور سمجھوں کی طرف مقصدکو قریب کردینے کی اور مصدر کا حمل هذا پر مبالغہ کے طریقے پر ہے یا هذا مقرب غاية التقريب کی تقدیر عبارت پر ہے۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تقريب المرام کا ماقبل کے ساتھ ترکیبی تعلق اور اس کی اپنی ترکیب کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ ماقبل کے ساتھ ترکیبی تعلق یہ ہے کہ یہ مجرور ہے اور اس کا عطف تهذيب پر ہے مطلب یہ ہوگا کہ یہ الفاظ یا معانی نہایت ہی قریب کرنا ہے مقصود کے۔ اس پر وہی اعتراضات ہونگے جو کہ غاية تهذيب الكلام پر ہوتے تھے کہ یہ مصدر ہے اس کا حمل هذا پر یا تو مجاز عقلی کے طریقے سے ہے کہ اصل میں نسبت مقرب کی طرف کرنی تھی لیکن تقريب المرام کی طرف کردی اس میں مبالغہ مقصود ہے کہ یہ الفاظ قریب ہوتے ہوتے عین قرب بن گئے یا یہاں بھی مجاز بالحذف کے ذریعے سے حمل ہے کہ اصل میں فهذا کلام مقرب غاية التقريب تھا مقرب کوحذف کرکے غاية التقريب کواس کا قائم مقام بنادیا پھر التقريب پر الف لام کو اختلاف مذکورہ سے بچنے کیلئے حذف کرکے مضاف الیہ کو ذکر کردیا اور دوسرا کلام پہلے پر قرینہ تھا اس لئے پہلے کلام کو بھی حذف کردیا تو فهذا غاية تقريب المرام ہوگیا۔

besturdubooks.wordpress.com

تقریب المرام کی اپنی ذاتی ترکیب یہ ہے کہ یہ مصدر دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے پہلا مفعول المرام مذکور ہے اور دوسرا الی الطبائع والافھام ہے جو کہ حرف جر الی کے واسطے سے مفعول ہے مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب نہایت ہی مقصود کو قریب کرنے کیلئے ہے طبعیت اور سمجھ کی طرف۔

قولہ: من تقریر عقائد الاسلام: بیان للمرام والاضافة فی عقائد الاسلام بیانیة ان کان الاسلام عبارة عن نفس الاعتقادات وان کان عبارة عن مجموع الاقرار باللسان والتصدیق بالجنان والعمل بالارکان او کان عبارة عن مجرد الاقرار باللسان فالاضافة لامیة

ترجمہ: یہ بیان ہے مرام کا اور اضافت عقائد اسلام میں بیانیہ ہے اگر اسلام نفس اعتقاد کا نام ہو اور اگر اسلام زبانی اقرار قلبی تصدیق اور اعضاء ظاہری کے عمل کے مجموعہ کا نام ہو یا فقط زبانی اقرار کا نام ہو تو اضافت لامیہ ہے یعنی وہ عقائد جو مذھب اسلام کیلئے ثابت ہیں۔

تشریح:۔ اس عبارت میں توضیح متن ہے کہ من تقریر عقائد الاسلام میں من کونسا ہے نیز عقائد الاسلام میں عقائد کی اضافت اسلام کی طرف کونسی ہے بیانیہ یا غیر بیانیہ۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ من بیانیہ ہے۔ من بیانیہ کی ترکیب یہ ہوتی ہے کہ اگر اس کا ماقبل معرف باللام ہو تو یہ حال بنتا ہے اور اگر نکرہ ہو تو اس کیلئے صفت بنتا ہے من تقریر عقائد الاسلام میں من بیانیہ ہے اب ترکیبی معنی یہ ہوگا کہ یہ کتاب نہایت قریب کرنا ہے مقصود کو دراں حالیکہ بیان کرنا ہے عقائد اسلام کو من بیانیہ کے معنی میں اردو میں لفظ یعنی کا آتا ہے اب معنی یوں ہوگا یعنی بیان کرنا ہے اسلام کے عقائد کو۔

عقائد کی اضافت اسلام کی طرف بیانیہ ہے یا غیر بیانیہ؟ نیز یہاں عقائد اسلام کی اضافت کونسی ہے۔ اس سے پہلے دو فائدے سمجھنا ضروری ہیں۔

فائدہ (۱):۔ اضافت بیانیہ اس کو کہتے ہیں کہ جس میں مضاف الیہ بالکل مضاف کا عین ہو جیسے خاتم فضة میں خاتم اور فضة ان دونوں سے مراد انگوٹھی ہے اور غیر بیانیہ اس کو کہتے ہیں جس میں مضاف الیہ مضاف کا غیر ہوتا ہے جیسے غلام زید یہاں زید اور ہے اور غلام اور ہے۔

فائدہ (۲):۔ اسلام کے سات معانی کیے گئے ہیں یہاں یزدی نے تین معانی بیان کیے ہیں (۱) محققین حضرات فرماتے ہیں کہ اسلام صرف اعتقاد جنانی کو کہتے ہیں جس کو تصدیق بھی کہتے ہیں (۲) معتزلہ اور خوارج کے ہاں اسلام اعتقاد جنانی،

besturdubooks.wordpress.com

اقرار لسانی اور عمل ارکانی کا نام ہے (۳) تیسرا مذہب یہ ہے کہ اسلام صرف اقرار لسانی کا نام ہے۔

جب آپ نے یہ فوائد سمجھ لیے تو اب آپ اعتقاد کی اضافت اسلام کی طرف سمجھیں اگر اسلام کا معنی صرف نفس اعتقاد (یعنی تصدیق جنانی) ہو تو پھر عقائد کی اضافت اسلام کی طرف بیانیہ ہوگی مطلب یہ ہوگا کہ بیان کرتا ہے عقائد کو یعنی اسلام کو اور اگر اسلام کا معنی اقرار لسانی، اعتقاد جنانی اور عمل ارکانی ہو یا فقط اقرار لسانی ہو تو پھر عقائد کی اضافت اسلام کی طرف غیر بیانیہ ہوگی پھر مطلب یہ ہوگا کہ بیان کرتا ہے عقائد اسلام کو یعنی اسلام تین چیزوں کا نام ہے اس کتاب میں صرف اسلام کے عقائد سے بحث ہوگی اقرار لسانی اور عمل ارکانی سے بحث نہیں ہوگی یا اسلام کے عقائد سے بحث ہوگی اقرار لسانی سے بحث نہیں ہوگی جبکہ اسلام کا معنی فقط اقرار لسانی ہو۔

قوله: جعلته تبصرة: ای مبصرا ویحتمل التجوز فی الاسناد

ترجمہ:۔ تبصرة مبصرا کے معنی میں ہے اور مجاز فی الاسناد کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

تشریح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے اور ساتھ ایک اعتراض کا جواب بھی ہے۔ لیکن اس سے پہلے دو فوائد کو جاننا چاہیے۔

فائدہ (۱): جعل یہ فعل خلق کے معنی میں بھی آتا ہے اور صیر کے معنی میں بھی آتا ہے اگر جعل خلق کے معنی میں ہو تو اس وقت ایک مفعول کی طرف متعدی ہوگا جیسے جعل الظلمت والنور ای خلق الظلمت والنور اور اگر جعل صیر کے معنی میں ہو تو اس وقت دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا جیسے جعل لکم الارض فراشا ای صیر لکم الارض فراشا

فائدہ (۲): جو بھی فعل دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اس کے دوسرے مفعول کا پہلے پر حمل ہوتا ہے اب اعتراض سمجھیں

اعتراض:۔ یہ ہوتا ہے کہ جعلته تبصرة میں جعلت کا پہلا مفعول ہ ضمیر ہے اور دوسرا مفعول تبصرة ہے جو کہ مصدر ہے اب قاعدہ مذکورہ کے تحت تبصرة کا حمل ہ ضمیر پر ہونا چاہیے حالانکہ مصدر کا حمل ذات پر صحیح نہیں؟

جواب ﴿۱﴾:۔ یہاں حمل مجاز بالطرف کے قبیل سے ہے مجاز بالطرف اس کو کہتے ہیں کہ مصدر کو اسم فاعل یا اسم مفعول کے معنی میں کر دیا جائے یہاں بھی تبصرة کو اسم فاعل مبصرا کے معنی میں کر کے حمل کیا ہے۔

جواب ﴿۲﴾: یہاں حمل مجاز عقلی کے قبیل سے ہے کہ اصل میں تو جعلته مبصرة کہنا تھا لیکن مبالغہ کے طور پر جعلته تبصرة کہدیا مطلب اب یہ ہوگا کہ میری یہ کتاب بصیرت دیتے دیتے عین بصیرت ہوگئی۔

besturdubooks.wordpress.com

جواب ﴿۳﴾:۔ یہاں حمل مجاز بالحذف کے قبیل سے ہے کہ اصل میں جعلته ذا تبصرة تھا میں نے اس کتاب کو بصیرت دینے والی بنایا پھر مضاف ذاکو حذف کر کے تبصرة کو اس کا قائم مقام بنادیا۔

وکذا قوله تذکرة:۔ یعنی اسپر بھی وہی اعتراض اور جواب ہونگے جو تبصرة پر ہوئے ہیں۔

قوله: لذی الافهام: بالکسر ای تفهیم الغیر ایاه او تفهیمه للغیر والاول للمتعلم والثانی للمعلم

ترجمہ:۔ افھام ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی غیر کے اس کو سمجھنے کے وقت یا غیر کو سمجھانے کے وقت۔ اور پہلے ترجمہ میں یہ تھذیب مبصر ہے طالب علم کیلئے اور دوسرے میں استاذ کیلئے۔

تشریح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے افھام کے بعد بالکسر کی عبارت نکال کر اسکا اعراب بتادیا کہ یہ باب افعال کا مصدر ہے۔

اعتراض:۔ جو بھی مصدر ہوتا ہے اس کیلئے ایک فاعل ہوتا ہے اور ایک مفعول افھام یہ تو باب افعال متعدی کا مصدر ہے اس کیلئے دو مفعول ہونے چاہئیں یہاں تو نہ فاعل مذکور ہے اور نہ ایک مفعول۔

جواب:۔ یہاں اس کا فاعل بھی موجود ہے اور مفعول اول بھی دوسرا مفعول اس کا مقاصد الی الکتاب تھا جو کہ مشہور تھا اس لئے مصنفؒ نے اس کو ذکر نہیں کیا افھام کا معنی تفهیم الغیر ایاه ہو تو الغیر اس کا فاعل اور ایاه اس کا مفعول اول بنے گا معنی یہ ہوگا میری یہ کتاب بصیرت دینے والی ہے بوقت سمجھانے غیر کے اس کو مقاصد کتاب کے اس وقت یہ بصیرت کا فائدہ متعلم کیلئے ہوگا اور اگر افھام کا معنی تفهیمه للغیر ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ میری یہ کتاب بصیرت دینے والی ہے بوقت سمجھانے اس کے غیر کو مقاصد کتاب اس وقت یہ بصیرت استاذ معلم کیلئے ہوگی۔

قوله: من ذوی الافهام: بفتح الهمزة جمع فهم والظرف اما فی موضع الحال من فاعل یتذکر او متعلق بیتذکر بتضمین معنی الاخذ او التعلم ای یتذکر اخذا او متعلما من ذوی الافهام فهذا ایضا یحتمل الوجهین

ترجمہ:۔ یہ افھام ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ فھم کی جمع ہے اور یہ ظرف یا تو یتذکر کے فاعل سے حال کی جگہ میں ہے یا یتذکر کے اندر اخذ اور تعلم کے معنی کی تضمین کر کے اسی یتذکر کے متعلق ہے یعنی جو یاد والا ہونا چاہتا ہے اس حال میں کہ وہ

besturdubooks.wordpress.com

حاصل کرنے والا ہے سمجھدار لوگوں سے پس اس میں بھی دو احتمال ہیں۔

تشریح:۔ اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔ افھام فتح ہمزہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یہ فھم کی جمع۔ افھام افعال کے وزن پر آتی ہے قاعدہ یہ ہے کہ افعال کے وزن پر کوئی مصدر نہیں آتا اور افعال کے وزن پر کوئی جمع نہیں آتی من ذوی الافھام یہ جار مجرور ہے اس کی ترکیب شارح نے بتائی کہ اس کی دو قسم کی ترکیب ہو سکتی ہے ایک یہ کہ یہ جار مجرور ظرف مستقر کائنا کے متعلق ہو کر یتذکر کی ھو ضمیر فاعل سے حال ہو دوسری ترکیب یہ ہے کہ یہ جار مجرور ظرف اخذا کے متعلق ہو اور وہ حال واقع ہو یتذکر کی ضمیر سے اس کو تضمین کہتے ہیں۔

قوله: سيما: السي بمعنى المثل يقال هما سيان اى مثلان واصل سيما لاسيما حذف لا في اللفظ لكنه مراد معنى وما زائدة او موصولة او موصوفة وهذا اصله ثم استعمل بمعنى خصوصا وفيما بعده ثلاثة اوجه

ترجمہ:۔ سی مثل کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے هما سیان یعنی وہ دونوں برابر ہیں اور سیما اصل میں لا سیما تھا لا کو لفظوں میں حذف کیا گیا لیکن وہ معنی میں مراد ہے اور ما زائدہ ہے یا موصولہ ہے یا موصوفہ ہے اور سی کا مثل کے معنی میں ہونا اس کا اصلی معنی ہے پھر خصوصا کے معنی میں مستعمل ہوا اور اس کے مابعد میں تین صورتیں ہیں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض لفظ سیما کی تحقیق ہے۔

تشریح:۔ یہ اصل میں سی اور ما ہے اس کے ساتھ ہمیشہ لا نفی الجنس ہوگا اگر مذکور نہ ہو تو وہ مقدر ہوگا بغیر لائے نفی جنس کے یہ استعمال نہیں ہوتا سی بمعنی مثل کے ہے یہ لائے نفی جنس کا اسم ہے اس کی خبر ہمیشہ ما کے بعد آخر میں محذوف ہوتی ہے۔ اسکی ما کے بارے میں تین وجوہ ہیں (۱) ما زائدہ ہے اگر ما زائدہ ہوگا تو اس وقت یہ سی کا لفظ بعد والے اسم کی طرف مضاف ہوگا اور وہ اسم مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا جیسے سیما الولد الاعز الخ میں الولد کو مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور پڑھیں گے ای لا مثل شئ هو الولد الاعز الخ (۲) ما موصولہ ہوگا الذی کے معنی میں یا ما موصوفہ ہوگا شئ کے معنی میں اس وقت اس کے بعد اسم مرفوع ہو تو وہ مبتداء محذوف کی خبر ہوگا جیسے سیما الولد الاعز الخ ای لا مثل الذی هو الولد الخ (۳) یہ سیما پورا کا پورا حرف استثناء کے حکم میں ہو اور اس کے بعد اسم منصوب ہوگا جو کہ مستثنیٰ ہوگا اور اس وقت سیما کا معنی خصوصا کا ہوگا جیسے سیما الولد الاعز کہ خصوصا میرا پیارا بیٹا خصوصا والا معنی اس کا مجازی معنی ہے اور

besturdubooks.wordpress.com

دوسرے تین معنی اصلی اور حقیقی ہیں۔

قوله:الحفي: الشفيق

ترجمہ :الحفی کا معنی مہربان ہے

اغراضِ شارح:۔اس قول اور اس کے بعد آنیوالے تمام اقوال کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔حفی کا معنی بتلایا ہے اگر اس کی نسبت بیٹے کی طرف ہو تو معنی ہے شفیق ہونا باپ پر۔جب اس کی نسبت باپ کی طرف ہو تو حفی کا معنی ہوگا چنا ہوا۔

قوله:الحرى: اللائق

ترجمہ:۔الحری کا معنی لائق ہے۔

قوله:قوام:اى ما يقوم به امره

ترجمہ:۔یعنی وہ چیز جس چیز کے ساتھ اس کا امر قائم ہو۔

قوله: التاييد: اى التقوية من الايد بمعنى القوة

ترجمہ:۔یعنی تقویت یہ اید سے مشتق ہے جس کے معنی قوت اور طاقت کے ہیں۔

قوله:عصام: اى ما يعصم به امره من الزلل

ترجمہ:۔ عصام یعنی وہ چیز جس کے ساتھ پھسلنے سے بچا جائے (یعنی میرا یہ بیٹا پھسلنے سے بچایا رہے)

قوله: وعلى الله: قدم الظرف ههنا لقصد الحصر وفى قوله به لرعاية السجع ايضا

ترجمہ:۔یہاں ظرف کو مقدم کیا حصر کے ارادے سے اور اس کے قول بہ میں سجع بندی کی رعایت بھی ہے۔

تشریح:۔اس میں علی اللہ یہ ظرف خبر مقدم ہے اور التوکل مبتداء مؤخر ہے بہ یہ ظرف مقدم اور الاعتصام یہ مبتداء مؤخر ہے۔خبر کو حصر کیلئے مقدم کیا ہے اور الاعتصام کو رعایت سجع بندی کیلئے مؤخر کیا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله:التوکل:هو التمسک بالحق والانقطاع عن الخلق

ترجمہ:۔التوکل کا معنی ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اور مخلوق سے ناامید ہو جانا۔

قوله:والاعتصام: وهوالتشبث والتمسک

ترجمہ:۔ الاعتصام کا معنی مضبوط پکڑنا اور چنگل مارنا۔

besturdubooks.wordpress.com

القسم الاول فی المنطق

متن: مقدمة:العلم ان کان اذعانا للنسبة فتصدیق والافتصور ویقتسمان بالضرورة والضروة والاکتساب بالنظر وھوملاحظة المعقول لتحصیل المجھول وقدیقع فیه الخطأ فاحتیج الی قانون یعصم عنه فی الفکر وھوالمنطق وموضوعه المعلوم التصوری والتصدیقی من حیث انه یوصل الی مطلوب تصوری فیسمی معرفا اوتصدیقی فیسمی حجة

ترجمہ متن:۔پہلی قسم منطق میں ہے۔مقدمہ:علم اگر نسبت خبریہ کا اعتقاد ہے پس تصدیق ہے ورنہ تصور ہے اور تصور اور تصدیق دونوں تقسیم ہوتے ہیں بدیہی طور پر ضروری (بدیہی) اور اکتساب بالنظر (نظری) کی طرف اور وہ نظر نفس کا متوجہ ہونا ہے امر معلوم کی طرف مجہول کو حاصل کرنے کیلئے اور کبھی اس نظر میں غلطی واقع ہوجاتی ہے پس ایسے قانون کی حاجت ہوئی جو فکر میں غلطی سے بچائے اور وہ قانون منطق ہے اور اس کا موضوع معلوم تصور اور معلوم تصدیق ہے اس حیثیت سے کہ وہ پہنچائے مطلوب تصوری کی طرف اور اس کا نام رکھا جاتا ہے معرِف یا مجہول تصدیق کی طرف پس اس کا نام رکھا جاتا ہے حجت۔

مختصر تشریح متن:۔خطبہ کے ختم کرنے کے بعد اب اصل مقصد کو شروع کررہے ہیں علامہ تفتازانیؒ نے القسم الاول فی المنطق کا ایک عنوان بناکر اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ میری یہ کتاب جو تہذیب کا ایک جزء ہے یہ فن منطق میں ہے (تہذیب کا دوسرا اجزء جو علم کلام کے بارے میں لکھا ہے وہ نایاب ہے) دوسرا عنوان مقدمہ کا باندھا ہے کیونکہ ہر فن کو شروع کرنے سے پہلے اس فن کی تعریف،غرض،موضوع کا معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے اور مقدمہ کے اندر انہی تین چیزوں کا بیان ہوتا ہے اس لئے ماتن نے یہ عنوان باندھا۔

مقدمہ کی چند تحقیقات ہیں جن کا تفصیلی ذکر یہاں شرح میں آئے گا البتہ مقدمہ کی اشتمالی تحقیق کو یہاں سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ مقدمہ کن چیزوں پر مشتمل ہے سو وہ انہی تین چیزوں (تعریف،موضوع،غرض) پر مشتمل ہے۔عام طور پر منطقی حضرات سب سے پہلے احتیاج الی المنطق کو ذکر کرتے ہیں اس احتیاج الی المنطق کے ضمن میں علم کی تعریف اور غرض معلوم

besturdubooks.wordpress.com

ہو جاتی ہے اور آخر میں پھر موضوع علم کو ذکر کر کے مقدمہ کو ختم کر دیتے ہیں۔احتیاج الی المنطق کا سمجھنا علم کی دو قسموں کی تقسیموں پر موقوف ہوتا ہے تقسیم اول تصور و تصدیق اور تقسیم ثانی بدیہی اور نظری۔اس لیے یہاں سب سے پہلے موقوف علیہ علم کی دو قسموں کو بیان کریں گے پھر احتیاج الی المنطق کو جس کے ضمن میں تعریف اور غرض بھی معلوم ہو جائیگی اور آخر میں موضوع علم کو بیان کر کے مقدمہ کو ختم کریں گے۔علامہ تفتازانیؒ نے علم کی تعریف نہیں کی کیونکہ ان کے نزدیک علم بدیہی ہے اس کیلئے تعریف کی ضرورت نہیں علامہ تفتازانیؒ نے العلم سے لیکر ویقتسمان تک علم کی تقسیم اول کو بیان کیا ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں تصور اور تصدیق۔

علم کی سولہ اقسام ہیں جن کی تفصیل بمع تعریف آپ سابقہ کتب (ایساغوجی مرقات وغیرہ) میں پڑھ چکے ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) احساس (۲) تخیل (۳) توہم (۴) تعقل (۵) مرکب ناقص (۶) مرکب تام (۷) مرکب انشائی (۸) تخییل (۹) وہم (۱۰) شک (۱۱) ظن (۱۲) جہل مرکب (۱۳) تقلید (۱۴) علم الیقین (۱۵) عین الیقین (۱۶) حق الیقین

یہاں یہ بات سمجھنی ہے کہ تصور کے نیچے علم کے کتنے اقسام آتے ہیں اور تصدیق کے نیچے علم کے کتنے اقسام آتے ہیں جن کی تفصیل ابھی آگے شرح میں آرہی ہے۔

تصدیق:۔وہ علم ہے کہ جس میں حکم ہو۔

حکم کی تعریف:۔نسبت خبری کی کسی جانب (وجودی یا عدمی) کا گمان غالب ہو۔

تو اب تصدیق کی تعریف گویا کہ یوں ہوگی کہ نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو علم کی سولہ اقسام میں سے چھ قسمیں ظن، جہل مرکب، تقلید، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔یہ تصدیق کی تعریف میں داخل ہوئیں کیونکہ ان میں نسبت خبری کا کم از کم گمان غالب ہوتا ہے ظن میں بھی ایک جانب راجح ہوتی ہے اسی طرح جہل مرکب، تقلید، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین میں نسبت خبری کا کم از کم گمان غالب تو ضرور حاصل ہوتا ہے اس لیے علم کی ان چھ قسموں کو تصدیق کہا جائے گا۔

تصور کی تعریف:۔تصور وہ علم ہے جس میں حکم نہ ہو یعنی اگر نسبت خبری کا گمان غالب نہ ہو تو وہ تصور ہوگا۔

فوائد قیود:۔تصدیق کی تعریف میں مصنفؒ نے اذعانا للنسبة نسبت کی قید لگا کر مفردات کو نکال دیا کیونکہ ان میں سرے سے نسبت ہی نہیں ہوتی اس سے علم کی چار قسمیں احساس، تخیل، توہم اور تعقل خارج ہو جائیں گی کیونکہ یہ مفرد ہیں ان میں

besturdubooks.wordpress.com

نسبت ہی نہیں اسی نسبت کی قید سے مرکبات ناقصہ بھی خارج ہو جائیں گے کیونکہ نسبت سے مراد نسبت تامہ ہے۔ نسبت خبری کی قید سے مرکب انشائی بھی نکل جائے گا کیونکہ اس میں نسبت تو ہے لیکن خبری نہیں نسبت خبری کا گمان غالب ہو اس قید سے تخییل، وہم اور شک بھی نکل جائیں گے کیونکہ ان میں یا تو سرے سے حکم ہی نہیں جس طرح تخییل میں یا حکم تو ہے لیکن گمان غالب نہیں جیسے شک اور وہم میں۔ تو علم کی پہلی نو قسمیں احساس، تخیل، توہم، تعقل، مرکب ناقص، مرکب تام، انشائی، تخییل، اور وہم یہ تصور کہلائیں گی اور باقی چھ اقسام یہ تصدیق میں داخل ہونگی کیونکہ ان میں نسبت خبری کا گمان غالب ہے۔

ویقتسمان بالضرورة الضرورة الخ:۔ علم کی تقسیم اولی سے فارغ ہو کر اب اس عبارت میں علم کی دوسری تقسیم بدیہی اور نظری کو بیان کرتے ہیں ترجمہ یہ ہے کہ دونوں (تصور و تصدیق) یہ تقسیم ہوتے ہیں واضح طور پر ضروری (بدیہی) اور اکتساب بالنظر (نظری) کی طرف۔ اکتساب بالنظر کا مطلب یہ ہے کہ وہ غور وفکر سے حاصل ہو۔ گویا اس عبارت میں تصور تصدیق کی دو قسمیں بیان کیں کہ تصور ایک بدیہی ہے دوسرا نظری، تصدیق بھی ایک بدیہی ہے اور دوسری نظری۔

فائدہ:۔ **ویقتسمان بالضرورة الضرورة** کا مختصر مطلب یہ ہے کہ تصور اور تصدیق یہ دونوں ضروری اور نظری کی طرف تقسیم ہوتے ہیں عام مناطقہ نے اس عبارت کی تشریح یوں کی ہے کہ **یقتسمان** کو **ینقسمان** کے معنی میں کیا اور **الضرورة** سے پہلے الی جارہ کو محذوف مان کر **الضرورة** کو منصوب بنزع الخافض پڑھا۔ ان مناطقہ کی اس توجیہ کے مطابق تقدیر عبارت یوں ہوگی **وینقسمان بالضرورة الی الضرورة والاکتساب بالنظر** اب بھی مطلب یہ ہوگا کہ تصور اور تصدیق واضح طور پر ضروری اور اکتسابی کی طرف تقسیم ہوتے ہیں۔

وھو ملاحظة المعقول الخ:۔ اس عبارت میں اس نظر وفکر کی تعریف کی ہے۔ نظر کی تعریف یہ ہے کہ معلوم تصوری یا معلوم تصدیق کو اس طریقے سے ترتیب دینا کہ اس سے مجہول تصور یا مجہول تصدیق حاصل ہو جائے۔

وقد یقع الخ:۔ **وقد یقع** سے **وھو المنطق** تک احتیاج الی المنطق کو بیان کیا جو کہ اصل غرض تھی کہ معلوم تصوری اور معلوم تصدیقی کو ترتیب دینے میں کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔ انسانی عقل اس غلطی سے بچانے کیلئے کافی نہیں اگر انسانی عقل کافی ہوتی تو عقلاء کے درمیان میں اختلاف نہ ہوتا کیونکہ بعض نے ترتیب دے کر عالم کو حادث بتایا اور بعض نے معلومات کو ترتیب دے کر عالم کو قدیم ثابت کیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ عقل انسانی اس غلطی سے بچانے کیلئے کافی نہیں اب ایک ایسے قانون کی ضرورت ہوئی جو اس خطاء سے بچائے وہ قانون صرف منطق ہے اس احتیاج الی المنطق کے ضمن میں غرض منطق اور تعریف

besturdubooks.wordpress.com

منطق بھی معلوم ہوگئی غرض تو اس سے معلوم ہوئی کہ یہ خطاء فی الفکر سے بچاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ منطق کی غرض ذہن کو خطاء فی الفکر سے بچانا ہے اس عبارت میں تعریف بھی ضمنا معلوم ہوئی جیسا کہ شرح میں تفصیل سے آئیگا۔

و موضوعہ الخ: و موضوعہ سے آخر فصل تک منطق کا موضوع بیان کیا اور اس مقدمہ کا خاتمہ بالخیر کیا منطق کا موضوع وہ معلومات تصوری اور معلومات تصدیقی ہیں جو کہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی تک پہنچاتے ہیں ان معلومات تصوری کو معرِف اور معلومات تصدیقی کو حجت کہتے ہیں تو منطق کا موضوع معرِف اور حجت ہوئے یہاں تک مقدمہ کی مختصر تشریح مکمل ہوئی۔

☆☆

قوله القسم الاول: لما علم ضمنا فی قوله فی تحریر المنطق والكلام ان كتابه علی قسمين لم يحتج الی التصريح بهذا فصح تعريف القسم الاول بلام العهد لكونه معهودا ضمنا وهذا بخلاف المقدمة فانها لم يعلم وجودها سابقا فلم تكن معهودة فلذا نكرها وقال مقدمة

ترجمہ:۔ جب ماتن کے قول فی تحریر المنطق والکلام کے ضمن میں معلوم ہوگیا کہ ماتن کی کتاب دو قسم پر ہے تو کتاب کے دو قسم پر ہونے کی تصریح کرنے کی احتیاج پیش نہیں آئی پس الف لام عہد خارجی کے ساتھ القسم کو معرفہ لانا صحیح ہوا کیونکہ یہ قسم ضمنا معلوم ہوئی اور یہ لفظ القسم لفظ مقدمہ کے برخلاف ہے کیونکہ مقدمہ کا وجود اس سے پہلے معلوم نہیں تھا پس وہ معہود نہیں ہوا اسی لئے مصنفؒ مقدمہ کو نکرہ لایا ہے اور کہا ہے مقدمۃ۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ القسم الاول یہ ایک عنوان ہے اور مقدمہ بھی ایک عنوان ہے ماتن القسم الاول والے عنوان کو معرفہ الف لام کے ساتھ لائے اور مقدمہ کو نکرہ لائے حالانکہ یہ دونوں عنوان تھے یا تو دونوں کو معرفہ لاتے یا دونوں کو نکرہ۔ القسم الاول کو معرف باللام اور مقدمۃ کو نکرہ کیوں لائے؟

فائدہ:۔ اس مقام میں الف لام کی چاروں قسموں میں سے الف لام عہد خارجی کا ہی ہونا چاہیے کیونکہ یہ مبتداء ہے اور الف لام عہد خارجی کا بھی تعریف کا فائدہ دیتا ہے نیز یہ ضابطہ ہے کہ جب تک عہد خارجی کا الف لام بنانا درست ہو دوسری تین قسموں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

جواب ﴿۱﴾:۔ القسم الاول میں الف لام عہد خارجی کا لا کر اس کو معرفہ کیا کیونکہ الف لام عہد خارجی میں معہود کا پہلے

besturdubooks.wordpress.com

مذکور ہونا ضروری ہوتا ہے چاہے صراحۃً مذکور ہو یا ضمناً۔ چونکہ ماقبل میں ماتن کی عبارت فی تحریر المنطق والکلام کے ضمن میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ماتن کی کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ منطق میں اور دوسرا کلام میں۔ اسلئے القسم الاول میں الف لام عہد خارجی کا لانا مناسب تھا کیونکہ معہود ماقبل میں فی تحریر المنطق والکلام میں گزر چکا تھا کہ قسم اول منطق کے بارے میں ہے اور مقدمہ کا ذکر چونکہ ماقبل میں بالکل نہیں گزرا تھا اس لیے اس پر الف لام نہیں لائے اور اس کو نکرہ لائے۔

جواب (۲): یہ بھی ہوسکتا ہے کہ القسم الاول چونکہ مبتداء تھا اس کو معرفہ بنانے کیلئے الف لام کی ضرورت تھی اس لیے الف لام کے ساتھ اس کو معرفہ کیا مقدمہ یہ خبر تھا اس کو معرفہ بنانے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے اسکو یہاں معرف باللام ذکر نہیں کیا۔

قوله في المنطق: فان قيل ليس القسم الاول الا المسائل المنطقية فما توجيه الظرفية قلت يجوز ان يراد بالقسم الاول الالفاظ والعبارات وبالمنطق المعاني فيكون المعنى ان هذه الالفاظ فى بيان هذه المعاني ويحتمل وجوها اخر والتفصيل ان القسم الاول عبارة عن احد المعاني السبعة اما الالفاظ او المعاني او النقوش او المركب من الاثنين او الثلثة والمنطق عبارة عن احد معان خمسة اما الملكة او العلم بجميع المسائل اوبالقدر المعتد به الذي يحصل به العصمة او نفس المسائل جميعا او نفس القدر المعتد به فيحصل من ملاحظة الخمسة مع السبعة خمسة وثلاثون احتمالا يقدر فى بعضها البيان وفى بعضها التحصيل وفى بعضها الحصول حيثما وجده العقل السليم مناسبا

ترجمہ:۔ پس اگر کہا جائے کہ قسم اول سے مراد مسائل منطقیہ کے علاوہ کچھ نہیں تو ظرفیۃ (الشی لنفسہ) کی توجیہ کیا ہوگی تو میں کہوں گا جائز ہے کہ قسم اول سے الفاظ اور عبارات مراد لئے جائیں اور منطق سے معانی پس مطلب یہ ہو جائے گا کہ یہ الفاظ ان معانی کے بیان میں ہیں اور یہ عبارت دوسری صورتوں کا بھی احتمال رکھتی ہے اور تفصیل یہ ہے کہ بلاشبہ قسم اول سات معانی میں سے کسی ایک سے عبارت ہے یعنی الفاظ یا معانی یا نقوش یا مرکب دو سے یا تین سے اور منطق پانچ معانی میں سے کسی ایک سے عبارت ہے یعنی ملکہ یا تمام مسائل کا علم یا قدر معتد بہ مسائل کا علم جن کے ذریعے (خطاء فی الفکر سے) حفاظت ہو جائے یا نفس جمیع مسائل یا نفس قدر معتد بہ مسائل پس پانچ کو سات کے ساتھ ضرب دینے سے پینتیس احتمالات حاصل ہونگے مقدر ہوگا ان میں سے بعض میں بیان اور بعض میں تحصیل اور بعض میں حصول جہاں اس کو عقل سلیم مناسب سمجھے۔

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ ماتن کی عبارت پر ہوتا ہے۔

تشریح:۔اس اعتراض وجواب کے سمجھنے سے پہلے ایک ضابطہ سمجھ لینا ضروری ہے۔

ضابطہ:۔فی کا کلمہ یہ ظرفیت کیلئے آتا ہے جس کلمہ پر یہ فی داخل ہوتا ہے وہ ظرف بنتا ہے اور اس فی کا ماقبل مظروف بنتا ہے ظرف کے معنی لغت میں برتن کے آتے ہیں اور مظروف اس چیز کو کہا جاتا ہے جو اس برتن میں ہوتی ہے مثال کے طور پر کہا جائے الماء فی الکوز (پانی لوٹے میں ہے) یہاں الکوز جوفی کا مدخول ہے یہ ظرف (برتن) ہے اور الماء جوفی کا ماقبل ہے یہ مظروف ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ظرف اور چیز ہوتی ہے اور مظروف اور چیز ہوتی ہے ایک چیز ظرف بھی بنے اور مظروف بھی یہ درست نہیں الماء فی الماء اور الکوز فی الکوز کہنا درست نہیں ہوگا بلکہ ظرف اور مظروف کیلئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہوں جیسے الماء فی الکوز میں ظرف اور چیز ہے اور مظروف ماء اور چیز ہے اور اگر ایک ہی چیز ظرف بھی بنے اور مظروف بھی تو اس کو عربی میں ظرفیۃ الشئ لنفسہ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ شی اپنے آپ کیلئے ظرف بنی ہے اور یہ بالاتفاق باطل ہے۔اب اعتراض کا سمجھنا آسان ہوگیا۔

اعتراض:۔ماتنؒ نے متن میں عبارت القسم الاول فی المنطق ذکر کی ہے یہاں بھی فی المنطق میں فی ظرفیت کیلئے ہے القسم الاول سے مراد بھی مسائل منطقیہ ہیں اور المنطق سے مراد بھی مسائل منطقیہ ہیں اب مطلب اس کا یہ ہوا کہ مسائل منطق مسائل منطق میں ہیں اور یہ ظرفیۃ الشئ لنفسہ ہے جو کہ باطل ہے؟ اس کے دو جواب ہیں ایک مختصر اور دوسرا تفصیلی۔

﴿۱﴾ مختصر جواب: مختصر جواب یہ دیا گیا ہے کہ القسم الاول سے مراد الفاظ ہیں اور المنطق سے مراد معانی ہیں تو گویا کہ ظرف اور مظروف غیر غیر ہیں ترجمہ کو صحیح بنانے کیلئے بیان کا لفظ مقدر نکالیں گے اور اب گویا کہ القسم الاول فی المنطق کا مطلب اور معنی ھذہ الالفاظ فی بیان ھذہ المعانی ہوگا کہ یہ الفاظ ان معانی کے بیان کرنے میں ہیں۔

﴿۲﴾ تفصیلی جواب:۔اس اعتراض کے تفصیلی جوابات پینتیس (۳۵) ہیں جن کی تفصیل ابھی آرہی ہے ان جوابات سے قبل دو باتیں ضروری سمجھنی ہیں ﴿۱﴾ جو بھی کتاب ہوتی ہے اس کے سات معانی ہو سکتے ہیں (۱) کتاب فقط نقوش کا نام ہو (۲) کتاب فقط الفاظ کا نام ہو (۳) کتاب فقط معانی کا نام ہو (۴) کتاب نقوش اور الفاظ کا نام ہو (۵) کتاب نقوش اور معانی کا نام ہو (۶) کتاب الفاظ اور معانی کا نام ہو (۷) کتاب نقوش، الفاظ اور معانی کے مجموعے کا نام ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

﴿۲﴾ جو بھی علم ہوگا اس کے پانچ معانی ہو سکتے ہیں (۱) ملکہ (وہ ایک ایسی استعداد کا نام ہے جو انسان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کے ذریعے وہ ہر مسئلہ کو سوچ و بچار کے بعد معلوم کر سکتا ہے) (۲) علم اس فن یا علم کے تمام مسائل کا (۳) علم اس علم یا فن کے اتنے مسائل کا جن کے ذریعے غلطی سے حفاظت ہو سکے (۴) نفس جمیع مسائل (۵) نفس قدر معتد بہ جن کے ذریعے غلطی سے حفاظت ہو سکے۔

جوابات کو منطبق کرنے کا طریقہ:۔ اب یہاں ان احتمالات کو القسم الاول پر منطبق کرنا ہے وہ اس طرح سے کہ القسم الاول سے مراد خود کتاب ہے اور کتاب میں سات احتمالات ہیں جیسا کہ ابھی گزرا کہ القسم الاول سے مراد فقط نقوش ہوں یا فقط الفاظ ہوں یا فقط معانی ہوں الخ۔ اور المنطق علم ہے اس میں بھی وہ پانچ احتمال ہو سکتے ہیں کہ المنطق سے مراد ملکہ ہو یا علم تمام مسائل کا ہو یا علم بعض مسائل کا الخ۔ ان سات احتمالات کو جو کہ القسم الاول سے نکلتے ہیں پانچ احتمالات سے جو کہ المنطق سے نکلتے ہیں ضرب دینے سے کل پینتیس احتمالات حاصل ہوں گے جن میں سے ہر ایک احتمال ایک مستقل جواب ہے۔

فائدہ:۔ معنی کو صحیح کرنے کیلئے جب المنطق سے مراد ملکہ ہو تو حصول کا لفظ محذوف نکالا جائیگا۔ اور اگر المنطق سے مراد علم بجمیع المسائل یا علم ببعض المسائل ہو تو اس وقت تحصیل کا لفظ محذوف نکالیں گے۔ اور اگر المنطق سے مراد نفس جمیع مسائل علم یا بعض مسائل علم ہو تو بیان کا لفظ محذوف نکالیں گے۔

اب تمام احتمالات بالتفصیل ذکر کیے جاتے ہیں اور ہر احتمال ایک مستقل جواب ہے جیسا کہ گزرا ہے۔

پہلی صورت جبکہ المنطق سے مراد ملکہ ہو تو القسم الاول میں سات احتمالات اس طرح بنیں گے۔

﴿۱﴾ القسم الاول سے مراد نقوش اور المنطق سے مراد ملکہ۔ اب عبارت یوں ہوگی النقوش فی حصول الملکۃ۔

﴿۲﴾ القسم الاول سے مراد الفاظ ہوں یعنی الالفاظ فی حصول الملکۃ ﴿۳﴾ المعانی فی حصول الملکۃ ﴿۴﴾ النقوش والالفاظ فی حصول الملکۃ ﴿۵﴾ النقوش والمعانی فی حصول الملکۃ ﴿۶﴾ الالفاظ والمعانی فی حصول الملکۃ ﴿۷﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی حصول الملکۃ۔

دوسری صورت کہ المنطق سے مراد علم بجمیع المسائل ہو اور القسم الاول سے مراد سات احتمالات مذکورہ میں سے کوئی ہو۔

﴿۸﴾ المنطق سے مراد علم بجمیع المسائل ہو اور القسم الاول سے مراد نقوش ہوں یعنی النقوش فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۹﴾ الالفاظ فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۰﴾ المعانی فی تحصیل العلم

besturdubooks.wordpress.com

بجمیع المسائل ﴿۱۱﴾ النقوش والالفاظ فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۲﴾ النقوش والمعانی فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۳﴾ الالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم بجمیع المسائل ﴿۱۴﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم بجمیع المسائل

تیسری صورت کہ المنطق سے مراد علم ببعض المسائل ہو اور القسم الاول میں سات احتمالات ہوں

﴿۱۵﴾ المنطق سے مراد علم ببعض المسائل اور القسم الاول سے مراد نقوش ہوں تو عبارت یوں ہوگی النقوش فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۶﴾ الالفاظ فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۷﴾ المعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۸﴾ النقوش والالفاظ فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۱۹﴾ النقوش والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۲۰﴾ الالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل ﴿۲۱﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی تحصیل العلم ببعض المسائل

چوتھی صورت کہ المنطق سے مراد نفس جمیع المسائل ہوں اور القسم الاول میں سات احتمالات مذکورہ ہوں۔

﴿۲۲﴾ النقوش فی بیان نفس جمیع المسائل ﴿۲۳﴾ الالفاظ فی بیان نفس جمیع المسائل ﴿۲۴﴾ المعانی فی بیان نفس جمیع المسائل ﴿۲۵﴾ النقوش والالفاظ فی بیان نفس جمیع المسائل ﴿۲۶﴾ النقوش والمعانی فی بیان نفس جمیع المسائل ﴿۲۷﴾ الالفاظ والمعانی فی بیان نفس جمیع المسائل ﴿۲۸﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی بیان نفس جمیع المسائل

پانچویں صورت کہ المنطق سے مراد نفس بعض مسائل اور القسم الاول سے مراد سات احتمالات مذکورہ ہوں۔

﴿۲۹﴾ النقوش فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۰﴾ الالفاظ فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۱﴾ المعانی فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۲﴾ النقوش والالفاظ فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۳﴾ النقوش والمعانی فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۴﴾ الالفاظ والمعانی فی بیان نفس بعض المسائل ﴿۳۵﴾ النقوش والالفاظ والمعانی فی بیان نفس بعض المسائل

یہ پینتیس احتمالات ہیں ہر احتمال ایک مستقل جواب ہے ان میں سے ہر ایک میں ظرف اور مظروف غیر غیر ہیں ان احتمالات میں سے ہر ایک میں ظرف اور چیز ہے اور مظروف اور ہے ظرفیة الشئ لنفسه یہاں نہیں ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

	منطق میں احتمالات	ملکہ	العلم بجمیع المسائل	العلم بالقدر المعتد بہ	نفس جمیع المسائل	نفس القدر المعتد بہ
		تحصیل	تحصیل یا حصول	تحصیل یا حصول	بیان	بیان
سبعہ احتمالات فی الاول	صرف الفاظ	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	صرف معانی	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	صرف نقوش	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	الفاظ و معانی	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	الفاظ ونقوش	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	معانی ونقوش	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
	الفاظ و معانی ونقوش	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

قوله مقدمة: ای هذه مقدمة بین فیها امور ثلثة رسم المنطق وبیان الحاجة الیه و موضوعه وهی ما خوذة من مقدمة الجیش والمراد منها ههنا ان کان الکتاب عبارة عن الالفاظ والعبارات طائفة من الکلام قدمت امام المقصود لارتباط المقصود بها ونفعها فیه وان کان عبارة عن المعانی فالمراد من المقدمة طائفة من المعانی یوجب الاطلاع علیها بصیرة فی الشروع وتجویز الاحتمالات الاخر فی الکتاب یستدعی جوازها فی المقدمة التی هی جزؤه لکن القوم لم یزیدوا علی الالفاظ والمعانی فی هذا الباب

ترجمہ:۔یعنی هذه مقدمة اس میں تین امور بیان کئے جائیں گے منطق کی تعریف اور اس کی طرف حاجت کا بیان اور اس کا موضوع اور یہ مقدمة الجیش سے ماخوذ ہے اور یہاں مقدمہ سے مراد اگر کتاب نام ہو الفاظ اور عبارات کا یہ ہے کہ وہ مقدمہ کلام کا ایسا ٹکڑا ہے جو مقصود سے پہلے ہو واسطے مرتبط ہونے مقصود کے اس کے ساتھ اور اس کے اس مقصود میں نفع دینے کیلئے اور اگر کتاب معانی کا نام ہو تو مقدمہ سے مراد معانی کا وہ ٹکڑا ہے جس پر مطلع ہونا شروع فی العلم میں بصیرۃ کو واجب کرتا ہے اور

besturdubooks.wordpress.com

کتاب میں دیگر احتمالات کو جائز رکھنا مقدمہ میں بھی ان احتمالات کے جواز کو چاہتا ہے وہ مقدمہ جو کتاب کا جزو ہے لیکن قوم نے اس باب میں الفاظ اور معانی پر (دیگر احتمالات کا) اضافہ نہیں کیا۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض توضیح متن ہے مقدمہ کے بارے میں چند تحقیقات ہیں جن کا ذکر مرقات میں بھی گزرا ہے (۱) تحقیق ترکیبی (۲) تحقیق صیغوی (۳) تحقیق ماخذی (۴) تحقیق اشتمالی (۵) تحقیق معنوی

علامہ یزدی نے اپنے اس قول میں صیغوی تحقیق کو بیان نہیں کیا باقی چار تحقیقوں کو بیان کیا ہے وھذہ مقدمة سے ترکیبی تحقیق کو وھی ماخوذة من مقدمة الجیش سے ماخذی تحقیق کو،بین فیھا امور ثلاثة کی عبارت سے تحقیق اشتمالی کو اور والمراد منھا ھھنا ان کا ن الکتاب سے معنوی تحقیق کو بیان کیا ہے۔

﴿۱﴾ **ترکیبی تحقیق**:۔مقدمہ کی ترکیبی تحقیق یہ ہے کہ لفظِ مقدمہ کو مرفوع بھی پڑھا جا سکتا ہے اور منصوب و مجرور بھی۔مرفوع پڑھنے کی صورت میں دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں (۱) مقدمہ کو خبر بنایا جائے مبتدا محذوف کیلئے ای ھذہ مقدمة (۲) مقدمہ کو مبتدا بنایا جائے اور ھذہ کو اس کی خبر مانا جائے ای مقدمة ھذہ (۳) منصوب پڑھنے کی صورت میں ایک ترکیب ہوسکتی ہے کہ اس کو فعل محذوف کیلئے مفعول بہ بنایا جائے وہ فعل محذوف دو قسم کے نکالے جا سکتے ہیں یعنی خذ المقدمة او بحث المقدمة (۴) مجرور ہونے کی حالت میں مضاف الیہ بنایا جائے گا بحث کا ای ھذا بحث المقدمة (۵) اس پر کوئی اعراب نہ پڑھا جائے جیسے اسمائے اعداد اثنان، ثلاثہ وغیرہ کو بغیر اعراب کے پڑھا جاتا ہے اسی طرح اس کو بھی بغیر کسی اعراب کے پڑھا جائے۔یہاں کل پانچ ترکیبیں ہوئیں ان پانچ میں سے صرف پہلی ترکیب (ھذہ کو مبتداء اور مقدمة کو اس کی خبر بنایا جائے) راجح ہے باقی ترکیبیں مرجوح ہیں۔باقی ترکیبوں کے مرجوح ہونے کی علت ترتیب وار اس طرح سمجھیں (۲) مرفوع پڑھنے کی حالت میں مقدمة کو مبتداء بنانا اس لئے مرجوح ہے کیونکہ نکارت مبتداء (مبتداء کا نکرہ ہونا) کی خرابی لازم آئیگی۔

(۳) منصوب پڑھنے کی صورت میں مقدمة کو مفعول بہ بنانا بھی درست نہیں کیونکہ اس صورت میں فعل و فاعل یعنی جملہ محذوف ماننا پڑتا ہے اور کثرت حذف یہ قبیح ہے (۴) مجرور پڑھ کر اس کو مضاف الیہ بنانے کی صورت میں بھی کثرت حذف لازم آتا ہے کہ مبتدا اور مضاف دو چیزوں کو محذوف ماننا پڑتا ہے یعنی ھذا بحث کو مقدر ماننا پڑتا ہے (۵) مقدمة کو بغیر اعراب کے اسمائے اعداد کی طرح پڑھنا بھی مرجوح ہے کیونکہ کلام عرب میں کسی کلمہ کو بغیر اعراب کے نہیں پڑھا جاتا اصل کلام عرب میں یہ ہے کہ اس کلمہ پر اعراب پڑھا جائے۔

besturdubooks.wordpress.com

﴿۲﴾ صیغوی تحقیق :۔ دوسری تحقیق مقدمۃ میں صیغوی ہے کہ مقدمۃ یہ صیغہ کونسا ہے اسم فاعل کا صیغہ ہے یا اسم مفعول کا صیغہ ہے راجح قول یہی ہے کہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اس وقت اس کے معنی ہونگے آگے کرنے والا۔ اس صورت میں اعتراض ہوتا ہے کہ مقدمہ تو خود آگے ہونے والا ہے آگے کرنے والا تو نہیں اس کے دو جواب ہیں۔

جواب (۱) :۔ اس صورت میں مقدِمۃ کو متقدِمۃ کے معنی میں کرلیں گے یعنی باب تفعیل کے اسم فاعل کو باب تفعل کے اسم فاعل کے معنی میں کریں گے تو اب متقدِمۃ ہو جائے گا اور اب اس کا معنی درست ہے کہ آگے ہونے والا۔

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ آپ کے اختیار میں ہے کہ جہاں چاہو تو باب تفعیل کو باب تفعل کے معنی میں کردو تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں بھی باب تفعیل کو باب تفعل میں استعمال کیا گیا ہے جیسے وتبتل الیہ تبتیلا یہاں تبتل یہ باب تفعل کا صیغہ ہے اس کا مصدر تبتُّلا آنا چاہیے تھا لیکن اس کا مصدر باب تفعیل کے وزن پر تبتیلا آیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ باب تفعل، تفعیل کی طرف اور باب تفعیل تفعل کی طرف عدول کرتا رہتا ہے۔

جواب (۲) :یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مقدمۃ کو اسم فاعل کے وزن پر ہی پڑھا جائے پھر مطلب یہ ہوگا کہ آگے کرنے والا یہ معنی بھی صحیح ہے کیونکہ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ مقدمہ عالم کو جاہل سے آگے کرنے والا ہے یعنی جو شخص مقدمہ کے بارے میں علم رکھتا ہے وہ اس شخص سے جو مباحث مقدمہ کا علم نہیں رکھتا علم میں زیادہ قوی ہوگا۔

دوسری صورت اس میں یہ بھی ہے کہ اس کو اسم مفعول کے وزن پر مقدَّمۃ پڑھا جائے اس وقت معنی تو درست بنتا ہے کہ آگے کیا ہوا لیکن علامہ زمخشریؒ نے لکھا ہے کہ یہ خلف عن قول السلف ہے یعنی سلف میں سے کسی نے بھی اس کا قول نہیں کیا کہ یہ مقدَّمۃ ہے اس لئے یہ صحیح نہیں۔

﴿۳﴾ تحقیقِ ماخذی :۔ تیسری تحقیق لفظِ مقدمۃ میں ماخذی ہے ماخذی تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ یہ لفظِ مقدمۃ کس سے نکلا ہے سو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ مقدمۃ الجیش سے نکلا ہے مقدمۃ الجیش بڑی فوج کے ایک چھوٹے سے دستہ کو کہا جاتا ہے جو کہ فوج سے پہلے آگے بھیج دیا جاتا ہے تاکہ وہ آگے جا کر کیمپ لگائے اور فوج کیلئے بندوبست کرے تاکہ بعد میں آنے والی بڑی فوج کو کوئی دقت و مشقت نہ اٹھانی پڑے اس فوج کے چھوٹے دستے کو مقدمۃ الجیش کہتے ہیں یہ مقدمہ کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہے اس کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ جیسے وہ چھوٹا دستہ آگے جا کر بڑی فوج کیلئے انتظامات کرتا ہے تاکہ بڑی فوج کو بعد میں تکلیف نہ ہو ایسے ہی مقدمہ میں کچھ تھوڑے سے ایسے مسائل بیان کیے جاتے ہیں جن کے سمجھنے سے

besturdubooks.wordpress.com

آنے والے بڑے اور مقصودی مضامین کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے آنے والے مسائل کے سمجھنے میں دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔

﴿۴﴾ **اشتمالی تحقیق**:۔ اشتمالی تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ یہ مقدمہ کن مضامین پر مشتمل ہوگا یعنی اس مقدمہ میں کن چیزوں کو بیان کیا جائے گا **بیـن فیها امور ثلاثة** کی عبارت میں اس تحقیق کو یزدی صاحب نے بیان کیا ہے کہ مقدمہ تین چیزوں پر مشتمل ہے (۱) مقدمہ میں علم منطق کی تعریف بیان کی جائے گی (۲) منطق کی احتیاجی بیان کی جائیگی جس کے ضمن میں غرض منطق بھی واضح ہو جائے گی (۳) منطق کا موضوع بیان کیا جائے گا۔

﴿۵﴾ **معنوی تحقیق**:۔ یعنی لفظِ مقدمہ کا معنی کیا ہے اس کو یزدی صاحب نے **والمراد منها الخ** میں بیان کیا۔

معنوی تحقیق کے سمجھنے سے پہلے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ مقدمہ دو قسم پر ہے۔ ایک **مقدمۃ الکتاب** دوسرا **مقدمۃ العلم**۔ منطق کی کتابوں میں اور عام کتابوں میں جو مقدمہ بیان کیا جاتا ہے وہ مقدمۃ العلم ہوتا ہے البتہ مختصر المعانی کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ مقدمۃ الکتاب ہے کتاب کے اندر چونکہ **سات احتمالات** تھے لہٰذا اگر کتاب سے مراد الفاظ اور نقوش ہوں تو اس وقت مقدمہ کا معنی یہ ہوگا کہ مقدمہ کلام کے اس ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جو اصل مقصود سے پہلے بیان کیا جاتا ہے اسلئے کہ مقصود کا اس سے تعلق ہوتا ہے یا یہ ٹکڑا الفاظ کا مقصود کے سمجھنے میں نفع مند ہوتا ہے اور اگر کتاب سے مراد معانی ہوں تو اس وقت مقدمہ کا معنی یہ ہوگا کہ مقدمہ معانی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جن پر علم میں علی وجہ البصیرۃ شروع ہونا موقوف ہو یعنی علم میں علی وجہ البصیرۃ شروع ہونے کیلئے ان معانی کا جاننا ضروری ہو اس مقام میں جیسے کتاب کے اندر سات احتمالات نکلتے تھے ایسے ہی لفظ مقدمہ کے معنی میں بھی وہ احتمالات بدستور نکل سکتے ہیں لیکن منطقیوں نے صرف یہاں دو احتمالات ہی کو بیان کیا ہے زیادہ کو بیان نہیں کیا یعنی صرف الفاظ اور معانی والے دو احتمالات کو منطقیوں نے ذکر کیا ہے باقی پانچ احتمالات کو ذکر نہیں کیا۔

فائدہ: **مقدمۃ العلم ومقدمۃ الکتاب میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے** مقدمۃ الکتاب یہ اعم مطلق ہے اور مقدمۃ العلم یہ اخص مطلق ہے جہاں مقدمۃ العلم ہوگا وہاں مقدمۃ الکتاب ضرور ہوگا کیونکہ مقدمۃ العلم تو معانی کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو کہ مقصود کے شروع کرنے میں مفید ہوتا ہے جہاں معانی ہونگے وہاں الفاظ ضرور ہونگے اسلئے یہاں مقدمۃ الکتاب ضرور ہوگا لیکن جہاں مقدمۃ الکتاب ہو وہاں ضروری نہیں کہ مقدمۃ العلم بھی ہو کیونکہ مقدمۃ الکتاب تو الفاظ کے ایک ٹکڑے کا نام ہے جو کہ مقصود سے پہلے بیان ہوتا ہے جہاں الفاظ ہوں وہاں معانی کا ہونا ضروری نہیں اسلئے یہاں مقدمۃ العلم کا ہونا بھی ضروری نہیں

besturdubooks.wordpress.com

قوله العلم: هو الصورة الحاصلة من الشئ عند العقل والمصنف لم يتعرض لتعريفه اما للاكتفاء بالتصور بوجه ما في مقام التقسيم واما لان تعريف العلم مشهور مستفيض واما لان العلم بديهي التصور على ما قيل

ترجمہ:۔علم وہ کسی شی کی عقل کے نزدیک حاصل ہونے والی صورت کا نام ہے اور مصنف ؒ نہیں درپے ہوا اس کی تعریف کو ذکر کرنے کے یا تو مقام تقسیم میں علم کے تصور بوجہ ما پر اکتفاء کرنے کی وجہ سے یا اسلئے کہ علم کی تعریف مشہور ومعروف ہے یا اسلئے کہ علم بدیہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض دو چیزیں ہیں (۱) مصنف ؒ نے علم کی تعریف نہیں کی یزدی صاحب اس کی تعریف بیان کر رہے ہیں (۲) ماتن پر ہونے والے (اعتراض کہ علم کی تعریف کیے بغیر اسکی تقسیم شروع کر دی) کے جوابات دینا۔اس اعتراض کے یزدی نے تین جوابات دیئے ہیں۔

علم کی تعریف:۔الصورة الحاصلة من الشئ عند العقل (کسی شی کی صورت کا عقل کے ہاں حاصل ہو جانا)

اعتراض:۔ماتن علامہ تفتازانی ؒ پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے علم کی تعریف کیے بغیر اسکی تقسیم شروع کر دی ہے حالانکہ تقسیم سے پہلے تو معرَّف کی تعریف کی جاتی ہے اس اعتراض کے یزدی نے تین جواب دیئے ہیں۔

جواب (۱):۔ماتن ؒ نے علم کی تعریف اسلئے نہیں کی کیونکہ مقامِ تقسیم میں تصور بوجہ ما کافی ہوتا ہے تقسیم کیلئے۔تصور بوجہ ما کا مطلب ہے مختصر سا تصور علم کا۔تصور بوجہ ما وہ دانستن (جاننا) ہے یعنی اتنا معلوم کر لیا کہ علم کا معنی جاننا ہے یہ علم کی تقسیم کیلئے کافی ہے اور اتنا تو معلوم تھا اس لئے تعریف نہیں کی۔

جواب (۲):۔علم کی تعریف مشہور ومعروف تھی کہ علم اس صورت کو کہتے ہیں جو کسی شی کی عقل کے نزدیک حاصل ہوتی ہے اسی شہرت پر اکتفاء کرتے ہوئے علم کی تعریف نہیں کی۔

جواب (۳):۔علم بدیہی تھا جیسا کہ امام رازی ؒ کا مذہب بھی یہی ہے اور تعریف تو نظری چیز کی کی جاتی ہے علم چونکہ بدیہی التصور تھا اس لئے علم کی تعریف نہیں کی۔

فائدہ:۔علم کی تعریف کیا ہے؟ منطقیوں کا علم کی تعریف میں اختلاف ہے۔علم کی پانچ تعریفیں کی گئی ہیں لیکن شارح نے

besturdubooks.wordpress.com

الصورۃ الحاصلۃ الخ والی تعریف کو اختیار کیا اس کی وجہ اور وہ پانچ تعریفیں مکمل سمجھنے سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

تمہید﴿۱﴾:۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دماغ دیا ہے یہ ایک آئینہ ہے جیسے شیشے کا آئینہ ہوتا ہے جیسے شیشے کے سامنے جس چیز کی صورت کو بھی رکھا جائے تو اس شئی کی صورت شیشے میں نقش ہو جاتی ہے ایسے ہی دماغ کے سامنے جس چیز کی صورت کو بھی کیا جائے تو اس شئی کی صورت بھی دماغ میں نقش ہو جاتی ہے دماغ کے آئینہ اور شیشے کے آئینے میں اتنا فرق ہے کہ شیشے کے آئینے میں صرف محسوس ومبصر چیزوں کی شکلیں آتی ہیں مثلاً درختوں، پہاڑوں اور انسانوں وغیرہ کی شکلیں اس میں آتی ہیں معقولی چیز کی شکلیں مثلاً محبت، بغض، حسد، عداوت، کی شکلیں اس آئینہ میں نہیں آتیں۔لیکن دماغ کا آئینہ یہ ایک ایسا آئینہ ہے کہ اس میں محسوسات کی شکلیں بھی آتی ہیں اور معقولات کی شکلیں بھی آتی ہیں۔

تمہید﴿۲﴾:۔جب بھی انسان کسی شئی کا علم حاصل کرے گا تو اس کیلئے اس معلوم شئی کا اس عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہوگا ورنہ تو علم حاصل نہیں ہوگا دلیل اس بات کی کہ معلوم شئی کا اس عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہے وہ یہ کہ اگر معلوم شئی کا موجود ہونا ضروری نہ ہوتا تو پھر ہر شخص یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ مجھے کائنات کی تمام چیزوں کا علم ہے لیکن کائنات کی تمام چیزوں کو کسی نے نہیں دیکھا اس لئے کوئی یہ دعویٰ بھی نہیں کر سکتا اور اگر بالفرض کوئی یہ دعویٰ کرے بھی کہ مجھے فلاں شئی کا علم ہے اور اس نے اس شئی کو دیکھا بھی نہ ہو تو اس کو اپنے اس دعوے میں جھوٹا سمجھا جائے گا اس سے یہ معلوم ہوا کہ معلوم شئی کا عالم کے پاس موجود ہونا ضروری ہے چاہے معلوم کی ذات عالم کے پاس موجود ہو یا معلوم کی صورت، اگر معلوم کی ذات عالم کے پاس موجود ہو تو اس کو علم حضوری کہتے ہیں جیسے انسان کا علم اپنی ذات کے بارے میں۔انسان کی قوت عاقلہ یہ عالم ہے اور وجودِ انسانی معلوم ہے جو کہ اس قوت عاقلہ کے سامنے موجود ہے۔اور اگر وہ معلوم شئی کی ذات تو عالم کے پاس موجود نہ ہو لیکن عالم کے ذہن میں اس کی صورت موجود ہو تو اس کو علم حصولی کہیں گے جیسے زید نے عمرو کو ایک مرتبہ دیکھا پھر زید کے سامنے کبھی کسی نے عمرو کا نام لیا تو تھوڑے غور کے بعد زید کو عمرو کا علم آ گیا اگر چہ یہاں عمرو کی ذات تو زید کے پاس موجود نہیں لیکن عمرو کی صورت زید کے ذہن میں ہے ان دونوں علموں میں سے ہر ایک کی عالم کے اعتبار سے پھر دو دو قسمیں ہیں عالم اگر قدیم ہے تو اس کا علم بھی قدیم ہوگا اور اگر عالم حادث ہے تو پھر اس کا علم بھی حادث ہوگا اس اعتبار سے علم کی چار قسمیں بن جائیں گی۔

(۱)علم حضوری قدیم (۲)علم حضوری حادث (۳)علم حصولی قدیم (۴)علم حصولی حادث۔

besturdubooks.wordpress.com

(۱) علم حضوری قدیم کی مثال:۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا علم اپنی ذات کے بارے میں اور تمام کائنات کے بارے میں یہ علم حضوری قدیم ہے حضوری تو اس لئے کہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہے اور قدیم اس لئے کہ عالم یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے قدیم اس کو کہتے ہیں جس کی نہ ابتداء ہو اور نہ انتہاء ہو۔

(۲) علم حضوری حادث کی مثال:۔ جیسے انسان کا علم اپنی ذات کے بارے میں علم حضوری حادث ہے حضوری تو اس لئے کہ انسان کی ذات قوت عاقلہ (عالم) کے سامنے موجود ہے اور حادث اس لئے کہ یہاں عالم حادث ہے۔

(۳) علم حصولی قدیم کی مثال:۔ جیسے عقول عشرہ جو کہ مناطقہ کے نزدیک قدیم ہیں اہل سنت والجماعت کے ہاں یہ قدیم نہیں مناطقہ کے مذہب کے اعتبار سے عقول عشرہ جن کو دس فرشتے بھی کہا جاسکتا ہے ان کا علم تمام کائنات کے بارے میں یہ علم حصولی قدیم ہے حصولی تو اسلئے ہے کہ وہ صورت کے ذریعے علم حاصل کرتے ہیں اور قدیم اس لئے کہ عقول عشرہ جو کہ عالم ہیں مناطقہ کے ہاں یہ قدیم ہیں۔

(۴) علم حصولی حادث کی مثال:۔ جیسے زید کا علم عمرو کے بارے میں جیسا کہ ماقبل میں گزرا یہ علم حصولی حادث ہے حصولی تو اسلئے کہ معلوم کی صورت موجود ہے اور حادث اسلئے کہ عالم یعنی انسان کی قوت عاقلہ یہ حادث ہے۔

تمہید ﴿۳﴾:۔ جہاں بھی انسان کسی چیز کا علم حاصل کرے گا تو وہاں پانچ چیزیں ضرور ہوں گی (۱) وہ معلوم چیز عقل کے سامنے موجود ہوگی خواہ ذات کے اعتبار سے یا صورت کے اعتبار سے اس کو منطقی الحاضر عند المدرک کہتے ہیں (۲) اس معلوم شئی کی صورت کا ذہن میں منقش ہو جانا اس کو منطقی الصورۃ الحاصلۃ من الشئ عند العقل سے تعبیر کرتے ہیں (۳) اس معلوم شئی کی صورت کا ذہن میں حاصل ہونا یہ معنی مصدری اسکو منطقی حصول صورۃ الشئ فی العقل سے تعبیر کرتے ہیں (۴) نفس یعنی عقل کا اس معلوم شئی کی صورت کو قبول کر لینا اسکو منطقی قبول النفس لتلک الصورۃ سے تعبیر کرتے ہیں (۵) عالم اور معلوم کے درمیان تعلق کا ہونا اس کو منطقی الاضافۃ بین العالم والمعلوم سے تعبیر کرتے ہیں

اب مناطقہ کا علم کی تعریف میں اختلاف ہے۔ وہ اختلاف صرف تعیین کے بارے میں ہے ان پانچ چیزوں کے ہونے کا ہر منطقی قائل ہے لیکن علم ان پانچ چیزوں میں سے کس کا نام ہے اسمیں پھر اختلاف ہے بعض نے الصورۃ الحاصلۃ الخ کو علم کہا بعض نے حصول صورۃ الشئ الخ وغیرہ کو علم کہا۔

اعتراض:۔ یہاں شارح یزدی پر اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے علم کی جو پانچ تعریفیں کی جاتی ہیں ان میں سے الصورۃ

besturdubooks.wordpress.com

الحاصلة من الشیٔ عند العقل کو کیوں اختیار کیا؟ عام طور پر تو مناطقہ اپنی کتابوں میں حصول صورۃ الشیٔ فی العقل والی تعریف کو ذکر کرتے ہیں یزدی نے اس تعریف کو کیوں ترجیح دی؟

جواب:۔ یزدی نے الصورۃ الحاصلة من الشیٔ عند العقل والی تعریف کو ترجیح چند وجوہات کی بناء پر دی ہے۔

پہلی وجہ:۔ ماتن نے جو علم کی تقسیم آگے بدیہی اور نظری کی طرف کی ہے اس میں علم نظری کے حصول کیلئے غور وفکر کی ضرورت پڑتی ہے اور نظر وفکر کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ چند امور معلومہ کو ترتیب دینا ایسے طریقے سے کہ ان کے ذریعے مجہول چیز حاصل ہو جائے امور معلومہ کے ترتیب دینے کو کسب کہتے ہیں اور مجہول کا اس کے ذریعے سے حاصل کرنا اسکو اکتساب کہتے ہیں یہ کسب و اکتساب الصورۃ الحاصلة والی تعریف میں تو ہوسکتا ہے باقی چاروں میں نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ان میں معنی مصدری ہے اور معنی مصدری نہ کسب ہوتا ہے اور نہ مکتسب ہوتا ہے اس لئے یزدی نے اس تعریف کو ترجیح دی ہے۔

دوسری وجہ:۔ حصول صورۃ الشیٔ فی العقل میں تو فی ظرفیت کیلئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شی کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا اسکو علم کہتے ہیں اگر وہ عقل میں صورت حاصل نہ ہو تو اسکو علم نہیں کہتے اس تعریف کے مطابق کلیات کا علم تو علم کی تعریف میں داخل ہوتا ہے کیونکہ ان کا علم عقل میں حاصل ہوتا ہے لیکن جزئیات کا علم اس تعریف سے خارج ہوجاتا ہے کیونکہ وہ عقل میں نہیں بلکہ قوت وہمیہ میں حاصل ہوتا ہے جو کہ عقل کے قریب ہے اسلئے الصورۃ الحاصلة والے معنی کو ترجیح دی تاکہ علم کی تعریف کلیات وجزئیات دونوں کے علم کو شامل ہوجائے اب چونکہ اس تعریف میں فی ظرفیت والی نہیں اب معنی یہ ہوگا کہ عقل کے نزدیک کسی شئے کی صورت کا حاصل ہونا چاہے وہ عقل میں حاصل ہو یا عقل کے نزدیک قوت وہمیہ میں ہر دو صورتوں میں عقل کے نزدیک تو ہے۔

تیسری وجہ:۔ حصول صورۃ الشیٔ میں صورت کی اضافت شی کی طرف ہے اس اضافت کا تقاضا یہ ہے کہ شی کی صورت صادق اگر ذہن میں جائے یعنی علم صادق ہو تو اس کو علم کہا جائے اور اگر اس شی کی صورت ذہن میں نہ جائے بلکہ صورت کسی اور شی کی ذہن میں جائے یعنی علم کاذب ہو تو اس کو علم نہ کہا جائے یزدی نے الصورۃ الحاصلة والے معنی کو ذکر کر کے علم صادق اور کاذب دونوں کو علم کی تعریف میں داخل کر دیا اس میں چونکہ اضافت صورت کی شی کی طرف نہیں اس لئے اب معنی یہ ہوگا کہ کسی شی کی صورت کا ذہن میں حاصل ہوجانا چاہے وہ صورت صادق ہو یا کاذب۔

چوتھی وجہ:۔ حصول صورۃ الشیٔ فی العقل کے ساتھ جن لوگوں نے علم کی تعریف کی ہے انہوں نے بھی حصول کو الحاصلة

besturdubooks.wordpress.com

کے معنی میں کیا اور پھر الصورۃ موصوف کو پہلے کر کے الحاصلۃ صفت کو بعد میں لا کر الصورۃ الحاصلۃ الخ معنی کیا یزدی کہتا ہے کہ میں نے یہ تکلف نہیں کیا بلکہ ابتداء ہی سے الصورۃ الحاصلۃ کہہ دیا اس میں کونسی خرابی ہے۔

پانچویں وجہ:۔ اس کے سمجھنے سے پہلے اس بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ علم کی جو ہم تقسیم تصور وتصدیق یا بدیہی ونظری کی طرف کر رہے ہیں یہ تقسیم علم حصولی حادث کی ہے علم حضوری کی یہ تقسیم نہیں نیز علم حصولی قدیم کی بھی یہ تقسیم نہیں کیونکہ علم کی یہ تقسیم علم حصولی حادث کے اعتبار سے تھی اسلئے یزدی صاحب نے الصورة الحاصلة من الشئ عند العقل والی تعریف کی ہے تاکہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو جائے کہ یہ علم حصولی حادث کی تقسیم ہے۔ وہ اشارہ اس تعریف سے اس طرح ہوا کہ جب انہوں نے الصورة کا لفظ اس تعریف میں بولا تو علم حضوری نکل گیا کیونکہ وہاں صورت نہیں ہوتی بلکہ ذات ہوتی ہے جب الحاصلة کا لفظ بولا تو اس سے علم حصولی قدیم نکل گیا کیونکہ الحاصلة کا معنی تو یہ ہے کہ پہلے نہ ہو اور اب حاصل ہو اور قدیم تو اس کو کہتے ہیں جو ازل سے ابد تک ہو۔

قوله ان كان اذعانا للنسبة: اى اعتقادا للنسبة الخبرية الثبوتية كالاذعان بان زيدا قائم اوالسلبية كالاعتقاد بانه ليس بقائم فقد اختار مذهب الحكماء حيث جعل التصديق نفس الاذعان والحكم دون المجموع المركب منه ومن تصور الطرفين كما زعمه الامام الرازیؒ واختار مذهب القدماء حيث جعل متعلق الاذعان والحكم الذى هو جزء اخير للقضية هو النسبة الخبرية الثبوتية او السلبية لا وقوع النسبة الثبوتية التقييدية اولا وقوعها وسيشير الى تثليث اجزاء القضية فى مباحث القضايا

ترجمہ:۔ یعنی علم اگر نسبت خبریہ ثبوتیہ کا اعتقاد ہو (تو تصدیق ہے) جیسے زید کے قائم ہونے کا اعتقاد یا (نسبت خبریہ) سلبیہ کا اعتقاد ہو جیسے زید کے قائم نہ ہونے کا اعتقاد۔ پس مصنفؒ نے حکماء کے مذہب کو اختیار فرمایا ہے اس طرح کہ نفس اعتقاد اور حکم کو تصدیق قرار دیا ہے نہ کہ تصور طرفین اور حکم کے مجموعہ مرکبہ کو۔ جیسا کہ گمان کیا ہے اس کو امام رازیؒ نے۔ اور ماتنؒ نے متقدمین کا مذہب اختیار کیا ہے کیونکہ اذعان وحکم کا متعلق قضیہ کی اس جزو اخیر کو قرار دیا ہے جو نسبت خبریہ ثبوتیہ یا سلبیہ ہے۔ نسبت ثبوتیہ تقییدیہ کے وقوع یا لا وقوع کو اذعان وحکم کا متعلق نہیں قرار دیا مصنفؒ عنقریب اشارہ فرمائیں گے مباحث قضایا میں اجزاء قضیہ کے تین ہونے کی طرف۔

besturdubooks.wordpress.com

اغراض شارح: ای اعتقادا للنسبة الخ سے فقد اختار تک صرف توضیح متن ہے اور فقد اختار سے لیکر و سیشیر تک غرض شارح دو مختلف فیہ مسئلوں کو بیان کرنا ہے اور ماتنؒ کے مذہب کو متعین کرنا ہے اور و سیشیر سے لے کر آخر تک غرض شارح ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

ان کان اذعانا للنسبة: یہاں اذعان کا معنی اعتقاد کا ہے یقین کا نہیں کیونکہ اگر یقین والا معنی ہو تو پھر تصدیق کے نیچے علم کے تین اقسام علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین تو داخل ہوں گے۔ باقی تین قسم جہل مرکب، تقلید، ظن غالب داخل نہیں ہوں گے کیونکہ ان میں نسبت کا گمان غالب تو ہوتا ہے لیکن یقین نہیں ہوتا اس لئے اس نے اعتقاد کا معنی کیا ہے کہ نسبت خبری کا گمان غالب۔ تو وہ تصدیق ہے ان چھ قسموں میں گمان غالب سب میں ہوتا ہے لہذا اب تصدیق کے نیچے علم کی چھ قسمیں (۱) جہل مرکب (۲) تقلید (۳) ظن (۴) علم الیقین (۵) عین الیقین (۶) حق الیقین یہ داخل ہوں گی۔

فقد اختار مذهب الحكماء الخ: یہاں سے لیکر و سیشیر تک یزدی کی غرض دو مختلف فیہ مسائل بیان کرنا اور ان میں ماتن یعنی تفتازانیؒ کے مذہب کو متعین کرنا مقصود ہے۔

پہلا مسئلہ مختلف فیہ: وہ یہ ہے کہ آیا تصدیق بسیط ہے یا کہ مرکب حکماء کے ہاں تصدیق بسیط ہے اور امام رازیؒ کے ہاں تصدیق مرکب ہے۔ امام رازیؒ اور حکماء کے مذہب میں تین قسم کا فرق ہے۔

پہلا فرق: حکماء کے ہاں تصورات ثلاثہ (موضوع کا تصور، محمول کا تصور، نسبت تامہ کا تصور) تصدیق کیلئے شرط ہیں اور امام رازیؒ کے نزدیک تصدیق کا شطر (جزو) ہیں۔

دوسرا فرق: حکماء کے ہاں حکم عین تصدیق ہے اور امام رازیؒ کے نزدیک حکم جزو تصدیق ہے۔

تیسرا فرق: حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہے اور امام رازیؒ کے نزدیک تصدیق مرکب ہے۔

یہاں یزدی نے یہ بات واضح کر دی کہ علامہ تفتازانیؒ کا مذہب حکماء والا ہے یعنی تفتازانیؒ کے ہاں تصدیق بسیط ہے وہ اس طرح معلوم ہوا کہ تفتازانیؒ نے علم کی تعریف میں کہا کہ اگر نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو وہ تصدیق ہے یہاں فتصدیق میں یہ تصدیق خبر ہے مبتداء ھی محذوف ہے مطلب یہ ہوگا کہ نسبت خبری کا گمان غالب ہو تو وہ نسبت تصدیق ہے نہ کہ مجموعہ تصورات ثلاثہ اور حکم۔

besturdubooks.wordpress.com

دوسرا مسئلہ مختلف فیہ: آیا قضیہ کے اجزاء تین ہیں یا چار؟ اسمیں متقدمین مناطقہ اور متاخرین مناطقہ کا آپس میں اختلاف ہے

متقدمین کا مذہب:۔ اجزاء قضیہ تین ہیں اس کی مختصری وجہ اور پس منظر یہ ہے کہ قدماء کہتے ہیں کہ تصور اور تصدیق یہ دونوں جدا جدا چیزیں ہیں ان دونوں کا متعلق کسی ایک چیز کو نکالو تا کہ کسی وقت یہ دونوں جمع بھی ہوسکیں ورنہ اگر آپ متعلق ایک نہیں نکالیں گے تو پھر ان میں منافرت بعیدہ پیدا ہوجائے گی کبھی بھی پھر جمع نہیں ہوسکیں گے ان دونوں کا متعلق ایک ہی نسبت کو نکالو یعنی ایک ہی نسبت کا اگر صرف تصور ہو تو وہ تصور ہے اور اگر گمان غالب ہو تو وہ تصدیق ہے جیسے **یقظہ** اور **نوم** یہ دونوں ایک ہی آدمی کو عارض ہوتے ہیں یکے بعد دیگرے۔ ایسے ہی یہاں تصور اور تصدیق ایک ہی نسبت کو یکے بعد دیگرے عارض ہونگے

متاخرین کا مذہب:۔ اجزاء قضیہ چار ہیں (۱) موضوع (۲) **محمول** (۳) نسبت **تقییدیہ** (۴) **وقوع نسبت لاوقوع نسبت**۔ انہوں نے اس کی وجہ اور پس منظر یہ پیش کیا ہے کہ تصور اور تصدیق یہ ایک شی ہیں لھذا انکا متعلق جدا جدا نکالو ورنہ اگر ایک ہی متعلق نکالوگے تو پھر یہ ایک ہی شی بن جائیں گے اس لئے متاخرین نے تصور اور تصدیق کا متعلق دو نسبتیں نکالیں ایک نسبت تقییدی اور دوسری نسبت وقوعی یا لاوقوعی نسبت تقییدی کو تصور کا متعلق بنایا اور دوسری کو تصدیق کا متعلق بنایا تو اب **زید قائم** میں متقدمین کے ہاں **قیام زید** یہ ایک ہی نسبت ہے اس کے ساتھ تصور اور تصدیق متعلق ہونگے لیکن متاخرین کے نزدیک یہاں دو نسبتیں ہیں ایک تقییدی **قیام زید** اور دوسری وقوعی، لاوقوعی وہ قیام زید ہست یا نیست ہے۔

یہاں یزدی نے متعین کردیا کہ علامہ تفتازانیؒ کے ہاں متقدمین کا مذہب پسندیدہ ہے یعنی ان کے ہاں بھی قضیہ کے اجزاء تین ہیں وہ اس طرح معلوم ہوا کہ اس نے کہا ان **کان اذعانا للنسبة** اور یہ نہیں کہا **اذعانا للنسبة الوقوعية او اللاوقوعية**

وسيشير الخ:۔ یہ ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض:۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہاں وقوعی لاوقوعی مراد نہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ محذوف ہو؟

جواب:۔ ہمارے پاس اس کی دلیل موجود ہے کہ یہاں وقوع لاوقوع مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ آگے چل کر مصنفؒ نے قضایا کی بحث میں قضیہ کے اجزاء کو تین بیان کیا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله والا فتصور: سواء كان ادراكا لامر واحد كتصور زيد او لامور متعددة بدون النسبة كتصور زيد وعمرو او مع نسبة غير تامة كتصور غلام زيد او تامة انشائية كتصور اضرب او خبرية مدركة بادراك غير اذعانى كما فى صورة التخييل والشك والوهم

ترجمہ:۔ (اور اگر علم نسبت خبریہ کا اعتقاد نہ ہو تو وہ تصور ہے) برابر ہے کہ ایک چیز کا تصور ہو جیسے زید کا تصور یا متعدد چیزوں کا تصور ہو بغیر نسبت کے جیسے زید اور عمرو کا تصور یا متعدد چیزوں کا تصور نسبت غیر تامہ کے ساتھ ہو جیسے غلام زید (ترکیب اضافی) کا تصور یا نسبت تامہ انشائیہ کے ساتھ ہو جیسے اضرب (صیغہ امر) کا تصور ہے یا اس نسبت خبریہ کے ساتھ ہو جو نسبت خبریہ غیر اذعانی تصور سے مدرک ہو جیسے تخییل، شک اور وہم کی صورتوں میں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تصور کے نیچے علم کے جتنے قسم داخل ہوتے ہیں ان کو بتانا ہے۔

تشریح:۔ اگر نسبت خبری کا گمان غالب نہیں تو وہ تصور ہے اس میں تین فائدے ہیں کہ اگر سرے سے نسبت نہ ہو تو وہ بھی تصور ہوگا اس میں علم کی پانچ قسمیں احساس، تخیل، تعقل، توہم اور مرکب ناقص داخل ہوگئیں مرکب تام خبری کی قید سے مرکب تام انشائی نکل گیا کہ مرکب تام انشائی اضرب لاتضرب یہ تصور کے نیچے داخل ہیں گمان غالب نہ ہو اس میں تخییل، وہم اور شک داخل ہوگئے گویا کہ تصور میں علم کے نو اقسام داخل ہوئے (۱) احساس (۲) تخیل (۳) توہم (۴) تعقل (۵) مرکب ناقص (۶) مرکب تام انشائی (۷) وہم (۸) شک (۹) تخییل

قوله: و يقتسمان: الاقتسام بمعنى اخذ القسمة على ما فى الاساس اى يقتسم التصور والتصديق كلا من وصفى الضرورة اى الحصول بلا نظر والاكتساب اى الحصول با لنظر فيا خذ التصور قسما من الضرورة فيصير ضروريا وقسما من الاكتساب فيصير كسبيا وكذا الحال فى التصديق فالمذكور فى هذه العبارة صريحا هوانقسام الضرورة والاكتساب ويعلم انقسام كل من التصوروالتصديق الى الضرورى والكسبى ضمنا وكناية وهى ابلغ واحسن من الصريح

ترجمہ:۔ فن لغت کی کتاب اساس میں اقتسام کا معنی اخذ قسمت لکھا ہوا ہے یعنی تصور وتصدیق حصہ حاصل کرتے ہیں وصف

besturdubooks.wordpress.com

ضرورت یعنی حصول بلا نظر اور وصف اکتساب یعنی حصول بالنظر دونوں میں سے ہر ایک کا پس تصور ضرورۃ کا حصہ حاصل کر کے ضروری بن جاتا ہے اور اکتساب کا حصہ حاصل کر کے کسبی بن جاتا ہے اور ایسا ہی حال تصدیق میں ہے پس ماتنؒ کی اس عبارت میں ضرورت اور اکتساب کا منقسم ہونا صراحۃً مذکور ہے اور تصور وتصدیق میں سے ہر ایک کا منقسم ہوجانا ضروری اور کسبی کی طرف ضمناً اور کنایۃً معلوم ہوگا۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض یہ ہے کہ بعض مناطقہ نے متن کی عبارت کی جو توجیہات کر کے اپنا مقصود ثابت کیا ہے اس کے بغیر بھی مقصود ثابت ہوسکتا ہے۔

تشریح:۔ بعض مناطقہ نے متن کی عبارت کی توجیہات کر کے ایک مطلب نکالا ہے اس کے بغیر بھی اس مذکورہ عبارت سے یہ مطلب نکل سکتا ہے وہ اس طرح کہ یقتسمان یہ اقتسام سے نکلا ہے اقتسام کا معنی حصہ لے لینا حصہ لے لینے کی پہلے ایک خارجی مثال سمجھ لیں پھر اصل مقصد کو منطبق کرنا آسان ہوجائے گا مثال ایک تھالی میں سونا بھی رکھا ہوا ہے اور چاندی بھی زید نے آ کر کچھ سونے سے لیا اور چاندی میں سے کچھ لیا اور بعد میں بکر آیا اس نے بھی کچھ سونے سے لیا اور کچھ چاندی سے اب ان دونوں زید اور بکر میں سے ہر ایک ایک اپنے اس لئے ہوئے حصے کا مالک ہے زید کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ سونے کا بھی مالک ہے اور چاندی کا بھی ایسے بکر کو بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ سونے کا بھی مالک ہے اور چاندی کا بھی ایسے ہی یہاں بھی یزدی کہتا ہے کہ علم دو قسم پر ہے ضروری اور کسبی تصور نے آ کر کچھ ضروری سے حصہ لیا تو تصور ضروری بن گیا اور کسبی سے کچھ حصہ لیا تو کسبی بن گیا ایسے ہی تصدیق نے آ کر ضروری سے حصہ لیا تو تصدیق ضروری بن گئی اور کسبی سے کچھ حصہ لیا تو تصدیق کسبی بن گئی تو گویا کہ ضرورت تصور کے ساتھ بھی مل گئی اور تصدیق کے ساتھ بھی مل گئی یہاں صراحۃً تو ضرورت تقسیم ہوئی وہ تصور کے ساتھ بھی ملی اور تصدیق کے ساتھ بھی ملی لیکن ضمناً اور کنایۃً یہاں تصور وتصدیق کی تقسیم ضروری اور کسبی کی طرف ہوئی تو گویا دوسرے مناطقہ کی اس توجیہ اور یزدی صاحب کی اس توجیہ میں صرف اتنا فرق ہوا کہ ان کی توجیہ میں صراحۃً تصور وتصدیق کی تقسیم ضروری اور کسبی کی طرف ہوئی اور یزدی صاحب کی توجیہ کے مطابق ضرورۃ کی تقسیم صراحۃً ہوئی تصور وتصدیق کی تقسیم ضمناً ہوئی۔

اعتراض:۔ یہاں صراحۃً تصور وتصدیق کی تقسیم کیوں نہیں کی؟

جواب:۔ کنایہ صریح سے زیادہ ابلغ ہوتا ہے کیونکہ اسمیں غور وخوض کے بعد معنی اصلی اور معنی مقصودی معلوم ہوتا ہے اور جس چیز میں مشقت اٹھانی پڑتی ہے وہ افضل اور بہتر ہوتی ہے لہذا کنایہ بھی صریح سے واضح اور ابلغ ہوگا۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ:بالضرورۃ: اشارۃ الی ان ھذہ القسمۃ بدیھیۃ لاتحتاج الی تجشم الاستدلال کما ارتکبہ القوم وذلک لانا اذا رجعنا الی وجداننا وجدنا من التصورات ما ھو حاصل لنا بلا نظر کتصور الحرارۃ والبرودۃ ومنھا ما ھو حاصل بالنظر والفکر کتصور حقیقۃ الملک والجن وکذا من التصدیقات مایحصل بلا نظر کالتصدیق بان الشمس مشرقۃ والنار محرقۃ ومنھا ما یحصل بالنظر کالتصدیق بان العالم حادث و الصانع موجود

ترجمہ:۔یہ قول اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ تقسیم بدیہی ہے اس کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں جیسا کہ قوم نے اس کا ارتکاب کیا ہے اور یہ بات اس لئے ہے کہ جب ہم اپنے وجدان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم بعض تصورات کو پاتے ہیں جو ہمیں بغیر نظر وفکر کے حاصل ہوتے ہیں جیسے گرمی اور سردی کا تصور اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نظر وفکر کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں جیسے فرشتے اور جن کی حقیقت کا تصور اور اسی طرح تصدیقات میں سے بعض وہ ہیں جو بغیر نظر کے حاصل ہوتی ہیں جیسے اس بات کی تصدیق کہ سورج روشن ہے اور آگ جلانے والی ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نظر وفکر کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں جیسے اس بات کی تصدیق کہ عالم حادث ہے اور اس جہان کا بنانے والا موجود ہے۔

غرضِ شارح:۔مناطقہ نے تصور وتصدیق کی تقسیم جو نظری اور ضروری کی طرف کی ہے اس کی انہوں نے دلیل دی ہے یزدی کی غرض اس قول سے یہ بتلانا ہے کہ یہ دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔

تشریح:۔متن میں جو بالضرورۃ کا لفظ کھڑا ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں اور دونوں صحیح ہیں بالضرورۃ کا معنی بداہت یعنی واضح بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تصور اور تصدیق واضح طور پر ضروری اور نظری کی طرف تقسیم ہوتے ہیں اور بالضرورۃ کا مطلب واجب بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں مطلب ہوگا کہ تصور اور تصدیق وجوبی طور پر ضروری اور نظری کی طرف تقسیم ہوتے ہیں۔

یزدی صاحب فرماتے ہیں کہ تصور اور تصدیق کی نظری اور ضروری کی طرف تقسیم کی دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی یہ تقسیم واضح اور روشن ہے اس لئے کہ جب ہم اپنی طبیعت پر غور کرتے ہیں تو یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے کہ بعض تصورات بدیہی ہیں یعنی ان میں غور وفکر کرنے کی ضرورت نہیں جیسے حرارت اور برودت کا تصور اور بعض تصورات ایسے ہیں کہ وہاں غور وفکر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے جن اور فرشتے کا تصور کیونکہ ان میں غور وفکر کی ضرورت ہے کہ ھو جسم

besturdubooks.wordpress.com

ناری الخ اور هو جسم نوری الخ یہی حال تصدیقات کا ہے بعض میں غور وفکر کرنے کی ضرورت نہیں جیسے النار محرقة والشمس مشرقة اور بعض میں غور وفکر کی ضرورت ہوتی ہے جیسے العالم حادث۔ تو چونکہ یہ بات طبعی طور پر معلوم ہوتی ہے لھذا اس کیلئے دلیل دینے کی ضرورت نہیں لیکن مناطقہ نے اس کی دلیل بھی دی ہے۔

دلیل:۔ اگر تمام تصورات وتصدیقات بدیہی ہوتے تو پھر ہم سے کوئی بھی چیز مجہول نہ ہوتی حالانکہ بعض چیزیں مجہول بھی ہیں اور اگر تمام تصدیقات وتصورات نظری ہوتے تو پھر ہمیں کوئی چیز معلوم نہ ہوتی کیونکہ جس نظری کو ہم حاصل کرنا چاہیں گے اس کیلئے غور وفکر کرنے کی ضرورت پڑے گی اور یہ غور وفکر بھی تو نظری ہے کیونکہ تمام تصورات نظری ہیں تو اس کیلئے ایک اور چیز کی ضرورت ہوگی اور وہ بھی نظری ہوگی کیونکہ تمام تصورات نظری ہیں اسی طرح یہ سلسلہ لاالی نہایہ چلا جائیگا اس کو تسلسل کہتے ہیں اور یہ باطل ہے۔ اور اگر یہ سلسلہ کسی مقام سے واپس لوٹے تو یہ دور ہے اور وہ بھی باطل ہے جیسا کہ دور اور تسلسل کی تعریف آپ اپنے مقام پر پڑھیں گے۔

اعتراض: جب مناطقہ نے تصور اور تصدیق کی تقسیم بدیہی اور نظری کی طرف کی دلیل دی ہے تو علامہ تفتازانی نے کیوں نہیں دی

جواب:۔ اس دلیل پر چونکہ اعتراضات ہوتے ہیں اسلئے انہوں نے اس کی دلیل نہیں دی وہ اعتراضات بڑی کتابوں سلم اور ملا جلال میں آئیں گے یہاں انکو ذکر کرنا مناسب نہیں۔

قوله: وهو ملاحظة المعقول: اى النظر توجه النفس نحو الامر المعلوم لتحصيل امر غير معلوم وفي العدول عن لفظ المعلوم الى المعقول فوائد منها التحرز عن استعمال اللفظ المشترك في التعريف ومنها التنبيه على ان الفكر انما يجري في المعقولات اى الامور الكلية الحاصلة في العقل دون الامور الجزئية فان الجزئي لا يكون كاسبا ولا مكتسبا ومنها رعاية السجع

ترجمہ:۔ یعنی نظر امر معلوم کی طرف نفس کا متوجہ ہونا ہے امر غیر معلوم کو حاصل کرنے کیلئے اور لفظ معلوم سے معقول کی طرف عدول کرنے میں فوائد ہیں ان میں سے ایک بچنا ہے تعریف میں مشترک لفظ کو استعمال کرنے سے اور ان میں سے ایک تنبیہ کرنا ہے اس بات پر کہ بلاشبہ فکر سوا اس کے نہیں جاری ہوتی ہے معقولات یعنی امور کلیہ میں جو حاصل ہونے والے ہیں عقل میں نہ کہ امور جزئیہ میں پس بلاشبہ جزئی نہ کاسب ہوتی ہے نہ مکتسب اور ان میں سے ایک سجع بندی کی رعایت ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اغراضِ شارح:۔اس قولہ کی تین غرضیں ہیں (۱) ھو ضمیر کا مرجع بتلانا (۲) معقول کا معنی بتانا (۳) معلوم کے لفظ کی بجائے معقول کے لفظ کے ذکر کرنے کا فائدہ بتلانا۔

پہلی غرض:۔ھو ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ یزدی نے النظر کی عبارت نکال کر بتلادیا کہ اس کا مرجع نظر ہے۔

دوسری غرض:۔معقول کا معنی بتلایا کہ بمعنی معلوم ہے ھو ملاحظة المعقول سے نظر وفکر کی تعریف ہورہی ہے نظر کا معنی ہوتا ہے نفس کو متوجہ کرنا امور معلومہ کی طرف تاکہ ان سے امر مجہول حاصل ہوجائے۔

تیسری غرض:۔سوال ہوتا تھا کہ معقول کا معنی معلوم ہے تو معلوم کے لفظ کو کیوں نہ ذکر کردیا؟ تو بتادیا کہ معلوم کی بجائے معقول کے لفظ کے ذکر کرنے میں چند فوائد ہیں۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔لفظ معلوم یہ علم سے نکلا ہے اور علم یہ چھ معانی کے درمیان مشترک ہے اور لفظ معقول کا صرف ایک ہی معنی ہے معلوم چونکہ یہاں نظر وفکر کی تعریف ہورہی ہے اور تعریف میں لفظ مشترک کا استعمال صحیح نہیں ہوتا اس لئے معقول کا لفظ ذکر کیا

فائدہ ﴿۲﴾:۔علم کا لفظ علم کلیات وجزئیات دونوں پر بولا جاتا ہے تعقل، تو ہم کو بھی علم کہتے ہیں اگر یہاں علم کا لفظ ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ نظر وفکر نفس کے امور معلومہ کی طرف متوجہ کرنے کو کہتے ہیں برابر ہے کہ امور معلومہ کلیہ ہوں یا جزئیہ۔اور جب معقول کا لفظ استعمال کیا تو مطلب یہ ہوا کہ نظر وفکر نفس کے امور کلیہ کی کی طرف متوجہ کرنے کو کہتے ہیں۔معلوم کے لفظ میں نظر وفکر امور کلیہ وجزئیہ دونوں میں ہوتی حالانکہ نظر وفکر تو صرف امور کلیہ میں ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر وفکر اس لئے ہوتی ہے تاکہ اس کے ذریعے امور معلومہ سے امر مجہول کو حاصل کیا جائے اور حاصل ہونے والی چیز کلی ہوتی ہے جزئی نہیں ہوتی کیونکہ جزئی نہ کاسب (دوسرے کو حاصل کرنے کا ذریعہ) بنتی ہے اور نہ مکتسب (خود حاصل کی ہوئی) یعنی ایک جزئی کے ذریعے سے دوسری جزئی کو حاصل نہیں کیا جاسکتا مثلاً زید کے علم سے بکر کا علم نہیں آسکتا ایسے ہی جزئی کے جاننے سے خود جزئی کا علم بھی نہیں آتا۔

اعتراض:۔آپ نے کہا کہ جزئی کے جاننے سے جزئی کا اپنا علم بھی نہیں آتا حالانکہ ہم زید جزئی کو جانتے ہیں تو اس زید کی اپنی ذات مشخص کا علم تو آ ہی جاتا ہے؟

جواب: جزئی کے علم سے ہمیں جو جزئی کا علم آتا ہے وہ حقیقت میں کلی کے ذریعے سے آتا ہے کیونکہ ہمیں زید کے جاننے سے زید کا علم اس وجہ سے نہیں آیا کہ زید کی شکل ہمارے سامنے تھی کیونکہ شکل تو اس کی ابتداء (بچپن) میں اور تھی درمیان (جوانی)

besturdubooks.wordpress.com

میں اور ہے آخر (بڑھاپے) میں اور ہوگی بلکہ ہمیں جو زید کے جاننے سے اس کی ذات کا علم حاصل ہوا وہ ماہیت انسانی ہونے کی وجہ سے ہے اور ماہیت انسانی کلی ہے لھذا جب یہ بات ثابت ہوئی کہ جزئی نہ کاسب ہے نہ مکتسب تو نظر وفکر بھی جزئی میں نہیں چلے گی اس لئے ماتنؒ نے معقول کا لفظ بولا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ نظر وفکر صرف کلی میں چلتی ہے جزئی میں نہیں۔

فائدہ ﴿۴﴾:۔ سجع بندی کی رعایت کی وجہ سے معقول کا لفظ بولا ہے چونکہ بعد میں مجہول کا لفظ آرہا ہے اس کے آخر میں لام آرہا تھا اس لئے یہاں معقول کا لفظ بولا کہ اس کے آخر میں بھی لام ہے اگر معلوم کا لفظ بولتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ اس کے آخر میں میم ہے لام نہیں۔

قوله فيه الخطأ: بدليل ان الفكر قد ينتهي الى نتيجة كحدوث العالم وقد ينتهي الى نقيضها كقدم العالم فاحد الفكرين خطأ حينئذ لا محالة والا لزم اجتماع النقيضين فلا بد من قاعدة كلية لو روعيت لم يقع الخطأ في الفكر وهي المنطق فقد ثبت احتياج الناس الى المنطق في العصمة عن الخطأ في الفكر بثلاث مقدمات الاولى ان العلم اما تصور او تصديق والثانية ان كلا منهما اما ان يحصل بلا نظر او يحصل بالنظر والثالثة ان النظر قد يقع فيه الخطأ فهٰذه المقدمات الثلث تفيد احتياج الناس في التحرز عن الخطأ في الفكر الى قانون وذٰلك هو المنطق وعلم من هٰذا تعريف المنطق ايضاً بانه قانون يعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ في الفكر فههنا علم امران من الامور الثلث التي وضعت المقدمة لبيانها بقي الكلام في الامر الثالث وهو تحقيق ان موضوع المنطق ما ذا فاشار اليه بقوله وموضوعه المعلوم

ترجمہ:۔ (اور کبھی نظر میں غلطی واقع ہو جاتی ہے) دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ فکر کبھی ایک نتیجہ مثلاً حدوث عالم کی طرف پہنچتی ہے اور کبھی اس کی نقیض کی طرف پہنچتی ہے جیسے قدم عالم پس دو فکروں میں سے ایک اس وقت یقیناً غلط ہے ورنہ تو اجتماع نقیضین لازم آئیگا پس ایک قاعدہ کلیہ کا ہونا ضروری ہے کہ اگر اس کی رعایت رکھی جائے تو فکر میں خطاء واقع نہ ہو اور وہ منطق ہے پس منطق کی طرف لوگوں کی احتیاج خطاء فی الفکر سے بچنے میں تین مقدمات سے ثابت ہوئی پہلا یہ کہ علم یا تصور ہے یا تصدیق دوسرا یہ کہ بلاشبہ ان میں سے ہر ایک یا تو حاصل ہوگا بغیر نظر کے یا حاصل ہوگا نظر کے ساتھ اور تیسرا یہ کہ بلاشبہ نظر میں کبھی

besturdubooks.wordpress.com

غلطی واقع ہوجاتی ہے پس یہ تین مقدمات فائدہ دیتے ہیں خطاء فی الفکر سے بچنے کیلئے ایک قانون کی طرف لوگوں کی احتیاج کا اور وہ قانون منطق ہے اور اس سے علم منطق کی تعریف بھی جانی گئی کہ وہ ایک قانون ہے بچاتا ہے اس کی رعایت رکھنا ذہن کو خطاء فی الفکر سے۔ پس یہاں ان تین امور میں سے دو امر جانے گئے جن کے بیان کیلئے مقدمہ کو وضع کیا گیا ہے باقی کلام تیسری چیز میں رہ گئی اور وہ اس بات کی تحقیق ہے کہ منطق کا موضوع کیا ہے پس اس کی طرف اپنے قول وموضوعہ آہ سے مصنف نے اشارہ کیا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قولہ کی غرض توضیح متن ہے جس میں احتیاج الی المنطق بھی بیان کر رہے ہیں۔

احتیاج الی المنطق:۔ یہ بات ابھی گزری ہے کہ نظری چیز کو حاصل کرنے کیلئے غور وفکر کرنا پڑتا ہے اور نظر وفکر چند چیزوں کو ترتیب دینے کا نام ہے تاکہ مجہول چیز کو حاصل کیا جاسکے اور امور معلومہ کو ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے اس غلطی سے بچنے کیلئے انسانی عقل کافی نہیں اس غلطی سے بچنے کیلئے ایک قانون کی ضرورت پڑتی ہے جس کی رعایت کرنا انسان کو اس غلطی سے بچائے اور وہ قانون منطق ہے۔ یہاں ہم نے دو دعوے کئے (۱) امور معلومہ کو ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے (۲) اس غلطی سے بچنے کیلئے انسانی عقل کافی نہیں اب ہر دعوی کی دلیل دی جائیگی۔

پہلے دعوی کی دلیل:۔ اگر امور معلومہ کو ترتیب دینے میں غلطی واقع نہ ہوتی تو عقلاء کے درمیان اختلاف نہ ہوتا حالانکہ عقلاء کے درمیان اختلاف موجود ہے مثلاً بعض نے چند امور معلومہ کو ترتیب دیئے (**العالم مستغن عن المؤثر و کل ماهو مستغن عن المؤثر فهو قديم**) کے بعد نتیجہ نکلا **العالم قديم** جبکہ بعض دوسرے حضرات نے چند امور معلومہ کو ترتیب دیئے (**العالم متغير و كل ماهو متغير فهو حادث**) کے بعد نتیجہ نکلا **العالم حادث** اب ان دونوں میں سے ایک ترتیب یقیناً غلط ہے دونوں صحیح نہیں ہوسکتیں کیونکہ اجتماع نقیضین محال ہے اور دونوں غلط بھی نہیں ہوسکتیں کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ترتیب دینے میں کبھی غلطی بھی واقع ہوجاتی ہے۔

دوسرے دعوی کی دلیل:۔ اگر انسانی عقل غلطی سے بچنے کیلئے کافی ہوتی تو ان بڑے بڑے عقلاء کے درمیان اختلاف نہ ہوتا یہ غلطی اس لئے واقع ہوئی کہ انسانی عقل غلطی سے بچنے کیلئے کافی نہیں بہر حال یہ بات ثابت ہوئی کہ نظر وفکر کی غلطی سے بچنے کیلئے ایک قانون کی ضرورت ہے اور اس قانون کا نام منطق ہے اسی سے یہ بات بھی ہمیں معلوم ہوگئی کہ علم منطق کی غرض و غایت نظر وفکر کی غلطی سے بچنا ہے یعنی **صيانة الذهن عن الخطأ في الفكر**

besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔منطقی حضرات جب علم منطق کی تعریف کرتے ہیں تو رسموہ کا لفظ بولتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حد ہوتی ہے دوسری رسم جب کسی شئی کی تعریف میں اس کی ذاتیات کو ذکر کیا جائے تو اس کو حد کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ حد ہے اور رسم وہ ہوتی ہے کہ تعریف میں شی کی عرضیات کو ذکر کیا جائے۔ یہاں ہم نے منطق کی غرض صیانة الذهن عن الخطأ في الفكر بیان کی ہے اور اسی غرض کے ساتھ تعریف بھی کی ہے هو آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ في الفكر۔علم منطق کی ذاتیات تو علم منطق کے مسائل ہیں غرض تو علم منطق کی عرضیات میں سے ہے تو گویا ہم نے منطق کی تعریف عرضیات کے ساتھ کی ہے لھذا اس پر رسم کا لفظ بولا کرتے ہیں حد کا نہیں۔

قوله قانون: القانون لفظ يوناني موضوع في الاصل لمسطر الكُتاب وفي الاصطلاح قضية كلية يتعرف منها احكام جزئيات موضوعها كقول النحاة كل فاعل مرفوع فانه حكم كلي يعلم منه احوال جزئيات الفاعل

ترجمہ:۔قانون یونانی لفظ ہے جو اصل میں موضوع ہے کتاب کے مسطر کیلئے۔اور اصطلاح میں (قانون وہ) ایک ایسا قضیہ ہے جس کے ذریعے سے اس قضیہ کے موضوع کی جزئیات کے احکام پہچانے جائیں جیسے نحویوں کا قول کل فاعل مرفوع (ہر فاعل مرفوع ہے) پس بلاشبہ یہ ایک حکم کلی ہے اس سے فاعل کی جزئیات کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی تین غرضیں ہیں (۱) یہ بتلایا ہے کہ قانون کس لغت کا لفظ ہے (۲) موضوع في الاصل الخ سے قانون کا اصلی معنی بیان کیا ہے (۳) اس قانون کا فی الحال معنی اور موجودہ معنی بیان کیا ہے۔

پہلی غرض:۔قانون یا تو یونانی زبان کا لفظ ہے یا سریانی زبان کا۔عربی لفظ نہیں ہے کیونکہ عربی لغت میں فاعول کے وزن پر کوئی اسم نہیں آتا اور یہ قانون فاعول کے وزن پر ہے۔

دوسری غرض:۔اصل میں قانون منشیوں کے اس گتہ کو کہا جاتا تھا جس پر وہ پرکار وغیرہ کے ساتھ برابر سوراخ کرتے تھے اور ان سوراخوں میں دھاگہ سی لیتے تھے پھر سفید کاغذ کو اس دھاگہ پر رکھ کر زور سے ہاتھ پھیرتے تھے تو کاغذ پر اس دھاگہ کے نشانات پڑ جاتے تھے اس طرح کاغذ پر بالکل سیدھی لکیریں پڑ جاتی تھیں۔

تیسری غرض:۔اس قانون کا فی الحال کیا معنی ہے تو اس کو قضية كلية الخ سے بیان کیا اس وقت قانون ایک قضیہ کلیہ کو کہتے

besturdubooks.wordpress.com

ہیں جس کے ذریعے اس کے موضوع کی جزئیات کے احکام پہچانے جاتے ہیں جیسے نحاۃ کے ہاں ایک قضیہ کلیہ ہے کل فاعل مرفوع (ہر فاعل مرفوع ہے) ضرب زید میں زید، قام عمرو میں عمرو، خرج بکر میں بکر اس قضیہ کلیہ کے موضوع (فاعل) کی جزئیات ہیں ان کا حکم اس قضیہ کلیہ کے ذریعے معلوم ہوگا کہ آیا ان کو مرفوع پڑھیں یا منصوب یا مجرور۔

القانون لفظ الخ:۔قانون کی تعریف یزدی نے اس طرح کی ہے ھو قضیة کلیة الخ کہ قانون ایک قضیہ کلیہ ہوگا قضیہ کلیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ ایک قضیہ کلیہ مسورہ ہوگا اگر قضیہ کلیہ مسورہ نہ ہوتو اس کو قانون نہیں کہیں گے احترازی مثالیں اگر وہ قضیہ کلیہ نہ ہو بلکہ جزئیہ ہو جیسے زید مرفوع اس کو قانون نہیں کہیں گے اگر قضیہ ہو لیکن کلیہ نہ ہو بلکہ وہ طبعیہ ہو جیسے الانسان نوع تو اس کو بھی قانون نہیں کہیں گے کیونکہ یہاں تو طبعیت پر حکم ہے اور قانون تو وہ ہوتا ہے جہاں جزئیات کے احکام معلوم ہوں طبعیت کے جزئیات نہیں ہوتے بلکہ افراد ہوتے ہیں اور اگر وہ قضیہ کلیہ مسورہ نہیں بلکہ وہ قضیہ مہملہ ہے جیسے الانسان کاتب اس کو بھی قانون نہیں کہیں گے۔

اعتراض:۔آپ نے تعریف میں یہ کہا ہے کہ قضیہ کلیہ کے موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کئے جاتے ہیں محمول کی جزئیات کے احکام کیوں نہیں معلوم کئے جاتے موضوع کی جزئیات کے احکام کیوں معلوم کئے جاتے ہیں؟

جواب:۔موضوع سے مراد ہمیشہ ذات ہوتی ہے اور محمول سے مراد ہمیشہ وصف ہوتی ہے اور یہ محمول ایک حکم ہوتا ہے جو کہ موضوع پر لگ رہا ہوتا ہے موضوع سے مراد چونکہ ذات ہوتی ہے اس ذات کی جزئیات کے احکام معلوم کرنے پڑتے ہیں محمول کا فرد ایک وصف اور حکم ہوتا ہے اس کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے قانون میں موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کئے جاتے ہیں محمول کے نہیں۔

موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کرنے کا طریقہ:۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب ہم نے کسی جزئی کو دیکھا مثلاً ضرب زید میں زید کو دیکھا کہ یہ فاعل ہے اس کا حکم معلوم کرنا ہے کہ یہ مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور یہ کیسے معلوم ہوگا؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس جزئی کو لیکر صغری بنائیں گے اور قضیہ کلیہ کو کبری بنائیں گے صغری بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس جزئی کا حکم معلوم کرنا ہے اس کو صغری کا موضوع بنائیں گے اور قضیہ کلیہ کا جو موضوع ہے اس کو صغری کا محمول بنائیں گے مثلاً ضرب زید میں زید جزئی کا حکم معلوم کرنا ہے تو اس زید کو صغری کا موضوع بنائیں گے قضیہ کلیہ کل فاعل مرفوع ہے اس میں موضوع فاعل ہے اس کو صغری کا محمول بنائیں گے اور زید فاعل کہیں گے اور قضیہ کلیہ کو کبری بنائیں گے اب شکل اول اسطرح تیار ہوگی وہ

besturdubooks.wordpress.com

یہ ہوگی کہ زید فاعل و کل فاعل مرفوع نتیجہ نکلے گا زید مرفوع یہ اس جزئی کا حکم نکل آیا کہ زید کو مرفوع پڑھو۔

قوله وموضوعه: موضوع العلم ما يبحث فيه عن عواضه الذاتية والعرض الذاتي مايعرض للشئ اماأولا وبالذات كالتعجب اللاحق للانسان من حيث انه انسان واما بواسطة امرمساو لذلك الشئ كالضحك الذي يعرض حقيقة للمتعجب ثم ينسب عروضه الى الانسان بالعرض والمجاز فافهم

ترجمہ:۔ علم کا موضوع وہ چیز ہے جس میں اس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے اور عرض ذاتی وہ ہے کہ جو شئی کو عارض ہو یا تو اولا و بالذات جیسے تعجب لاحق ہونے والا ہے انسان کو اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہے اور یا کسی ایسے امر کے واسطے سے جو اس شئی کے مساوی ہے جیسے ضحک جو عارض ہوتا ہے حقیقۃ تعجب کرنے والے کو پھر اس کا عروض منسوب کیا جاتا ہے انسان کی طرف بالعرض اور مجاز اپس سمجھ لے۔

غرضِ شارح:۔ اس قولہ کی غرض مطلق موضوع کی تعریف کرنا ہے۔

تشریح:۔ مقدمہ جن تین چیزوں کیلئے وضع کیا گیا تھا ان میں سے دو (تعریف، غرض وغایت) کا بیان تو ماقبل میں ہو چکا ہے اب یہاں سے تیسری چیز موضوع کو بیان کرنا چاہتے ہیں مطلق موضوع یہ عام ہے اور منطق کا موضوع یہ خاص ہے یہاں اصل میں تو علم منطق کے موضوع کو بیان کرنا تھا لیکن خاص چونکہ عام کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا اسلئے پہلے عام یعنی مطلق موضوع کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد خاص یعنی منطق کے موضوع کو بیان کریں گے۔

مطلق موضوع کی تعریف:۔ علم میں جس شئی کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اس شئی کو اس علم کا موضوع کہا جاتا ہے جیسے علم طب میں انسان کے بدن کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے کہ وہ کیسے بیمار ہوتا ہے اور کیسے تندرست ہوتا ہے اس لئے علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے۔

اب یہاں یہ سمجھنا ہے کہ عوارض ذاتیہ کون کونسے ہیں اور پھر ان کو مطلق موضوع کی تعریف پر منطبق کرنا ہے۔

فائدہ:۔ جب ایک شئی دوسری شئی کو چمٹی ہوئی ہوتی ہے تو جو شئی چمٹنے والی ہوتی ہے اس کو عارض اور جس کو چمٹی ہوئی ہو اس کو معروض اور اگر کسی واسطے کے ساتھ چمٹی ہوئی ہو تو اس کو واسطہ کہتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

عوارض ذاتیہ:۔ جب ایک شئی دوسری شئی کو عارض ہوتو دوحال سے خالی نہیں یاتو کسی واسطے کے ذریعے سے عارض ہوگی یابغیر واسطے کے۔ اگر بغیر واسطے کے ہے تو یہ ایک صورت ہے جیسے تعجب انسان کو عارض ہے بغیر کسی واسطے کے۔ اور اگر واسطے کے ساتھ عارض ہوتو پھر وہ واسطہ اس معروض (ذی الواسطہ) کی جزو ہوگا یا اس سے خارج ہوگا اگر وہ واسطہ اس معروض کی جزو ہو تو یہ دوسری صورت ہے جیسے حرکت انسان کو عارض ہے لیکن حیوانیت کے واسطے کے ساتھ یعنی انسان چونکہ حیوان ہے اسلئے متحرک ہے اور حیوان (واسطہ) انسان (معروض) کی جزو ہے۔ اور اگر وہ واسطہ معروض کی جزو نہ ہو بلکہ اس سے خارج ہوکر وہ واسطہ معروض کے مباین ہوگا جیسے حرارت پانی کو عارض ہے آگ کے واسطے سے اور آگ پانی کا امر مباین ہے یا مساوی ہوگا جیسے ضحک انسان کو عارض ہے بواسطہ تعجب کے (کیونکہ پہلے انسان کو تعجب ہوتا ہے پھر وہ ہنستا ہے) اور تعجب انسان کا امر مساوی ہے یا اعم ہوگا یا اخص ہوگا اس طرح کل چھ صورتیں بن گئیں ہر ایک کی مثال نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

نمبر شمار	عارض	معروض	واسطہ
۱	تعجب	انسان	بغیر کسی واسطے کے
۲	حرکت	انسان	کو عارض ہے بواسطہ حیوان کے اور واسطہ معروض کی جزو ہے
۳	ضحک	انسان	کو عارض ہے بواسطہ تعجب کے اور تعجب انسان کا امر مساوی ہے
۴	حرکت	ناطق	کو عارض ہے بواسطہ حیوان کے اور حیوان ناطق سے اعم ہے
۵	ناطق	حیوان	کو عارض ہے بواسطہ انسان کے اور انسان حیوان سے اخص ہے
۶	حرارت	پانی	کو عارض ہے بواسطہ آگ کے جو پانی کا مباین ہے

ان چھ صورتوں میں سے پہلی تین قسمیں عوارض ذاتیہ اور بقیہ تین صورتیں عوارض غریبہ کہلاتی ہیں۔

علم کے اندر جن عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے وہ اس علم کا موضوع کہلاتے ہیں اور عوارض غریبہ کو اس علم کا موضوع نہیں کہا جاتا علم منطق میں معرف اور حجت کے عوارض ذاتیہ سے بحث ہوگی۔

قولہ المعلوم التصوری: اعلم ان موضوع المنطق هو المعرِف والحجة اما المعرِف فهو عبارة عن المعلوم التصوری لکن لا مطلقا بل من حیث انه یوصل الی مجهول تصوری کالحیوان الناطق الموصل الی تصور الانسان واما المعلوم التصوری الذی لا یوصل الی مجهول

besturdubooks.wordpress.com

تصوری فلا یسمی معرّفا والمنطقی لایبحث عنه کالامور الجزئیة المعلومة من زید وعمرو واما الحجة فهی عبارة عن المعلوم التصدیقی لکن لا مطلقا ایضا بل من حیث انه یوصل الی مطلوب تصدیقی کقولنا العالَم متغیر وکل متغیر حادث الموصل الی التصدیق بقولنا العالَم حادث واما ما لایوصل کقولنا النار حارة مثلا فلیس بحجة والمنطقی لا ینظر فیه بل یبحث عن المعرِف والحجة من حیث انهما کیف ینبغی ان یترتبا حتی یوصلا الی المجهول

ترجمہ:۔ جان لیجئے کہ بلاشبہ منطق کا موضوع وہ معرِف اور حجت ہے بہرحال معرِف پس وہ عبارت ہے معلوم تصور سے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ مجہول تصور تک پہنچائے جیسے حیوان ناطق جو پہنچانے والا ہے انسان کے تصور کی طرف اور باقی وہ معلوم تصور جو مجہول تصور تک نہیں پہنچاتا اس کا نام معرِف نہیں رکھا جاتا اور منطقی اس سے بحث نہیں کرتا جیسے امور جزئیہ معلومہ یعنی زید اور عمرو وغیرہ اور بہرحال حجت پس وہ عبارت ہے معلوم تصدیق سے لیکن وہ بھی مطلقاً نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ مطلوب تصدیق تک پہنچائے جیسے ہمارا قول العالَم متغیر و کل متغیر حادث یہ پہنچانے والا ہے ہمارے قول العالَم حادث کی تصدیق کی طرف اور باقی وہ تصدیق جو (مجہول تصدیق تک) نہ پہنچائے جیسے ہمارا قول النار حارة مثال کے طور پر تو وہ حجت نہیں ہے اور منطقی اس میں نظر نہیں کرتا بلکہ منطقی معرِف اور حجت سے اس حیثیت سے بحث کرتا ہے کہ کیسے ان کو مناسب ترتیب دی جائے کہ وہ مجہول تک پہنچائیں۔

غرضِ شارح:۔ اس قولہ کی غرض علم منطق کا موضوع بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ علم منطق کا موضوع معلومات تصوری اور معلومات تصدیقی ہیں اس حیثیت سے کہ یہ مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے ہوں جیسے الحیوان الناطق یہ معلوم تصوری ہے جو مجہول تصوری الانسان تک پہنچاتا ہے اور العالم متغیر وکل متغیر حادث یہ معلوم تصدیقی ہے یہ مجہول تصدیقی العالم حادث تک پہنچانے والا ہے منطق کا موضوع مطلق معلوم تصوری اور مطلق معلوم تصدیقی نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض معلوم تصوری اور بعض معلوم تصدیقی ایسے بھی ہوں گے جو مجہول تصوری اور مجہول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے نہیں ہونگے جیسے زید یہ معلوم تصوری ہے لیکن یہ کسی مجہول تصوری کی طرف پہنچانے والا نہیں کیونکہ زید جزئی ہے اور جزئی کسی دوسرے تصور کے حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنتی ایسے ہی النار حارة، الثلج باردة یہ معلوم تصدیقی ہیں لیکن یہ کسی مجہول تصدیقی کی طرف پہنچانے والے نہیں ایسے معلوم تصدیقی اور ایسے معلوم

besturdubooks.wordpress.com

تصوری ۔موصل الی المجہول التصوری (مجہول تصور تک پہنچانے والے) اور موصل الی المجہول التصدیقی (مجہول تصدیق کی طرف پہنچانے والے) نہ ہوں وہ منطق کا موضوع نہیں۔

قوله معرفا: لانه يعرف ويبين المجهول التصوری

ترجمہ:۔اسلئے کہ یہ پہچان کراتا ہے اور بیان کرتا ہے مجہول تصور کو

غرضِ شارح:۔اس قولہ کی غرض منطق کے موضوع اول معرف کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

معرف کا لغوی معنی ہے جنوانے والا اور معرف کو بھی معرف اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ایک مجہول شی کو جنواتا ہے معرف کا دوسرا نام قول شارح بھی ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قول شارح کا معنی ہے ایسی مرکب کلام جو بیان کرنے والی ہے۔قول شارح کو بھی قول شارح اسلئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ایک مجہول چیز کو بیان کر دیتا ہے۔

قوله حجة: لانها تصير سببا للغلبة على الخصم والحجة فى اللغة الغلبة فهذا من قبيل تسمية السبب باسم المسبب

ترجمہ:اسلئے کہ وہ مخالف پر غلبہ کا سبب ہوتی ہے اور حجت کا معنی لغت میں غلبہ ہے پس یہ تسمية السبب باسم المسبب (مسبب کے نام پر سبب کا نام رکھنا) کے قبیلے میں سے ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض منطق کے دوسرے موضوع حجۃ کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

حجت کے لغوی معنی غلبہ کے آتے ہیں حجت کو حجت اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کے ذریعے انسان اپنے خصم (فریق مخالف) پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے اصل میں حجت تو سبب غلبہ کو کہتے ہیں اس کا سبب وہ صغریٰ کبریٰ کی جو شکل ہوتی ہے وہ ہوتا ہے لیکن اب جو نام مسبب کا تھا وہی سبب کا رکھ دیا گیا اسکو تسمية السبب باسم المسبب کہتے ہیں یہ مجاز مرسل کے چوبیس علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

متن: فصل دلالة اللفظ على تمام ما وضع له مطابقة وعلى جزئه تضمن وعلى الخارج التزام ولا بد فيه من اللزوم عقلا اوعرفا وتلزمهما المطابقة ولو تقديرا ولا عكس

ترجمہ:۔ فصل لفظ کی دلالت تمام اس چیز پر کہ لفظ وضع کیا گیا ہے اس چیز کیلئے، مطابقی ہے اور اس (موضوع لہ) کی جزو پر تضمنی ہے اور (موضوع لہ کے) خارج پر التزامی ہے اور ضروری ہے اس التزامی میں لزوم عقلی یا عرفی اور لازم ہے ان دونوں کو مطابقی اگرچہ تقدیرا ہو اور اس کا عکس نہیں ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ دلالة اللفظ سے والموضوع ان قصد تک متن کی عبارت کا مختصر مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے فصل میں مقدمہ کا بیان تھا اس میں منطق کی تعریف غرض وغایت اور موضوع بیان ہوا اب اصل مقصود کو اس فصل سے شروع کررہے ہیں یہاں منطقیوں کا اصل مقصود تو معرِف (قول شارح) اور حجت (تصدیق) سے بحث کرنا ہے ان دونوں میں سے پھر پہلے قول شارح کو ذکر کرتے ہیں اور پھر تصدیق کو وجہ اس کی یہ ہے کہ تصدیق کیلئے علی اختلاف المذاہب تصورات ثلثہ شرط ہیں یا شطر (جزو) ہیں بہرحال خواہ شرط ہوں یا شطر یہ دونوں چیزیں مشروط اور کل سے مقدم ہوتی ہیں اس لئے پہلے تصورات کو بیان کرتے ہیں

تصورات میں پھر اصل تصور قول شارح ہوتا ہے وہ ایک معنوی چیز ہے اس کا سمجھنا کلیات خمسہ کے سمجھنے پر موقوف ہوتا ہے اور کلیات خمسہ کا سمجھنا الفاظ کی بحث پر موقوف ہوتا ہے اور الفاظ کی بحث کا سمجھنا دلالت کی بحث پر موقوف ہوتا ہے اس لئے سب سے پہلے دلالت کی بحث کو مناطقہ ذکر کرتے ہیں پھر الفاظ کو پھر کلیات خمسہ کو اور پھر قول شارح کو ذکر کرتے ہیں

اس فصل میں والموضوع کی عبارت تک مصنفؒ نے دلالت کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور ان کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے دلالت کی تین قسمیں اس طرح بیان کریں گے کہ اگر لفظ اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے تو دلالت مطابقی ہے اور اگر معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کرے تو دلالت تضمنی ہے اور اگر ایک معنی خارجی پر دلالت کرے جو کہ معنی موضوع لہ کو ذہن میں لازم ہو تو اس کو دلالت التزامی کہتے ہیں چاہے وہ لزوم عقلی ہو یا عرفی۔ باقی تینوں دلالتوں کا آپس میں تعلق تو یہاں ماتنؒ نے صرف تضمنی اور التزامی کا مطابقی کے ساتھ اور مطابقی کا ان دونوں کے ساتھ تعلق بیان کیا ہے تضمنی اور مطابقی کا آپس کا تعلق بیان نہیں کیا دلالت تضمنی اور التزامی کا مطابقی کے ساتھ تعلق یہ ہے کہ ان دونوں کا مطابقی لازم ہے جہاں یہ دونوں ہونگی

besturdubooks.wordpress.com

وہاں دلالت مطابقی ضرور ہوگی لیکن جہاں دلالت مطابقی ہو وہاں ان دونوں کا ہونا ضروری نہیں دلالت تضمنی اور مطابقی کا آپس میں تعلق یہ ہے کہ کبھی وہ دونوں اکٹھی ہوجاتی ہیں اور کبھی جدا ہوجاتی ہیں تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

☆☆

قوله دلالة اللفظ: قد علمت ان نظر المنطقي بالذات انما هو في المعرِّف والحجة وهما من قبيل المعاني لا الالفاظ الا انه كما يتعارف ذكر الحد والغاية والموضوع في صدر كتب المنطق ليفيد بصيرة في الشروع كذلك يتعارف ايراد مباحث الالفاظ بعد المقدمة ليعين على الا فادة والاستفادة وذلك بان يبين معاني الالفاظ المصطلحة المستعملة في محاورات اهل هذاالعلم من المفرد والمركب والكلي والجزئي والمتواطي والمشكك وغيرها فالبحث عن الالفاظ من حيث الا فادة والاستفادة وهما انما يكونان بالدلالة فلذا بدأ بذكر الدلالة وهي كون الشئ بحيث يلزم من العلم به العلم بشئ اخر والاول هوالدال والثاني هو المدلول والدال ان كان لفظا فالدلالة لفظية والا فغير لفظية وكل منهما ان كان بسبب وضع الواضع وتعيينه الاول بازاء الثاني فوضعية كدلالة لفظ زيد على ذاته ودلالة الدوال الاربع على مدلولاتها وان كان بسبب اقتضاء الطبع حدوث الدال عند عروض المدلول فطبعية كدلالة اح اح على وجع الصدر ودلالة سرعة النبض على الحمى وان كان بسبب امر غيرالوضع والطبع فالدلالةعقلية كدلالة لفظ ديزالمسموع من وراء الجدارعلى وجود اللافظ وكدلالة الدخان على النارفاقسام الدلالة ستةوالمقصود بالبحث ههنا هي الدلالة اللفظية الوضعية اذ عليها مدار الافادة والاستفادة وهي تنقسم الى مطابقة وتضمن والتزام لان دلالة اللفظ بسبب وضع الواضع اما على تمام الموضوع له او جزئه او على امر خارج

ترجمہ:۔ تحقیق تو جان چکا ہے کہ بلاشبہ منطقی کی نظر بالذات صرف معرِّف اور حجت میں ہوتی ہے اور وہ دونوں معانی کے قبیلے

besturdubooks.wordpress.com

میں سے ہیں نہ کہ الفاظ کے قبیل سے مگر جیسا کہ منطق کی کتابوں کے شروع میں تعریف اور غایت اور موضوع کو ذکر کرنا متعارف ہے تا کہ وہ شروع کرنے میں بصیرت کا فائدہ دے اسی طرح مقدمہ کے بعد الفاظ کی بحث کو لانا بھی متعارف ہے تا کہ افادہ (دوسرے کو فائدہ دینا) اور استفادہ (دوسرے سے فائدہ حاصل کرنا) میں معاون ہو اور یہ بات (حاصل ہوگی) بایں طور کہ بیان کئے جائیں ان اصطلاحی الفاظ کے معانی جو اس علم والوں کے محاورات میں مستعمل ہیں یعنی مفرد، مرکب، کلی، جزئی، متواطی اور مشکک وغیرہ پس بحث الفاظ سے افادہ اور استفادہ کی حیثیت سے ہے اور وہ دونوں سوا اسکے نہیں دلالت کے ساتھ (حاصل) ہوتے ہیں پس اس لئے ابتداءً دلالت کا ذکر کیا اور دلالت وہ ہونا ہے کسی شی کا اس طرح کہ لازم آئے اس کے علم سے ایک اور شی کا علم اور شی اول وہ دال ہے اور شی ثانی وہ مدلول ہے اور دال اگر لفظ ہو پس دلالت لفظیہ ہے ورنہ غیر لفظیہ ہے اور ہر ایک ان میں سے اگر واضع کی وضع اور اس کے اول کو ثانی کے مقابلے میں متعین کرنے کے سبب سے ہو پس وضعیہ ہے جیسے دلالت لفظ زید کی اس کی ذات پر اور دوال اربع کی دلالت ان کے مدلولات پر اور اگر دلالت طبیعت کے حدوث پر دال کے تقاضا کرنے کے سبب سے ہو بوقت مدلول کے عارض ہونے کے پس طبعیہ ہے جیسے دلالت کرنا اح اح کا سینے کے درد پر اور نبض کی تیزی کا دلالت کرنا بخار پر اور اگر دلالت امر غیر وضع اور غیر طبع کے سبب سے ہو پس دلالت عقلیہ ہے جیسے دلالت کرنا لفظ دیز کا جو سنا گیا ہو دیوار کے پیچھے سے لافظ کے وجود پر اور جیسے دھویں کا دلالت کرنا آگ پر پس دلالت کی اقسام چھ ہیں اور مقصود یہاں بحث کے ساتھ وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے اس لئے کہ اسی پر افادہ اور استفادہ کا دار و مدار ہے اور وہ تقسیم ہوتی ہے مطابقی، تضمنی اور التزامی کی طرف اس لئے کہ لفظ کی دلالت باعتبار واضع کی وضع کے یا پورے معنی موضوع لہ پر ہوگی یا اس کے جزو پر ہوگی یا امر خارج پر ہوگی۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض اور اسکا جواب دینا ہے **قد علمت** سے اعتراض اور **فلذا بدء بذکر الدلالۃ** تک جواب ہے اور **وھی کون الشیء** سے آخر قول تک دلالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور دلالت لفظیہ وضعیہ کے اقسام بیان کرتا ہے۔

اعتراض:۔ مناطقہ کی غرض تو قول شارح اور حجت سے بحث کرنا ہے اور وہ تو معانی کے قبیلے سے ہیں لھذا ان کو یہاں بیان کرنا چاہیے مصنفؒ نے دلالت کی بحث کو کیوں شروع کر دیا؟ اس سے تو **اشتغال بمالایعنی** (فضول کام میں مشغول ہونا) لازم آتا ہے اور وہ تو درست نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

جواب:۔ یہ ایک رواج بن چکا ہے کہ مقدمہ کے ختم کرنے کے بعد الفاظ کی بحث کو ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ افادہ (دوسرے کو فائدہ دینا) اور استفادہ (دوسرے سے فائدہ لینا) الفاظ پر موقوف ہے چونکہ الفاظ سے افادہ واستفادہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ لفظ اپنے معنی پر دلالت نہ کر رہا ہو اس لئے پہلے دلالت کی بحث کو ذکر کرتے ہیں کیونکہ یہ موقوف علیہ کے درجہ میں ہے اس سے اشتغال بما لا یعنی لازم نہیں آتا۔ منطقی ہر قسم کے الفاظ سے بحث نہیں کیا کرتے بلکہ منطقی صرف ان الفاظ سے بحث کرتے ہیں جو علم منطق میں افادہ اور استفادہ میں مفید ہوں اور وہ الفاظ مناطقہ کے اپنے اصطلاحی الفاظ ہیں جو کہ مناطقہ کے محاورات میں استعمال ہوتے ہیں وہ مفرد، مرکب، کلی، جزئی، متواطی، مشکک وغیرہ کے الفاظ ہیں ان کا معنی بیان کرتے ہیں تا کہ یہ الفاظ افادہ اور استفادہ کیلئے معین ثابت ہوں۔

وهي كون الشيء الخ۔ یہاں سے آخر قول تک دلالت کی لغوی واصطلاحی تعریف اور دلالت لفظیہ وضعیہ کے اقسام بیان کرتے ہیں۔

دلالت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:۔ دلالت کا لغوی معنی ہے راستہ دکھانا مناطقہ کی اصطلاح (بولی) میں دلالت کہتے ہیں کسی شی کا اس طرح ہونا کہ اس کے علم سے ایک دوسری شی کا علم آ جائے جیسے دھویں کو دیکھ کر اس کے علم سے آگ کا علم حاصل ہو جاتا ہے شی اول جس کے دیکھنے سے علم آتا ہے اس کو دال اور دوسری چیز جس کا علم آتا ہے اس کو مدلول کہتے ہیں اور ان کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے اس کو دلالت کہتے ہیں مناطقہ نے جستجو اور تلاش کی ہے کہ ایک شی کے جاننے سے دوسری شی کا علم کس طرح آتا ہے انہوں نے تتبع اور تلاش کے بعد یہ معلوم کیا کہ ایک شی کے علم سے جو خود بخود دوسری شی کا علم آتا ہے یہ کسی تعلق کی وجہ سے ہوتا ہے اور تعلق مناطقہ نے تین نکالے ہیں (۱) وضع کا تعلق: کہ بنانے والے نے دال کو مدلول ہی کیلئے بنایا ہو (۲) طبع کا تعلق: کہ مدلول دال کی طبعیت کو جا کر لگ جائے اور اس سے بلا اختیار دال صادر ہو (۳) تاثیر کا تعلق: یعنی دال اثر ہو اور مدلول موثر ہو، یا مدلول اثر ہو اور دال موثر، یا دال اور مدلول دونوں ایک تیسری شی کا اثر ہوں مثالیں آگے آئیں گی۔

دلالت کی اقسام:۔ دلالت کی دو قسمیں ہیں لفظیہ، غیر لفظیہ۔ دلالت لفظیہ اس دلالت کو کہتے ہیں جس میں دال لفظ ہو جیسے لفظ زید کی دلالت ذات زید پر اور غیر لفظیہ اس کو کہتے ہیں جس میں دال لفظ نہ ہو جیسے دھویں کی دلالت آگ پر۔

دلالت لفظیہ کی اقسام:۔ دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **دلالت لفظیہ وضعیہ:۔** جس میں دال لفظ ہو اور اس کے بنانے والے نے مدلول کیلئے بنایا ہو یعنی تعلق وضع کا ہو اس کو

besturdubooks.wordpress.com

دلالت لفظیہ وضعیہ کہتے ہیں جیسے لفظ زید کی دلالت ذات زید پر کیونکہ بنانے والے نے لفظ زید کو ذات زید کیلئے بنایا ہے۔

(۲) دلالت لفظیہ طبعیہ:۔ جس میں دال لفظ ہو اور تعلق دال مدلول کے درمیان طبع کا ہو کہ مدلول دال کی طبعیت کو لگے اور اس سے بلا اختیار دال صادر ہو جیسے لفظ اح اح کی دلالت سینہ کے درد پر یہاں مدلول سینہ کا درد دال انسان کی طبعیت کو جا کر لگا تو اس سے بلا اختیار دال صادر ہوا۔

(۳) دلالت لفظیہ عقلیہ:۔ جس میں دال لفظ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق تاثیر کا ہو جیسے لفظ دیز جو کہ دیوار کے پیچھے سے سنا جائے اسکی دلالت بولنے والے کی ذات پر یہاں دال یعنی لفظ دیز یہ مدلول لافظ (بولنے والا) کا اثر ہے اس میں دیوار کے پیچھے کی قید اسلئے لگائی ہے کہ اگر کوئی آدمی سامنے یہ کلام لفظ دیز والا کرے تو اس کو دلالت لفظیہ عقلیہ نہیں کہیں گے

دلالت غیر لفظیہ کی اقسام:۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں (۱) غیر لفظیہ وضعیہ (۲) غیر لفظیہ طبعیہ (۳) غیر لفظیہ عقلیہ

(۱) غیر لفظیہ وضعیہ:۔ جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق وضع کا ہو جیسے دوال اربع (خطوط، نصب، اشارات، عقود) کی دلالت اپنے معانی و مدلولات پر یہ غیر لفظیہ ہے کیونکہ یہ چیزیں الفاظ نہیں اور وضعیہ بھی ہے کیونکہ بنانے والے نے ان کو مخصوص معانی کیلئے بنایا ہے۔

(۲) غیر لفظیہ طبعیہ:۔ جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق طبع کا ہو جیسے سرعۃ نبض کی دلالت بخار پر یہاں بخار جا کر دال یعنی انسان کی طبعیت کو لگا اور اس سے بلا اختیار دال یعنی سرعۃ نبض صادر ہوا۔

(۳) دلالت غیر لفظیہ عقلیہ:۔ جس میں دال لفظ نہ ہو اور دال اور مدلول کے درمیان تعلق تاثیر کا ہو جیسے دھویں کی دلالت آگ پر یہاں دھواں یہ اثر ہے اور مدلول یعنی آگ وہ مؤثر ہے اس کی دوسری مثال جہاں دال مؤثر ہو اور مدلول اثر ہو جیسے آگ کو دیکھ کر دھویں کا یقین کرنا یہاں آگ دال ہے جو کہ مؤثر ہے اور مدلول دھواں ہے جو کہ اثر ہے تیسری مثال جہاں دال اور مدلول دونوں کسی تیسری شی کا اثر ہوں جیسے دھویں کی دلالت حرارت یعنی گرمی پر یہاں دھواں دال اور حرارت مدلول ہے یہ دونوں ایک تیسری چیز آگ کا اثر ہیں اور آگ مؤثر ہے۔

یہاں تک دلالت کی اقسام ختم ہوئیں منطقی چونکہ معانی سے بحث کرتے ہیں اور معانی کا سمجھنا اور سمجھانا یہ الفاظ سے احسن طریقے سے ہوتا ہے اس لئے منطقی صرف دلالت لفظیہ سے ہی بحث کرتے ہیں اور پھر دلالت لفظیہ میں سے بھی صرف وضعیہ سے بحث کرتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ کیلئے یہی مفید ہے اس کے اقسام بیان کرتے ہیں: دلالت لفظیہ وضعیہ کی تین

besturdubooks.wordpress.com

قسمیں ہیں۔

(۱) دلالت مطابقی (۲) دلالت تضمنی (۳) دلالت التزامی

﴿۱﴾ **دلالت مطابقی:** ۔ وہ ہے جس میں دال اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے جیسے انسان کی دلالت اپنے پورے معنی موضوع لہ حیوان ناطق پر۔

﴿۲﴾ **دلالت تضمنی:** ۔ جس میں دال اپنے معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کرے یہ دلالت، دلالت مطابقی کے ضمن میں ہی ہو جاتی ہے کیونکہ جب لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرتا ہے تو ہر ہر جزو پر بھی تو دال ہوتا ہے جیسے انسان کی دلالت صرف حیوان پر یا صرف ناطق پر۔

﴿۳﴾ **دلالت التزامی:** ۔ لفظ ایک معنی خارجی پر دلالت کرے کہ وہ معنی خارجی جو موضوع لہ کو لازم ہو ذہن میں جیسے انسان کی دلالت صنعت کتابۃ پر جو کہ معنی موضوع لہ حیوان ناطق کو ذہن میں لازم ہے۔

مناطقہ اور اھل عربیت کا اختلاف: ۔ آیا دلالت تضمنی کیلئے قصد اور ارادے کی ضرورت ہے یا نہیں اھل عربیت کا مذہب یہ ہے کہ جب لفظ بول کر معنی موضوع لہ کی جزو پر دلالت کا ارادہ متکلم کرے گا تو دلالت تضمنی ہوگی ورنہ نہیں مناطقہ کا مذھب یہ ہے کہ ارادہ کی ضرورت نہیں جب لفظ اپنے تمام معنی موضوع لہ پر دلالت کرے گا تو بلا قصد اور ارادہ موضوع لہ کی جزو پر بھی دلالت ہو جائیگی ارادہ کی ضرورت نہیں مناطقہ کا مذھب راجح ہے کیونکہ دلالت لفظیہ کا ان تین قسموں میں بند ہونا یہ حصر عقلی ہے اگر اھل عربیت کی بات مان لی جائے تو پھر ایک اور قسم بھی نکل آئیگا کہ جس میں ارادہ نہ ہو اس کو کہاں داخل کیا جائیگا اھل عربیت کے مذھب کے مطابق حصر عقلی ٹوٹتا ہے اس لئے یہ درست نہیں ہے۔ تفصیل مرقات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

قولہ: ولا بدفیه: ای فی دلالة الالتزام ترجمہ: ۔ یعنی دلالت التزامی میں۔

غرضِ شارح: ۔ اس قول کی غرض فیہ کی ضمیر کا مرجع بتانا ہے

تشریح: ۔ یزدی صاحب نے بتایا کہ اس کا مرجع التزام نہیں جو کہ پہلے گزرا ہے کیونکہ اس وقت تو یہ معنی ہوگا کہ ضروری ہے اس التزام میں لزوم کا ہونا یہ معنی تو بالکل غلط ہے اس لئے یزدی صاحب نے ای فی دلالة الالتزام کا لفظ نکال کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس ضمیر کا مرجع دلالت التزام ہے کہ ضروری ہے اس دلالت التزام میں لزوم کا ہونا۔

besturdubooks.wordpress.com

سوال:۔ یزدی صاحب نے جو ضمیر کا مرجع دلالت التزام نکالا ہے اس پر کیا قرینہ ہے؟

جواب:۔ جیسے دلالة اللفظ علی تمام ما وضع له مطابقة میں مطابقة سے پہلے دلالت کا لفظ مقدر ہے ای دلالة المطابقة اور تضمن سے پہلے بھی دلالت کا لفظ مقدر ہے اسی طرح یہاں بھی التزام سے پہلے دلالت کا لفظ مقدر ہوگا اور دلالة الالتزام ہوگا۔

قوله من اللزوم: ای کون الامر الخارج بحیث یستحیل تصور الموضوع له بدونه سواء کان هذااللزوم الذهنی عقلا کالبصر بالنسبة الی اعمی اوعرفا کالجود بالنسبة الی الحاتم

ترجمہ:۔ یعنی امر خارج کا اس طرح ہونا کہ محال ہو اس کے بغیر موضوع لہ کا تصور برابر ہے کہ یہ لزوم ذہنی عقلی ہو جیسے بصر ساتھ نسبت کرنے اعمی کی طرف یا عرفی ہو جیسے سخاوت ساتھ نسبت کرنے حاتم طائی کی طرف۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے دلالت التزامی میں جو لزوم ہوتا ہے وہ لزوم ذہنی ہوتا ہے۔

اس کے سمجھنے کیلئے لزوم کی اقسام سمجھنا ضروری ہے۔ لازم اور ملزوم کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے اس کو لزوم کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی۔

لزوم ماہیت:۔ لازم ملزوم کو ذہن اور خارج دونوں جگہ میں چمٹا ہوا ہو یعنی ملزوم کو ذہن میں سوچیں یا ملزوم خارج میں موجود ہو تو یہ لازم ہمیشہ اس کو لازم ہو جیسے چار کے عدد کیلئے جفت ہونا لازم ہے خواہ چار کا عدد ذہن میں سوچا جائے یا خارج میں چار کا عدد پایا جائے اس کو جفت ہونا لازم ہے۔

لزوم خارجی:۔ وہ ہے کہ لازم ملزوم کو صرف خارج میں لازم ہو لازم ملزوم کو ذہن میں لازم نہ ہو جیسے آگ کو جلانا لازم ہے اور پہاڑ کو بڑا ہونا لازم ہے، دریا کو غرق کرنا لازم ہے ذہن میں آگ کو جلانا، پہاڑ کیلئے بڑا ہونا اور دریا کیلئے غرق کرنا لازم نہیں ورنہ تو ذہن کا خرق، حرق اور غرق لازم آتا ہے۔

لزوم ذہنی:۔ وہ ہے کہ لازم ملزوم کو صرف ذہن میں لازم ہو خارجی جہان میں اگر ملزوم موجود ہو تو لازم ملزوم کو لازم نہ ہو جیسے انسان کیلئے قابلیت علم اور صنعت کتابت لازم ہے لیکن اس وقت جب انسان کو ذہن میں سوچا جائے خارجی جہان میں انسان کے ساتھ قابلیت علم چمٹی ہوئی نہیں ہے ورنہ تو لگی ہوئی نظر آتی دلالت التزامی میں یہی لزوم ذہنی معتبر ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

پھر لزوم ذہنی کی دو قسمیں ہیں (۱) لزوم ذہنی عقلی (۲) لزوم ذہنی عرفی۔

لزوم ذہنی عقلی: ۔وہ ہے جو اپنے ملزوم کو عقلا لازم ہو اور لازم کا اپنے ملزوم سے جدا ہونا عقلا محال ہو یعنی عقلا اس لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن نہ ہو جیسے اعمی کا معنی عدم البصر ہے اس کو بصر لازم ہے اور یہ ایسا لازم ہے جس کا اپنے ملزوم عدم البصر سے جدا ہونا عقلا محال ہے جب بھی اعمی کا معنی سوچیں گے تو بصر کا تصور بھی اس کو لازم ہے۔

اعتراض: ۔آپ نے یہ کہا ہے کہ اعمی کے معنی کو بصر لازم ہے یہ صحیح نہیں بلکہ یہ بصر تو اس کے معنی کی جزء ہے لھذا یہاں تو دلالت التزامی نہیں بلکہ دلالت تضمنی ہے؟

جواب: ۔یہاں عدم کی اضافت بصر کی طرف یہ اضافت بیانیہ ہے یہاں بصر کا لفظ محض عدم کی وضاحت کیلئے ہے یہ جزء نہیں عدم کا معنی یہ ہے کہ عدم بصر کا ہونا۔

اعتراض: ۔ عدم کا معنی یہ کیسے صحیح ہے عدم کے معنی میں تو نفی ہے؟

جواب: ۔عدم بصر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شان میں سے یہ ہو کہ وہ بصیر ہو اگر اس کی شان میں بصیر ہونا نہ ہو اور وہاں آنکھیں نہ ہوں تو اس کو اعمی نہیں کہیں گے جیسا کہ درخت، پہاڑ وغیرہ کو اعمی نہیں کہا جاتا۔

لزوم ذہنی عرفی: ۔وہ ہے کہ وہ ملزوم کو عرفا لازم ہو عقلا اس کا ملزوم سے جدا ہونا ممکن ہو جیسے جود (سخاوت) یہ حاتم کو لازم ہے اور یہ ایسا لازم ہے کہ اس کا اپنے ملزوم یعنی حاتم سے جدا ہونا ممکن ہے، یہ ممکن ہے کہ ذات حاتم موجود ہو لیکن سخاوت نہ کرے اگر چہ عرفا سخاوت حاتم کو ہمیشہ لازم ہے۔

قوله: وتلزمهما المطابقة ولو تقديرا: اذ لا شک ان الدلالة الوضعية على جزء المسمى و لازمه فرع الدلالة على المسمى سواء كانت الدلالة على المسمى محققة بان يطلق اللفظ و يراد به المسمى ويفهم منه الجزء او اللازم بالتبع اومقدرة كما اذا اشتهر اللفظ فى الجزء او اللازم فالدلالة على الموضوع له وان لم يتحقق هناک بالفعل الاانها واقعة تقديرا بمعنى ان لهذااللفظ معنى لوقصدمن اللفظ لكان دلالته عليه مطابقة والى هذا اشار بقوله ولوتقديرا

ترجمہ: ۔نہیں ہے کوئی شک کہ بلاشبہ دلالت وضعیہ مسمی کے جزء پر اور اسکے لازم پر فرع ہے اس دلالت کی جو پورے مسمی پر ہو

besturdubooks.wordpress.com

برابر ہے کہ وہ دلالت مسمی پر محققہ ہو بایں طور کہ لفظ بولا جائے اور اس سے مسمی مراد لیا جائے اور جزو اور لازم بالتبع اس سے سمجھے جائیں یا مقدرہ ہو جیسا کہ جب مشہور ہو جائے لفظ جزو میں یا لازم میں پس دلالت موضوع لہ پر اگر چہ وہاں نہیں ہے متحقق بالفعل مگر بلاشبہ وہ تقدیراً اس معنی میں واقع ہے کہ بے شک اس لفظ کیلئے ایک معنی ہو کہ اگر لفظ سے اس کا ارادہ کیا جائے تو البتہ لفظ کی اس پر دلالت مطابقی ہوگی اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے مصنفؒ نے اپنے قول **ولو تقدیرا** سے ۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض دلالت تضمنی اور التزامی کا دلالت مطابقی کے ساتھ تعلق بتلانا ہے اور **سواء کانت تلک الدلالۃ** سے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

تشریح:۔ اس تعلق کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جہاں تابع ہوتا ہے وہاں متبوع کا ہونا ضروری ہے جیسے عطف بالحرف، عطف بیان، تاکید وغیرہ یہ توابع ہیں ان سے پہلے معطوف علیہ، مؤکد، مبدل منہ کا ہونا ضروری ہے لیکن جہاں ذات متبوع ہو وہاں تابع کا ہونا ضروری نہیں دلالت مطابقی متبوع ہے جہاں یہ ہوگی وہاں تضمنی اور التزامی کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ یہ دونوں تو توابع ہیں لیکن جہاں دلالت تضمنی اور التزامی ہوگی وہاں مطابقی ضرور ہوگی کیونکہ یہ دونوں توابع ہیں اور مطابقی وہ متبوع ہے اور تابع بغیر متبوع کے نہیں پایا جاتا۔

سواء کانت الدلالۃ الخ:۔ یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اور **ولو تقدیرا** کا معنی بتانا ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے یہ دعوی کیا ہے کہ تضمنی اور التزامی بغیر مطابقی کے نہیں پائی جاتیں یہ دعوی ٹوٹ رہا ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے ایک ایسا لفظ ہو جس کی دلالت جزو معنی پر مشہور ہوگئی ہو اور معنی مطابقی پر دلالت نہ ہو اور ایسے ہی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ کی دلالت معنی التزامی پر مشہور ہوگئی ہو اور معنی مطابقی پر دلالت متروک ہو تو جہاں لفظ کو بولا جائیگا وہاں دلالت تضمنی اور التزامی تو ہوگی لیکن مطابقی نہ ہوگی لھذا آپ کا دعوی ٹوٹ گیا؟

جواب:۔ یہ بات تو ہم مانتے ہیں کہ ایسے لفظ میں بالفعل اگر چہ دلالت مطابقی نہیں ہوگی لیکن اس لفظ کیلئے معنی تو ایسا ہے کہ اگر اس لفظ کو بول کر وہ معنی مراد لیا جائے تو اس لفظ کی دلالت اس معنی پر دلالت مطابقی ہوگی۔

گویا کہ **ولو تقدیرا** کا معنی یہی ہے کہ لفظ کی دلالت معنی مطابقی پر بالفعل ہو یا بالقوہ۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله ولا عكس: اذ يجوز ان يكون للفظ معنى بسيط لاجزء له ولالازم له فتحققت حينئذ المطابقة بدون التضمن والالتزام ولو كان له معنى مركب لا لازم له فتحقق التضمن بدون الالتزام اولو كان له معنى بسيط له لازم تحقق الالتزام بدون التضمن فا لاستلزام غير واقع فى شئ من الطرفين

ترجمہ:۔ کیونکہ جائز ہے کہ لفظ کا معنی بسیط ہو اس کا جزء نہ ہو اور نہ اس کا لازم ہو پس اس وقت دلالت مطابقی متحقق ہوگی بغیر دلالت تضمنی اور التزامی کے اور اگر اس لفظ کیلئے کوئی معنی مرکب ہو جس کا کوئی لازم نہیں ہے پس دلالت تضمنی بغیر التزامی کے متحقق ہوگی اور اگر اس لفظ کیلئے معنی بسیط ہو جس کا کوئی لازم ہے تو دلالت التزامی متحقق ہوگی بغیر تضمنی کے پس استلزام طرفین میں سے کسی شئ میں واقع نہیں ہے۔

اغراضِ شارح:اس قول کی غرض دلالت مطابقی کا تضمنی اور التزامی کے ساتھ تعلق بتلانا ہے نیز اس قول میں تضمنی اور التزامی کا آپس میں تعلق جو ماتنؒ نے نہیں بیان کیا اس کو بھی یزدی صاحب نے بیان کیا ہے۔

تشریح:۔ دلالت مطابقی یہ چونکہ متبوع ہے جہاں یہ ہو وہاں تضمنی اور التزامی کا ہونا ضروری نہیں مثلاً جہاں لفظ کا معنی بسیط ہو تو وہاں مطابقی تو ہوگی لیکن تضمنی نہیں ہوگی جیسے لفظ اللہ کی دلالت ذات باری تعالیٰ پر مطابقی ہے لیکن یہاں تضمنی اور التزامی نہیں تضمنی تو اسلئے نہیں کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی جز نہیں اور التزامی اس لئے نہیں کہ اس کو کوئی لازم نہیں۔

اعتراض:۔ غفور، رحیم ،قدیر، علیم ہونا اللہ تعالیٰ کو لازم تو ہے؟

جواب:۔لازم ہمیشہ خارج ہوا کرتا ہے ملزوم کی ذات سے یہ صفات اللہ تعالیٰ کی عین ذات ہیں خارج نہیں اس لئے ان کو لازم نہیں کہا جائیگا۔

ولو كان له معنى مركب الخ:۔یہاں سے علامہ یزدی صاحب نے دلالت تضمنی اور التزامی کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے ان کا آپس میں تعلق عموم خصوص من وجہ کا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں تین مادے ہونگے ایک مادہ اجتماعی اور دو افتراقی (۱) جہاں لفظ کا معنی مرکب بھی ہو اور اسکا لازم بھی ہو تو وہاں پر یہ دونوں ہونگے جیسے لفظ انسان میں (۲) لفظ کا معنی مرکب ہو لیکن اس کا کوئی لازم نہ ہو تو یہاں تضمنی ہوگی التزامی نہیں ہوگی (۳) لفظ کا معنی بسیط ہو اور اس کا کوئی لازم بھی ہو تو

besturdubooks.wordpress.com

یہاں التزامی ہوگی تضمنی نہیں ہوگی جیسے لفظ اللہ کی دلالت رزاق، خالق پر یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذات کو لازم ہیں۔

متن: والموضوع ان قصدبجزئه الدلالة على جزء معناه فمركب اماتام خبراوانشاء واما ناقص تقييدى او غيره والا فمفرد

ترجمہ متن:۔ اور موضوع اگر اس کی جزو کے ساتھ ارادہ کیا جائے اس کے معنی کی جزو پر دلالت کا پس وہ مرکب ہے یا مرکب تام خبریہ ہے یا انشائیہ ہے اور یا ناقص تقییدی ہے یا غیر تقییدی ورنہ پس وہ مفرد ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ دلالت کی بحث کو ختم کرنے کے بعد اب الفاظ کی بحث کو شروع کرتے ہیں الفاظ دو قسم ہیں موضوع، مہمل موضوع الفاظ تو ان کو کہتے ہیں جن کا کوئی نہ کوئی معنی ہو اور مہمل ان الفاظ کو کہتے ہیں جو بے معنی ہوں منطقی الفاظ موضوع سے بحث کرتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ ان کے ذریعے ہوتا ہے لفظ موضوع کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ کیا گیا ہو تو وہ مرکب ہے مرکب پھر دو قسم پر ہے مرکب تام یا ناقص تام پھر دو قسم ہے خبری یا انشائی ناقص کی بھی دو قسمیں ہیں تقییدی اور غیر تقییدی (۲) اور اگر لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ نہ کیا گیا ہو تو وہ لفظ مفرد ہے۔

☆☆

قوله والموضوع: اى اللفظ الموضوع ان اريد دلالة جزء منه على جزء معناه فهو المركب والا فهو المفرد فالمركب انما يتحقق بامور اربعة الاول ان يكون للفظ جزء والثانى ان يكون لمعناه جزء والثالث ان يدل جزء اللفظ على جزء المعنى والرابع ان تكون هذه الدلالة مرادة فبانتفاء كل من القيود الاربعة يتحقق المفرد فللمركب قسم واحد و للمفرد اقسام اربعة الاول ما لا جزء للفظ نحو همزة الاستفهام والثانى ما لا جزء لمعناه نحو لفظ الله والثالث ما لا دلالة لجزء لفظه على جزء معناه كزيد وعبدالله علما والرابع مايدل جزء لفظ على جزء معناه لكن الدلالة غير مقصودة كالحيوان الناطق علما لشخص انسانى

ترجمہ:۔ یعنی لفظ موضوع اگر ارادہ کیا جائے اس کی جزو سے دلالت کا اس کے معنی کی جزو پر پس وہ مرکب ہے ورنہ پس وہ مفرد ہے بس مرکب سوا اس کے نہیں متحقق ہوتا ہے چار امور ثابت ہونے سے (۱) اول یہ کہ لفظ کی جزو ہو (۲) دوسرا یہ کہ اس کے معنی

besturdubooks.wordpress.com

کی جزو ہو (۳) تیسرا یہ کہ اس کے لفظ کی جزو اس کے معنی کی جزو پر دلالت کرے (۴) چوتھا یہ کہ یہ دلالت مراد ہو پس چاروں قیود میں سے ہر ایک کے انتفاء کے ساتھ مفرد متحقق ہو جائیگا۔ پس مرکب کیلئے ایک قسم ہے اور مفرد کیلئے چار اقسام ہیں اول یہ کہ اس کے لفظ کی جزو نہ ہو جیسے ہمزۂ استفہام دوسرا یہ کہ اس کے معنی کی جزو نہ ہو جیسے لفظ اللہ اور تیسرا یہ کہ اس کے لفظ کی جزو کی دلالت معنی کی جزو پر نہ ہو جیسے زید اور عبداللہ علم ہونے کی صورت میں اور چوتھا یہ ہے کہ دلالت کرے اس کے لفظ کی جزو اس کے معنی کی جزو پر لیکن دلالت مقصود نہ ہو جیسے حیوان ناطق کسی شخص انسانی کا علم ہونے کی صورت میں۔

غرضِ شارح: ۔اس قول کی غرض لفظ موضوع کی قسمیں بیان کرنا ہے۔

تشریح: ۔لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ کیا گیا ہو تو اس کو مرکب کہتے ہیں مرکب کے ثابت ہونے کیلئے چار شرطیں ہیں (۱) لفظ کی جزو ہو (۲) معنی کی جزو ہو (۳) لفظ کی جزو معنی کی جزو پر دلالت کرے (۴) لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ ہو اگر یہ چاروں شرطیں پائی جائیں تو مرکب ثابت ہوگا اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو تو مرکب ثابت نہیں ہوگا بلکہ وہ مفرد ہوگا پہلی صورت یہ ہے کہ لفظ کی جزو ہی نہ ہو جیسے ہمزۂ استفہام، دوسری صورت کہ لفظ کی جزو تو ہو لیکن معنی کی جزو نہ ہو جیسے لفظ اللہ اس کے لفظ کی جزو ہے لیکن معنی کی جزو نہیں، تیسری صورت کہ لفظ کی جزو بھی ہو معنی کی جزو بھی ہو لیکن دلالت نہ ہو جیسے عبداللہ یہ علم ہے ایک انسان کا نام ہے جو کہ اجزاء والا ہے کیونکہ وہ بھی حیوان ناطق ہے عبد حیوان اور اللہ سے ناطق پر دلالت نہیں ہو رہی، چوتھی صورت کہ لفظ کی جزو بھی ہو معنی کی جزو بھی ہو دلالت بھی ہو لیکن دلالت مقصود نہ ہو جیسے حیوان ناطق یہ کسی کا نام رکھ لیا جائے تو یہاں لفظ کی بھی جزو ہے معنی کی بھی جزو ہے لیکن دلالت کا ارادہ نہیں ہے یہ چاروں صورتیں مفرد کی ہیں۔

اعتراض: ۔آپ نے کہا ہے کہ جو کسی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو اس کی دو قسمیں ہیں مفرد و مرکب دوال اربعہ کو بھی تو آپ نے مخصوص معانی کیلئے وضع کیا ہے حالانکہ وہ تو مفرد و مرکب نہیں ہوتے؟

جواب: ۔ الموضوع سے مراد لفظِ موضوع ہے الموضوع پر الف لام عہد خارجی کا ہے۔لفظ موضوع کی دو قسمیں ہیں مفرد و مرکب دوال اربعہ چونکہ لفظ نہیں اس لئے ان کی دو قسمیں نہیں۔

اعتراض: ۔مرکب یہ تو مفردات سے مل کر بنتا ہے مفرد کی تعریف پہلے ہونی چاہیے تھی عام طور پر بھی مفرد کی تعریف پہلے ہوتی ہے لیکن یہاں یزدی صاحب نے مرکب کی تعریف پہلے کیوں کی؟

besturdubooks.wordpress.com

جواب:۔ یہ تو صحیح ہے کہ مفرد پہلے ہونا چاہیے لیکن چونکہ مرکب کی تعریف وجودی تھی اور مفرد کی تعریف عدمی تھی وجود عدم سے اشرف ہوتا ہے تو وجود کی شرافت کا لحاظ کرتے ہوئے مرکب کی تعریف پہلے کی اور مفرد کی تعریف بعد میں کی۔

قوله :اما تام: ای یصح السکوت علیه کزید قائم

ترجمہ:۔ یعنی صحیح ہو اس پر سکوت جیسے زید قائم۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض مرکب کی دو قسموں میں سے پہلی قسم مرکب تام کو بیان کرنا ہے۔

مرکب کی دو قسموں میں سے پہلی قسم مرکب تام کو اس قول میں بیان کیا مرکب تام وہ ہے کہ جس پر متکلم کا سکوت یعنی چپ ہونا صحیح ہو یا مخاطب کو فائدہ تامہ حاصل ہو۔

قوله خبر :ان احتمل الصدق والکذب ای یکون من شانه ان یتصف بهما بان یقال له صادق او کاذب

ترجمہ:۔ اگر احتمال رکھے صدق اور کذب کا یعنی ہو اس کی شان میں سے یہ کہ متصف ہو ان دونوں کے ساتھ بایں طور کہ کہا جائے اس کو صادق یا کاذب۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض مرکب تام کی دو قسموں میں سے مرکب تام خبری کو بیان کرنا ہے

مرکب تام خبری وہ ہے کہ جو صدق و کذب کا احتمال رکھے۔

سوال:۔ لا الہ الا اللہ یہ کلام خبری ہے لیکن کذب کا اس میں احتمال ہی نہیں بلکہ صدق ہی صدق ہے اسی طرح السماء تحتنا یہ کلام خبری ہے لیکن اس میں صدق کا احتمال ہی نہیں الارض تحتنا یہ بھی کلام خبری ہے لیکن اس میں کذب کا احتمال ہی نہیں لہذا آپ کی تعریف جامع نہیں؟

جواب:۔ کلام خبری کی شان یہ ہے کہ وہ صدق و کذب کے ساتھ موصوف ہو سکے یہ جملے من حیث الجملہ صدق و کذب کا احتمال رکھتے ہیں ہمیں جو لا الہ الا اللہ میں کذب کا احتمال نظر نہیں آتا وہ دلائل خارجیہ کے اعتبار سے ہے ورنہ اگر یہ کذب کا احتمال نہ رکھتا تو ہمیں پھر کفار کو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: او انشاء: ان لم یحتملهما ترجمہ:۔اگر نہ احتمال رکھے ان دونوں کا

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکب تام کی دوسری قسم مرکب تام انشائی کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مرکب تام انشائی جس میں صدق وکذب کا احتمال نہ ہو۔کلام خبری میں صدق وکذب کا احتمال ہوتا ہے کیونکہ کلام خبری میں خارجی جہان سے بات نقل کی جاتی ہے اور کلام انشائی میں خارجی جہان سے بات نقل نہیں کی جاتی بلکہ ایک چیز کی طلب ہوتی ہے اسی لئے اس میں صدق وکذب کا احتمال نہیں ہوتا۔

قوله: اما ناقص: ان لم یصح السکوت علیه ترجمہ:۔اگر نہ صحیح ہو اس پر سکوت۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکب کی دوسری قسم مرکب ناقص کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مرکب ناقص وہ ہے جس پر متکلم کا سکوت صحیح نہ ہو یا مخاطب کو اس سے فائدہ تامہ حاصل نہ ہو۔

قوله: تقییدی: ان کان الجزء الثانی قیدا للاول نحو غلام زید و رجل فاضل وقائم فی الدار

ترجمہ:۔اگر جزو ثانی اول کیلئے قید ہو جیسے **غلام زید** اور **رجل فاضل** اور **قائم فی الدار**۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکب ناقص کی پہلی قسم مرکب تقییدی کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مرکب ناقص کی دو قسمیں ہیں تقییدی اور غیر تقییدی مرکب ناقص تقییدی جس میں جزو ثانی جزو اول کیلئے قید ہو جیسے غلام زید یہ مضاف مضاف الیہ ہے یہاں **زید** **غلام** کیلئے قید ہے **رجل عالم** یہاں **عالم** **رجل** کیلئے قید ہے یہ موصوف صفت کی مثال ہے **قائم فی الدار** یہاں حال **فی الدار** یہ **قائم** کیلئے قید ہے قیام وہ دراں حالیکہ گھر میں ہے یہ حال ذوالحال کی مثال ہے۔

قوله: او غیره: ان لم یکن الثانی قیدا للاول نحو فی الدار وخمسة عشر

ترجمہ:۔اگر ثانی اول کیلئے قید نہ ہو جیسے **فی الدار** اور **خمسة عشر**

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکب ناقص کی دوسری قسم مرکب غیر تقییدی کی تعریف بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مرکب غیر تقییدی وہ ہے جہاں جزو ثانی جزو اول کیلئے قید نہ ہو جیسے **فی الدار** اور **خمسة عشر** یہاں **الدار** اور

besturdubooks.wordpress.com

عشر کا لفظ جزو اول فی اور خمسة کیلئے قید نہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے یہ کہا ہے کہ یہاں جزو ثانی الدار یہ جزو اول فی کیلئے قید نہیں ایسے ہی عشر کا لفظ جزو اول خمسة کیلئے قید نہیں حالانکہ یہاں بھی تو جزو ثانی قید ہے فی کا معنی مطابقی ظرفیت تھا لیکن الدار نے اس کو ظرفیت دار کے ساتھ مقید کرلیا عشر کے لفظ نے خمسة کو مقید کردیا خمسہ سے مراد وہ خمسہ نہیں جو اربعہ کے بعد ہے بلکہ خمسہ سے مراد وہ خمسہ ہے جو کہ عشرہ کے بعد ہے یہاں بھی تو جزو ثانی نے جزو اول کی تقیید کردی ہے آپ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ جزو ثانی یہاں جزو اول کے لئے قید نہیں؟

جواب:۔ یہاں ظرفیت سے مطلق ظرفیت مراد نہیں کیونکہ مطلق ظرفیت تو اسم نے ظرفیت سے مراد ظرفیت جزئی ہے جو کہ خاص ہے الدار نے اس کی آکر تعیین کی ہے وہ ظرفیت خاص دار والی ہے خمسة عشر میں بھی جزو ثانی قید نہیں یہاں خمسہ کا لفظ علیحدہ ہے اور عشر علیحدہ ہے۔

اعتراض:۔ مصنفؒ نے مرکب تقییدی کی دو مثالیں کیوں دیں وضاحت کیلئے تو ایک مثال کافی تھی؟

جواب ﴿۱﴾:۔ دو مثالیں اس لئے دیں کیونکہ پہلی مثال ایسی ہے کہ جہاں جزو ثانی یعنی الدار جزو اول کی تعیین کیلئے ہے اور دوسری مثال میں جزو ثانی تعیین کیلئے نہیں۔

جواب ﴿۲﴾:۔ پہلی مثال میں فی عامل ہے جزو ثانی میں اور دوسری مثال خمسة عشر میں جزو اول عامل نہیں۔

نوٹ:۔ بعض نسخوں میں و خمسة عشر کا لفظ نہیں ہے یہاں پرانے نسخے کے مطابق تشریح ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں (از مرتب)

قوله: والا فمفرد: ای وان لم یقصد بجزء منه الدلالة علی جزء معناه

ترجمہ:۔ یعنی اور اگر نہ ارادہ کیا جائے اس کی جزو سے دلالت کا اس کے معنی کی جزو پر۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض صرف یہ بتانا ہے کہ یہاں الا استثنائیہ نہیں بلکہ الا مرکبہ ہے

تشریح:۔ مفرد کی تعریف یہ ہوئی کہ اگر لفظ کی جزو سے معنی کی جزو پر دلالت کا ارادہ نہ ہو تو وہ مفرد ہے مفرد کے متحقق ہونے کی چار صورتیں ہیں جن کی تفصیل مرکب کی بحث میں گزر چکی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

متن : وهوان استقل فمع الدلالة بهيئته على احد الا زمنة الثلاثة كلمة وبدونها اسم والا فاداة

ترجمہ:۔اور وہ اگر مستقل ہو پس اپنی ہیئت کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی ایک پر دلالت کرنے کے ساتھ کلمہ ہے اور اس کے بغیر اسم ہے ورنہ اداۃ ہے۔

مختصر تشریح متن:۔اس عبارت سے مصنف ''مفرد کی تقسیم کر رہے ہیں کہ مفرد لفظ جو اپنے معنی پر دلالت کرے گا وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوگا یا غیر مستقل ہوگا اگر معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو کر اپنی ہیئت کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کریگا یا نہیں اگر اپنی ہیئت کیساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کرے تو وہ کلمہ ہے اور اگر دلالت اپنی ہیئت کے ساتھ نہ کرے تو وہ اسم ہے اور اگر وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو تو وہ اداۃ ہے۔

☆☆☆

قوله:وهو ان استقل: اى فى الدلالة على معناه بان لا يحتاج فيها الى ضم ضميمة

ترجمہ:۔یعنی مستقل ہو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں بایں طور کہ نہ محتاج ہو دلالت میں کسی ضمیمہ کے ملانے کی طرف۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض صرف ان استقل کا معنی بتانا ہے۔

تشریح:۔اس کا معنی سمجھنے سے پہلے استقل کے صلوں کا سمجھنا ضروری ہے استقل کے دو صلہ ہیں فی الدار اور علی معناہ اب ان استقل کا معنی یہ ہوگا کہ وہ مفرد لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو مستقل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی ضم ضمیمہ کی طرف محتاج نہ ہو یہی مطلب ہے علی معنی فی نفسہ کا جو کہ نحو کی کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے۔

قوله: بهيئته :بان يكون بحيث كلما تحققت هيئة التركيبية في مادة موضوعة متصرفة فيها فهم واحد من الازمنة الثلاثة كهيئة نصر وهى المشتملة على ثلاثة حروف مفتوحة متوالية كلما تحققت فهم الزمان الماضي لكن بشرط ان يكون تحققها في ضمن مادة

besturdubooks.wordpress.com

موضوعة متصرفة فیها فلا یرد النقض بنحو جسق وحجر

ترجمہ:۔ بایں طور کہ اس حیثیت سے ہو کہ جب بھی ہیئت ترکیبیہ متحقق ہو کسی موضوعہ مادے میں جس میں تصرف کیا جاتا ہو تو سمجھ جائے تین زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ جیسے نصر کی ہیئت اور وہ مشتمل ہے تین لگاتار مفتوح حروف پر جب بھی یہ متحقق ہو گی تو زمانہ ماضی سمجھا جائے گا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ہو اس کا تحقق مادہ موضوعہ متصرفہ کے ضمن میں پس نہیں وارد ہوگا اعتراض جسق اور حجر کی مثل میں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے اس قول میں علامہ یزدی نے کلمہ کی تعریف پر جو اعتراضات وارد ہوتے تھے ان کا جواب دیا دو اعتراض جن کا ذکر مرقات میں گزر چکا تھا ان کو اس میں ذکر نہیں کیا دو اعتراضات کو ذکر کیا ہے اور انکے جوابات دیے ہیں پہلے دو اعتراض جو مرقات میں گزرے تھے وہ یہ ہیں۔

اعتراض (۱):۔ آپ نے کہا کہ کلمہ (فعل) وہ ہے جو معنی مستقل پر دلالت کرے اور اس میں تین زمانوں (ماضی، حال، استقبال) میں سے کوئی نہ کوئی زمانہ سمجھا جائے یہ تعریف آپ کی مانع نہیں اس تعریف کے مطابق الآن، غدا، امس جو کہ زمانہ پر دال ہیں اور معنی بھی ان کا مستقل ہے ان کو کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ ان کو کلمہ نہیں کہتے۔

جواب:۔ ہم نے تعریف میں قید لگائی ہے کہ وہ کلمہ جو اپنی شکل وصورت سے زمانے پر دلالت کرے الان زمانے حال پر امس زمانہ ماضی اور غدا آنے والے کل پر یعنی استقبال پر دلالت کرتے ہیں لیکن اپنے معانی کے ساتھ نہ کہ ہیئت کے ساتھ۔

اعتراض (۲):۔ قائم الان او امس او غدا یہ بھی تو زمانہ حال یا استقبال پر دال ہے اور اس کا معنی بھی مستقل ہے لہذا اس کو بھی کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ اس کو کلمہ نہیں کہتے؟

جواب:۔ ہم نے کلمہ کی تعریف میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ اپنی شکل وصورت کیساتھ زمانے پر دلالت کرے قائم الان اگرچہ زمانہ حال پر دلالت کرتا ہے لیکن اپنی شکل وصورت کے ساتھ نہیں بلکہ خارجی قرائن (الان کے متصل ہونے) کے ساتھ دلالت کرتا ہے اب آگے وہ دو اعتراض مع جوابات نقل کیے جاتے ہیں جو کہ اس کتاب میں مذکور ہیں۔

اعتراض (۳):۔ آپ نے کلمہ کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اپنی ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانے پر دلالت کرے جیسے نصر یہ اپنی ہیئت ترکیبی یعنی ترتیب حروف اور پے در پے تین حرفوں کے مفتوح ہونے سے زمانہ ماضی پر دلالت کر رہا ہے لہذا جہاں ہیئت نصر والی ثابت ہوگی وہاں زمانہ ماضی پر دلالت ہوگی اور وہ فعل ہوگا حالانکہ جسق یہ ہیئت

besturdubooks.wordpress.com

ترکیبی کے لحاظ سے بالکل ... کی طرح ہے لیکن زمانہ پر دلالت نہیں کرتا؟

جواب:۔ ہم نے کلمہ (فعل) کی تعریف میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ مادہ موضوعہ (لفظ موضوع) میں اپنی ہیئت ترکیبی کے ساتھ زمانہ پر دلالت کرے جسق یہ مادہ موضوع نہیں ہے بلکہ یہ تو مہمل لفظ ہے اس لئے یہ ہماری تعریف سے خارج ہے۔

اعتراض (۴):۔ حجر یہ مادہ موضوع ہے اور اپنی ہیئت ترکیبی میں بعینہ نصر کی طرح ہے لہذا اس کو کلمہ کہنا چاہیے حالانکہ آپ اس کو کلمہ (فعل) نہیں کہتے؟

جواب:۔ ہماری کلمہ کی تعریف میں ایک قید محذوف ہے وہ یہ ہے کہ وہ مادہ موضوع متصرف اپنی ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ تین زمانوں میں سے کسی زمانہ پر دلالت کرے متصرف کا مطلب یہ ہے کہ اس کی گردان ماضی، مضارع کی طرح ہوتی ہو حجر اگرچہ مادہ موضوع ہے لیکن متصرف نہیں کیونکہ اس کی گردان ماضی، مضارع مفرد، تثنیہ کی طرف نہیں ہوتی۔

قوله: کلمة: فی عرف المنطقیین وفی عرف النحاة فعل

ترجمہ:۔ منطقیوں کی عرف میں اور نحویوں کی عرف میں وہ فعل ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض منطقیوں کے کلمہ اور نحویوں کے فعل کے درمیان نسبت بتانی ہے۔

تشریح:۔ منطقی جس کو کلمہ کہتے ہیں نحوی اس کو فعل کہتے ہیں منطقیوں کا کلمہ خاص اور نحویوں کا فعل عام ہے جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم ہوتا ہے اور جہاں اعم ہو وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں لہذا اب کلمہ اور فعل میں اعم اخص مطلق کی نسبت ہوگی جہاں کلمہ منطقیوں کا ہوگا وہاں نحویوں کا فعل ہوگا اور جہاں نحویوں کا فعل ہوگا وہاں منطقیوں کے کلمہ کا ہونا ضروری نہیں۔

مادہ اجتماعی یضرب اور تضرب واحدہ مؤنثہ یہ کلمہ بھی ہے اور فعل بھی منطقیوں کا کلمہ نہ ہو لیکن نحویوں کا فعل ہو جیسے تضرب اضرب یہ نحویوں کے ہاں فعل ہیں کیونکہ فعل کی تعریف ان پر بچی آرہی ہے لیکن منطقیوں کے نزدیک یہ کلمہ نہیں وجہ فرق یہاں یہ ہے کہ نحوی صورت کا لحاظ کرتے ہیں اور منطقی بادشاہ ہیں وہ سیرت (معنی) کا لحاظ کرتے ہیں اور تضرب اضرب وغیرہ کی صورت فعل کی سی ہے اس لئے نحوی اس کو فعل کہتے ہیں لیکن معنی یہ مرکب تام ہیں کیوں؟ اضرب میں ہمزہ یہ متکلم پر اور ض ر ب یہ حدث پر دال ہیں لفظ کی جزو معنی کی جزو پر دلالت کر رہی ہے اس لئے یہ مرکب تام ہیں اور کلمہ تو مفرد کی اقسام میں سے ہے باقی تفصیل مرقات کی کاپی میں ملاحظہ فرمائیں۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله والا: ای وان لم یستقل فی الدلالة فاداة فی عرف المنطقیین وحرف فی عرف النحاة

ترجمہ:۔یعنی اگر مستقل نہ ہو دلالت میں پس وہ اداۃ ہے منطقیوں کے عرف میں اور حرف ہے نحویوں کے عرف میں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض الا کا معنی بتانا اور منطقیوں کے اداۃ اور نحویوں کے حرف میں فرق بتانا ہے۔

تشریح:۔والافاداۃ میں الا یہ استثنائیہ نہیں بلکہ الا شرطیہ ہے اور فاداۃ اس کی جزاء ہے اصل عبارت ہے ان لم یستقل فی الدلالة کہ اگر وہ مفرد لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو بلکہ کسی ضم ضمیمہ کی طرف محتاج ہو تو اس کو منطقی اداۃ اور نحوی حرف کہتے ہیں یہی مطلب ہے علی معنی فی غیرہ کا جو کہ نحوی کتابوں میں تعریف ہوتی ہے یہاں منطقیوں کا اداۃ یہ اعم ہے اور نحویوں کا حرف اخص ہے اس لئے عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے جو نحویوں کا حرف ہوگا وہ منطقیوں کا اداۃ ضرور ہوگا جیسے من الی وغیرہ لیکن جو منطقیوں کا اداۃ ہوگا اس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ نحویوں کا حرف بھی ہو جیسے زید کان کاتبا میں کان یہ اداۃ ہے لیکن نحویوں کا حرف نہیں یہاں بھی وجہ فرق وہی ہے کہ منطقی معنی کا لحاظ کرتے ہیں اور نحوی صورت کا کسان کی صورت چونکہ فعل کی ہے اس لئے نحوی اس کو فعل کہتے ہیں حرف نہیں کہتے اور معنی میں چونکہ یہ ربط کیلئے ہے اور اس وقت یہ تامہ ہے اور اداۃ بھی ربط کا فائدہ دیتا ہے اسی لئے منطقی اس کو اداۃ کہتے ہیں۔

متن: وایضا ان اتحد معناه فمع تشخصه وضعا علم وبدونه متواطئ ان تساوت افراده ومشكك ان تفاوتت باولية او اولوية وان كثر فان وضع لكل ابتداءً فمشترك والا فان اشتهر فی الثانی فمنقول ينسب الى الناقل والا فحقيقة ومجاز

ترجمہ:۔اور نیز اگر متحد ہو اس کا معنی پس باعتبار وضع کے اپنے تشخص کے ساتھ علم ہے اور اس کے بغیر متواطی ہے اگر اس کے افراد برابر ہوں اور مشکک ہے اگر افراد متفاوت ہوں اولیت یا اولویت کے لحاظ سے اور اگر کثیر ہو اس کا معنی پس اگر وضع کیا گیا ہو ہر ایک کیلئے ابتداءً پس وہ مشترک ہے ورنہ پس اگر مشہور ہے ثانی میں پس منقول ہے منسوب کیا جاتا ہے ناقل کی طرف ورنہ پس حقیقت اور مجاز ہے

مختصر تشریح متن:۔یہاں مفرد کی ایک دوسری تقسیم علامہ تفتازانیؒ بیان کر رہے ہیں اس مفرد کی دوسری تقسیم میں عقلی طور پر

besturdubooks.wordpress.com

چار صورتیں بنتی ہیں (۱) لفظ بھی مفرد ہو اور اس کا معنی بھی مفرد ہو اس کو عربی میں **توحد اللفظ مع توحد المعنی** کہتے ہیں (۲) الفاظ بھی کثیر ہوں اور معانی بھی کثیر ہوں اس کو عربی میں **تکثر اللفظ مع تکثر المعنی** کہتے ہیں (۳) لفظ ایک ہو اور اس کے معنی کثیر ہوں اس کو عربی میں **توحد اللفظ مع تکثر المعنی** کہتے ہیں (۴) لفظ کثیر ہوں لیکن معنی ان کا ایک ہو اس کو عربی میں **تکثر اللفظ مع توحد المعنی** کہتے ہیں منطق کی کتابوں میں صرف دوسری صورت سے بحث نہیں ہوتی جب الفاظ بھی کثیر ہوں اور معانی بھی کثیر ہوں کیونکہ یہ تو کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے لغت کی کتابوں میں اس کی تفصیل ہوتی ہے منطقی صرف باقی تین قسموں سے بحث کرتے ہیں علامہ تفتازانیؒ نے **ان اتحد معناہ** سے لیکر **وان کثر** تک **توحد اللفظ مع توحد المعنی** کو بیان کیا ہے اور **وان کثر** سے لیکر آخر قول تک **توحد اللفظ مع تکثر المعنی** کو بیان کیا ہے اور ضمناً یہاں **تکثر اللفظ مع توحد المعنی** کا ذکر بھی آئیگا ہر ایک کی چند قسمیں ہیں ترتیب سے ہر ایک کی قسمیں بیان ہوں گی۔

(۱) **توحد اللفظ مع توحد المعنی:** ۔ جب لفظ بھی ایک ہو اور اس کا معنی بھی ایک ہو تو پھر وہ معنی کلی ہوگا یا جزئی اگر وہ معنی جزئی ہے یعنی لفظ کو واضع نے وضع ہی ایک خاص معنی کیلئے کیا ہو تو اس کو تفتازانیؒ نے کہا ہے کہ یہ علم ہے اور مرقات والے نے اس کا نام جزئی حقیقی رکھا ہے دوسرا قسم اس کا یہ ہے کہ اس لفظِ مفرد کا معنی کلی ہوگا کلی ہو کر پھر اسکی دو صورتیں ہیں کہ کلی کا صدق تمام افراد پر برابر سرابر آئیگا بغیر کسی فرق (اولیت، اولویت، اشدیت، ازدیت) کے یا اس فرق کے ساتھ آئیگا اگر برابر سرابر آئے تو اس کو کلی متواطی کہتے ہیں اگر اولیت اولویت کے فرق کے ساتھ آئے تو اس کو کلی مشکک کہتے ہیں۔

(۲) **توحد اللفظ مع تکثر المعنی:** ۔ اگر لفظ ایک ہو اور اس کے معانی کثیر ہوں اب جب لفظ کے معنی کثیر ہوں گے تو کم از کم دو معنی تو ضرور ہوں گے پھر اگر اس لفظ کو ہر ہر معنی کیلئے علیحدہ علیحدہ بنایا گیا ہو تو اس کو مشترک کہیں گے جیسے **عین** اس کا معنی آنکھ، چشمہ، گھٹنا وغیرہ ہیں اور ہر ایک کیلئے وضع بھی الگ ہے اور اگر اس لفظ کی وضع ہر ہر معنی کیلئے علیحدہ نہ کی گئی ہو بلکہ وضع تو ایک معنی کیلئے ہو لیکن پھر دوسرے معانی میں لفظ استعمال ہونے لگے اب اگر دوسرے معنی میں لفظ اتنا مشہور ہو جائے کہ اس کا اصلی معنی موضوع لہ متروک ہو جائے تو اس کو منقول کہتے ہیں پھر منقول کی ناقل کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں اگر ناقل شریعت ہو تو اس کو منقول شرعی کہتے ہیں اور اگر ناقل کوئی خاص قوم ہو تو اس کو منقول اصطلاحی کہتے ہیں اور اگر ناقل عرف عام ہو تو اس کو منقول عرفی کہتے ہیں اور اگر اس لفظ کا استعمال دوسرے معنی میں زیادہ مشہور نہ ہو بلکہ لفظ معنی موضوع لہ میں بھی استعمال ہوتا ہو اور معنی مستعمل فیہ میں بھی تو پھر اس سے معنی موضوع لہ مراد لیا جائے تو اس کو حقیقت کہیں گے اور اگر لفظ بول کر اس سے

besturdubooks.wordpress.com

معنی مستعمل فیہ مراد لیا جائے تو اس کو مجاز کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ یہ لفظ معنی مستعمل فیہ میں کسی مناسبت کی وجہ سے استعمال ہورہا ہے یا بغیر مناسبت کے اگر معنی موضوع لہ سے مناسبت کے بغیر مستعمل ہو تو اس کو مرتجل کہیں گے اور اگر کسی مناسبت کی وجہ سے استعمال ہورہا ہو تو پھر دیکھیں گے کہ مناسبت تشبیہ کی ہے یا غیر تشبیہ کی اگر تشبیہ کی نہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہیں گے اس کی پھر چوبیس (۲۴) قسمیں ہیں حال محل، لازم ملزوم، سبب مسبب وغیرہ اور اگر مناسبت تشبیہ کی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں حرف تشبیہ کو ذکر کیا جائے گا یا نہیں اگر حرف تشبیہ کو ذکر کیا جائے تو اسکو تشبیہ کہیں گے اور حرف تشبیہ کا مذکور نہ ہو تو اس کو استعارہ کہتے ہیں استعارہ کی چار قسمیں ہیں (۱) مشبہ بہ کو ذکر کیا جائے اور ارادہ مشبہ کا کیا جائے تو اسکو استعارہ مصرحہ کہتے ہیں جیسے رأیت اسدا یرمی یہاں مشبہ بہ اسد کو ذکر کر کے ارادہ مشبہ رجل شجاع کا کیا گیا ہے اور اس پر قرینہ موجود ہے جو کہ یرمی ہے وہ یہ بتلاتا ہے کہ یہاں مراد رجل شجاع ہے کیونکہ تیر پھینکنا آدمی کا کام ہے اسد کا کام نہیں (۲) مشبہ کو ذکر کیا جائے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن دل میں تشبیہ کسی اور چیز کے ساتھ ہو اس کو استعارہ مکنیہ یا استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں (۳) مشبہ کو ذکر کر کے لوازمات مشبہ بہ میں سے کسی کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے تو اس کو استعارہ تخییلیہ کہتے ہیں استعارہ تخییلیہ یہ قرینہ بنتا ہے استعارہ مکنیہ کیلئے۔ استعارہ مکنیہ استعارہ تخییلیہ کے بغیر نہیں پایا جاتا (۴) اگر مشبہ کو ذکر کر کے ارادہ بھی مشبہ کا ہو لیکن مشبہ بہ کے مناسبات میں سے کسی کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے تو اسکو استعارہ ترشیحیہ کہتے ہیں۔ ان تینوں کی مثال یہ شعر ہے

اذا انشبت المنية اظفارها   الفيت كل تميمة لا تنفع

ترجمہ شعر:۔ جب موت نے اپنے ناخن چبھودیئے ☆ تو اس وقت میں نے ہر تعویذ کو پایا کہ وہ نفع نہیں دیتا تھا

یہاں تینوں قسم کے استعارے موجود ہیں المنية کا معنی ہے موت یہاں موت مشبہ کا ذکر ہے ارادہ بھی موت کا ہے اور دل میں تشبیہ موت کو درندے (شیر) کے ساتھ دے رہا ہے یہ استعارہ بالکنایہ کی مثال ہے اور موت مشبہ کیلئے لوازمات مشبہ بہ ثابت کئے ہیں جو کہ اظفارها ہیں یہ استعارہ تخییلیہ ہے انشبت کا معنی ہے چبھونا یہ موت کیلئے ثابت کیا ہے جو کہ مناسبات مشبہ بہ میں سے ہے یہ استعارہ ترشیحیہ کی مثال ہے۔

فائدہ:۔ لفظ ایک ہو اور اس کے معنی کثیر ہوں تو مجاز مرسل کے چوبیس قسم، چار قسم استعارہ کے، تین قسم منقول کے، مرتجل، تشبیہ، حقیقت اور مجاز یہ کل پینتیس قسمیں بنتی ہیں ان تمام اقسام کی مثالیں مرقات میں دیکھ لیں۔

☆☆

besturdubooks.wordpress.com

قوله: ایضا: مفعول مطلق لفعل محذوف ای آض ایضاً ای رجع رجوعا وفیه اشارة الی ان هذه القسمة ایضا لمطلق المفرد لا للاسم وحده وفیه بحث لانه یقتضی ان یکون الحرف والفعل اذاکان متحدی المعنی داخلین فی العلم والمتواطی والمشکک مع انهم لایسمونها بهذه الاسامی بل قدحقق فی موضعه ان معناهما لا یتصف بالکلیة والجزئیة تامل فیه

ترجمہ:۔ (اس کا قول ایضا) یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنی آض ایضا لوٹا لوٹنا اور اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہ تقسیم بھی مطلق مفرد کی ہے نہ کہ اکیلے اسم کی اور اس میں بحث ہے اس لئے کہ بلاشبہ یہ تقاضا کرتا ہے اس بات کا کہ حرف اور فعل جب متحد المعنی ہوں تو داخل ہیں علم اور متواطی اور مشکک میں باوجود اس کے کہ نہیں نام رکھتے وہ (منطقی) ان کا ان ناموں کے ساتھ بلکہ اپنے مقام پر یہ بات محقق ہے کہ ان دونوں کا معنی کلیت و جزئیت کے ساتھ متصف نہیں ہوتا پس اس میں غور وفکر کر لے۔

اغراضِ شارح:۔ اس پورے قول کے تین حصے ہیں (۱) **مفعول مطلق** سے لیکر **وفیه بحث** تک قول کی غرض صرف **ایضا** کی ترکیب بتانا ہے (۲) **وفیه بحث** سے تامل تک غرض اعتراض کرنا ہے (۳) **تامل فیه** سے اس اعتراض کا جواب دیا ہے

غرض اول ترکیب:۔ **ایضا، مثلا، البتة** اس قسم کے الفاظ یہ ہمیشہ مفعول مطلق واقع ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کی جنس میں سے فعل محذوف نکالا جاتا ہے ایضا سے پہلے **آض** فعل محذوف ہے اور عبارت **آض ایضا** ہوگی جس کا معنی **رجع رجوعا** ہے یہاں مطلب یہ ہوگا کہ ماتنؒ پھر مفرد کی دوبارہ تقسیم کررہے ہیں۔

غرض ثانی وفیه بحث:۔ اس میں ایک اعتراض ہے۔ **اعتراض:۔** آپ نے ماقبل میں مفرد کی تین قسمیں بیان کی ہیں (کلمہ، اسم، ادات) اور **ایضا** کی عبارت سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ آگے آنیوالی تقسیم بھی مفرد کی ہے یعنی متواطی، مشکک، مشترک، منقول اور علم ہونا تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب یہ اقسام مفرد کے ہیں اور مفرد فعل بھی ہوتا تھا اور حرف بھی تو یہ اقسام فعل وحرف کی بھی ہیں حالانکہ متواطی اور مشکک وغیرہ یہ فعل نہیں ہوتے کیونکہ یہ نام تو ان الفاظ کے رکھے جاتے ہیں جن کا معنی کلیت اور جزئیت کے ساتھ موصوف ہوسکے کلیت اور جزئیت کے ساتھ تو صرف معنی مستقل ہی موصوف ہوسکتا ہے حرف کا معنی مستقل نہیں ہوتا اسی طرح فعل کا بھی معنی مطابقی وہ غیر مستقل ہے کیونکہ وہ مرکب ہے حدث، نسبت الی الزمان اور نسبت الی الفاعل سے یہاں حدث تو مستقل ہے باقی نسبت الی الزمان اور نسبت الی الفاعل یہ مستقل نہیں اور جو چیز مستقل اور غیر مستقل سے

besturdubooks.wordpress.com

مرکب ہوتی ہے وہ غیر مستقل ہوتی ہے لہذا فعل کا معنی بھی غیر مستقل ہے جب حرف اور فعل کا معنی غیر مستقل ہے تو یہ کلیت اور جزئیت کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے جب کلیت اور جزئیت کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے تو یہ متواطی اور مشکک وغیرہ نہیں ہو سکتے جب متواطی، علم، مشکک نہیں ہو سکتے تو پھر ان کو مفرد کی اقسام بنانا کیسے درست ہے؟ بینوا وتوجروا۔

غرض ثالث تامل فیه:۔ سے اس اعتراض کا جواب دیا اس اعتراض کے علامہ یزدی نے دو جواب دیے ہیں۔

جواب (۱):۔ مناطقہ کے اس بارے میں دو مذہب ہیں بعض مناطقہ کے نزدیک صرف اسم ہی متواطی، مشکک، مشترک ہو سکتا ہے اور دوسرے بعض مناطقہ کے ہاں حرف اور فعل بھی متواطی، مشکک وغیرہ ہو سکتے ہیں یہاں تفتازانیؒ نے بھی ان مناطقہ کا مذہب لیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فعل اور حرف بھی متواطی و مشکک ہو سکتے ہیں لہذا اب اشکال نہیں ہو سکتا۔

جواب ﴿۲﴾:۔ دوسرے جواب کے سمجھنے سے پہلے مناطقہ کا ایک ضابطہ سمجھنا ضروری ہے۔

ضابطہ:۔ ایک ہوتی ہے مطلق الشیٔ یعنی اضافت ہو مطلق کی شیٔ کی طرف یعنی مطلق شیٔ اور ایک ہوتی ہے الشیٔ المطلق موصوف صفت ایسی شیٔ جو مقید ہو ساتھ وصف اطلاق کے۔ مطلق الشیٔ میں چونکہ قید تو کوئی بھی نہیں اسی لئے اس میں عموم زیادہ ہے اور الشیٔ المطلق میں اطلاق کی کم از کم قید تو موجود ہے اس لئے اس میں اس درجے کا عموم نہیں بلکہ یہاں مقید ہے مطلق الشیٔ میں کوئی قید نہیں اس میں عموم ہے لہذا اسمیں تخصیص کی جا سکتی ہے لیکن الشیٔ المطلق میں چونکہ قید اطلاق موجود ہے اس لئے اس میں تخصیص نہیں ہو سکتی کیونکہ اطلاق اور تخصیص آپس میں ضدیں ہیں۔

ضابطہ کا انطباق:۔ جب آپ نے یہ ضابطہ سمجھ لیا تو اب جواب نمبر (۲) سمجھیں کہ ایک ہے مطلق المفرد اور ایک ہے المفرد المطلق، مطلق المفرد یہ مطلق الشیٔ کی طرح ہے اور المفرد المطلق یہ الشیٔ المطلق کی طرح ہے لہذا یہاں بھی المفرد المطلق میں تو تخصیص صحیح نہیں اور مطلق المفرد میں تخصیص درست ہوگی یہاں متن میں تفتازانی نے جو تقسیم کی ہے وہ مطلق المفرد کی ہے اس میں تخصیص کر کے اسم کی تقسیم متواطی مشکک وغیرہ کی طرف کی ہے المفرد المطلق کی تقسیم نہیں کی تا کہ اشکال وارد نہ ہو سکے۔

قوله: ان اتحد معناه: ای وحد معناه ترجمہ:۔ یعنی ایک ہو اس کا معنی۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ عبارت متن پر وارد ہوتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اعتراض:۔ اتحاد یہ باب افتعال کا مصدر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ دو متغایر چیزوں کو یکجا کر دینا یعنی ملا دینا یہاں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آپ نے متن میں یہ کہا ہے کہ اگر اس مفرد کا معنی متحد ہو تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مفرد کا معنی ایسا ہوگا جس کی دو جز ئیں متغایر ہوں گی پھر ان دونوں کو ملا کر ایک معنی بنا دیا گیا ہوگا حالانکہ ایسا تو نہیں ہوتا۔

جواب:۔ یہاں اتحاد بول کر مجازاً وحدۃ مراد لی گئی ہے اب مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ اگر مفرد کا معنی واحد ہو یعنی ایک ہو تو وہ علم ہے از روئے وضع کے۔

قوله: فمع تشخصه: ای جزئیته ترجمہ:۔ یعنی اس کے جزئی ہونے کے ساتھ۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض بھی ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ متن پر وارد ہوتا تھا۔

اعتراض:۔ تشخص کے معنی ہیئت وصورت کے آتے ہیں اس اعتبار سے اب متن کی عبارت کا مطلب بھی یہ ہوا کہ مفرد اپنی صورت وشکل کے ساتھ از روئے وضع کے علم ہے یہ معنی درست نہیں کیونکہ مفرد تو کلی ہے کلی کی تو شکل ہی نہیں ہوتی۔

جواب:۔ تشخص یہ ملزوم ہے اور جزئی ہونا اس کو لازم ہے جہاں تشخص ہوگا وہاں جزئی ہوگی اور جہاں جزئی ہوگی وہاں تشخص ہوگا جیسے زید کی ذات جہاں ہوگی وہ ذات زید (جزئی) ہوگی یہاں بھی ملزوم تشخص بول کر لازم (جزئی) مراد لیا گیا ہے اب مطلب عبارت کا یہ ہوگا کہ وہ مفرد اپنے جزئی ہونے کے ساتھ از روئے وضع کے علم ہے۔

قوله :وضعا: ای بحسب الوضع دون الاستعمال لان ما یکون مدلوله کلیا فی الاصل و مشخصا فی الاستعمال کاسماء الاشارة علی رأی المصنفؒ لا یسمی علما وههنا کلام آخروهوان المراد بالمعنی فی هذا التقسیم اما الموضوع له تحقیقا او ما استعمل فیه اللفظ سواء کان وضع اللفظ لازائه تحقیقا او تاویلا فعلی الاول لا یصح عدالحقیقة والمجاز من اقسام متکثر المعنی وعلی الثانی یدخل نحو اسماء الاشارة علی مذهب المصنفؒ فی متکثر المعنی ویخرج عن افراد متحد المعنی فلا حاجة فی اخراجها الی التقیید بقوله وضعا

ترجمہ:۔ یعنی وضع کے لحاظ سے نہ کہ استعمال کے لحاظ سے کیونکہ وہ لفظ مفرد جس کا مدلول اصل میں کلی ہو اور استعمال میں جزئی ہو جیسے مصنفؒ کے خیال پر اسماء اشارہ اس کا نام علم نہیں رکھا جاتا اور یہاں ایک دوسری گفتگو ہے وہ یہ کہ اس تقسیم میں معنی سے

besturdubooks.wordpress.com

مراد یا تو حقیقۃ موضوع لہ ہے یا وہ معنی ہے جس میں لفظ مفرد مستعمل ہو برابر ہے کہ اس کیلئے لفظ مفرد حقیقۃ وضع کیا گیا ہو یا تاویلا پہلی تقدیر پر متکثر المعنی کی اقسام میں سے حقیقت اور مجاز کو شمار کرنا صحیح نہ ہوگا اور ثانی تقدیر پر مصنفؒ کے مذہب کے مطابق اسماء اشارہ کی مثل جو اسماء ہیں وہ متکثر المعنی میں داخل ہو جائیں گے اور متحد المعنی کے افراد سے خارج ہو جائیں گے پس اس سے اسماء اشارہ وغیرہ کو نکالنے کیلئے لفظ مفرد متحد المعنی کو وضعا کی قید کے ساتھ مقید کرنے کی ضرورت نہیں۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول میں یہ بتا رہے ہیں کہ مصنفؒ کے نزدیک اسماء اشارات وضع عام موضوع لہ عام میں سے ہیں اگرچہ ان کا استعمال جزئیات مخصوصہ میں ہوتا ہے۔ **وھذا کلام** الخ سے ماتنؒ پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

فائدہ:۔ (۱) ایک واضع لفظ ہوتا ہے یعنی لفظ کا بنانے والا (۲) ایک موضوع ہوتا ہے یعنی جس چیز کو بنایا جائے (۳) تیسری چیز وضع ہوتی ہے کہ بنانے والا لفظ کو بناتے وقت کس چیز کا لحاظ کر کے بناتا ہے (۴) موضوع لہ یعنی جس کیلئے لفظ کو بنایا گیا ان چاروں چیزوں میں سے دو تو متعین ہیں ایک واضع اور دوسری موضوع واضع تو تمام الفاظ کا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے مجازا یوں نسبت کی جاتی ہے کہ نحویوں نے اس لفظ کو فلاں معنی کیلئے بنایا صرفیوں نے اس لفظ کو فلاں معنی کیلئے بنایا موضوع بھی متعین ہے اور وہ لفظ ہے البتہ وضع اور موضوع لہ یہ بدلتے رہتے ہیں جب بھی کوئی بنانے والا کسی لفظ کو کسی معنی کیلئے بناتا ہے تو وہ کسی نہ کسی چیز کا لحاظ کرتا ہے لحاظ وہ یا کلی چیز کا کرتا ہے یا جزئی کا اسی طرح معنی جس کو موضوع لہ کہتے ہیں وہ بھی یا کلی ہوتا ہے یا جزئی ہوتا ہے وضع کے اعتبار سے یہاں چار قسمیں بنتی ہیں اگر واضع بناتے وقت کسی امر کلی کا لحاظ کرے تو اس کو وضع عام کہتے ہیں اور اگر کسی جزئی چیز کا لحاظ کرے تو اس کو وضع خاص کہتے ہیں اسی طرح اگر لفظ کسی جزئی معنی کیلئے بنائے تو اس کو موضوع لہ خاص کہتے ہیں اور اگر کسی کلی معنی کیلئے بنائے تو اس کو موضوع لہ عام کہتے ہیں وضع کے اعتبار سے شی کی جلی طور پر یہاں چار صورتیں بنتی ہیں (۱) وضع خاص موضوع لہ خاص (۲) وضع عام موضوع لہ عام (۳) وضع خاص موضوع لہ عام (۴) وضع عام موضوع لہ خاص۔

ان چار قسموں میں سے پہلی دو اور چوتھی کلام عرب میں مستعمل ہیں البتہ تیسرا قسم وضع خاص موضوع لہ عام یہ کلام عرب میں مستعمل نہیں کیونکہ جب وضع خاص ہے تو اس وقت وضع میں امر جزئی کا لحاظ کیا جائے گا جزئی کسی کلی کے حصول کا ذریعہ نہیں بنتی کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ الجزئی لا یکون کاسبا و لا مکتسبا باقی تین قسموں کی تفصیل سمجھیں۔

﴿۱﴾ وضع خاص موضوع لہ خاص:۔ وضع بھی خاص ہو اور موضوع لہ بھی خاص ہو جیسے لفظ زید اس کو واضع نے ایک معنی

besturdubooks.wordpress.com

جزئی ذات شخص کیلئے وضع کیا ہے اس کا موضوع لہ خاص ہے وہ ذات معین ہے یہاں وضع بھی خاص ہے کیونکہ بنانے والے نے لفظ زید کو بناتے وقت جزئی چیز (اس کی صورت وشکل) کا لحاظ کیا۔

﴿۲﴾ **وضع عام موضوع لہ عام** ۔ جیسے لفظ انسان کی وضع ایک مفہوم کلی (حیوان ناطق) کیلئے ، لفظ انسان کو واضع نے وضع کرتے وقت ایک عام معنی حیوان ناطق کا لحاظ کیا اور اس کی وضع بھی ایک معنی عام حیوان ناطق کیلئے ہے۔

﴿۳﴾ **وضع خاص موضوع لہ عام** :۔ اسکی کوئی بھی مثال کلام عرب میں موجود نہیں ہے کیونکہ لفظ جب کسی امر جزئی کا لحاظ کرتے ہوئے وضع کیا گیا ہوگا تو اس وقت وہ جزئی آلہ بنے گی حالانکہ جزئی کے بارے میں یہ ضابطہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ الجزئی لایکون کاسبا ولا مکتسبا جزئی نہ خود حاصل ہوتی ہے اور نہ دوسری کسی چیز کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آلہ بنتی ہے

﴿۴﴾ **وضع عام موضوع لہ خاص** :۔ اسماء اشارات اور ضمائر ان کو واضع نے وضع کرتے وقت ایک امر کلی کا لحاظ کیا ہے اسماء اشارات میں سے ھذا کو واحد مذکر محسوس مبصر کیلئے وضع کیا اسی طرح ضمائر میں سے مثلاً ھو کو واضع نے وضع کرتے وقت ایک امر کلی کا لحاظ کیا کہ ھو ہر واحد مذکر غائب کیلئے استعمال ہوگا ہاں ان دونوں کا موضوع لہ بعض حضرات کے نزدیک خاص ہے کیونکہ ان کا استعمال تو جزئیات میں ہوتا ہے ان کا موضوع لہ وہ مخصوص جزئی ہے جس میں اسماء اشارات اور ضمائر کو استعمال کیا جاتا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ان کا موضوع لہ بھی عام ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسماء اشارات بعض حضرات کے نزدیک وضع عام اور موضوع لہ خاص کے قبیل میں سے ہیں اور بعض کے نزدیک وضع عام موضوع لہ عام کے قبیل میں سے ہیں

علی رأی المصنفؒ :۔ اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مصنفؒ کے نزدیک اسماء اشارات وضع عام موضوع لہ عام کے قبیل میں سے ہیں اگر چہ ان کا استعمال جزئیات مخصوصہ میں ہوتا ہے اسی لئے مصنفؒ نے وضعا کی قید لگا دی تاکہ اسماء اشارات علم کی تعریف سے خارج ہو جائیں ان کا معنی اگر چہ ایک یعنی جزئی ہوتا ہے لیکن وضع کے اعتبار سے نہیں بلکہ استعمال کے اعتبار سے ہے۔

وھھنا کلام الخ ۔ اس عبارت سے شارحؒ ماتنؒ پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض: ان اتحد معناہ میں معنی سے مراد یا تو معنی موضوع لہ ہے اور یا معنی مستعمل فیہ ہے اگر معنی موضوع لہ مراد ہے تو پھر حقیقت اور مجاز کو متکثر المعنی میں شمار کرنا درست نہیں کیونکہ حقیقت اور مجاز کا معنی تو ایک ہی ہوتا ہے اور مجاز کا تو معنی موضوع لہ ہوتا ہی نہیں اور اگر معنی مستعمل فیہ ہے تو پھر وضعا کی قید لگانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسماء اشارات کا معنی مستعمل فیہ تو ایک ہوتا

besturdubooks.wordpress.com

ہے زیادہ نہیں ہوتا شارح نے اس اعتراض کا جواب کوئی ذکر نہیں کیا۔

جواب:۔ یہاں مصنفؒ نے صنعت استخدام سے کام لیا ہے صنعت استخدام اس کو کہتے ہیں کہ ایک لفظ ذکر کیا جائے پھر اس کے بعد ایک ضمیر آ جائے جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو مگر اس لفظ سے جو معنی مراد ہو اس کا غیر اس ضمیر سے مراد لیا جائے مثلاً التحذیر هو معمول بتقدیر اتق التحذیر کا لفظ بول کر اس سے ایک معنی (ڈرانا) مراد لیا گیا ہے اور پھر جب اس لفظ کی طرف ھو ضمیر کو راجع کیا تو اس وقت اس سے دوسرا معنی مراد لیا یعنی محذر یا محذر منہ بالکل اسی طرح ان اتحد معناہ میں معنی سے مراد معنی موضوع لہ ہے لہذا اسماء اشارات کو علم کی قید سے خارج کرنے کیلئے وضع کی قید لگانا ضروری تھا پھر جب اس کی ضمیر جو وان کثر میں مذکور ہے جب یہ اسکی طرف راجع کی تو اس سے مراد معنی مستعمل فیہ لے لیے حقیقت اور مجاز کے معنی مستعمل فیہ چونکہ زیادہ ہیں لہذا اب انہیں متکثر المعنی کے اقسام میں شمار کرنا درست ہے اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

قوله:ان تساوت افراده: بان يكون صدق هذا المعنى الكلي على تلك الافراد على السوية

ترجمہ:۔ بایں طور کہ اس معنی کلی کا ان افراد پر سچا آنا برابری (کے طریقے) پر ہو۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے، تساوی افراد کی صورت بیان کی ہے۔

تشریح:۔ تساوی افراد کی صورت بیان کی ہے کہ انسان اپنے افراد خارجی اور ذہنی پر برابر صادق آ رہا ہے یہ نہیں کہ کوئی فرد انسانی ایسا ہو جس پر انسان بالاولیت سچا آ رہا ہو۔

قوله:ان تفاوتت: اى يكون صدق هذاالمعنى على بعض افراده مقدم على صدقه على بعض آخر بالعلية اويكون صدقه على بعض اولى وانسب من صدقه على بعض آخر وغرضه من قوله ان تفاوتت باولية او اولوية التمثيل فان التشكيك لا ينحصر فيهما بل قد يكون بالزيادة والنقصان او بالشدة والضعف

ترجمہ:۔ یعنی اس مفہوم کا صدق اس کے بعض افراد پر علت ہونے کے لحاظ سے مقدم ہو اس کے دوسرے بعض افراد پر صادق آنے سے یا اس مفہوم کا صدق بعض پر اولی اور انسب ہو دوسرے بعض افراد پر اس کے صادق آنے سے اور ماتن کی غرض اپنے قول ان تفاوتت باولية او اولوية سے تمثیل ہے کیونکہ تشکیک صرف ان دونوں میں منحصر نہیں بلکہ یہ تشکیک کبھی زیادت اور

besturdubooks.wordpress.com

نقصان کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی شدت اور ضعف کے ساتھ ہوتی ہے۔

اغراض شارح: ۔ای یکون صدق هذا الخ سے توضیح متن اور وغرضه من قوله سے آخر تک ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔

تشریح: ۔اس مفہوم کا صدق اس کے بعض افراد پر مقدم ہو دوسرے افراد سے اسکی مثال وجود ہے جو کہ ذات واجب الوجود پر پہلے سچا آ رہا ہے کیونکہ وہ علت ہے اور ممکن پر بعد میں کیونکہ وہ معمول ہے یہ صدق وجود مقدم بالعلیت ہے دوسرا یہ کہ اس مفہوم کا صدق بعض پر اولی اور انسب ہو دوسرے بعض سے اسکی مثال بھی وجود ہے جس کا صدق واجب پر اولی اور انسب ہے کیونکہ وجود الواجب لذاتہ ہے اور وجود الممکن لغیرہ ہے یعنی واجب کی وجہ سے۔

وغرضه من قوله: ۔اس عبارت سے مصنفؒ کی غرض ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا ہے۔

اعتراض: ۔آپ نے کہا ہے کہ لفظ کا معنی ایک ہو بلا تشخص نیز اس کے افراد متفاوت ہوں اولیت یا اولویت کی وجہ سے تو اسے مشکک کہتے ہیں گویا کہ تشکیک اولیت اور اولویت میں منحصر ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ تشکیک تو شدت وضعف اور زیادۃ ونقصان میں تفاوت کی بناء پر بھی پائی جاتی ہے۔

جواب: ۔اگر اولیت اور اولویت کا ذکر علی وجہ الانحصار ہوتا تو یہ اعتراض وارد ہوتا مصنفؒ نے ان کا ذکر علی وجہ التمثیل کیا ہے جو کہ انحصار کا مقتضی نہیں۔

قوله وان کثر: ای اللفظ ان کثر معناه المستعمل هو فيه فلا يخلوا اما ان يكون موضوعا لكل واحد من تلك المعانى ابتداء بوضع علحدة او لايكون كذلك والاول يسمى مشتركا كالعين للباصرة والذهب والذات والركبة وعلى الثاني فلا محالة ان يكون اللفظ موضوعا لواحد من تلك المعاني اذا المفرد قسم من اللفظ الموضوع ثم انه ان استعمل في معنى آخر فان اشتهر في الثاني وترك استعماله في المعنى الاول بحيث يتبادر منه الثاني اذا اطلق مجردا عن القرائن فهذا يسمى منقولا وان لم يشتهر في الثاني ولم يهجر في الاول بل يستعمل تارة في الاول واخرى في الثاني فان استعمل في الاول اي المعنى

besturdubooks.wordpress.com

الموضوع له يسمى اللفظ حقيقة وان استعمل في الثاني الذى هو غير موضوع له يسمى مجازا ثم اعلم ان المنقول لابدله من ناقل من المعنى الاول المنقول عنه الى المعنى الثاني المنقول اليه فهذا الناقل اما اهل الشريعة او اهل العرف العام او اهل عرف واصطلاح خاص كالنحوي مثلا فعلى الاول يسمى منقولا شرعيا وعلى الثاني منقولاعرفيا وعلى الثالث اصطلاحيا والى هذا اشار بقوله ينسب الى الناقل

ترجمہ:۔یعنی اگر لفظ مفرد کا معنی کثیر ہو جس معنی میں وہ مستعمل ہے تو (ان دو صورتوں سے) خالی نہیں یا تو وہ لفظ مفرد ان معنوں میں سے ہر ایک کیلئے مستقل وضع کے ساتھ ابتداءً موضوع ہوگا یا اس طرح نہیں ہوگا اول قسم کے لفظ مفرد کا نام مشترک رکھا جاتا ہے جیسے لفظ عین (علیحدہ علیحدہ وضع کیا گیا ہے) قوت باصرہ اور سونے اور ذات اور گھٹنے کیلئے اور ثانی صورت پر یقیناً وہ لفظ موضوع ہوگا ان معنوں میں سے ایک کیلئے کیونکہ لفظ مفرد لفظ موضوع کی قسم ہے پھر وہ لفظ مفرد اگر دوسرے معنی میں مستعمل ہو پس اگر وہ دوسرے معنی میں مشہور ہو جائے اور پہلے معنی میں اس کا استعمال اس طرح متروک ہو جائے کہ اسی لفظ مفرد سے ثانی معنی متبادر الی الذہن ہو جبکہ اس کو قرائن سے خالی کر کے استعمال کیا جائے تو اس لفظ مفرد کا نام منقول رکھا جاتا ہے اور اگر لفظ مفرد معنی ثانی میں مشہور نہ ہو اور معنی اول متروک نہ ہو بلکہ اسی لفظ مفرد کو کبھی معنی اول اور کبھی معنی ثانی میں استعمال کیا جاتا ہو سو اگر استعمال کیا جائے اس لفظ مفرد کو معنی اول یعنی موضوع لہ میں تو اس لفظ کا نام حقیقت رکھا جاتا ہے اور اگر استعمال کیا جائے اس معنی ثانی میں جو غیر موضوع لہ ہے تو اس لفظ کا نام مجاز رکھا جاتا ہے پھر تو جان لے کہ منقول کیلئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اسکو اس کے معنی اول منقول عنہ سے معنی ثانی منقول الیہ کیطرف نقل کرے پس یہ ناقل یا اہل شرع ہونگے یا اہل عرف عام ہونگے یا اہل عرف خاص جیسے نحوی وغیرہ پس پہلی صورت میں اس لفظ مفرد کا نام منقول شرعی رکھا جاتا ہے اور دوسری صورت میں اس لفظ مفرد کا نام منقول عرفی رکھا جاتا ہے اور تیسری صورت میں اس لفظ مفرد کا نام منقول اصطلاحی رکھا جاتا ہے اور اسی کی طرف ماتنؒ ینسب الی الناقل کہہ کے اشارہ فرمایا ہے۔

تشریح:۔اللفظ کو ذکر کر کے شارح نے اس جانب اشارہ کر دیا کہ یہ تقسیم جو کہ ان اتحد معناہ سے کی جارہی ہے مفرد کی ہے نہ کہ اسم کی (والتفصيل في ما سبق) معناه المستعمل فيه سے اسم اشارہ کو خارج کرنے کیلئے وضع کی قید پر جو اعتراض ہوا تھا اس کے جواب کی طرف اشارہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

اما ان يكون موضوعا الخ: اس عبارت میں مشترک کی تعریف کی ہے۔اس تعریف کے فوائد قیود یہ ہیں۔

فوائدِ قیودِ تعریف:۔موضوع کی قید سے مہمل کو خارج کر دیا **لكل واحد من تلك المعاني** کی قید سے حقیقت ومجاز کو خارج کر دیا کیونکہ حقیقت کو صرف ایک معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور مجاز کسی معنی کیلئے موضوع نہیں ابتداء کی قید سے منقول نکل گیا کیونکہ اسے ہر ایک معنی (منقول عنہ اور منقول الیہ) کیلئے وضع کیا جاتا ہے مگر ابتداءً نہیں کیونکہ ابتداء میں لفظ منقول کی وضع صرف منقول عنہ کیلئے ہوتی ہے پھر مناسبت کی وجہ سے اسے منقول الیہ کیلئے بھی وضع کر دیا جاتا ہے۔**بوضع علحدة** کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جن کی وضع عام اور موضوع لہ خاص ہے مثلاً اسماء اشارات **او لايكون كذلك** اصل میں یوں ہے **وان لم يكن موضوعا لكل واحد من تلك المعاني ابتداء بوضع علحدة**۔

وعلى الثاني......اذا المفرد:۔ شارح ایک وہم کا ازالہ کر رہے ہیں۔

وہم:۔دلیل حصر اس طرح بیان کی جا رہی ہے کہ لفظ کو بہت سے معانی کیلئے وضع کیا گیا ہوگا یا ایک کیلئے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ کسی بھی معنی کیلئے وضع نہ کیا گیا ہو۔

ازالہ:۔ یہ ممکن بھی نہیں کیونکہ یہ مفرد کی تقسیم ہے اور مفرد اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی معنی کیلئے وضع کیا گیا ہو اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی ایسا مفرد بھی ہو جو کسی معنی کیلئے نہ وضع کیا گیا ہو۔

ثم انه ان استعمل سے آخر قول تک عبارت کا مطلب نہایت واضح ہے تشریح کا محتاج نہیں ہے۔

متن فصل:۔المفهوم ان امتنع فرض صدقه على كثيرين فجزئي والا فكلي امتنعت افراده او امكنت ولم توجد او وجد الواحد فقط مع امكان الغير او امتناعه او الكثير مع التناهي او عدمه

ترجمہ متن:۔مفہوم اگر ممتنع ہو اس کے کثیرین پر سچا آنے کو فرض کرنا پس وہ جزئی ہے ورنہ وہ کلی ہے ممتنع ہوں اس کے افراد یا ممکن ہوں اور نہ پائے جائیں یا فقط ایک فرد پایا جائے غیر (دوسرے فرد) کے امکان کے ساتھ یا اس کے امتناع کے ساتھ یا کثیر افراد پائے جائیں متناہی ہو کر یا غیر متناہی ہو کر۔

مختصر تشریح متن:۔اس فصل میں بھی لفظ مفرد کی تقسیم ہے ماقبل والی لفظ کی تقسیم مفرد ومرکب کی طرف اولاً و بالذات تھی یہ تقسیم

besturdubooks.wordpress.com

لفظ کی ثانیاو بالعرض ہے لفظ کی پہلی تقسیم مفرد و مرکب یہ اولا و بالذات ہے اولا و بالذات کا مطلب یہ ہے کہ مفرد و مرکب لفظ کی صفت اولا بنتی ہے اور بالذات بنتی ہے لفظ کی یہ تقسیم (کلی و جزئی) لفظ کی صفت ثانیاو بالعرض بنتی ہے ثانیاو بالعرض کا مطلب یہ ہے کہ کلی اور جزئی ہونا یہ معنی کی صفت اولا و بالذات ہے اور لفظ کی صفت ثانیا بالعرض ہے تو چونکہ یہ کلی اور جزئی ہونا اولا و بالذات صفت معنی کی بنتا ہے اسی لئے پہلے اس کی تعریف کرتے ہیں اور معنی کا دوسرا نام مفہوم ہے۔

مفہوم کا معنی :۔ جو لفظ سے سمجھا گیا ہو، اور جو چیز لفظ سے سمجھی جاتی ہے وہ معنی ہوتا ہے۔

مفہوم کی اقسام :۔ مفہوم کی دو قسمیں ہیں (۱) کلی (۲) جزئی۔

(۱) کلی وہ مفہوم ہے کہ جس کا صدق کثیرین پر فرض کرنا جائز ہو جیسے انسان۔

(۲) جزئی وہ مفہوم ہے کہ جس کا صدق کثیرین پر فرض کرنا جائز نہ ہو جیسے زید کہ اس کا صدق اس ذات مشخص و صورت متعین پر ہوتا ہے کثیرین پر نہیں ہوتا۔

منطقی حضرات جزئی سے بحث ہی نہیں کرتے کلی کی باعتبار افراد کے چھ قسمیں ہیں چونکہ کلی تو ایک معنی ہے اس کے معنی کے آگے افراد ہوں گے۔

وجہ حصر :۔ کلی کے افراد کا وجود خارج میں ممکن ہوگا یا ممتنع اگر ممتنع ہو تو اس کو کلی کی پہلی قسم ممتنع الافراد کہتے ہیں جیسے شریک باری تعالی اور اگر کلی کے افراد کا وجود خارج میں ممکن ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کے افراد خارج میں پائے جائیں گے یا نہیں اگر نہ پائے جائیں تو یہ کلی کا دوسرا قسم ہے جیسے عنقاء یہ ایک کلی ہے لیکن اس کا خارج میں کوئی فرد نہیں پایا گیا کلی اس طرح ہے کہ اس کا معنی کلی ہے وہ یہ کہ ایک پرندہ جو کہ دو پروں والا ہو اور ایک پر مغرب میں اور دوسرا مشرق میں ہو (عنقاء کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ یہ پرندہ تھا اس کی خوراک پرندے اور انسان تھے ایک دفعہ اس نے ایک بچہ کھا لیا لوگوں نے تنگ آکر اس وقت کے پیغمبر حضرت حنظلہ بن صفوان یا اس وقت کے ولی کامل مستجاب الدعوات جن کا نام خالد بن سنان تھا ان سے درخواست کی کہ آپ اس کیلئے بددعا کریں کہ اللہ تعالی اس کی نسل ہی ختم کر دے چنانچہ اس پیغمبر یا اس وقت کے ولی کامل کی دعا سے اس کی نسل ہی دنیا سے ختم ہوگئی اب وہ دنیا میں نہیں پایا جاتا) لیکن اس کا پایا جانا ممکن ہے اگر اس کا پایا جانا ممتنع ہوتا تو پھر یہ دنیا میں پایا بھی نہ جاتا حالانکہ پایا گیا ہے یہ دوسری قسم کی کلی ہے اور اگر اس کے افراد خارج میں پائے جائیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کا ایک فرد خارج میں ہوگا یا کثیر اگر خارج میں ایک فرد ہے تو پھر اس کی دو حالتیں ہونگی اس ایک فرد کے پائے

besturdubooks.wordpress.com

جا۔۔ کے ساتھ دوسرے کا امکان ہوگا یا نہیں اگر غیر کا امکان نہ ہو تو یہ تیسری قسم کی کلی ہے جیسے واجب الوجود یہ ایک کلی ہے اس کا صرف ایک ہی فرد (اللہ) خارج میں پایا گیا ہے اور غیر کا امکان بھی یہاں نہیں اور اگر اس ایک کے ساتھ غیر کا بھی امکان ہو جیسے شمس یہ ایک ہے کیونکہ اس کا معنی ہے ایک ایسا جسم جو تمام کائنات کو روشن کرے اس کا صرف ایک ہی فرد شمس پایا گیا ہے غیر کا بھی امکان ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی اور بھی شمس پیدا کردے اس میں کوئی خرابی تو نہیں یہ چوتھی قسم کی کلی ہے اور اگر اس کلی کے افراد خارج میں زیادہ پائے جائیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کلی کے افراد متناہی ہوں گے یا غیر متناہی، متناہی ہوں جیسے کواکب سیارہ یہ ایک کلی ہے اس کا معنی ہے ایسے ستارے جو چلنے والے ہوں اس کے افراد صرف سات ہیں عطارد، مشتری، زحل، مریخ، شمس، قمر، زہرہ یہ پانچویں قسم کی کلی ہے اور اگر اس کلی کے افراد کثیرہ غیر متناہیہ ہوں جیسے انسان اس کا معنی حیوان ناطق ہے اس کے افراد غیر متناہیہ ہیں یہ چھٹی قسم کی کلی ہے۔

☆☆

قولہ:المفہوم: ای ما حصل فی العقل واعلم ان ما یستفاد من اللفظ باعتبار انه فهم منه یسمی مفهوما وباعتبار انه قصد منه یسمی معنی ومقصودا وباعتبار ان اللفظ دال علیه یسمی مدلولا

ترجمہ:۔ مفہوم سے مراد وہ معنی ہے جو عقل میں حاصل ہو اور تو جان لے کہ جو معنی لفظ سے مستفاد ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ وہ لفظ سے سمجھا گیا ہے اسے مفہوم کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ لفظ سے اسکا قصد کیا گیا ہے اسکا نام معنی اور مقصود رکھا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ لفظ اس پر دال ہے اس کا نام مدلول رکھا جاتا ہے۔

اغراض شارح:۔ اس قول کے دو حصے ہیں واعلم ان ما یستفاد تک کی عبارت کی غرض دو اعتراضات کا جواب دینا ہے جو کلی، جزئی کی تعریف پر ہوتے ہیں اور واعلم سے آخر تک ایک فائدہ بیان کررہے ہیں۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔ المفهوم کا معنی آپ نے یہ کیا ہے کہ وہ معنی جو لفظ سے سمجھا گیا ہو وہ یا کلی ہوگا یا جزئی اس معنی سے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو معنی لفظ سے سمجھا گیا ہو وہ کلی جزئی ہوگا اور جو معنی ابتداءً ہی ذہن میں آئے لفظ سے نہ سمجھا جائے وہ کلی جزئی نہ ہوگا حالانکہ تمام معانی یا کلی ہیں یا جزئی اس اعتراض کا جواب سمجھنے سے قبل ایک فائدہ سمجھ لیں۔

فائدہ:۔ آیا کوئی معنی بغیر لفظ کے سمجھا بھی جاتا ہے یا نہیں سو اس کے بارے میں یہ سمجھ لیں کہ متکلم جب کوئی لفظ بولتا ہے تو معنی

besturdubooks.wordpress.com

پہلے اس کے ذہن میں ہوتا ہے بعد میں وہ لفظ سے اس کو تعبیر کرتا ہے البتہ مخاطب معنی بغیر لفظ کے نہیں سمجھ سکتا مخاطب کے سامنے جب لفظ بولا جاتا ہے تو وہ اس کا معنی سمجھتا ہے خلاصہ اس فائدہ کا یہ نکلا کہ متکلم کو معنی سمجھنے میں لفظ کی ضرورت نہیں ہوتی اور مخاطب کو معنی سمجھنے کیلئے لفظ کی ضرورت ہوتی ہے اب اس اعتراض کا جواب سمجھیں۔

جواب:۔ مفہوم کا معنی یہ ہے کہ جو معنی عقل میں حاصل ہو(**ما حصل فی العقل**) خواہ وہ لفظ سے ہو یا غیر لفظ سے لہذا اب اس مفہوم میں دونوں قسم کے معنی (جو لفظ سے سمجھے گئے ہوں یا بغیر لفظ کے سمجھے گئے ہوں) داخل ہو جائیں گے۔

اعتراض ﴿۲﴾:۔ **المفہوم** کا معنی تو یہ ہے کہ جو عقل میں معنی حاصل ہو وہ کلی اور جزئی ہوگا بعض معانی ایسے بھی تو ہیں جو ہماری عقل میں حاصل نہیں لہذا آپ کی تعریف کے مطابق وہ معانی کلی اور جزئی نہیں ہونگے حالانکہ تمام معانی خواہ وہ ہماری عقل میں حاصل ہوں یا نہ ہوں سب کلی ہیں یا جزئی۔

جواب:۔ مفہوم کی اس تعریف میں ایک چھوٹی سی قید لگانے سے یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے وہ قید یہ ہے **من شانہ ان یحصل فی العقل** کہ اس معنی کی شان میں سے یہ ہے کہ وہ عقل میں حاصل ہو سکے اگر چہ وہ بالفعل حاصل نہ بھی ہو۔

واعلم ان ما یستفاد من اللفظ الخ:۔ یہاں سے ایک فائدہ بیان کیا ہے۔

فائدہ:۔ لفظ سے جو چیز سمجھی جاتی ہے اس کے چند نام ہیں اس کو معنی بھی کہتے ہیں، مقصود بھی کہتے ہیں، مطلوب بھی کہتے ہیں اور مفہوم بھی کہتے ہیں یہ نام اس کے مختلف اعتبار سے ہیں حقیقت سب کی ایک ہی ہے اس اعتبار سے کہ اس معنی کا لفظ سے ارادہ کیا گیا ہے اس کو معنی کہتے ہیں کیونکہ معنی کا مطلب بھی ہے ارادہ کیا ہوا اور اسی اعتبار سے اس کو مقصود بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ یہ لفظ اس معنی پر دال ہے اس کو مدلول بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ یہ معنی لفظ سے سمجھا جاتا ہے اس کو مفہوم بھی کہتے ہیں اور اس اعتبار سے کہ لفظ اس معنی کیلئے بنایا گیا ہے اس کو موضوع لہ بھی کہتے ہیں۔

قولہ: فرض صدقہ: الفرض ھھنا بمعنی تجویز العقل لا التقدیر فانہ لایستحیل تقدیر صدق الجزئی علی کثیرین

ترجمہ:۔ یہاں لفظ فرض عقل کے جائز رکھنے کے معنی میں ہے مان لینے کے معنی میں نہیں کیونکہ چند افراد پر جزئی کے صادق آنے کو مان لینا محال نہیں (کیونکہ محال کو مان لینا محال نہیں)

besturdubooks.wordpress.com

غرض شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے جو کہ متن پر وارد ہوتا ہے۔

اعتراض:۔مفہوم اگر اس کا صدق کثیرین پر فرض کرنا ممتنع ہو تو وہ جزئی ہے فرض کا معنی ہوتا ہے مان لینا یعنی ایک چیز نفس الامر میں نہ ہو لیکن اس کو مان لینا یہ فرض کہلاتا ہے فرض محال یہ محال نہیں لہٰذا اگر جزئی کو فرض کیا جائے کہ یہ کثیرین پر بچی آسکتی ہے تو یہ فرض کر لینا صحیح ہوگا اس طریقہ سے تو کوئی جزئی جزئی نہیں رہے گی بلکہ ہر جزئی کلی بن جائے گی۔

جواب:۔فرض کے دو معنی ہیں ایک معنی ہے تقدیر یعنی مان لینا یا اندازہ کر لینا دوسرا معنی ہے کہ عقل کا جائز قرار دینا یہاں تجویز العقل دوسرا معنی مراد ہے اب جزئی کی تعریف اس طرح ہوگی کہ جزئی وہ مفہوم ہے کہ عقل اس کے کثیرین پر سچا آنے کو جائز نہ سمجھے۔اب کوئی اشکال نہیں۔

قوله:امتنعت افراده: کشریک الباری تعالیٰ

ترجمہ:۔(وہ کلی جس کے جمیع افراد ممتنع ہوں) اس کی مثال شریک باری تعالیٰ ہے

غرض شارح:۔اس قول کی غرض صرف کلی ممتنع الافراد کی مثال دینی ہے۔وہ شریک الباری ہے اس کی تفسیر متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

قوله: او امکنت: ای لم یمتنع افراده فیشمل الواجب والممکن الخاص کلیهما

ترجمہ:۔یعنی ممتنع نہ ہوں اس کے افراد پس یہ واجب اور ممکن خاص دونوں کو شامل ہے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض دو اعتراضوں کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔آپ نے کہا کہ امکنت افراده امکان دو طرح کا ہوتا ہے امکان خاص اور امکان عام آپ کے ہاں کون سا امکان مراد ہے اگر امکان عام مراد ہے تو وہ بھی غلط ہے کیونکہ پھر امکنت کا امتنعت کے ساتھ تقابل صحیح نہیں ہوگا حالانکہ دونوں متقابل ہیں اگر امکان خاص مراد لیتے ہو تو پھر واجب الوجود کا اس کے نیچے داخل کرنا صحیح نہیں ہوگا حالانکہ تم نے واجب الوجود کو ممکن کے نیچے داخل کیا ہے۔

جواب ①:۔امکان سے مراد امکان عام ہے ممکنہ عامہ موجبہ مراد ہے سالبہ مراد نہیں، ممکنہ عامہ سالبہ کا تقابل امتنعت کے ساتھ صحیح نہیں تھا ممکنہ عامہ موجبہ کا تقابل تو صحیح ہے کیونکہ ممکنہ عامہ موجبہ کا مطلب یہ ہے کہ وجود ممکن ہو اور عدم ضروری نہ ہو اور

besturdubooks.wordpress.com

امتناع کا مطلب یہ ہے کہ عدم ضروری ہے ان دونوں میں تقابل ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ یہ امکنت امتنعت کا متقابل ہے امتنعت افرادہ میں افراد یہ جمع ہے اس کی اضافت ضمیر کی طرف ہے یہ استغراق کا فائدہ دیتی ہے کہ اس کے تمام افراد ممتنع ہوں اب امکنت افرادہ میں اس کی نفی کریں گے کہ اس کے تمام افراد ممتنع نہ ہوں امتنعت افرادہ میں ایجاب کلی تھا امکنت افرادہ میں رفع ایجاب کلی کرلیں اگر اس کے تمام افراد ممتنع نہ ہوں یا سلب جزئی کریں گے کہ بعض افراد ممتنع ہوں اور بعض ممتنع نہ ہوں جیسے واجب الوجود یہ ممتنع نہیں اور شریک الباری تعالی یہ ممتنع ہے۔

قوله: ولم توجد: كالعنقاء ترجمہ:۔(اس کا قول لم توجد) جیسے عنقاء پرندہ

غرض شارح:۔ اسکی غرض کلی کی دوسری قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد ممکن تو ہیں لیکن خارج میں پائے نہیں جاتے جیسے عنقاء تفصیل متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

قوله.مع امكان الغير: كالشمس ترجمہ:۔(غیر کے امکان کے ساتھ) جیسے آفتاب

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض کلی کی چوتھی قسم کی مثال دینی ہے کہ جس کے افراد خارج میں پائے جائیں اور ایک ہی فرد ہو لیکن غیر کا امکان ہو جیسے شمس۔

قوله: اوامتناعه: كمفهوم واجب الوجود ترجمہ:۔(یا غیر کے امتناع کے ساتھ) جیسے واجب الوجود

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض کلی کی تیسری قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد میں سے ایک فرد خارج میں پایا گیا ہو لیکن غیر کا امکان بھی نہ ہو جیسے واجب الوجود کا ایک فرد اللہ تعالی کی ذات ہی پائی گئی ہے۔

قوله: مع التناهي: كالكواكب السبع السيارة

ترجمہ:۔(افراد کے متناہی ہونے کے ساتھ) جیسے سات گھومنے والے سیارے

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض کلی کی پانچویں قسم کی مثال دینی ہے جس کے افراد متناہی خارج میں پائے گئے ہیں جیسے کواکب سیارہ اس کے سات افراد پائے گئے ہیں اس کی مزید تفصیل متن کی تشریح میں گزر چکی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ او عدمہ کمعلومات الباری عز اسمہ و کالنفوس الناطقۃ علی مذہب الحکماء

ترجمہ:۔(یاافراد کے غیر متناہی ہونے کے ساتھ) جیسے باری تعالیٰ کی معلومات اور حکماء کے مذہب پر نفوس ناطقہ۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض کلی کی چھٹی قسم کی مثال دینی ہے کہ جس کے افراد کثیرہ غیر متناہیہ خارج میں پائے جاتے ہیں جیسے معلومات باری تعالیٰ یہ غیر متناہی ہیں ایسے ہی حکماء کے مذہب کے مطابق انسانی ارواح بھی غیر متناہی ہیں کیونکہ وہ انسان کو قدیم مانتے ہیں اور قیامت کے قائل نہیں ہیں۔

متن فصل: الکلیان ان تفارقا کلیا فمتباینان والا فان تصادقا کلیا من الجانبین فمتساویان ونقیضاھما کک اومن جانب واحد فاعم واخص مطلقا ونقیضاھما بالعکس والا فمن وجہ وبین نقیضیھما تباین جزئی کالمتباینین

ترجمہ متن:۔دوکلیاں اگر ایک دوسرے سے کلی طور پر جدا ہوں تو متباینان ہیں ورنہ پس اگر دونوں جانبوں سے کلی طور پر تصادق ہو تو متساویان ہیں اور ان دونوں کی نقیضیں اسی طرح ہیں یا (کلی طور پر تصادق) ایک جانب سے ہو پس نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے اور ان کی نقیضیں اس کے برعکس ہیں ورنہ (اگر کسی جانب سے تصادق نہ ہو) تو نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے اور ان کی نقیضوں کے درمیان تباین جزئی کی نسبت ہے مثل متباینین کے۔

مختصر تشریح متن:۔ یہاں سے دوکلیوں کے درمیان نسبت کو بیان فرمارہے ہیں۔دوکلیوں کے درمیان چار نسبتیں ہیں چار نسبتوں کے عینین میں نسبت اور ان کی نقیضوں میں نسبت کو بیان کیا ہے۔ان کی وجہ حصر اور تقطیع عبارت یہ ہے کہ دوکلیوں میں تصادق کلی ہوگا یا نہیں اگر تصادق کلی نہیں ہوگا تو پھر تفارق کلی ہوگا اگر تفارق کلی ہو تو ان کو متباینان کہیں گے اس نسبت عین کو ان تفارقا کلیا فمتباینان میں بیان کیا اور اگر تفارق کلی نہیں بلکہ تصادق کلی ہے اور وہ بھی جانبین سے ہے تو ان دوکلیوں کو متساویان کہیں گے اس نسبت کو والا کی عبارت سے لے کر فمتساویان تک بیان کیا ہے اور درمیان میں ونقیضاھما کک میں کلیان متساویان کی نقیضوں کو بھی بیان کردیا کہ ان کی نقیضیں بھی متساوی ہوں گی۔ ومن جانب واحد فاعم واخص مطلقا اس عبارت میں نسبت عموم وخصوص مطلق کو بیان کیا ہے اور ساتھ ونقیضاھما بالعکس میں عموم وخصوص مطلق کی نقیضوں کی

besturdubooks.wordpress.com

نسبت کو بھی بیان کر دیا کہ ان کی نقیضوں میں بھی عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی لیکن عینین میں جو عام تھا وہ اخص اور جو اخص تھا وہ نقیضین میں اعم ہوگا اور اگر تصادق کلی نہیں نہ ایک جانب سے نہ دونوں جانبوں سے تو اس کو عموم وخصوص من وجہ کہتے ہیں اس نسبت عینین کو والا فمن وجه کی عبارت میں بیان کیا اور ساتھ ہی عموم وخصوص من وجہ کی نقیضوں کی نسبت کو بیان کیا کہ ان کی نقیضین میں تباین جزئی ہوگا اس کو وبین نقیضیهما تباین جزئی کی عبارت میں بیان کیا یہاں تک چار کلیوں کے عینین میں نسبت بیان ہوئی اور ان میں سے تین کی نقیضین میں بھی بیان ہوگئی صرف تباین کلی کی نقیض کو نہیں بیان کیا تھا اس کو آخر میں آ کر کالمتباینین میں تشبیہ کے طریقے سے بیان کر دیا کہ تباین کلی کی نقیضین میں بھی مثل عموم وخصوص من وجہ کے تباین جزئی کی نسبت ہوگی۔

☆☆

قوله: الكليان الخ ای کل کليين لابد من ان يتحقق بينهما احدى النسب الاربع التباين الكلي والتساوی والعموم المطلق والعموم من وجه وذلک لانهما اما ان لا يصدق شئ منهما على شئ من افراد الاخر او يصدق فعلى الاول فهما متباينان كالانسان والحجر وعلى الثاني فاما ان لا يكون بينهما صدق كلي من جانب اصلا او يكون فعلى الاول فهما اعمّ واخصّ من وجه كالحيوان والابيض وعلى الثاني فاما ان يكون الصدق الكلي من الجانبين او من جانب واحد فعلى الاول فهما متساويان كالانسان والناطق وعلى الثاني فهما اعمّ واخصّ مطلقا كالحيوان والانسان فمرجع التساوی الى موجبتين كليتين نحو كل انسان ناطق وكل ناطق انسان ومرجع التباين الى سالبتين كليتين نحو لاشئ من الانسان بحجر ولاشئ من الحجر بانسان ومرجع العموم والخصوص مطلقا الى موجبة كلية موضوعها الاخصّ ومحمولها الاعمّ وسالبة جزئية موضوعها الاعمّ ومحمولها الاخصّ نحو كل انسان حيوان وبعض الحيوان ليس بانسان ومرجع العموم والخصوص من وجه الى موجبة جزئية وسالبتين جزئيتين نحو بعض الحيوان ابيض وبعض الحيوان ليس بابيض وبعض الابيض ليس بحيوان

besturdubooks.wordpress.com

ترجمہ:۔ یعنی ہر دو کلیوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے کسی نسبت کا متحقق ہونا ضروری ہے (۱) تباین کلی (۲) تساوی (۳) عموم مطلق (۴) عموم من وجہ اور یہ اس لئے ہے کہ یا تو دو کلیوں میں سے کوئی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہیں آئے گی یا صادق آئے گی پس اول (صدق نہ آنے کی) تقدیر پر وہ دونوں متباین ہیں جیسے حجر اور انسان متبایان ہیں اور ثانی (صادق آنے کی) تقدیر پر یا تو دونوں کے مابین کسی جانب سے صدق کلی (کلی طور پر سچا آنا) بالکل نہیں پایا جائے گا یا صدق کلی پایا جائے گا پس پہلی صورت میں وہ دونوں اعم واخص من وجہ ہیں جیسے حیوان اور ابیض کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اور ثانی تقدیر پر پس یا تو جانبین سے صدق کلی پایا جائے گا یا ایک جانب سے پس پہلی صورت پر وہ دو کلیاں متساویان ہیں جیسے انسان اور ناطق اور ثانی تقدیر پر وہ دونوں اعم مطلق اور اخص مطلق ہیں جیسے حیوان اور انسان پس نسبت تساوی کا محل رجوع دو موجبہ کلیہ کی طرف ہے جیسے کل انسان ناطق (ہر انسان ناطق ہے یہ ایک موجبہ کلیہ ہے) اور کل ناطق انسان (ہر ناطق انسان ہے یہ دوسرا موجبہ کلیہ ہے) اور نسبت تباین کا محل رجوع دو سالبہ کلیہ کی طرف ہے جیسے لاشیٔ من الانسان بحجر (انسان کا کوئی فرد پتھر نہیں یہ ایک سالبہ کلیہ ہے) اور لاشیٔ من الحجر بانسان (پتھر کا کوئی فرد انسان نہیں یہ دوسرا سالبہ کلیہ ہے) اور نسبت عموم وخصوص مطلق کا محل رجوع ایک ایسے موجبہ کلیہ کی طرف ہے جس کا موضوع خاص ہو اور محمول عام ہو اور ایک ایسے سالبہ جزئیہ کی طرف ہے جس کا موضوع عام ہو اور محمول خاص ہو جیسے کل انسان حیوان (ہر انسان حیوان ہے یہ ایسا موجبہ کلیہ ہے کہ جس کا موضوع خاص اور محمول عام ہے) اور بعض الحیوان لیس بانسان (بعض حیوان انسان نہیں یہ ایسا سالبہ جزئیہ ہے جس کا موضوع عام اور محمول خاص ہے) اور نسبت عموم وخصوص من وجہ کا محل رجوع ایک موجبہ جزئیہ اور دو سالبہ جزئیہ کی طرف ہے جیسے بعض الحیوان ابیض (بعض حیوان ابیض ہے یہ ایک موجبہ جزئیہ ہے) اور بعض الحیوان لیس بابیض (بعض حیوان ابیض نہیں یہ ایک سالبہ جزئیہ ہے) اور بعض الابیض لیس بحیوان (بعض ابیض حیوان نہیں یہ دوسرا سالبہ جزئیہ ہے)

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔ دو کلیوں کے آپس میں تعلق کو بیان کر رہے ہیں۔

اعتراض:۔ صرف دو کلیوں کے درمیان تعلق کو کیوں بیان کیا ہے دو جزئیوں اور ایک کلی اور ایک جزئی کے درمیان تعلق کو کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب:۔ دو کلیوں کے درمیان تعلق چار قسم کا ہوتا ہے (۱) تساوی (۲) تباین (۳) عموم وخصوص مطلق (۴) عموم وخصوص من

besturdubooks.wordpress.com

وجہ یہ چار قسم کے تعلق دوکلیوں ہی میں پائے جاتے ہیں دو جزئیوں میں نہیں پائے جاتے دو جزئیوں میں تباین کا تعلق ہوگا اور کوئی تعلق نہیں ہوسکتا جیسے زید اور عمر وان دونوں میں تباین کا تعلق ہے زید، عمرو پر سچا نہیں آتا اور عمرو زید پر سچا نہیں آتا ایک کلی اور ایک جزئی میں بھی یہ چاروں تعلق نہیں پائے جاتے ایک کلی اور ایک جزئی جو ہوں گی وہاں جزئی یا تو اس کلی کی ہوگی یا کسی دوسری کلی کی اگر جزئی اسی کلی کی ہو تو وہاں جزئی اخص مطلق اور کلی اعم مطلق ہوگی جیسے انسان یہ کلی ہے زید یہ اسی انسان کی جزئی ہے ان میں تعلق عموم وخصوص مطلق کا ہے زید اخص ہے جہاں زید ہوگا وہاں انسان بھی ہوگا لیکن جہاں انسان ہو وہاں زید کا ہونا ضروری نہیں اور اگر وہ اسی کلی کی نہ ہو بلکہ کسی دوسری کلی کی ہو تو وہاں تباین کا تعلق ہوگا کلی اور جزئی میں جیسے انسان ایک کلی ہے زید کا گدھا یہ ایک جزئی ہے لیکن انسان کی جزئی نہیں ان میں تباین کا تعلق ہے جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں گدھا سچا نہیں آتا اور جہاں گدھا سچا آتا ہے وہاں انسان سچا نہیں آتا چونکہ یہ چاروں قسم کے تعلق صرف دوکلیوں ہی میں متحقق ہوسکتے تھے اس لئے دو کلیوں ہی کے تعلق کو بیان کیا ہے دوکلیوں کے درمیان چاروں قسم کے تعلق ہوسکتے ہیں اس سے زائد اور کم نہیں ہوسکتے۔

دلیل حصر:۔ دوکلیوں کے درمیان تصادق کلی ہوگا یا نہیں (تصادق کلی کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر سچی آئیگی یا نہیں) اگر تصادق کلی نہیں تو وہ متباینان ہوں گی اور اگر تصادق ہے تو پھر دیکھیں گے کہ تصادق کلی ایک جانب سے ہے یا دونوں جانبوں سے اگر دونوں جانبوں سے تصادق کلی ہے (یعنی دوکلیوں میں سے ہر ایک دوسری کے تمام افراد پر سچی آتی ہے) تو اس کو تساوی کہیں گے اور اگر ایک جانب سے تصادق کلی ہے (یعنی ایک کلی تو دوسری کلی کے تمام افراد پر سچی آتی ہے لیکن دوسری کلی پہلی کلی کے تمام افراد پر سچی نہیں آتی) تو اس کو عموم وخصوص مطلق کہیں گے۔ اور اگر تصادق کلی کسی جانب سے بھی نہ ہو تو اس کو عموم وخصوص من وجہ کہیں گے۔

امثلہ:۔ تباین کی مثال جیسے انسان اور حجر۔ انسان حجر کے کسی فرد پر سچا نہیں آتا اور حجر انسان کے کسی فرد پر سچا نہیں آتا۔ عموم وخصوص من وجہ کی مثال جیسے حیوان اور ابیض حیوان ابیض کے بعض افراد پر سچا آتا ہے اور ابیض حیوان کے بعض افراد پر سچا آتا ہے۔ تساوی کی مثال جیسے انسان اور ناطق انسان ناطق کے تمام افراد پر اور ناطق انسان کے تمام افراد پر سچا آتا ہے۔ عموم وخصوص مطلق کی مثال جیسے انسان اور حیوان۔ حیوان انسان کے تمام افراد پر سچا آتا ہے لیکن انسان حیوان کے تمام افراد پر سچا نہیں آتا۔

الحاصل: ان چار قسموں کے تعلقات کا حاصل یہ ہے کہ تباین والے تعلق میں دو قضیے سالبہ کلیہ تیار ہوں گے جیسے (ا) لا شیٔ

besturdubooks.wordpress.com

من الحجر بانسان (۲) ولا شئ من الانسان بحجر۔ تساوی میں دو قضیے موجبہ کلیہ تیار ہونگے جیسے (۱) کل انسان ناطق (۲) وکل ناطق انسان ۔عموم وخصوص مطلق میں ایک قضیہ موجبہ کلیہ تیار ہوگا جس کا موضوع اخص اور محمول اعم ہوگا جیسے کل انسان حیوان اور ایک سالبہ جزئیہ تیار ہوگا جس کا موضوع اعم اور محمول اخص ہوگا جیسے بعض الحیوان انسان۔ عموم وخصوص من وجہ میں تین قضیے تیار ہوں گے ایک موجبہ جزئیہ اور دو سالبہ جزئیہ۔(۱) موجبہ جزئیہ بعض الابیض حیوان او بعض الحیوان ابیض جیسے بطخ (۲) سالبہ جزئیہ بعض الابیض لیس بحیوان جیسے ہاتھی دانت (۳) دوسرا سالبہ جزئیہ بعض الحیوان لیس بابیض جیسے کالی بھینس۔

قوله: ونقیضاهما کذلک: یعنی ان نقیضی المتساویین ایضا متساویان ای کل ما صدق علیه احد النقیضین صدق علیه النقیض الاخر اذ لو صدق احدهما بدون الاخر لصدق مع عین الاخر ضرورة استحالة ارتفاع النقیضین فیصدق عین الاخر بدون عین الاول ضرورة استحالة اجتماع النقیضین وهذا یرفع التساوی بین العینین مثلا لو صدق اللاانسان علی شئ ولم یصدق علیه اللاناطق فیصدق علیه الناطق ههنا بدون الانسان هذا خلف

ترجمہ:۔یعنی دوکلی متساویان کی نقیضوں کے مابین بھی نسبت تساوی کی ہوگی یعنی جس فرد پر احد النقیضین صادق آئے گی اس پر دوسری نقیض بھی صادق آئے گی کیونکہ ایک کی نقیض اگر دوسرے کی نقیض کے بغیر صادق آئے تو دوسرے کے عین کے ساتھ صادق آئیگی بضرورت ارتفاع نقیضین کے محال ہونے کے پس عین اول کے بغیر دوسرے کا عین صادق آئیگا بضرورت اجتماع نقیضین کے محال ہونے کے اور یہ صدق عینین کے درمیان تساوی کو اٹھادے گا مثلاً (انسان کی نقیض) لا انسان اگر کسی شی پر صادق آئے اور اس پر (ناطق کی نقیض) لا ناطق صادق نہ آئے تو یہاں اس شی پر ناطق بغیر انسان کے صادق آئیگا (حالانکہ انسان وناطق کے مابین نسبت تساوی مان لی گئی تھی اب لازم آتا ہے کہ نسبت تساوی نہ رہے) یہ خلاف مفروض ہے (اور خلاف مفروض باطل ہے لہذا متساویان کی نقیضین میں نسبت تساوی کا نہ ہونا بھی باطل ہوگا)

غرضِ شارح: اس قول میں عینین کے درمیان تعلق کو بیان کرنے کے بعد دوکلیوں کی نقیضوں کے درمیان تعلق بیان کرتے ہیں

فائدہ:۔اولاً جن دوکلیوں کو ذکر کیا جاتا ہے ان دونوں کو عینین کہتے ہیں جیسے انسان اور ناطق یا لاانسان اور لاناطق اور ثانیاً جن دوکلیوں کو ذکر کیا جائے ان کو نقیضین کہتے ہیں جیسے اللاانسان واللاناطق یا انسان وناطق۔

besturdubooks.wordpress.com

۱۰/۲

نقیض کی تعریف:۔ ہر شئے کا اٹھا دینا مثلاً انسان یہ ایک کلی ہے اس کی نقیض اس کو اٹھا دینا ہے یعنی لا انسان اور لا انسان یہ ایک کلی ہے اس کی نقیض اس کو اٹھا دینا ہوگا وہ اس طرح کہ لا کو اٹھا دیں گے تو انسان یہ لا انسان کی نقیض بن جائے گا۔

تشریح:۔ دو کلیوں کے عینین میں چار قسم کی نسبتیں تھیں تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق، عموم وخصوص من وجہ۔ ان کی نقیضین میں بھی اکثر میں یہی نسبت ہوگی اس قول میں جن دو کلیوں کے عینین میں تساوی کی نسبت تھی ان کی نقیضین کی نسبت کو بیان کیا ہے۔ جن دو کلیوں کے عینین میں تساوی کی نسبت ہوگی ان کی نقیضین میں بھی تساوی کی نسبت ہوگی جیسے انسان اور ناطق یہ دو کلیاں ہیں ان کے عینین میں تساوی کی نسبت ہے جہاں انسان ہے وہاں ناطق ہے جہاں ناطق ہے وہاں انسان ہے اسی طرح ان دونوں کی نقیضین لا انسان اور لا ناطق میں بھی تساوی کی نسبت ہے جہاں لا انسان سچا آئیگا وہاں لا ناطق سچا آئیگا مثلاً قلم پر لا انسان سچا آتا ہے تو لا ناطق بھی سچا آتا ہے یہ ہمارا دعوی ہے جہاں لا انسان سچا آئیگا وہاں لا ناطق سچا آئیگا یہ مان لو ورنہ لا ناطق سچا نہیں آئیگا تو پھر اس کی نقیض ناطق سچی آئیگی اس لئے کہ ارتفاع نقیضین بھی محال ہے کہ نہ لا ناطق ہو اور نہ ناطق، جب لا انسان کے ساتھ ناطق سچا آئیگا اب ناطق لا انسان کے ساتھ سچا آ گیا ہے یہاں لا انسان کی جگہ انسان نہیں مان سکتے کیونکہ پہلے یہ فرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں لا انسان صادق آتا ہے اور اجتماع نقیضین بھی محال ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ لا انسان اور انسان ایک جگہ جمع ہو جائیں اب یہاں ناطق لا انسان کے ساتھ سچا آئیگا حالانکہ ناطق تو انسان کے ساتھ سچا آتا ہے عینین میں نسبت تساوی کی تھی وہ ختم ہوگئی اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ جہاں لا انسان سچا آئیگا وہاں لا ناطق تو سچا آئیگا ناطق سچا نہیں آ سکتا۔

قوله: ونقيضاهما بالعكس: اى نقيض الاعم والاخص مطلقا اعم واخص مطلقا لكن بعكس العينين فنقيض الاعم اخص ونقيض الاخص اعمّ يعني كلما صدق عليه نقيض الاعم صدق عليه نقيض الاخص وليس كلما صدق عليه نقيض الاخص صدق عليه نقيض الاعم اما الاول فلانه لو صدق نقيض الاعم على شئ بدون نقيض الاخص لصدق مع عين الاخص فيصدق عين الاخص بدون عين الاعم هذا خلف مثلا لو صدق اللاحيوان على شئ بدون اللاانسان لصدق عليه الانسان عينه ويمتنع هناک صدق الحيوان لاستحالة اجتماع النقيضين فيصدق الانسان بدون الحيوان واما الثاني فلانه بعد ما ثبت ان كل نقيض الاعم نقيض الاخص لو كان كل نقيض الاخص نقيض الاعم فكان النقيضان متساويين فيكون

besturdubooks.wordpress.com

نقيضاهما وهما العينان متساويين لما مر وقد كان العينان اعم واخص مطلقا هذا خلف

ترجمہ:۔یعنی اعم اور اخص مطلق کی نقیض بھی اعم اور اخص مطلق ہوتی ہے لیکن عینین کے عکس کے ساتھ پس اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہوگی یعنی ہر وہ فرد جس پر اعم کی نقیض صادق آئے گی اس پر اخص کی نقیض صادق آئے گی اور ہر وہ فرد جس پر اخص کی نقیض صادق آئے ضروری نہیں کہ اس پر اعم کی نقیض صادق آئے اول دعوی کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی فرد پر اعم کی نقیض صادق آئے اخص کی نقیض کے بغیر تو وہ اعم کی نقیض اخص کے عین کے ساتھ صادق آئے گی پس اخص کا عین صادق آئیگا اعم کے عین کے بغیر یہ خلاف مفروض ہے مثلاً کسی شی پر لاحیوان صادق آئے بغیر لاانسان کے تو اس پر عین انسان صادق آئے گا اور اس شی پر حیوان کا صادق آنا ممتنع ہے بوجہ اجتماع نقیضین کے محال ہونے کے پس انسان بغیر حیوان کے صادق آئیگا۔ اور دوسرے دعوے کی دلیل اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ اعم کی ہر نقیض اخص کی نقیض ہے یہ ہے کہ اگر اخص کی ہر نقیض اعم کی بھی نقیض ہو تو دونوں نقیضین متساوی ہو جائیں گی پس ان دونوں نقیضوں کی نقیضیں (اور وہ عینین ہیں) بھی متساوی ہو جائیں گی اسی دلیل کی وجہ سے جو گزر چکی حالانکہ عینین اعم اور اخص مطلق تھے یہ خلاف مفروض ہے (لہذا ثابت ہوا کہ اعم کی نقیض اخص اور اخص کی نقیض اعم ہونا ضروری ہے)

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض جن دوکلیوں کے عینین میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی تھی ان کی نقیضین میں نسبت کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔جن دوکلیوں کے عینین میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی تھی ان کی نقیضین میں بھی نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہوگی البتہ فرق اتنا ہوگا کہ عینین میں جو اخص مطلق تھا نقیضین میں وہ اعم مطلق ہو جائے گا اور جو عینین میں اعم مطلق تھا وہ نقیضین میں اخص مطلق ہو جائے گا جیسے انسان اور حیوان یہ دوکلیاں عینین ہیں جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں حیوان بھی سچا آتا ہے لیکن جہاں حیوان سچا آتا ہے وہاں انسان کا سچا آنا ضروری نہیں یہاں عینین میں انسان اخص مطلق ہے اور حیوان اعم مطلق ہے جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم ہوتا ہے لیکن جہاں اعم ہوتا ہے وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں، جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم کا ہونا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اخص جزء واعم ہوتا ہے اور کل بغیر جزء کے نہیں پایا جا سکتا ہاں جزء بغیر کل کے ہوسکتا ہے اس لئے اعم بھی بغیر اخص کے پایا جاتا ہے ان دونوں کی نقیض لاانسان اور لاحیوان ہے ان میں بھی نسبت اعم اور اخص مطلق کی ہے عینین میں جہاں انسان سچا آتا تھا وہاں حیوان سچا آتا تھا یہاں اس کا عکس ہوگا کیونکہ یہاں لاحیوان اخص اور لاانسان اعم ہے جہاں لاحیوان

besturdubooks.wordpress.com

سچا آئیگا وہاں لا انسان بھی سچا آئیگا جیسے قلم میں لاحیوان سچا آتا ہے اور لا انسان بھی سچا آتا ہے لیکن جہاں لا انسان سچا آئے وہاں لاحیوان کا سچا آنا ضروری نہیں جیسے گدھا اس پر لا انسان سچا آتا ہے لیکن لاحیوان سچا نہیں آتا بلکہ حیوان سچا آتا ہے۔

دلیل:۔ ماقبل میں ہم نے ابھی یہ دعوی کیا ہے کہ جہاں لاحیوان نقیض اعم سچی آئیگی وہاں لا انسان نقیض اخص سچی آئیگی اس کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے اس دعوے کو مان لو کہ جہاں نقیض اعم لاحیوان سچی آئیگی وہاں نقیض اخص لا انسان سچی آئیگی اگر آپ اس کو نہیں مانتے تو یہ ماننا پڑے گا کہ لاحیوان نقیض اعم کے ساتھ انسان عین اخص سچا آئیگا اب یہاں انسان یہ عین اخص سچا آیا بغیر عین اعم کے یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نہ لا انسان سچا آتا ہے اور نہ انسان سچا آتا ہے کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے مثلاً قلم پر لاحیوان سچا آتا ہے یہاں مان لو لا انسان بھی سچا آتا ہے اگر یہ نہیں مانتے تو یہ ماننا پڑے گا کہ انسان سچا آتا ہے اب انسان یہ عین اخص بغیر عین اعم کے سچا آگیا یہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم کہیں کہ انسان حیوان کے ساتھ سچا آرہا ہے کیونکہ پہلے ہم نے فرض کرلیا ہے کہ اس شئی قلم پر لاحیوان سچا آرہا ہے اب اگر یوں کہیں کہ حیوان بھی سچا آرہا ہے تو پھر اجتماع نقیضین لازم آئیگا اور یہ بھی محال ہے اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر آپ ہمارے اس دعوے کو نہیں مانتے تو لاحیوان کے ساتھ انسان سچا آگیا حالانکہ انسان تو حیوان کے ساتھ سچا آتا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ لاحیوان کے ساتھ لا انسان سچا آئیگا۔

دوسرا دعوی یہ تھا کہ جہاں نقیض اخص لا انسان سچا آئیگا وہاں ضروری نہیں کہ نقیض اعم لاحیوان بھی سچا آئے اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے ابھی ثابت کیا ہے کہ جہاں نقیض اعم لاحیوان سچا آئیگا وہاں نقیض اخص لا انسان ضرور سچا آئیگا اب اگر یوں کہا جائے کہ جہاں لا انسان سچا آئیگا وہاں لاحیوان نقیض اعم بھی سچی آئے اگر ہم دوسری طرف سے یہ قاعدہ کلیہ مان لیں کہ جہاں نقیض اخص سچی آئیگی وہاں نقیض اعم بھی سچی آئیگی تو یہاں نقیضین میں نسبت تساوی کی ہوجائے گی نقیضین میں نسبت تساوی کی یہ تقاضا کرتی ہے کہ عینین میں بھی تساوی ہو حالانکہ عینین میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے خارجی جہان میں یہ ضروری نہیں کہ جہاں لا انسان سچا آئے وہاں لاحیوان سچا آئے جیسے گائے پر لا انسان سچا آتا ہے لیکن یہاں لاحیوان سچا نہیں آتا بلکہ حیوان سچا آتا ہے۔

قوله: والا فمن وجه: ای وان لم یتصادقا کلیا من الجانبین ولا من جانب واحد فمن وجه

ترجمہ:۔ یعنی اگر دوکلیاں کلی طور پر نہ صادق آئیں جانبین سے اور نہ ایک جانب سے تو وہ من وجہ ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض صرف نسبت عموم وخصوص من وجہ کی تعریف کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تصادق کلی نہ جانبین سے

besturdubooks.wordpress.com

ہونا ایک جانب سے ہو تو یہ عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

قوله: تباین جزئی: التباین الجزئی هو صدق کل من الکلیین بدون الاخر فی الجملة فان صدقا ایضا معا کان بینهما عموم من وجه وان لم یتصادقا معا اصلا کان بینهما تباین کلی فالتباین الجزئی یتحقق فی ضمن العموم من وجه وفی ضمن التباین الکلی ایضا ثم ان الامرین اللذین بینها عموم من وجه قد یکون بین نقیضیهما ایضاً العموم من وجه ایضا کالحیوان والابیض فان بین نقیضیهما وهما اللاحیوان واللاابیض ایضا عموم من وجه وقد یکون بین نقیضیهما تباین کلی کالحیوان واللا انسان فان بینهما عموم من وجه وبین نقیضیهما وهما اللا حیوان والانسان مباینة کلیة فلهذا قالوا ان بین نقیضی الاعم والاخص من وجه تباینا جزئیا لاالعموم من وجه فقط ولا التباین الکلی فقط

ترجمہ:۔ تباین جزئی وہ دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی کا دوسری کلی کے بغیر فی الجملہ صادق آنا ہے سو اگر یہ دونوں کلیاں ایک ساتھ بھی صادق آئیں تو دونوں کے مابین عموم خصوص من وجہ ہوگی اور اگر ایک ساتھ بالکل صادق نہ آئیں تو دونوں کے مابین تباین کلی ہوگا پس تباین جزئی کبھی عموم من وجہ کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے اور کبھی تباین کلی کے ضمن میں بھی متحقق ہوتا ہے پھر وہ دو کلیاں جن کے مابین عموم من وجہ کی نسبت ہو ان دونوں کی نقیضین کے مابین بھی کبھی عموم من وجہ کی نسبت ہوتی ہے جیسے حیوان اور ابیض میں عموم من وجہ کی نسبت ہے اور ان دونوں کی نقیضین لاحیوان اور لاابیض کے مابین بھی عموم من وجہ کی نسبت ہے اور کبھی ان کی نقیضوں کے مابین تباین کلی کی نسبت ہوتی ہے جیسے حیوان اور لاانسان کے مابین عموم من وجہ کی نسبت ہے اور ان دونوں کی نقیضین لاحیوان اور انسان کے مابین تباین کلی ہے بنابریں انہوں نے کہا ہے کہ اعم اور اخص من وجہ کی نقیضوں کے مابین تباین جزئی ہے نہ فقط عموم من وجہ کی نسبت ہے نہ فقط تباین کلی کی۔

اغراضِ شارح: اس قول کی غرض تباین جزئی کی تعریف کرنا اور عموم خصوص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کرنا ہے

تباین جزئی کی تعریف:۔ ہر کلی دوسری کلی کے بغیر سچی آسکے یہ تعریف اس کی دونوں قسموں (تباین کلی اور عموم خصوص من وجہ) میں پائی جاتی ہے تباین کلی میں ہر کلی دوسری کے بغیر سچی آتی ہے اسی طرح عموم خصوص من وجہ میں بھی ہر کلی دوسری کلی کے بغیر

besturdubooks.wordpress.com

سچی آتی ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔قاعدہ ہے کہ مقسم اپنی قسموں کے علاوہ کہیں بھی علیحدہ طور پر نہیں پایا جاتا بلکہ اپنی قسموں کے ضمن میں ہی مقسم پایا جاتا ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر مقسم اپنی قسم کے علاوہ بھی پایا جائے پھر اس کی تقسیم کو بند کرنا صحیح نہیں ہوگا نیز یہ بھی یاد رہے کہ مقسم کی تعریف اپنی ہوتی ہے اور قسموں کی تعریف اپنی ہوتی ہے جیسے اسم یہ مقسم ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ کلمہ مستقل ہو اور تین زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ مقترن نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں معرب مبنی ان کی تعریف یہ ہے کہ معرب وہ اسم ہے جو مرکب ہو عامل کے ساتھ اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہ ہو مبنی کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسم ہے جو مرکب نہ ہو یا مرکب ہو لیکن مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو۔ مقسم کی تعریف ہمیشہ اپنی قسموں میں ہوتی ہے قسم میں مقسم کی تعریف کا آنا ضروری ہے جیسا کہ ابھی معرب اور مبنی کی تعریف میں گزرا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔تباین کلی اور عموم خصوص من وجہ یہ دونوں تباین جزئی کے دو قسم ہیں تباین جزئی یہ مقسم ہے اور مقسم اپنے اقسام کے ضمن میں پایا جاتا ہے الگ سے کوئی قسم نہیں ہوتا لھذا یہ نہیں کہا جائیگا کہ تباین جزئی یہ ایک اور قسم نکل آیا جو چار نسبتوں کے علاوہ ہے۔یعنی تباین جزئی کی دو قسمیں ہیں (۱) تباین کلی (۲) عموم خصوص من وجہ۔

ثم ان الامرین الخ:۔اس میں صرف مثالیں دینا چاہتے ہیں کہ جن دو کلیوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو ان کی نقیضوں میں تباین جزئی ہوگا یعنی کبھی تباین کلی اور کبھی عموم خصوص من وجہ ہوگا نقیضوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی مثال جیسے حیوان اور ابیض ان میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے ان کی نقیضوں لاحیوان اور لاابیض کے درمیان بھی نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے مادہ اجتماعی جیسے سیاہ پتھر یہ لاحیوان بھی ہے لاابیض بھی ہے مادہ افتراقی (۱) لاحیوان سچا نہ آئے اور لاابیض سچا آئے جیسے کالی بھینس یہ لاابیض ہے لاحیوان نہیں بلکہ حیوان ہے (۲) دوسرا مادہ افتراقی کہ لاحیون سچا آئے لیکن لاابیض سچا نہ آئے جیسے سفید پتھر یہ لاحیوان تو ہے لاابیض نہیں بلکہ ابیض ہے۔

دوسری قسم کی مثال کہ عینین میں تو نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو لیکن نقیضوں میں نسبت تباین کلی کی ہو جو کہ تباین جزئی کا ایک قسم ہے جیسے حیوان اور لاانسان ان میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے کیونکہ مادہ اجتماعی گھوڑا یہ حیوان بھی ہے لاانسان بھی مادہ افتراقی نمبر (۱) کہ جیسے زید یہ حیوان ہے لاانسان نہیں بلکہ انسان ہے مادہ افتراقی نمبر (۲) جیسے پتھر یہ لاانسان تو ہے حیوان نہیں۔ان دو کلیوں کی نقیضوں (لاحیوان اور انسان) کے درمیان نسبت تباین کلی کی ہے کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتے کیونکہ

besturdubooks.wordpress.com

جو چیز بھی لاحیوان ہے وہ انسان نہیں ہو سکتی اور جو انسان ہے وہ لاحیوان نہیں ہو سکتی۔

قوله: كالمتباينين: اى كما ان بين نقيضى الاعم والاخص من وجه مباينة جزئية كذلك بين نقيضى المتباينين تباين جزئى فانه لما صدق كل من العينين مع نقيض الاخر صدق كل من النقيضين مع عين الاخر فصدق كل من النقيضين بدون الاخر فى الجملة وهو التباين الجزئى ثم انه قد يتحقق فى ضمن التباين الكلى كالموجود والمعدوم فان بين نقيضيهما وهما اللاموجود واللامعدوم ايضا تباينا كليا وقد يتحقق فى ضمن العموم من وجه كالانسان والحجر فان بين نقيضيهما وهما اللاانسان واللاحجر عموما من وجه فلذا قالوا ان بين نقيضيهما مباينة جزئية حتى يصح فى الكل هذا اعلم ايضا ان المصنفؒ اخر ذكر نقيضى المتباينين لوجهين الاول قصد الاختصار بقياسه على نقيض الاعم والاخص من وجه والثانى ان تصور التباين الجزئى من حيث انه مجرد عن خصوص فرديه موقوف على تصور فرديه الذين هما العموم من وجه والتباين الكلى فقبل ذكر فرديه كليهما لا يتأتى ذكره

ترجمہ: یعنی اعم اور اخص من وجہ کی نقیضوں کے مابین جس طرح تباین جزئی ہے اسی طرح متباینان کی نقیضوں کے مابین بھی تباین جزئی ہے کیونکہ جب عینین میں سے ہر ایک دوسرے کی نقیض کے ساتھ صادق آیا تو نقیضین میں سے ہر ایک دوسرے کے عین کے ساتھ صادق آئی پس نقیضین میں سے ہر ایک دوسرے کی نقیض کے بغیر فی الجملہ صادق آئی اور یہی تباین جزئی ہے پھر یہ تباین جزئی کبھی تباین کلی کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے جیسے موجود و معدوم کے مابین تباین کلی ہے اور ان کی نقیضین لاموجود اور لامعدوم کے مابین بھی تباین کلی ہے اور یہ تباین جزئی کبھی عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے جیسے انسان وحجر کے مابین تباین کلی ہے پس ان دونوں کی نقیضین لاانسان اور لاحجر کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے بنابریں علماء نے کہا کہ متباینان کی نقیضین کے مابین تباین جزئی ہے تاکہ تمام مادوں میں صحیح ہو اس کو تم ضبط کر لو نیز جان لو کہ متباینان کی نقیضین کے ذکر کو مصنفؒ نے دو وجہ سے مؤخر فرمایا ہے ایک تو اختصار کے قصد سے کہ متباینان کی نقیضین کو اعم اور اخص من وجہ کی نقیضین پر قیاس کر لیا جائے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تباین جزئی کا تصور اس حیثیت سے کہ یہ اپنے دونوں فردوں سے مجرد ہے اس کے دونوں فردوں کے تصور پر موقوف ہے اور وہ دونوں فرد عموم وخصوص من وجہ اور تباین کلی ہیں پس ان دونوں فردوں کو ذکر کرنے سے پہلے تباین

besturdubooks.wordpress.com

جزئی کا ذکر نہیں ہوسکتا۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض جن دوکلیوں کے عینین میں نسبت تباین کلی کی ہے ان کی نقیضوں میں نسبت کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ جن دوکلیوں کے عینین میں نسبت تباین کلی کی ہو ان کی نقیضوں کے درمیان بھی نسبت تباین جزئی کی ہوگی یعنی کبھی تو نقیضوں میں تباین کلی ہوگا اور کبھی نقیضوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی۔

فانه لما صدق الخ:۔ یہاں سے اس دعوی کی دلیل دی ہے۔

دلیل:۔ مثلاً انسان یہ ایک کلی ہے یہ زید پر سچی آتی ہے اس کی نقیض لا انسان ہے اور حجر ایک دوسری کلی ہے اس کی نقیض لا حجر ہے جہاں زید پر انسان سچا آتا ہے وہاں لا حجر بھی سچا آتا ہے لا حجر یہ ایک کلی ہے لا انسان کے بغیر سچی آرہی ہے یعنی انسان کے ساتھ سچی آرہی ہے ایک کلی کی نقیض دوسری کلی کی نقیض کے بغیر سچی آگئی ایسے ہی دوسری طرف سے پتھر پر حجر سچا آتا ہے لا انسان کے ساتھ اب پتھر پر لا انسان سچا آرہا ہے بغیر لا حجر کے بلکہ حجر کے ساتھ لا انسان سچا آرہا ہے یہاں بھی لا انسان یہ ایک کلی کی نقیض ہے جو دوسری کلی کی نقیض کے بغیر اس کے عین کے ساتھ سچی آگئی یہاں بھی ایک کلی کی نقیض دوسری کلی کی نقیض کے بغیر سچی آگئی اس کو تباین کہتے ہیں یہ دلیل ہوگئی کہ جب تباین کلی کی نقیض میں تباین جزئی ہے تو کبھی تباین کلی کی نقیضوں میں بھی تباین کلی ہوگا جیسے موجود اور معدوم یہ دو عینین ہیں ان میں نسبت تباین کلی کی ہے ان کی نقیضوں لا موجود اور لا معدوم میں بھی نسبت تباین کلی کی ہے جہاں لا موجود ہوگا وہاں لا معدوم نہیں ہوگا اور جہاں لا معدوم ہوگا وہاں لا موجود نہیں ہوگا بلکہ موجود ہوگا عینین میں تباین کلی ہو اور نقیضین میں عموم وخصوص من وجہ ہو جیسے انسان اور حجر میں تباین کلی ہے یہ کبھی جمع نہیں ہوتے ان کی نقیضین لا انسان اور لا حجر میں عموم وخصوص من وجہ ہے اس میں تین مثالیں نکلیں گی (۱) اجتماعی مثال درخت پر لا انسان اور لا حجر دونوں سچے آتے ہیں (۲) دوسری افتراقی مثال جہاں لا انسان ہو لیکن لا حجر نہ ہو جیسے پتھر پر لا انسان سچا آتا ہے لیکن لا حجر سچا نہیں آتا بلکہ حجر سچا آتا ہے (۳) تیسری مثال افتراقی جیسے زید پر لا حجر سچا آتا ہے لیکن لا انسان سچا نہیں آتا بلکہ انسان سچا آتا ہے چونکہ جن دوکلیوں کے عینین میں نسبت تباین کلی کی تھی ان کی نقیضوں میں کبھی تباین کلی ہوتا ہے اور کبھی عموم وخصوص من وجہ اس لئے اس نے کہا کہ ان کی نقیضین میں تباین جزئی ہوگا نہ فقط تباین کلی اور نہ فقط عموم وخصوص من وجہ۔

اعلم ایضا ان المصنفؒ اخر الخ:۔ یہاں سے متن پر ہونے والے دو اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔ تفتازانیؒ نے باقی تین کلیوں کے جہاں عینین کو بیان کیا وہاں ساتھ ہی ان کی نقیضین کو بھی بیان کر دیا لیکن

besturdubooks.wordpress.com

تباین کلی کے جہاں عینین کو بیان کیا وہاں اس کی نقیضین کو ساتھ ہی کیوں بیان نہیں کیا؟

اعتراض ﴿۲﴾:۔باقی تین کلیوں کے عینین کی نقیضوں کو مستقل طور پر عبارت لاکر بیان کیا ونقیضاھما کک ونقیضاھما بالعکس لیکن تباین کلی کی نقیض کو کالمتباینین تشبیہ کے ساتھ کیوں بیان کیا اس کو مستقلا وبین نقیضیھما تباین جزئی کی طرح کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب ﴿۱﴾:۔اس کی نقیض کو بیان کرنے کیلئے مستقلا عبارت اسلئے نہیں لائے کیونکہ اختصار مطلوب تھا اگر ساتھ ہی وہاں نقیضین کو بھی تفصیلا بیان کر دیتا اور مستقلا عبارت ذکر کرتا تو طوالت لازم آتی تھی اسلئے بین نقیضیھما تباین جزئی کی مستقلا عبارت نہیں لائے بلکہ آخر میں کالمتباینین کہہ کر تشبیہ کے ضمن میں اختصار کے ساتھ بیان کر دیا۔

جواب ﴿۲﴾:۔تباین کلی کی نقیضین میں نسبت چونکہ تباین جزئی کی تھی اور تباین جزئی کا معنی اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتا تھا جب تک کہ اس کے دوفرد (دوقسم) تباین کلی اور عموم وخصوص من وجہ کا بیان نہ ہو اگر وہاں تباین کلی کے عین کی نسبت کے ساتھ ہی اس کی نقیض کو بھی بیان کر دیتا تو پھر تباین جزئی کا مطلب ہی سمجھ میں نہ آتا کیونکہ اس میں تو عموم وخصوص من وجہ بھی تھا اور اس کا ذکر ابھی تک ہوا نہیں۔اس لئے علامہ تفتازانیؒ نے پہلے عینین تباین کلی اور عموم وخصوص من وجہ کو بیان کیا آخر میں اس کی نقیض کو کالمتباینین کی عبارت کے ساتھ بیان کیا۔

متن: وقد یقال الجزئی للاخص من الشئ وھو اعم

ترجمہ:۔اور کبھی کہا جاتا ہے جزئی اخص من الشئ کو اور وہ اعم ہے

مختصر تشریح متن:۔اس عبارت میں جزئی کا ایک اور معنی بیان کر رہے ہیں کہ ہر اخص تحت الاعم کو جزئی کہتے ہیں یعنی جو بھی اخص کسی اعم کے نیچے داخل ہو اس کو بھی جزئی کہتے ہیں اس تعریف کے اعتبار سے تمام اجناس اور نوع انسان، حیوان، جسم نامی، جسم مطلق، جزئی ہونگے کیونکہ انسان مثلا نوع ہے لیکن ایک اعم حیوان کے نیچے داخل ہے حیوان یہ اخص جسم نامی اعم کے نیچے داخل ہے الخ اس جزئی کو جزئی اضافی کہتے ہیں کیونکہ یہ جزئی اوپر والے کے اعتبار سے جزئی ہے حقیقی جزئی نہیں۔

☆☆

besturdubooks.wordpress.com

قوله. وقد يقال آه : يعني ان لفظ الجزئي كما يطلق على المفهوم الذي يمتنع ان يجوز صدقه على كثيرين كذلك يطلق على الاخص من شئ فعلى الاول يقيد بقيد الحقيقي وعلى الثاني بالاضافي والجزئي بالمعنى الثاني اعم منه بالمعنى الاول اذ كل جزئي حقيقي فهو مندرج تحت مفهوم عام واقله المفهوم والشئ والامر ولاعكس اذ الجزئي الاضافي قديكون كليا كالانسان بالنسبة الى الحيوان ولك ان تحمل

ترجمہ:۔ یعنی لفظ جزئی کا اطلاق جیسے اس مفہوم پر ہوتا ہے جس کے چند افراد پر صادق آنے کا جواز ممنوع ہو اسی طرح اخص من شئی پر بھی جزئی کا اطلاق ہوتا ہے پس پہلی تعریف پر جزئی کو حقیقی کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اور ثانی تعریف پر اضافی کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے اور جزئی معنی ثانی کے ساتھ اعم ہوتی ہے اس جزئی سے ساتھ معنی اول کے کیونکہ ہر جزئی حقیقی مفہوم عام کے ماتحت داخل ہوتی ہے اور اس مفہوم عام کا کم درجہ خود مفہوم اور شئی اور امر کا درجہ ہے اور اس کا عکس نہیں کیونکہ جزئی اضافی کبھی کلی ہوتی ہے جیسے مفہوم انسان جزئی اضافی ہے مفہوم حیوان کی بنسبت اور تیرے لئے گنجائش ہے کہ محمول کرے۔

اغراض شارح:۔ واقله المفهوم تک توضیح متن ہے اور واقله المفهوم سے آخر تک ایک اعتراض کا جواب ہے۔

تشریح:۔ جزئی کا لفظ اس جزئی پر بھی بولا جاتا ہے جس کے مفہوم کا صدق کثیرین پر ممتنع ہوتا تھا ایسے ہی ہر اخص تحت الاعم کو بھی جزئی کہتے ہیں پہلی کو جزئی حقیقی اور دوسری کو جزئی اضافی کہتے ہیں جزئی اضافی یہ جزئی حقیقی سے اعم ہے جہاں جزئی حقیقی ہوگی وہاں جزئی اضافی ضرور ہوگی اور جہاں جزئی اضافی ہو وہاں جزئی حقیقی کا ہونا ضروری نہیں جیسے زید یہ جزئی حقیقی بھی ہے اور اضافی بھی کیونکہ یہ انسان اعم کے نیچے داخل ہے لیکن انسان جزئی اضافی ہے جزئی حقیقی نہیں بلکہ کلی ہے۔

واقله المفهوم الخ:۔ یہاں سے ایک اعتراض کا جواب ہے۔ **اعتراض:۔** آپ نے کہا جو بھی جزئی حقیقی ہوگی وہ جزئی اضافی ضرور ہوگی یہ صحیح نہیں کیونکہ لفظ اللہ کے بارے میں تمام مناطقہ کا اتفاق ہے کہ یہ جزئی حقیقی ہے لیکن جزئی اضافی نہیں کیونکہ اس کے اوپر کوئی اعم کلی نہیں ہے؟

جواب:۔ جزئی اضافی کے اوپر جو اعم ہوتا ہے اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کلی ہو کوئی اور شئی بھی اعم ہو سکتی ہے مثلاً لفظ اللہ کے اوپر لفظ شئی لفظ امر اور لفظ مفہوم ہیں اور یہ اس سے اعم ہیں اس لئے لفظ اللہ کو جزئی اضافی کہنا درست ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله وهو اعم: على جواب سوال مقدر كان قائلا يقول الاخص على ما علم سابقا هو الكلى الذى يصدق عليه كلى آخر صدقا كليا و لا يصدق هو على ذلك الاخر كذلك والجزئى الاضافى لا يلزم ان يكون كليا بل قد يكون جزئيا حقيقيا فتفسير الجزئى الاضافى بالاخص بهذا المعنى تفسير بالاخص فاجاب بقوله وهو اعم اى الاخص المذكور ههنا اعم من المعلوم سابقا آنفا ومنه يعلم ان الجزئى بهذا المعنى اعم من الجزئى الحقيقى فيعلم بيان النسبة التزاما وهذا من فوائد مشائخنا اطاب الله ثراه

ترجمہ:۔ ماتنؒ کے قول وھو اعم کو ایک سوال مقدر کے جواب پر بھی (محمول کر سکتے ہیں) گویا کہ کسی کہنے والے نے کہا جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اخص وہ کلی ہے جس پر دوسری کلی کلی طور پر صادق آئے اور یہ اخص اس دوسری کلی پر کلی طور پر صادق نہ آئے اور جزئی اضافی کا کلی ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ کبھی جزئی حقیقی ہوتی ہے لہذا اخص بالمعنی المذکور کے ساتھ جزئی اضافی کی تفسیر تفسیر بالاخص ہے (اور وہ صحیح نہیں) پس ماتنؒ نے اپنے قول وھو اعم کے ساتھ اس سوال کا جواب دیا یعنی اخص مذکور یہاں اس اخص سے اعم ہے جو ابھی پہلے معلوم ہوا ہے اور ماتنؒ کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ جزئی اس معنی اخیر کے ساتھ عام ہے جزئی حقیقی سے پس التزاما دونوں جزئیوں کے مابین نسبت کا بیان معلوم ہو جائے گا اور یہ ہمارے بعض مشائخ کے فوائد سے ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو خوش فرمائیں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ اخص کا معنی ماقبل والی فصل میں یہ گزرا ہے کہ اخص وہ کلی ہوتی ہے کہ دوسری کلی تو مکمل اس کے ہر ہر فرد پر سچی آئے لیکن یہ اخص کلی اس کلی کے ہر ہر فرد پر صادق نہ آئے جیسے انسان اخص ہے حیوان سے تو انسان حیوان کے ہر ہر فرد پر صادق نہیں آتا۔ اب آپ نے کہا کہ جزئی اضافی اخص من الشیٔ کو کہتے ہیں اور اخص تو اس معنی کے لحاظ سے کلی کو کہتے ہیں یعنی جزئی اضافی ہمیشہ کلی ہوگی حالانکہ زید یہ جزئی اضافی بھی ہے اور جزئی حقیقی بھی ہے کلی نہیں ہے؟

جواب:۔ اخص کا وہ معنی جو ماقبل والی فصل میں گزرا وہ یہاں مراد نہیں ہے وہاں اخص کلی ہوا کرتا تھا لیکن یہاں اخص سے عام مراد ہے وہ کلی ہو یا جزئی لھذا اب زید جزئی اضافی بھی ہے جزئی حقیقی بھی۔

besturdubooks.wordpress.com

وھو اعم میں ھو ضمیر کا مرجع شارح نے بتایا کہ وہ اخص ہے یعنی اخص جو اس جگہ مراد ہے وہ ماقبل میں مذکور لفظ اخص سے اعم ہے۔

فائدہ:۔ متن میں ھو اعم میں ھو ضمیر کا مرجع جب اخص ہے تو اس سے دلالت التزامی کے طور پر معلوم ہوا کہ جزئی اضافی اور حقیقی میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے۔

متن : والکلیات خمس   ترجمہ:۔ اور کلیات پانچ ہیں۔

مختصر تشریح متن :۔ تصورات میں اصل مقصود قول شارح ہے۔ قول شارح کیلئے جو چیزیں موقوف علیہ کا درجہ رکھتی تھیں اس سے پہلے ان کا بیان ہوا اب ان موقوف علیہ اشیاء میں سے آخری شیٔ کلیات خمس کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد اصل مقصود قول شارح کو بیان کریں گے۔ متن کی اس عبارت الکلیات خمس پر ایک ترکیبی اعتراض ہوتا ہے اس کو سمجھنے سے پہلے ایک قاعدہ ذہن میں رکھ لیں۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ اسماء عدد تین سے لیکر دس تک ہمیشہ اپنے معدود کے خلاف آتے ہیں اگر معدود مذکر ہو تو یہ مؤنث اگر معدود مؤنث ہو تو اسماء عدد مذکر آتے ہیں جیسے ثلاثۃ رجال وثلاث نسوۃ۔

اعتراض:۔ الکلیات یہ مبتداء ہے اور خمس اس کی خبر ہے ضابطہ ہے کہ مبتداء اور خبر میں تذکیر اور تانیث میں مطابقت ضروری ہوتی ہے یہاں تو خبر مذکر ہے اور مبتداء مؤنث ہے تو مبتداء خبر میں مطابقت نہیں؟

جواب:۔ اصل میں الکلیات یہ لفظوں میں اگر چہ جمع مؤنث نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا مفرد کلی ہے یہاں خبر کی مطابقت میں مفرد کی رعایت کی گئی ہے۔ لفظ الکلیات جمع کی رعایت نہیں کی گئی اور اسماء عدد کے لحاظ سے لفظ الکلیات کی رعایت کی ہے الکلیات چونکہ لفظوں میں مؤنث تھا اس لئے خبر خمس مذکر لائے۔

اعتراض:۔ اگر الکلیات کلی کی جمع ہے کلی تو مذکر ہے اسکی جمع الف اور تاء کے ساتھ کیسے آ گئی مذکر کی جمع تو واؤ نون کے ساتھ آتی ہے؟

جواب:۔ نحات کے ہاں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ مذکر لایعقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے یوم یہ مذکر لایعقل ہے اس کی صفت خالی ہے لیکن اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے الایام الخالیات اسی طرح یہاں بھی کلی یہ لفظ مفرد کی صفت ہے جو کہ مذکر لایعقل ہے اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ الکلیات لائے ہیں۔

☆☆

besturdubooks.wordpress.com

قوله: والکلیات خمس: ای الکلیات التی لها افراد بحسب نفس الامر فی الذهن اوالخارج منحصرة فی خمسة انواع واما الکلیات الفرضیة التی لا مصداق لها خارجا ولا ذهنا فلا یتعلق بالبحث عنها غرض یعتد به ثم الکلی اذا نسب الی افراده المحققة فی نفس الامر فاما ان یکون عین حقیقة تلک الافراد وهو النوع او جزء حقیقتها فان کان تمام المشترک بین شئ منها وبین بعض اخر فهوالجنس والا فهوالفصل ویقال لهذه الثلاثة ذاتیات او خارجا عنها ویقال له العرضی فاما ان یختص بافراد حقیقة واحدة او لایختص فالاول هوالخاصة والثانی هوالعرض العام فهذا دلیل انحصار الکلی فی الخمسة

ترجمہ:۔یعنی جن کلیات کے افرادنفس الامر میں ہیں خواہ ذہن میں متحقق ہوں یا خارج میں وہ کلیات پانچ قسموں میں منحصر ہیں اور بہر حال وہ فرضی کلیات جن کے افراد نفس الامر میں متحقق نہیں نہ خارج میں، نہ ذہن میں ان سے بحث کرنے کے ساتھ کسی معتد بہ غرض کا تعلق نہیں پھر کلی جب منسوب ہو اپنے ان افراد کی طرف جونفس الامر میں متحقق ہیں تو وہ کلی یا تو ان افراد کی عین حقیقت ہوگی اور یہی کلی نوع ہے یا ان افراد کی حقیقت کی جزء ہوگی سو اگر وہ کلی تمام مشترک ہو اپنے بعض افراد اور دوسرے بعض کے مابین تو وہ کلی جنس ہے ورنہ وہ کلی فصل ہے اور نوع، جنس، فصل کو ذاتیات کہا جاتا ہے یا کلی افراد کی حقیقت سے خارج ہوگی اور ایسی کلی کو عرضی کہا جاتا ہے پس اگر یہ کلی عرضی ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ مخصوص ہو تو وہ کلی خاصہ ہے اور اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ مخصوص نہ ہو تو وہ کلی عرض عام ہے۔کلیات کے پانچ میں منحصر ہونے کی دلیل حصر یہی ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض دو مسئلوں کو بیان کرنا ہے۔

مسئلہ﴿۱﴾:۔یہاں ان کلیات کا بیان ہوگا جن کے افرادنفس الامر میں موجود ہیں نفس الامر کا مطلب یہ ہے کہ ان کلیات کے افراد ذہن میں موجود ہوں یا خارجی جہان میں ان دونوں کو نفس الامر کہتے ہیں۔ذہن میں افراد ہوں جیسے شمس و قمر کہ ان کا خارج میں تو ایک ہی فرد ہے لیکن ذہن میں ان کے افراد کثیرہ کا ہونا ممکن ہے۔خارج میں جیسے انسان کلی ہے اور اس کے افراد کثیرہ خارجی جہان میں پائے جاتے ہیں زید، عمرو، بکر وغیرہ۔یہاں ان کلیات کا بیان نہیں ہوگا جن کے افرادنفس الامر میں موجود نہیں جیسے لاشی، لاممکن، شریک الباری وغیرہ۔

besturdubooks.wordpress.com

مسئلہ﴿۲﴾:۔ کلیاتِ خمس کی دلیلِ حصر بیان کرنی ہے کہ کلیات پانچ میں بند ہیں اس سے زیادہ اور کم نہیں۔

دلیل حصر:۔ کلی یا تو اپنے افراد کی عین حقیقت (عین حقیقت اور تمام ماہیت کا مطلب ایک ہی ہے) ہوگی یا نہیں اگر وہ کلی اپنے افراد کی عین حقیقت ہو اس کو نوع کہتے ہیں اور اگر کلی اپنے افراد کی عین حقیقت نہ ہو لیکن حقیقت کا جزو ہو تو پھر دیکھیں گے وہ جزو تمام مشترک ہے یا جزو ممیز ہے اگر تمام مشترک ہو تو اس کو جنس کہتے ہیں اور اگر وہ جزو ممیز ہو اس کو فصل کہتے ہیں۔

نوع کی مثال جیسے انسان یہ کلی ہے یہ اپنے افراد زید، عمرو، بکر کا بالکل عین ہے۔ جزو تمام مشترک یا جنس کی مثال جیسے حیوان یہ اپنے افراد انسان اور فرس وغیرہ میں تمام مشترک ہے جزو ممیز یا فصل کی مثال جیسے ناطق انسان میں جزو ممیز ہے اس کو باقی اغیار سے جدا کرنے والا ہے۔ ان تینوں قسم کی کلیوں (نوع، جنس، فصل) کو ذاتیات کہتے ہیں کیونکہ ان تینوں میں سے ہر ایک میں کلی اپنے افراد کی ماہیت میں داخل ہے اور اگر وہ کلی اپنے افراد کی ماہیت میں داخل نہیں بلکہ خارج ہے اور خارج ہو کر عارض ہے تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں وہ اگر ایک ہی حقیقت کے افراد کو عارض ہے تو اس کلی کو خاصہ کہتے ہیں اور اگر وہ کلی مختلفۃ الحقائق افراد کو عارض ہو تو اسکو عرض عام کہتے ہیں خاصہ کی مثال جیسے ضاحک یہ اپنے افراد زید، عمرو، بکر کی حقیقت سے خارج ہے لیکن ان کو عارض ہے عرض عام کی مثال جیسے ماشی یہ فرس، حمار، زید، عمرو کی حقیقت کو عارض ہے۔ اور ان کی حقیقت مختلف ہے۔ ان دو قسم کی کلیوں کو عرضیات کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر انکو عارض ہیں۔

تعریف تمام مشترک:۔ ماقبل میں لفظ تمام مشترک گزرا ہے یہاں اس کا معنی ذکر کیا جاتا ہے کہ تمام مشترک کسے کہتے ہیں جو بھی کلی تمام مشترک ہوگی کم از کم دو افراد میں ہوگی جیسے حیوان یہ تمام مشترک ہے فرس اور انسان کے درمیان یہ دونوں حیوان کے افراد میں سے ہیں۔ جن دو افراد کے درمیان میں ہم نے کسی کلی کو تمام مشترک مان لیا ہوگا ان دو افراد میں دنیا میں جو بھی چیز مشترک نکالی جائے گی وہ یا تو عین تمام مشترک ہوگی یا اس تمام مشترک کا جزو ہوگی جیسے انسان اور فرس میں ہم نے حیوان کو تمام مشترک مانا ہے حیوان کا معنی جسم نامی حساس متحرک بالارادہ اب ان دونوں میں جو بھی چیز مشترک مانیں گے وہ یا تو یہی عین تمام مشترک ہوگی یا اس کا جزو ہوگی مثلاً ہم نے ان دونوں میں حیوان کو دیکھا کہ وہ مشترک ہے دونوں میں اور عین تمام مشترک ہے جسم نامی ان دونوں میں مشترک ہے اور یہ حیوان تمام مشترک کا جزو ہے جسم مطلق ان میں مشترک ہے اور یہ حیوان تمام مشترک کا جزو ہے جوہر ان میں مشترک ہے اور یہ تمام مشترک حیوان کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ دنیا میں جو بھی کلی تمام مشترک ہوگی وہ ہمیشہ جنس ہوگی جیسے حیوان یہ تمام مشترک ہے اور یہ جنس ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

جنس کی دو قسمیں ہیں قریب اور بعید جن دو افراد میں جنس اصلی ہوگی وہ قریب کہلائے گی جیسے انسان اور فرس میں جنس اصلی حیوان ہے اس کو جنس قریب کہتے ہیں انسان اور شجر میں جنس اصلی جسم نامی ہے اس کو جنس قریب کہیں گے انسان اور پتھر میں جنس اصلی جسم مطلق ہے یہ بھی جنس قریب ہے۔ انسان اور عقل میں جنس اصلی جوہر ہے اس کو بھی ان دونوں کی جنس قریب کہیں گے۔ انسان اور فرس میں حیوان چونکہ جنس اصلی ہے اس لئے یہ قریب ہے لیکن انسان اور فرس میں جسم نامی بھی جنس ہے لیکن چونکہ وہ اصلی نہیں ہے بلکہ مجازی طور پر ہے اس لئے اس کو انسان اور فرس کیلئے جنس بعید کہیں گے ایسے ہی جسم مطلق یہ انسان اور فرس کیلئے جنس ہے لیکن بعید ہے اسی طرح جوہر یہ بھی جنس ہے انسان اور فرس میں لیکن مجازی ہے اس لئے اس کو بھی جنس بعید کہیں گے انسان اور فرس میں جسم نامی جنس بعید ہے ایک مرتبے کے ساتھ انسان اور شجر میں جسم مطلق جنس بعید ہے ایک مرتبہ کے ساتھ انسان اور پتھر میں جوہر جنس بعید ہے ایک مرتبہ کے ساتھ ان کے آخر سے نیچے کی طرف جنس بعید کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ عقل یہ انسان اور فرس کیلئے جنس بعید ہے چار مرتبہ کے ساتھ، انسان اور شجر کیلئے تین مرتبہ کے ساتھ، انسان اور پتھر کیلئے جنس بعید ہے دو مرتبہ کے ساتھ، انسان اور جوہر کیلئے ایک مرتبہ کیساتھ، ایسے ہی جوہر کو لیں گے اور جسم مطلق کو۔

نوٹ: جنس قریب جنس بعید بھی ہوتی ہے جس طرح انسان اور شجر میں جسم نامی یہ جنس قریب ہے انسان اور شجر کیلئے لیکن انسان اور حیوان کیلئے جنس بعید ہے خوب سمجھ لو۔

متن: الاول الجنس وهو المقول على كثيرين مختلفين بالحقائق فى جواب ماهو فان كان الجواب عن الماهية وعن بعض مشاركاتها هو الجواب عنها وعن الكل فقريب كالحيوان والا فبعيد كالجسم النامى

ترجمہ متن: ۔ پہلی کلی جنس ہے اور وہ وہ ہے جو ایسے کثیر افراد پر بولی جائے ما ھو کے جواب میں جو افراد مختلف بالحقائق ہوں پس اگر ماہیت اور اس کے بعض مشارکات سے سوال کا جواب وہی ہو جو ماہیت اور اسکے تمام مشارکات سے سوال کا جواب ہے تو پس وہ جنس قریب ہے جیسے حیوان ورنہ پس وہ جنس بعید ہے جیسے جسم نامی۔

مختصر تشریح متن: ۔ اس عبارت میں علامہ تفتازانیؒ نے کلیات خمسہ میں سے پہلی کلی جنس کی تعریف کی ہے۔

جنس کی تعریف: ۔ وہ ایک ایسی کلی ہے جو کثیر افراد پر بولی آتی ہے ایسے کثیر افراد جن کی حقیقت مختلف ہو اور ما ھو کے جواب میں آتی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

فوائد قیود:۔ھو کالفظ (جس سے مراد کلی ہے) جنس ہے تمام کلیات کو شامل ہے المقول علی کثیرین یہ فصل اول ہے اس سے کلیات فرضیہ (لاشی ،لاممکن وغیرہ) نکل گئیں کیونکہ ان کے افراد ہی نہیں ہوتے مختلفین بالحقائق یہ فصل ثانی ہے اس سے کلی نوع نکل گئی کیونکہ اگر چہ افراد اس کے بھی کثیر ہوتے ہیں لیکن وہ متفق الحقائق ہوتے ہیں فی جواب ما ھو یہ فصل ثالث ہے اس سے کلی خاصہ اور عرض عام وغیرہ نکل گئے خاصہ تو اس لئے کہ وہ ای شیئ کے جواب میں آتا ہے اور عرض عام اس لئے کہ وہ سرے سے کسی کے جواب میں واقع ہوتا ہی نہیں۔

☆☆

قوله:المقول: ای المحمول ترجمہ:۔مقول سے مراد محمول ہے۔

قوله:في جواب ما هو: اعلم ان ماهو سوال عن تمام الحقيقة فان اقتصر فى السوال على ذكر امر واحد كان السوال عن تمام الماهية المختصة به فيقع النوع فى الجواب ان كان المذكور امرا شخصيا او الحد التام ان كان المذكور حقيقة كلية وان جمع فى السوال بين امور كان السوال عن تمام الماهية المشتركة بين تلك الامور ثم تلك الامور ان كانت متفقة الحقيقة كا ن السوال عن تمام الماهية المتفقة المتحدة في تلك الامور فيقع النوع ايضا فى الجواب وان كانت مختلفة الحقيقة كان السؤال عن تمام الحقيقة المشتركة بين تلك الحقائق المختلفة وقد عرفت ان تمام الذاتي المشترك بين الحقائق المختلفة هو الجنس فيقع الجنس في الجواب فالجنس لا بد له ان يقع جوابا عن الماهية وعن بعض الحقائق المختلفه المشاركة اياها في ذلك الجنس فان كان مع ذلك جوابا عن الماهية وعن كل واحدة من الماهيات المختلفة المشاركة لها فى ذلك الجنس فالجنس قريب كالحيوان حيث يقع جوابا للسوال عن الانسان وعن كل ما يشاركه فى الماهية الحيوانية وان لم يقع جوابا عن الماهية وعن كل مايشاركها فى ذلك الجنس فبعيد كالجسم حيث يقع جوابا عن السوال بالانسان والحجر ولا يقع جوابا عن السوال

besturdubooks.wordpress.com

بالانسان والشجر والفرس مثلاً

ترجمہ:۔فی جواب ما ھو: جان لے کہ بے شک ماھو تمام حقیقت سے سوال ہے سو اگر سوال میں امر واحد کے ذکر پر اکتفاء ہو تو سوال اس ماھیت کے تمام سے ہوگا جو اسی امر واحد کے ساتھ مختص ہے لہذا جواب میں نوع واقع ہوگی اگر سوال میں ایک امر شخصی مذکور ہو یا جواب میں حد تام واقع ہوگی اگر سوال میں ایک حقیقت کلیہ مذکور ہو اور اگر سوال میں چند امور جمع کیے جائیں تو سوال اس ماھیت کے تمام سے ہوگا جو ان امور کے مابین مشترک ہے پھر یہ امور اگر متفقۃ الحقیقۃ ہوں تو سوال اس ماھیت کے تمام سے ہوگا جو ان امور میں متحد و متفق ہے لہذا جواب میں اب بھی نوع واقع ہوگی اور اگر وہ امور مختلفۃ الحقیقۃ ہوں تو سوال تمام حقیقۃ سے ہوگا جو مشترک ہو ان مختلف حقیقتوں کے درمیان اور تو نے پہلے پہچان لیا ہے کہ وہ ذاتی جو مختلف حقیقتوں کے درمیان تمام مشترک ہے وہ جنس ہے لہذا جواب میں جنس واقع ہوگی پس جنس کا جواب میں واقع ہونا ضروری ہے ماھیت معینہ اور بعض ان حقائق مختلفہ کے سوال پر جو اسی ماھیت معینہ کے شریک ہیں اس جنس میں پس اگر یہی جنس جواب میں واقع ہو اس ماھیت معینہ کے سوال اور ہر اس ماھیت کے سوال پر جو ماھیت مشارک ہے ماھیت معینہ کے اسی جنس میں تو جنس قریب ہے جیسے حیوان کیونکہ ماھیت انسان کے ساتھ ماھیت حیوانیہ میں جتنی ماھیات شریک ہیں ان میں سے جس کو بھی انسان کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے تو جواب میں یہی حیوان واقع ہوتا ہے اور اگر جتنی ماھیات اس ماھیت معینہ کے ساتھ اس جنس میں مشارک ہیں ان ماھیات سے ہر ایک کو ماھیت معینہ کے ساتھ ملا کر سوال کرنے کی صورت میں جواب میں وہ جنس محمول نہ ہو تو جنس بعید ہے جیسے جسم کیونکہ انسان اور حجر کو ملا کر سوال کرنے کی صورت میں یہی جسم واقع ہوتا ہے اور انسان اور شجر اور فرس کو ملا کر سوال کرنے کی صورت میں جواب میں جسم واقع نہیں ہوتا (بلکہ جسم نامی واقع ہوتا ہے لھذا حیوان جنس قریب ہے اور جسم جنس بعید ہے)

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریحِ متن ہے۔

تشریح:۔وہ یہ ہے کہ کائنات میں جب کوئی انسان کسی چیز کے بارے میں سوال کرے گا تو وہ دو حال سے خالی نہیں تصور مجہول کے بارے میں سوال کریگا یا تصدیق مجہول کے بارے میں سوال کرے گا تصدیق کے بارے میں سوال اور اس سوال کی غرض کی بحث بڑی کتابوں یعنی سلم وغیرہ میں آئے گی۔ یہاں صرف سائل کے تصور مجہول کے بارے میں سوال کرنے کے احکام ذکر کیے جائیں گے جب بھی کوئی آدمی دوسرے سے سوال کرتا ہے اس کے سوال کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے جب مخاطب اس کی غرض سمجھ لیتا ہے تو جواب دینا اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے منطقیوں نے تصور مجہول کے بارے میں سوال کرنے کے دو آلے

besturdubooks.wordpress.com

۱۱/۲

بتائے ہیں وہ دو آلے ما ھو اور ای شئ ہیں ان دونوں میں اصل تو ما اور ای ہے ھو اور شئ بطور تابع کے سوال میں ذکر کئے جاتے ہیں جب سائل سوال ای شئ کے ساتھ کرے گا تو اس کی غرض اس وقت کیا ہوگی؟ یہ آگے ذکر کریں گے یہاں ہم نے اس بات کو بیان کرنا ہے کہ جب وہ سوال میں ما ھو کو ذکر کرے تو اس وقت سائل کی غرض کیا ہوگی اسکی تفصیل یہ ہے کہ جب بھی کوئی سائل مـا ھو کے ذریعے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے گا تو وہ سوال دو حال سے خالی نہیں ہوگا سائل سوال میں ایک چیز کو ذکر کرے گا یا بہت سی چیزوں کو ذکر کرے گا اگر سوال میں ایک چیز کو ذکر کرے تو اس وقت سائل کی غرض سوال سے یہ ہوگی کہ اس شئ کی تمام ماہیت بیان کر دے تو مجیب اس کی نوع کو جواب میں بیان کرے گا اگر سوال میں سائل نے ایک شئ کلی ذکر کی ہو تو جواب میں وہ حد تام ذکر کریگا جیسے کوئی سوال کرے کہ **الانسان ما ھو** تو جواب میں اس کی حد تام **حیوان ناطق** واقع ہوگی اور اگر ایک شئ جزئی ذکر کرے تو جواب میں نوع واقع ہوگی جیسے کوئی سوال کرے **زید ما ھو** تو جواب میں نوع انسان واقع ہوگی کہ **ھو انسان** اور اگر سائل سوال میں ایک سے زیادہ اشیاء کو ذکر کرے خواہ وہ اشیاء کلی ہوں یا جزئی تو دیکھیں گے کہ آیا ان اشیاء کثیرہ کی حقیقتیں مختلف ہیں یا متفق اگر ان اشیاء کثیرہ کی حقیقتیں مختلف ہوں گی تو اس وقت سائل کی غرض یہ ہوگی کہ ان کی حقیقت مشترکہ بتاؤ تو جواب میں مجیب حقیقت مشترکہ جنس کو ذکر کرے گا جیسے کوئی انسان سوال کرے **الانسان والفرس والغنم ما ھم** تو جواب میں جنس واقع ہوگی کہ **ھم حیوان** جو کہ ان سب میں حقیقت تمام مشترک ہے اور اگر سائل اشیاء کثیرہ کو ذکر کرے جو متفق الحقائق ہوں تو اس وقت بھی جواب میں نوع آئیگی جیسے کوئی سوال کرے **زید وبکر وعمرو ماھم** تو جواب میں نوع واقع ہوگی کہ **ھم انسان**۔

فان کان مع ذلک جوابا الخ:۔ اس سے پہلے تو صرف مثالوں سے یہ چیز واضح کی گئی تھی کہ حیوان یہ جنس قریب ہے اور جسم نامی، جسم مطلق اور جوہر یہ جنس بعید ہیں اب یہاں سے جنس قریب اور جنس بعید کی تفصیلی تعریف بیان کر رہے ہیں جنس قریب اور بعید کی تعریفوں کے سمجھنے سے قبل یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ جنس کے نیچے افراد کلی ہوتے ہیں اور نوع کے نیچے افراد جزئی ہوتے ہیں جنس کے نیچے افراد کلی ہوں جیسے حیوان کہ اس کے نیچے انسان، فرس، حمار، غنم وغیرہ افراد ہیں اور یہ کلی ہیں اور نوع میں افراد جزئیہ ہوں جیسے انسان اس کے نیچے زید، عمرو، بکر وغیرہ یہ افراد جزئیہ ہیں اب آپ تعریفیں سمجھیں۔

جنس قریب:۔ اس جنس کو کہتے ہیں کہ اس کے افراد میں سے کسی فرد (ماہیت) کو پکڑ کر اس کے ساتھ کسی بھی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کیا جائے **مـا ھـمـا** کے ذریعے تو جواب میں یہی جنس واقع ہو جیسے حیوان اس کے افراد کلیہ نوعیہ انسان، فرس، غنم، بقر وغیرہ ان میں سے کسی ایک ماہیت مثلا انسان کو پکڑیں اور اس کے ساتھ اس جنس کے تمام افراد میں سے جو بھی کائنات میں

besturdubooks.wordpress.com

موجود ہیں کسی کو پکڑ کر اس انسان کے ساتھ ملا کر سوال کریں جیسے انسان کے ساتھ مثلاً فرس کو ملائیں اور ماھما کے ذریعے سوال کریں کہ الانسان والفرس ماھما تو جواب میں حیوان آئے گا کہ ھما حیوان اس کو جنس قریب کہتے ہیں۔

جنس بعید:۔ اس جنس کو کہتے ہیں کہ اس کے افراد میں سے کسی ماہیت کو پکڑ کر اس کے ساتھ اس کے دوسرے افراد (ماہیات) میں سے بعض کو ملا کر ماھما سے سوال کریں تو جواب میں یہ جنس آئے اور دوسرے بعض کو ملا کر سوال کریں تو یہ جنس نہ آئے جیسے جسم نامی یہ جنس ہے اس کے افراد نوعیہ کلیہ انسان، فرس، غنم، بقر اور شجر وغیرہ ہیں اب ان میں سے ایک ماہیت مثلاً انسان کو پکڑ کر اس کے دوسرے افراد میں سے بعض یعنی شجر کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم نامی آتا ہے جیسے یوں کہا جائے الانسان والشجر ماھما تو جواب میں جسم نامی آئے گا لیکن اس شجر کے علاوہ اگر دوسری ماہیات میں سے کسی کو ملا کر سوال کریں مثلاً الانسان والفرس او الغنم او البقر ماھما کہیں تو جواب میں حیوان آئیگا جسم نامی نہیں آئے گا اسلئے جسم نامی کو جنس بعید کہیں گے ایسے ہی جسم مطلق میں کہ اس کے افراد انسان، فرس، شجر، حجر وغیرہ ہیں ان میں سے کسی ماہیت مثلاً انسان کے ساتھ حجر کو ملا کر ماھما کے ساتھ سوال کریں تو جواب میں جسم مطلق آتا ہے اور فرس وغنم وغیرہ یا شجر کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم مطلق نہیں آتا اس لئے جسم مطلق بھی جنس بعید ہے ایسے ہی جوہر کہ اس کے افراد انسان، فرس، شجر، حجر، عقل وغیرہ ہیں ان میں سے کسی ماہیت مثلاً انسان کے ساتھ عقل کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جوہر واقع ہوتا ہے اور اگر انسان کے ساتھ کسی اور مثلاً فرس یا غنم یا بقر یا شجر یا حجر کو ملا کر سوال کریں تو جوہر جواب میں واقع نہیں ہوتا اس لئے جوہر کو بھی جنس بعید کہیں گے۔

متن:ا لثاني النوع وهوالمقول على كثيرين متفقين بالحقائق فى جواب ما هو وقد يقال على الماهية المقول عليها وعلى غيرها الجنس فى جواب ماهو ومختص بالاسم الاضافى كالاول بالحقيقى وبينهما عموم وخصوص من وجه لتصادقهما على الانسان وتفارقهما فى الحيوان والنقطة ثم الاجناس قد تترتب متصاعدة الى العالى كالجوهرويسمى جنس الاجناس والانواع متنازلة الى السافل ويسمى نوع الانواع وما بينهما متوسطات

ترجمہ متن:۔ دوسری کلی نوع ہے اور وہ وہ ہے جو بولی جائے ما ھو کے جواب میں ایسے کثیر افراد پر جو حقیقتوں کے لحاظ سے متفق ہیں اور کبھی اس ماہیت کو نوع کہا جاتا ہے کہ اس پر اور اس کے غیر پر ما ھو کے جواب میں جنس محمول ہو اور نوع کی یہ قسم اضافی والے نام کے ساتھ خاص ہے جس طرح کہ اول حقیقی والے نام کے ساتھ خاص ہے اور نوع اضافی وحقیقی کے مابین عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے انسان پر دونوں کے صادق آنے اور حیوان ونقطہ میں دونوں کے جدا جدا ہونے کی وجہ سے۔ پھر اجناس جنس عالی (جیسے جوہر) کی طرف چڑھنے کے لحاظ سے مترتب ہوتی ہیں اور سب سے اوپر کی جنس کا نام جنس الاجناس رکھا جاتا ہے اور انواع نیچے کی نوع کی طرف اترنے کے لحاظ سے مترتب ہوتی ہیں اور سب سے نیچے کی نوع کا نام نوع الانواع رکھا جاتا ہے اور جو عالی وسافل کے درمیان ہیں ان کو متوسطات کہا جاتا ہے۔

تشریحِ متن:۔ اس عبارت میں کلی کی دوسری قسم نوع کی تعریف ہے۔

نوع کی تعریف:۔ کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ماهو (وہ ایک کلی ہے جو کہ کثیر افراد پر بچی آئے جن کی حقیقت ایک ہو اور ما ھو کے جواب میں واقع ہو)۔

نوع کی اس تعریف میں مقول علی کثیرین کی قید لگا کر کلیات فرضیہ کو نکال دیا متفقین بالحقائق کی قید سے جنس کو نکال دیا اور فی جواب ماهو کی قید سے خاصہ اور عرض عام نکل گئے متن کی اس عبارت کا مطلب بالکل واضح تھا اس لئے یزدی نے اس کی شرح نہیں کی۔

besturdubooks.wordpress.com

وقد یقال علی الماهیة الخ۔متن کی اس عبارت میں نوع کی ایک دوسری تعریف کی ہے اور نوع کی پہلی تعریف اور اس کا آپس میں تعلق بیان کیا ہے۔

نوع کی دوسری تعریف:۔وہ ماہیت ہے کہ اس کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر ماھما کے ذریعے سوال کیا جائے تو جواب میں کوئی نہ کوئی جنس واقع ہو تو اس پہلی ماہیت کو نوع کہتے ہیں لیکن اس نوع کو نوع اضافی کہتے ہیں اور نوع کی جو پہلے تعریف کی گئی اس کو نوع حقیقی کہتے ہیں نوع اضافی کی مثال جیسے انسان اور اس کے ساتھ کسی اور ماہیت مثلاً فرس کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس واقع ہوگی جیسے یوں کہا جائے **الانسان والفرس ماھما** تو جواب میں حیوان آئے گا اس انسان کو نوع اضافی کہیں گے نوع اضافی کی تعریف میں یہ تین جنسیں حیوان، جسم نامی اور جسم مطلق بھی داخل ہو جائیں گی کیونکہ جب بھی ان کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کرتے ہیں تو جواب میں جنس واقع ہوتی ہے مثلاً حیوان کے ساتھ ایک دوسری ماہیت شجر کو ملا کر ماھما کے ذریعے سوال کریں تو جواب میں جنس آتی ہے جیسے یوں کہیں **الحیوان والشجر ماھما** تو جواب میں جنس (جسم نامی) آتی ہے اسی طرح جسم نامی اور دوسری ماہیت مثلاً حجر کو ملا کر یوں سوال کریں **الجسم النامی والحجر ماھما** تو جواب میں جنس آتی ہے کہ **ھما جسم مطلق** اسی طرح جسم مطلق اور دوسری ماہیت مثلاً عقل کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس آتی ہے سوال اس طرح ہوگا **الجسم المطلق والعقل ماھما** تو جواب میں جنس جوہر آئے گی ہاں البتہ جوہر کو نوع اضافی نہیں کہتے کیونکہ اس کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس نہیں آتی کیونکہ اس کے اوپر کوئی جنس نہیں۔

نوع حقیقی اور اضافی میں نسبت:۔نوع حقیقی اور نوع اضافی میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے تو ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہونگے۔

(۱) مادہ اجتماعی انسان ہے یہ نوع حقیقی بھی ہے کیونکہ اس پر نوع حقیقی کی تعریف سچی آتی ہے اور نوع اضافی بھی ہے کیونکہ اس کے ساتھ دوسری ماہیت فرس وغیرہ کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس حیوان آتی ہے تو اس پر گویا کہ نوع اضافی اور حقیقی دونوں کی تعریفیں سچی آگئیں اس لئے یہ مادہ اجتماعی ہے۔

(۲) پہلا مادہ افتراقی حیوان ہے اس پر نوع اضافی سچی آتی ہے کیونکہ حیوان اور شجر کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم نامی آتا ہے نوع اضافی کی تعریف اس پر سچی آگئی نوع حقیقی کی تعریف یہاں سچی نہیں آتی کیونکہ وہ تو متفقین بالحقائق پر

besturdubooks.wordpress.com

بولی جاتی ہے اور حیوان مختلف بالحقائق پر بولا جاتا ہے۔

(۳) دوسرا مادہ افتراقی نقطہ ہے اس پر نوع حقیقی کی تعریف سچی آتی ہے نوع اضافی کی نہیں اس کی تفصیل سمجھنے کیلئے پہلے نقطہ کا معنی سمجھیں نقطہ خط کے کنارے کو کہتے ہیں اور خط سطح کے کنارے کو کہتے ہیں اور سطح جسم کے کنارے کو کہتے ہیں اور جسم اس کو کہتے ہیں جس کیلئے طول، عرض، عمق ہو عربی الفاظ اس طرح ہیں المنقطة طرف الخط والخط طرف السطح والسطح طرف الجسم والجسم ما له طول و عرض وعمق تفصیل شرح میں اگلے قولہ میں آرہی ہے جیسے یہ کتاب کا ورق اس کے سفید حصے پر لکھا جاتا ہے یہ سطح ہے اور جہاں پر ختم ہوتا ہے اس کو خط کہتے ہیں اور خط کا کنارہ یعنی ورق کا کونہ اس کو نقطہ کہتے ہیں یہ نقطہ کلی ہے کیونکہ ہر ورق کے کونے پر سچا آتا ہے اور متفقۃ الحقیقۃ بھی ہے کیونکہ ہر ورق کا کونہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے اب اگر ورق کے کونے کی طرف اشارہ کر کے کہا جائے ھذا الشئ ما ھو تو جواب میں آئے گا نقطہ تو اس نقطہ پر نوع حقیقی کی تعریف سچی آتی ہے لیکن نوع اضافی کی تعریف سچی نہیں آتی کیونکہ نوع اضافی تو اس کو کہتے ہیں کہ ایک ماہیت مرکب کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس آئے اور نقطہ چونکہ بسیط ہے مرکب نہیں اس لئے اس کے ساتھ دوسری کسی ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جنس نہیں آتی کیونکہ جنس تو اس ماہیت کے جواب میں آتی ہے جو مرکب ہو اور نقطہ کی ماہیت ماہیت بسیطہ ہے۔

☆☆☆

قوله:الماهية المقول عليها و على غيرها الجنس:اى الماهية المقول فى جواب ما هو فلايكون الا كليا ذاتيا لما تحته لا جزئيا ولا عرضيا فا لشخص كزيد والصنف كا لرّومى مثلا خارجان عنها فالنوع الاضافى دائما اما ان يكون نوعا حقيقيا مندرجا تحت جنس كالانسان تحت الحيوان واما جنسا مندرجا تحت جنس آخر كالحيوان تحت الجسم النامى ففى الاول يتصادق النوع الحقيقى والاضافى وفى الثانى يوجد الاضافى بدون الحقيقى ويجوز ايضا تحقق الحقيقى بدون الاضافى فيما اذا كان النوع بسيطا لا جزء له حتى يكون جنسا وقد مثل بالنقطة وفيه مناقشة وبالجملة فالنسبة بينهما العموم من وجه

ترجمہ:۔یعنی ما ھو کے جواب میں محمول ہونے والی ماہیت (جسکے افراد متفقۃ الحقائق ہوں) وہ اپنے ماتحت افراد کیلئے صرف

besturdubooks.wordpress.com

کلی ذاتی ہوتی ہے نہ نوع جزئی ہوتی ہے نہ عرضی پس شخص جیسے زید اور صنف جیسے رومی دونوں اس ماہیت سے خارج ہیں (جس کو نوع کہا جاتا ہے) پس نوع اضافی ہمیشہ یا تو ایسی نوع حقیقی ہوتی ہے جو کسی جنس کے ماتحت داخل ہو جیسے انسان نوع حقیقی ہے جو حیوان جنس کے ماتحت داخل ہے اور یا نوع اضافی وہ جنس ہوتی ہے جو ایک اور جنس کے ماتحت داخل ہو جیسا کہ حیوان جسم نامی کے ماتحت داخل ہے سو پہلی صورت میں نوع حقیقی اور نوع اضافی ایک ساتھ دونوں صادق آئیں گی اور ثانی صورت میں نوع اضافی نوع حقیقی کے بغیر صادق آئیگی نیز نوع حقیقی نوع اضافی کے بغیر اس صورت میں پائی جاتی ہے جبکہ نوع بسیط ہو جس کی جزو ہی نہ ہو اور تحقیق نقطہ کے ساتھ اس کی مثال دی گئی ہے اور اس میں مناقشہ ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ نوع حقیقی اور نوع اضافی کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

اغراضِ شارح:۔ اس پورے قول کی غرض چند اعتراضات اور ان کے جوابات کو ذکر کرنا ہے۔ ایک اعتراض نوع اضافی کی تعریف پر دوسرا نوع اضافی کی نسبت پر ہے۔ اور و فیہ مناقشۃ سے شارح ماتن کی عبارت پر چند اعتراضات کر رہے ہیں۔

تشریح:۔ اعتراضات کے سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ نوع کے نیچے دو چیزیں ہوتی ہیں (۱) اصناف (۲) اشخاص (جزئیات) جیسے انسان ایک نوع ہے اس کے نیچے اصناف ہیں رومی' پاکستانی' کشمیری وغیرہ اور پھر اس کے نیچے اشخاص ہیں زید' عمرو' بکر وغیرہ

اب نوع اور صنف کا فرق سمجھیں۔

نوع:۔ اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو مقید ہو قید ذاتی کے ساتھ جیسے انسان یہ ایک ایسی ماہیت ہے جو مقید ہے قید ذاتی کے ساتھ کیونکہ انسان کی ماہیت حیوان کلی ہے جو مقید ہے قید ناطق کے ساتھ جو کہ انسان کی ذاتی ہے اور ذاتی اس کو کہتے ہیں جو ماہیت میں داخل ہو۔

صنف:۔ اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو مقید ہو قید عرضی کے ساتھ جیسے رومی اس سے مراد روم کا رہنے والا انسان ہے جسکی ایک ماہیت کلی حیوان ناطق ہے اور یہ مقید ہے ساتھ قید رومی کے لیکن روم کا رہنے والا ہونا اس انسان کی ذاتی نہیں بلکہ یہ تو ایک عرضی چیز ہے جب ان دونوں باتوں کو آپ نے ذہن نشین کر لیا تو اب پہلا اعتراض جو کہ نوع اضافی کی تعریف پر ہوتا ہے اس کو سمجھیں۔

اعتراض:۔ آپ نے نوع اضافی کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ماہیت کہ جس کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں تو

besturdubooks.wordpress.com

جواب میں جنس واقع ہو صنف اور جزئی بھی تو ایسی ماہیات ہیں کہ ان کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کرو تو جواب میں جنس آتی ہے۔

صنف کی مثال:۔ رومی اور فرس کو ملا کر سوال کیا جائے یوں کہا جائے **الرومی والفرس ما هما** تو جواب میں آئے گا **هما حیوان**۔

جزئی کی مثال:۔ جیسے زید کے ساتھ کسی دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کریں کہ **زید والفرس ما هما** تو جواب میں جنس حیوان آئے گی جب صنف اور جزئی کو دوسری ماہیت کے ساتھ ملا کر سوال کرنے سے جواب میں جنس آتی ہے تو صنف اور جزئی کو بھی نوع اضافی کہنا چاہیے حالانکہ مناطقہ میں سے کوئی بھی ان دونوں کے نوع اضافی ہونے کا قول نہیں کرتا۔

جواب:۔ ہم نے جو کہا تھا کہ اس ماہیت کے ساتھ دوسری ماہیت کو ملا کر سوال کیا جائے تو اس ماہیت سے مراد ماہیت خاص ہے یعنی وہ ماہیت مراد ہے جو کہ **ما هو** کے جواب میں واقع ہو سکے **ما هو** کے جواب میں جنس، نوع، اور حدتام واقع ہوتی ہیں صنف نہ تو نوع ہے، نہ جنس، نہ حدتام اور زید جزئی ہے یہ بھی نہ نوع ہے، نہ جنس، نہ حدتام لہذا یہ ماہیت **ما هو** کے جواب میں نہیں آسکتی جب یہ **ما هو** کے جواب میں واقع نہیں ہوسکتی تو اس کو نوع اضافی کہنا بھی درست نہیں۔

فالنوع الاضافی دائما الخ اب آگے ایک قاعدہ بتایا یزدی صاحب نے کہ نوع اضافی یا تو ہمیشہ نوع حقیقی ہوگی جو کہ کسی نہ کسی جنس کے نیچے داخل ہوگی جس طرح انسان یہ نوع اضافی بھی ہے اور حقیقی بھی جو حیوان جنس کے نیچے داخل ہے اور یا نوع اضافی جنس ہوگی جو کسی دوسری جنس کے نیچے داخل ہوگی جیسے حیوان یہ نوع اضافی جنس ہے اور دوسری جنس جسم نامی کے نیچے داخل ہے جب نوع اضافی نوع حقیقی ہو کر جنس کے نیچے داخل ہو تو اس وقت نوع اضافی اور حقیقی دونوں سچی آتی ہیں یہ مادہ اجتماعی ہے جیسے انسان اور جب نوع اضافی جنس ہو کر جنس کے نیچے داخل ہو جیسے حیوان یہ نوع اضافی ہوتی ہے نوع حقیقی نہیں ہوتی یہ ایک افتراقی مثال ہے۔ دوسری افتراقی مثال یہ ہے کہ نوع حقیقی ہو اور اضافی نہ ہو جیسے نقطہ یہ نوع حقیقی ہے نوع اضافی نہیں کیونکہ اضافی تو اس کو کہتے ہیں جس کے جواب میں جنس واقع ہو اور جنس تو ماہیت مرکبہ کے جواب میں واقع ہوتی ہے کیونکہ جنس اس ماہیت کی جزو ہوتی ہے نقطہ یہ بسیط ہے اس کے جواب میں جنس واقع نہیں ہوگی جب اس کے جواب میں جنس واقع نہیں ہوگی تو یہاں نوع اضافی بھی نہیں ہوگی۔

وفیه مناقشة:۔ اس عبارت سے یزدی صاحب اعتراض کر رہے ہیں یہاں تین اعتراض ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

اعتراض ﴿۱﴾:۔ نقطہ کے وجود خارجی کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اس کا خارج میں وجود ہے یا نہیں جب اس نقطے کا وجود ہی مسلم نہیں بلکہ موہوم ہے تو ایک موہوم چیز کو نوع حقیقی کی مثال کیوں بنایا؟

اعتراض ﴿۲﴾:۔ آپ نے کہا کہ نقطہ نوع حقیقی ہے یعنی اس کے تمام افراد متفقۃ الحقائق ہیں جب اس نقطے کا وجود موہوم ہے تو اس کے افراد میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مختلفۃ الحقائق ہوں جب اس میں احتمال مختلفۃ الحقائق ہونے کا پایا جاتا ہے تو پھر اس کو نوع حقیقی کہنا کیسے درست ہے؟

اعتراض ﴿۳﴾:۔ آپ نے نوع اضافی اور نوع حقیقی میں نسبت عموم وخصوص من وجہ کی بیان کی ہے حالانکہ قدماء مناطقہ اس بات کی طرف چلے گئے کہ ان میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے انسان مادہ اجتماعی اور حیوان مادہ افتراقی ہے جب نقطے کا وجود ہی موہوم ہے تو اس کو نوع حقیقی بنا کر دوسرا مادہ افتراقی بنانا ان مفسدات کے وقت درست نہیں۔

شارح نے یہاں صرف اعتراضات کئے ہیں اور ان کے جوابات نہیں دیئے یعنی ہمارے شارح کے ہاں یہ اعتراضات درست ہیں اور ماتنؒ کی بات راجح نہیں ہے۔

قوله: والنقطة: النقطة طرف الخط والخط طرف السطح والسطح طرف الجسم فالسطح غير منقسم في العمق والخط غير منقسم في العرض والعمق والنقطة غير منقسمة في الطول والعرض والعمق فهي عرض لا يقبل القسمة اصلا واذا لم تقبل القسمة اصلا لم يكن لها جزء فلا يكون لها جنس وفيه نظر فان هذا يدل على انه لا جزء لها في الخارج والجنس ليس جزءً خارجيا بل هو من الاجزاء العقلية فجاز ان يكون للنقطة جزء عقلي وهو جنس لها وان لم يكن لها جزء في الخارج

ترجمہ:۔ خط کی انتہاء نقطہ ہے اور سطح کی انتہاء خط ہے اور جسم کی انتہاء سطح ہے پس سطح گہرائی میں منقسم نہیں ہوتی (کیونکہ سطح کیلئے گہرائی نہیں ہوتی) اور خط چوڑائی اور گہرائی میں منقسم نہیں ہوتا (کیونکہ خط کیلئے چوڑائی اور گہرائی نہیں ہوتی) اور نقطہ چوڑائی ،لمبائی اور گہرائی میں منقسم نہیں ہوتا (کیونکہ نقطہ کیلئے نہ چوڑائی ہوتی ہے، نہ لمبائی، نہ گہرائی) پس نقطہ ایسا عرض ہے جو تقسیم کو بالکل قبول نہیں کرتا اور جب وہ تقسیم کو بالکل قبول نہیں کرتا تو (معلوم ہوا کہ) اس کیلئے جزو نہیں اس لئے اس کی جنس نہ ہوگی اور

besturdubooks.wordpress.com

ماتنؒ کے اس قول میں نظر ہے کیونکہ ماتن کا قول تو اس بات پر دال ہے کہ خارج میں نقطہ کی جزو نہیں حالانکہ جنس خارجی جزو نہیں بلکہ وہ اجزاء عقلیہ سے ہے لہذا جائز ہے کہ نقطہ کیلئے ایسی جزو عقلی ہو جو اس کی جنس بنے اگرچہ اسکی کوئی جزو خارجی نہیں ہے۔

اغراضِ شارح:۔ النقطة سے لیکر وفيه نظر تک غرض تشریح متن ہے اور وفيه نظر سے الخ اعتراض ذکر کرنا ہے۔

تشریح: النقطة سے نقطہ کی تعریف فرماتے ہیں کہ نقطہ خط کے کنارے کو کہتے ہیں اور خط سطح کے کنارے کو کہتے ہیں اور سطح جسم کے کنارے کو کہتے ہیں عربی عبارت یوں ہے **فالسطح ما ليس له عمق وله طول وعرض فقط والخط ما ليس له عرض ولا عمق وله طول فقط والنقطة ما ليس له طول ولا عرض ولا عمق والجسم ما له طول وعرض وعمق**۔ نقطہ کا نہ طول ہے نہ عرض نہ موٹائی تو گویا کہ یہ ایک بسیط چیز ہے اس کی کوئی جزو نہیں لہذا اس کی کوئی جنس نہیں۔

وفيه نظر:۔ یہاں سے علامہ یزدی اعتراض کر رہے ہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے یہ کہا کہ نقطہ کا چونکہ کوئی جزو خارجی نہیں اس لئے اس کیلئے جنس بھی نہیں حالانکہ جنس امور خارجیہ میں سے نہیں بلکہ یہ تو امور ذہنیہ عقلیہ میں سے ہے نقطہ کیلئے بھی تو ذہن میں جنس ہو سکتی ہے جیسے انسان کیلئے حیوان ذہن میں جنس ہے خارج میں تو نہیں اس اعتراض کا جواب سمجھنے سے پہلے ایک بات سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ منطقیوں کے ہاں تین درجے ہیں (۱) بشرط شئی یعنی وجودی چیز کو شرط لگانا (۲) بشرط لاشئی یعنی عدمی چیز کو شرط لگانا (۳) لابشرط شئی یعنی نہ عدمی چیز شرط ہو اور نہ وجودی چیز۔ اور یہ بات سمجھنا بھی ضروری ہے کہ امور ذہنیہ اور خارجیہ ایک ہی ہوتے ہیں صرف حیثیت کا فرق ہوتا ہے حقیقت میں تو ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہوتے ہیں جو چیز خارج میں ہوتی ہے وہ ذہن میں ہوتی ہے اور جو ذہن میں ہوتی ہے وہ خارج میں ہوتی ہے۔

جواب:۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ اس نقطہ کیلئے جزو خارج میں نہیں لیکن یہ جنس اور فصل امور ذہنیہ ہیں ان میں جب لابشرط شئی کا اعتبار کیا جائے تو ان کا وجود ذہنی ہوتا ہے خارجی نہیں اور جب لابشرط شئی کا لحاظ نہ ہو تو اس وقت ان کا وجود خارجی ہوتا ہے اس وقت اسی جنس اور فصل کو ہیولٰی اور صورت جسمیہ بھی کہتے ہیں یہ جنس اور فصل میں فرق ذہنی اور خارجی ہونے کا اعتباری ہے ورنہ حقیقت اور نفس الامر میں جو خارج میں ہے وہ ذہن میں ہے اور جو خارج میں نہیں وہ ذہن میں بھی نہیں جب آپ یہ مانتے ہیں کہ اس نقطہ کیلئے خارج میں جنس نہیں تو پھر اس کیلئے لازم ہے کہ ذہن میں بھی اس کی جنس نہ ہو کیونکہ یہ ایک دوسرے کو لازم ہیں

besturdubooks.wordpress.com

قولہ متصاعدة: بان يكون الترقي من الخاص الى العام وذلك لان جنس الجنس اعم من الجنس وهكذا الى جنس لا جنس له فوقه وهو العالي وجنس الاجناس كالجوهر

ترجمہ:۔اوپر چڑھنے کی حالت میں ترتیب کی صورت یہ ہے کہ خاص سے عام کی طرف ترقی ہواور یہ اس لئے کہ جنس کی جنس عام ہوتی ہے جنس سے اسی طرح یہ ترقی اس جنس تک چلی جائے گی جس کے اوپر کوئی جنس نہیں اور یہی جنس جنس عالی اور جنس الاجناس ہے جیسے جوہر۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔جنس میں ترتیب کیا ہے؟ جنس کے اندر عموم کا لحاظ کیا گیا ہے خاص سے عام کی طرف ترقی ہے جو جنس خاص ہے وہ نیچے اور جو سب سے زیادہ عام ہے اس کو اوپر رکھا ہے۔جس جنس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو اس کو جنس عالی کہتے ہیں اور جس کے نیچے کوئی جنس نہ ہو اس کو جنس سافل کہتے ہیں عالی جیسے جوہر اس کو جنس الاجناس بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ اتنی عام ہے کہ تمام اجناس پر بچی آتی ہے جنس سافل جیسے حیوان اس کے نیچے جنس نہیں بلکہ نوع انسان ہے۔

قوله متنازلة: بان يكون التنزل من العام الى الخاص وذلك لان نوع النوع يكون اخص من النوع وهكذا الى نوع لا نوع له تحته وهو السافل ونوع الانواع كالانسان

ترجمہ:۔نیچے اترنے کی حالت میں ترتیب کی صورت عام سے خاص کی طرف تنزل کرنا ہے اور یہ اس لئے کہ نوع کی نوع نوع سے اخص ہوتی ہے اور اسی طرح یہ تنزل اس نوع تک چلتا رہے گا جس کے نیچے کوئی نوع نہیں اور وہ نوع سافل اور نوع الانواع ہے جیسے انسان۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض انواع میں ترتیب کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔انواع کی ترتیب میں خصوص کا لحاظ ہے جو نوع سب سے زیادہ خاص ہوگی اس کو نیچے اور جو سب سے زیادہ اعم ہو اس کو اوپر رکھا ہے یہاں تنزل عام سے خاص کی طرف ہے نوع کی نوع اخص ہوتی ہے جیسا کہ جسم مطلق یہ نوع ہے اس کی نوع جسم نامی اخص ہے اور اس کی نوع حیوان یہ اخص ہے جس نوع کے نیچے کوئی نوع نہ ہو اس کو نوع الانواع کہتے ہیں جیسے انسان کے نیچے کوئی نوع نہیں ہے اس لئے اس کو نوع الانواع کہیں گے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله ومابينهمامتوسطات: اى ما بين العالي والسافل في سلسلتي الانواع والاجناس تسمى متوسطات فما بين الجنس العالي والجنس السافل اجناس متوسطة وما بين النوع العالي والنوع السافل انواع متوسطة هذا ان رجع الضمير الى مجرد العالي والسافل وان عاد الى الجنس العالي والنوع السافل المذكورين صريحاكان المعنى ما بين الجنس العالي والنوع السافل متوسطات اما جنس متوسط فقط كالنوع العالي او نوع متوسط فقط كالجنس السافل او جنس متوسط ونوع متوسط معا كالجسم النامي ثم اعلم ان المصنفؒ لم يتعرض للجنس المفرد والنوع المفرد اما لان الكلام فيما يترتب والمفرد ليس داخلا في سلسلة الترتيب واما لعدم تيقن وجوده

ترجمہ:۔یعنی انواع واجناس کے دونوں سلسلوں میں عالی وسافل کے مابین جوانواع واجناس ہیں ان کا نام متوسطات رکھا جاتا ہے پس جواجناس جنس عالی وسافل کے مابین ہیں وہ اجناس متوسطہ ہیں اور جوانواع نوع عالی اور نوع سافل کے مابین ہیں وہ انواع متوسطہ ہیں یہ (مفہوم) **مابينهما** کی ضمیر فقط عالی وسافل کی طرف لوٹنے کی صورت میں ہے اور اگر ضمیر اس جنس عالی اور نوع سافل کی طرف عائد ہو جو صراحتہً مذکور ہیں تو معنی یہ ہوجائے گا کہ جنس عالی اور نوع سافل کے درمیان متوسطات ہیں یا فقط جنس متوسط ہے جیسے نوع عالی یا فقط نوع متوسط ہے جیسے جنس سافل یا ایک ہی ساتھ جنس متوسط اور نوع متوسط دونوں ہیں جیسے جسم نامی پھر جان لو کہ مصنفؒ جنس مفرد اور نوع مفرد کے درپے نہیں ہوئے یا تو اسلئے کہ گفتگو اس چیز میں ہے جو مرتب ہو اور نوع مفرد اور جنس مفرد ترتیب میں داخل نہیں اور یا ان دونوں کا وجود یقینی نہ ہونے کی وجہ سے۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض **بينهما** کی ضمیر کا مرجع بیان کرنا ہے۔اور متن کی توضیح ہے۔**ثم اعلم ان المصنفؒ** سے یزدی صاحب متن پر ایک اعتراض کر رہے ہیں۔

تشریح:۔اس قول کے متن اور شرح کی تشریح بھی اکٹھی ہے۔ **بينهما** کی ضمیر کا مرجع محض عالی اور محض سافل ہے اس وقت اس کے دو قسم نکالنے ہونگے ایک سلسلہ اجناس کیلئے ایک انواع کیلئے اجناس کا سلسلہ اس طرح ہوگا کہ جو جنس عالی اور سافل کے درمیان میں ہیں وہ اجناس متوسطات ہیں جیسے جسم مطلق، جسم نامی اور نوع کا سلسلہ اس طرح ہوگا کہ جو عالی اور سافل کے

besturdubooks.wordpress.com

درمیان ہیں وہ انواع متوسطہ ہیں وہ جسم مطلق، جسم نامی حیوان ہیں دوسرا مرجع **بینهما** کی ضمیر کا جو صراحۃً متن میں آیا ہے **العالی** اور **السافل** ہے ان دونوں میں الف لام عہد خارجی کا ہے ان سے مراد جنس عالی اور نوع سافل ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ جنس عالی اور نوع سافل کے درمیان متوسطات ہیں پھر وہ متوسطات یا تو اجناس متوسطات ہونگے جیسے نوع عالی مثلاً جسم مطلق یہ جنس متوسط ہے اور نوع عالی ہے یا وہ نوع متوسط ہو فقط جیسے نوع سافل مثلاً حیوان یہ نوع متوسط ہے اس لئے کہ اسکے نیچے نوع حقیقی اور اوپر نوع اضافی ہے اور جنس سافل ہے کیونکہ اس کے نیچے نوع تو انسان ہے لیکن جنس نہیں ہے اور یا وہ متوسطات جنس متوسط اور نوع متوسط ہونگے جیسے جسم نامی یہ نوع متوسط ہے کیونکہ اس کے اوپر نوع اضافی جسم مطلق اور نیچے بھی نوع اضافی حیوان ہے اور جنس متوسط بھی ہے کیونکہ اس کے اوپر جنس جسم مطلق اور نیچے جنس حیوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ جنس عالی اور نوع سافل کے درمیان میں متوسطات تین طرح کے ہونگے جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

ثم اعلم ان المصنفؒ الخ:۔اس عبارت سے یزدی صاحب متن پر ایک اعتراض کر رہے ہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے اجناس اور انواع کے تین تین درجے بیان کئے ہیں (جنس عالی، جنس سافل، جنس متوسط، نوع عالی، نوع سافل، نوع متوسط) حالانکہ قطبی اور باقی تمام منطق کی کتابوں میں جنس اور نوع کے چار درجے بیان کئے گئے ہیں اور ان تین کے علاوہ ایک اور درجہ جنس مفرد اور نوع مفرد کا بھی بیان کیا گیا ہے آپ نے جنس مفرد اور نوع مفرد کو کیوں نہیں بیان کیا؟

اس اعتراض کا جواب سمجھنے سے پہلے جنس مفرد اور نوع مفرد کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے۔

جنس مفرد:۔ نہ اس کے اوپر کوئی جنس ہو اور نہ نیچے کوئی جنس ہو اور نوع مفرد اس کو کہتے ہیں کہ نہ اس کے اوپر کوئی نوع ہو اور نہ اس کے نیچے کوئی نوع ہو منطقیوں نے ان دونوں کی فرضی مثالیں بھی دی ہیں جنس مفرد کی مثال جیسے جوہر کو جنس نہ بنایا جائے بلکہ اس کو عقول عشرہ کیلئے عرض مان لیا جائے اور عقل کو جنس ثابت کیا جائے اور اس کے نیچے عقول عشرہ کو اس جنس کے افراد نوعیہ بنایا جائے جیسا کہ جنس کے نیچے انواع ہوتے ہیں اور ان عقول عشرہ کی حقیقتیں مختلف فرض کر لی جائیں تا کہ یہ عقل کیلئے انواع بن سکیں اس وقت عقل ایک ایسی شی ہے کہ جس کے اوپر بھی کوئی جنس نہیں کیونکہ اوپر جوہر ہے جو کہ عرض مان لیا گیا ہے اور نیچے بھی کوئی جنس نہیں کیونکہ عقول عشرہ کو اس کیلئے انواع بنایا گیا ہے اس لئے اس وقت عقل کو جنس مفرد کہیں گے۔

اور نوع مفرد کی مثال بھی یہی عقل ہے جبکہ جوہر کو عقل کیلئے جنس فرض کر لیں اور عقل کو نوع بنالیں اور ان عقول عشرہ کو اس کیلئے افراد متفقۃ الحقائق بنادیں تو اس وقت یہ عقل نوع مفرد ہوگی کیونکہ اس کے اوپر کوئی نوع نہیں بلکہ اوپر جنس (جوہر) ہے اور نیچے

besturdubooks.wordpress.com

بھی کوئی نوع نہیں بلکہ نیچے تو عقول عشرہ افراد ہیں اس وقت عقل یہ نوع مفرد ہوگی یہ مثالیں مناطقہ نے فرض کی ہیں سمجھانے کیلئے ورنہ حقیقت میں ایک ہی عقل نوع مفرد اور جنس مفرد کی مثال کیسے بن سکتی ہے؟ اگر جنس مفرد بنائیں تو عقول عشرہ مختلفۃ الحقائق ہونگے اور اگر نوع مفرد بنائیں تو عقول عشرہ متفقۃ الحقائق ہونگے عقول عشرہ متفقۃ الحقائق اور مختلفۃ الحقائق دونوں طرف تقسیم ہونگے اب اس اعتراض کا جواب سمجھیں۔ یزدی صاحب نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

جواب ﴿۱﴾:۔ ہم جو یہاں اجناس اور انواع کو بیان کر رہے ہیں ان اجناس اور انواع سے وہ اجناس اور انواع مراد ہیں کہ جن کے درمیان ترتیب کا سلسلہ قائم ہو سکے اور ترتیب تو کم از کم دو افراد میں ہوتی ہے یہاں نوع اور جنس مفرد ہیں پس ان میں ترتیب نہیں ہو سکتی اس لئے ان کو یہاں بیان نہیں کیا۔

جواب ﴿۲﴾:۔ ان دونوں کا وجود بھی یقینی نہیں تھا اس لئے ان کو بیان نہیں کیا اور ان کا وجود اس لئے یقینی نہیں کہ ایک ہی عقل جنس مفرد اور نوع مفرد کیسے ہو سکتی ہے جیسا کہ جواب سے پہلے سوال کے بعد والی عبارت میں تفصیل سے گزرا۔

متن: الثالث الفصل وھو المقول علی الشئ فی جواب ای شئ ھو فی ذاتہ فان میزہ عن المشارکات فی الجنس القریب فقریب والا فبعید واذا نسب الی ما یمیزہ فمقوم والی ما یمیز عنہ فمقسم والمقوم للعالی مقوم للسافل ولا عکس والمقسم بالعکس

ترجمہ متن:۔ تیسری کلی فصل ہے اور وہ محمول ہوتی ہے شئ پر ای شئ ھو فی ذاتہ کے جواب میں پس اگر یہ کلی جدا کرے اس شئ کو جنس قریب کے مشارکات سے تو فصل قریب ہے ورنہ (اگر جنس بعید کے مشارکات سے جدا کرے) تو فصل بعید ہے اور جب اس کو منسوب کیا جائے اس چیز کی طرف جس کو یہ جدا کرتی ہے تو اس کیلئے مقوم ہے اور جس سے جدا کرتی ہے اس کی بنسبت مقسم ہوگی اور ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوتا ہے اور اس کا عکس نہیں (کہ ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم ہو) اور مقسم مقوم کا برعکس ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ متن کی اس عبارت میں کلیات خمس میں سے تیسری کلی فصل کی تعریف کر رہے ہیں کہ فصل وہ کلی ہے جو ای شئ ھو فی ذاتہ کے جواب میں واقع ہوتی ہے یعنی جب سائل ای شئ ھو فی ذاتہ سے سوال کرے اور ایک چیز سوال

besturdubooks.wordpress.com

میں ذکر کرے تو جواب میں کلی فصل واقع ہوتی ہے۔

فوائد قیود:۔ **المقول علی الشیٔ** کی قید سے کلیات فرضیہ نکل گئیں **فی جواب ای شیٔ** سے جنس، نوع اور عرض عام نکل گئے اور **فی ذاته** کی قید سے خاصہ نکل گیا کیونکہ وہ **ای شیٔ هو فی عرضه** کے جواب میں واقع ہوتا ہے۔ فصل کا کام یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ذاتی بن کر اپنے افراد کو غیر سے تمیز دیتی ہے جیسے ناطق نے انسان کی ذات میں داخل ہو کر انسانی افراد کو اغیار (باقی حیوانات) سے جدا کیا اور خاصہ یہ خارج ہو کر اپنے افراد کو اغیار سے تمیز دیتا ہے جیسے ضاحک نے انسانی افراد کو اغیار گائے، بھینس وغیرہ سے جدا کیا ہے لیکن خارج ہے کیونکہ یہ انسان کی ذات میں داخل نہیں۔

فان میزه عن المشارکات فی الجنس القریب الخ:۔ متن کی اس عبارت میں **والا فبعید** تک فصل کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک فصل قریب اور دوسری فصل بعید تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

واذا نسب الی ما یمیزه الخ:۔ یہاں سے فصل کا تعلق نوع اور جنس کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فصل کا نوع کے ساتھ تعلق مقوم کا ہے اور جنس کے ساتھ مقسم کا ہے مقوم ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ فصل اس نوع کی ماہیت میں داخل ہوگی جیسے ناطق یہ انسان کا مقوم ہے اور اس کی ماہیت میں داخل ہے اور مقسم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ فصل جنس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے جیسے ناطق اس نے حیوان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حیوان ناطق اور دوسرا حیوان غیر ناطق۔

والمقوم للعالی سے **ولا عکس** تک دو ضابطے اور **والمقسم بالعکس** میں تیسرا اور چوتھا ضابطہ بیان کیا۔

ضابطہ ﴿۱﴾:۔ ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا۔

ضابطہ ﴿۲﴾:۔ ہر سافل کے مقوم کیلئے ضروری نہیں کہ وہ عالی کا مقوم ہو۔

ضابطہ ﴿۳﴾:۔ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا۔

ضابطہ ﴿۴﴾:۔ ہر عالی کا مقسم ضروری نہیں کہ سافل کا مقسم ہو۔ ہر ایک کی تشریح شرح میں آ رہی ہے۔

☆☆

besturdubooks.wordpress.com

قولہ:ای شئ: اعلم ان کلمة ای موضوعة فی الاصل لیطلب بها ما یمیز الشئ عما یشارکہ فیما اضیف الیہ هذه الکلمة مثلا اذا ابصرت شیًا من بعید وتیقنت انہ حیوان لکن ترددت فی انہ هل هو انسان او فرس او غیرهما تقول ای حیوان هذا فیجاب عنہ بما یخصصہ ویمیزه عن مشارکاتہ فی الحیوان اذا عرفت هذا فنقول اذا قلنا الانسان ای شئ هو فی ذاتہ کان المطلوب ذاتیا من ذاتیات الانسان یمیزه عما یشارکہ فی الشیئیة فیصح ان یجاب بانہ حیوان ناطق کما یصح ان یجاب بانہ ناطق فیلزم صحة وقوع الحد فی جواب ای شئ وایضا یلزم ان لا یکون تعریف الفصل مانعا لصدقہ علی الحد وهذا مما استشکلہ الامام الرازیؒ فی هذا المقام واجاب عن هذا صاحب المحاکمات بان معنی ای وان کان بحسب اللغة طلب الممیز مطلقا لکن ارباب المعقول اصطلحوا علی انہ لطلب ممیز لا یکون مقولا فی جواب ما هو وبهذا یخرج الحد والجنس ایضا وللمحقق الطوسی ههنا مسلک آخر ادق واتقن وهو انا لا نسأل عن الفصل الا بعد ان نعلم ان للشئ جنسا بناء علی ان ما لا جنس لہ لا فصل لہ واذا علمنا الشئ بالجنس فنطلب ما یمیزه عن المشارکات فی ذلک الجنس فنقول الانسان ای حیوان هو فی ذاتہ فتعین الجواب بالناطق لا غیر فکلمة شئ فی التعریف کنایة عن الجنس المعلوم الذی یطلب ما یمیز الشئ عن المشارکات فی ذلک الجنس وحینئذ یندفع الاشکال بحذافیره

ترجمہ:۔ جان لو کہ کلمہ ای دراصل موضوع ہے اس چیز کو طلب کرنے کیلئے جو شی کو ان چیزوں سے تمیز دے جو چیزیں اس ای کے مضاف الیہ میں اس شی کے مشارک ہیں مثلاً جب دور سے تو کسی چیز کو دیکھ لے اور تجھے یقین ہو کہ وہ حیوان ہے لیکن تجھے تردد ہو کہ وہ انسان ہے یا فرس یا ان کا غیر تو تو پوچھے گا کہ یہ کونسا حیوان ہے پس اس چیز کے ساتھ جواب دیا جائے گا جو اسکو خاص کردے اور حیوان ہونے میں جتنی چیزیں اس کے ساتھ شریک ہیں ان تمام شریکوں سے اس کو ممتاز بنادے۔ جب تم نے اس تمہید کو جان لیا پس ہم کہتے ہیں کہ جب ہم الانسان ای شئ هو فی ذاتہ کہیں تو انسان کی ذاتیات میں سے ایسی ذاتی

besturdubooks.wordpress.com

مطلوب ہوگی جو انسان کو تمیز دے ان چیزوں سے جو چیزیں شی ہونے میں انسان کے ساتھ شریک ہوں لہذا حیوان ناطق کے ساتھ بھی اس سوال کا جواب دیا جانا صحیح ہوگا جیسے صرف ناطق کے ساتھ اس کا جواب دیا جانا صحیح ہے لہذا لازم آتا ہے کہ ای شیء ھو فی ذاته کے جواب میں حد واقع ہونا صحیح ہو نیز لازم آتا ہے کہ فصل کی تعریف مانع نہ ہو کیونکہ یہ تعریف حد پر صادق ہے اور یہ وہ اشکال ہے جس کو اس موقع پر امام رازیؒ نے واقع کیا ہے اور صاحب محاکمات نے اس اشکال کا بایں طور جواب دیا ہے کہ ای کے معنی لغت میں اگرچہ مطلق ممیز کو طلب کرنا ہے لیکن منطقیوں کی اصطلاح اس پر ہے کہ اس کے ساتھ ایسا ممیز طلب کیا جائے جو ما ھو کے جواب میں محمول نہ ہو اور اس قید سے تعریف فصل سے حد اور جنس نکل گئیں اور یہاں محقق طوسی کا ایک اور مسلک ہے جو زیادہ دقیق اور محکم ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم فصل کے متعلق سوال نہیں کرتے مگر اس بات کو جاننے کے بعد کہ شی کی جنس ضرور ہے اس ضابطہ پر مبنی کر کے کہ جس کی جنس نہیں اس کی فصل بھی نہیں ہوتی اور جب ہم شیٔ کو جنس سے معلوم کر لیں تو ہم وہ چیز طلب کرتے ہیں جو شیٔ کو تمیز دے اس جنس میں شی کے شرکاء سے پس ہم دریافت کرتے ہیں کہ مثلاً انسان اپنی ذات میں کونسا حیوان ہے پس اس سوال کا جواب صرف ناطق کے ساتھ متعین ہے نہ کہ اس کے علاوہ پس لفظ شیٔ تعریف میں کنایہ ہے اس جنس معلوم سے جس جنس کے مشارکات سے ماہیت کو تمیز دینے والی چیز کا مطالبہ ہوتا ہے پس اس وقت اشکال بتمامہ مندفع ہو جائیگا۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض فصل کی جو تعریف ماتنؒ نے کی ہے اس پر ایک اعتراض کرنا اور اس کا جواب دینا ہے۔ **اعلم ان کلمة** کی عبارت سے لیکر **واجاب صاحب المحاکمات** کی عبارت تک اعتراض ہے اور **واجاب** سے **وللمحقق الطوسی** تک ایک جواب اور **وللمحقق الطوسی** سے آخر عبارت تک دوسرا جواب ہے۔ اور **فکلمة شیٔ فی التعریف** سے لفظ شی کی وضاحت کی ہے۔

تشریح:۔ یہ اعتراض جو فصل کی تعریف پر وارد ہوتا ہے یہ امام رازی صاحبؒ نے کیا ہے۔ اعتراض کے سمجھنے سے پہلے ایک قاعدہ سمجھنا ضروری ہے پھر امام رازیؒ کا اعتراض سمجھ میں آ جائے گا۔

قاعدہ:۔ ای کا کلمہ یہ ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اور یہ ہمیشہ درمیان میں واقع ہوتا ہے اس سے پہلے جو لفظ ہوگا وہ مبتدا ہوتا ہے اور اس کے بعد ہمیشہ مضاف الیہ ہوتا ہے اور یہ اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتدا ثانی بنتا ہے اور ھو ضمیر فصل ہے اور فی ذاته جو اس کے آخر میں ذکر کیا جاتا ہے وہ اس مبتدا ثانی کیلئے خبر بنتا ہے اور یہ مبتدا خبر مل کر پہلے مبتدا کیلئے خبر بنتے ہیں خلاصہ یہ نکلا کہ ای

besturdubooks.wordpress.com

12/2

سے پہلے ایک چیز ہوگی اور ایک چیز بعد میں اور جب سائل ای سے سوال کرے گا تو اس وقت اس کی غرض یہ ہوگی کہ ای کا جو ماقبل ہے اس کو ای کے مدخول کے مشارکات سے جدا کرنا مقصود ہوگا مثلاً جس وقت آپ نے دور سے ایک چیز کو دیکھا اور آپ نے یہ یقین کرلیا کہ یہ کوئی حیوان ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ کون سا حیوان ہے تو اس وقت آپ یوں سوال کریں گے ھذا ای حیوان اس وقت سائل کی غرض یہ ہے کہ ای کے ماقبل یعنی متعین حیوان کو اس کے مدخول حیوان کے مشارکات سے جدا کیا جائے تو اب اس کے جواب میں کہا جائیگا ھو حیوان او فرس او حمار یہ تینوں حیوان کے مشارکات میں سے ہیں فرس کہہ کر اس نے متعین کردیا کہ ھذا سے مراد فرس ہے اب اعتراض سمجھیں۔

اعتراض:۔ فصل کی آپ جو مثال دیتے ہیں الانسان ای شئ ھو فی ذاته اس میں بھی تو غرض سائل کی یہ ہوتی ہے کہ ای کے ماقبل انسان کو اس کے مدخول شئ (شیئیت) کے مشارکات سے جدا کرنے والی چیز کو بیان کرو یعنی ایسا ممیز بیان کرو جو انسان کو شیئیت کے مشارکات سے جدا کرے اس وقت اس کے جواب میں ہر وہ چیز واقع ہوسکتی ہے جو کہ انسان کو مشارکات شیئیت سے جدا کرے مثلاً حیوان جنس بھی واقع ہوسکتی ہے کیونکہ یہ بھی تو شیئیت کے تمام مشارکات سے انسان کو جدا کر کے حیوان کو متعین کرتی ہے اسی طرح حیوان ناطق بھی انسان کو مشارکات فی الشی سے جدا کرتا ہے کہ انسان مشارکات فی الشی میں سے حیوان ناطق ہے تو حیوان ناطق بھی جواب میں آسکتا ہے خلاصہ اعتراض کا یہ نکلا کہ فصل کی آپ نے جو تعریف کی تھی کہ وہ اپنے افراد کو اغیار سے جدا کرتی ہے یہ تعریف جنس اور حدتام پر بھی تو سچی آئیگی تو آپ کی فصل کی تعریف مانع نہ رہی گویا کہ الانسان ای شئ ھو فی ذاته کے جواب میں جنس بھی واقع ہوسکتی ہے جیسا کہ فصل واقع ہوسکتی تھی اسی طرح حدتام بھی اس کے جواب میں واقع ہوسکتی ہے تو اب تعریف فصل کی مانع نہ رہی بلکہ حدتام اور جنس دونوں پر سچی آگئی۔

جواب ﴿۱﴾:۔ امام رازی صاحب کا قاعدہ بھی لغت کے اعتبار سے اپنے مقام میں صحیح ہے لیکن مناطقہ کی چونکہ اصطلاح بن چکی ہے کہ ای شئ کے جواب میں ایسے ممیز کو ذکر کریں گے جو کہ ماھو کے جواب میں واقع نہ ہوتا ہو جنس اور حدتام چونکہ ماھو کے جواب میں واقع ہوتے ہیں اس لئے ان کو فصل نہیں کہیں گے صرف فصل ہی ذاتیات میں سے ایک ایسی کلی ہے جو کہ ماھو کے جواب میں واقع نہیں ہوتی اس لئے ای شئ کے جواب میں فصل ہی آتی ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ وللمحقق الطوسی الخ سے دوسرا جواب دیا ہے کہ جب بھی ہم کسی چیز کی فصل کے بارے میں سوال کریں گے تو لامحالہ اس سے پہلے اس کی جنس کا معلوم ہونا ضروری ہے کیونکہ فصل تو مشارکات جنسیہ سے تمیز دیتی ہے اگر اس چیز

besturdubooks.wordpress.com

کیلئے جنس نہیں ہوگی تو اس کی فصل بھی نہیں ہو سکتی جیسے نقطہ اس کی جنس نہیں ہے تو اس کی فصل بھی نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ جس شی کی فصل معلوم کرنا ہوگی اس کی جنس کا پہلے معلوم ہونا ضروری ہے اب جب ای شیء سے سوال ہوگا تو اس وقت شیء سے مراد اس شی کی جنس ہی ہوگی جس کو تعبیر شیء سے کیا جائے گا تو جواب میں ہم ایسی چیز بیان کردیں گے جو اس کی جنس سے اس کو جدا کردے جب ہمیں انسان کی جنس (حیوان) معلوم ہے تو اب ہم سوال ای شیء سے کریں کہ الانسان ای شیء ہو فی ذاتہ اس وقت اس جواب میں جنس کا واقع کرنا درست نہیں کیونکہ جنس تو ہمیں معلوم ہو چکی ہے اسی طرح حد تام (حیوان ناطق) کا واقع کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ اس میں جنس موجود ہے اس لئے اب اس کے جواب میں ناطق ہی واقع ہوگا حیوان اور حیوان ناطق واقع نہیں ہوسکتا۔

فكلمة شئ في التعريف الخ:۔ای شیء میں جو شیء کا لفظ ہے اس سے مراد اس شی کی وہ جنس ہوتی ہے جو ہمیں معلوم ہوتی ہے الانسان ای شیء ہو فی ذاتہ میں شیء سے مراد انسان کی جنس حیوان ہے پھر چونکہ اجناس مختلف تھے اس لئے ان کو شیء سے تعبیر کیا اب حیوان ایک ایسی جنس ہے جو مطالبہ کرتی ہے کہ انسان کو اس (جنس) کے مشارکات سے جدا کرنے والی چیز بیان کرو۔

قوله:فقريب: كالناطق بالنسبة الى الانسان حيث ميزه عن المشاركات في جنسه القريب وهو الحيوان

ترجمہ:۔مثلاً ناطق بنسبت انسان کے (فصل قریب ہے) کیونکہ یہی ناطق انسان کو جنس قریب یعنی حیوان ہونے میں اس کے جتنے شرکاء ہیں ان سے تمییز دیتا ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض فصل قریب کی تعریف کرنا ہے۔

تشریح:۔اگر فصل کسی ماہیت کو مشارکات فی الجنس القریب سے جدا کرے تو اس کو فصل قریب کہتے ہیں جیسے ناطق نے ماہیت انسانی کو جنس قریب یعنی حیوان سے جدا کیا۔

قوله فبعيد: كالحساس بالنسبة الى الانسان حيث ميزه عن المشاركات في الجنس البعيد وهو الجسم النامي

ترجمہ:۔حساس بنسبت انسان کے فصل بعید ہے کیونکہ جنس بعید یعنی جسم نامی ہونے میں انسان کے جتنے شرکاء ہیں ان سے یہی

besturdubooks.wordpress.com

حساس انسان کو تمیز دیتا ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض فصل بعید کی تعریف کرنا ہے۔

تشریح:۔فصل بعید وہ ہے جو ماہیت کو اس کے مشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرے جیسے حساس یہ انسان کو مشارکات فی الجنس البعید یعنی جسم نامی سے جدا کرتا ہے۔

اب اس مقام میں دو اعتراضات ہیں ان کو سمجھ لیں۔ پہلا اعتراض فصل بعید کی تعریف پر ہے۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔آپ نے فصل بعید کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ کلی ہے جو کہ اپنی ماہیت کو مشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرتی ہے آپ کی یہ تعریف مانع نہیں کیونکہ آپ کی یہ تعریف تو فصل قریب ناطق پر بھی سچی آتی ہے ناطق جیسے انسان کو مشارکات فی الجنس القریب (حیوان) سے جدا کرتا ہے ایسے ہی ناطق انسان کو مشارکات فی الجنس البعید (جسم نامی) سے جدا کرتا ہے ناطق یہ فصل قریب تھا اس پر فصل بعید کی تعریف سچی آ گئی۔

جواب:۔فصل بعید کی تعریف میں فقط کی قید بڑھا دو کہ فصل بعید وہ ہے جو کہ فقط مشارکات فی الجنس البعید سے جدا کرے جیسے حساس یہ فقط مشارکات فی الجنس البعید (جسم نامی) سے انسان کو جدا کرتا ہے تو ناطق اس سے خارج ہو جائے گا کیونکہ وہ مشارکات فی الجنس البعید کے ساتھ ساتھ مشارکات فی الجنس القریب سے بھی انسان کو جدا کرتا ہے۔

اعتراض ﴿۲﴾:۔مناطقہ نے ناطق کی تعریف یہ کی ہے کہ جو مدرک للکلیات ہو اللہ تعالیٰ کی ذات بھی تو مدرک للکلیات ہے اس طرح تو ناطق اللہ تعالیٰ پر سچا آتا ہے پھر آپ کا یہ کہنا کہ ناطق ہونا یہ انسان کے ساتھ خاص ہے یہ کیسے درست ہوگا؟

جواب:۔ناطق کا معنی مدرک للکلیات نہیں بلکہ ناطق کا معنی ہے مبدأ النطق والادراک اس کا مختصر معنی یہ ہے کہ جو چیز نطق اور ادراک کیلئے علت بنے نطق اور ادراک کیلئے علت ایسی چیز بنتی ہے جس کا جسم ہو اللہ تعالیٰ چونکہ جسم سے پاک ہے اس لئے اللہ تعالیٰ پر ناطق سچا نہ آئیگا۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: واذانسب آه الفصل له نسبة الى الماهية التى هومخصص و مميز لها ونسبة الى الجنس الذى يميز الماهية عنه من بين افراده فهو بالاعتبار الاول يسمى مقوما لانه جزء الماهية ومحصل لها وبالاعتبار الثانى يسمى مقسما لانه بانضمامه الى هذاالجنس وجودا يحصل قسما وعدما يحصل قسما آخر كما ترى فى تقسيم الحيوان الى الحيوان الناطق والى الحيوان الغير الناطق

ترجمہ:۔ فصل کی ایک نسبت اس ماھیت کی طرف ہے کہ یہ فصل اس ماھیت کو خاص کرنے والی اور تمیز دینے والی ہے اور ایک نسبت اس جنس کی طرف ہے کہ فصل اس جنس کے افراد کے درمیان سے ماھیت کو تمیز دیتی ہے پس پہلی نسبت کے لحاظ سے وہ فصل مقوم ہے کیونکہ یہ فصل اس ماھیت کا جزو اور اس کا محصل ہے (اور جزو ماھیت مقوم ماھیت ہوتا ہے) اور دوسری نسبت کے لحاظ سے فصل کا نام مقسم رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ فصل جنس کیطرف باعتبار وجود منضم ہونے کے لحاظ سے جنس کی ایک قسم بنا دیتا ہے اور باعتبار عدم منضم ہونے کے اعتبار سے جنس کی ایک اور قسم بنا دیتا ہے جیسے تم دیکھتے ہو حیوان کی تقسیم میں حیوان ناطق اور حیوان غیر ناطق کیطرف (کہ ناطق حیوان کے ساتھ مل کے حیوان کی ایک قسم حیوان ناطق بن گیا ہے اور ایک قسم حیوان غیر ناطق بن گیا ہے)

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض فصل کے نوع اور جنس کے ساتھ تعلق کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ فصل کا ایک تعلق نوع کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک تعلق جنس کے ساتھ، نوع کے ساتھ اس کا تعلق مقوم ہونے کا ہوتا ہے مقوم قوام سے نکلا ہے اس کا معنی ہے ماہیت میں داخل ہونا یعنی فصل اس نوع کی ماہیت میں داخل ہوگی جیسے ناطق یہ انسان کا مقوم ہے کیونکہ انسان کی ماہیت (حیوان ناطق) میں داخل ہے اور فصل کا ایک تعلق جنس کے ساتھ ہوتا ہے وہ تعلق مقسم ہونے کا ہے کہ یہ فصل جنس کو تقسیم کر دیتی ہے یہ فصل جنس کے ساتھ ملکر ایک قسم وجودی حاصل کرتی ہے اور ایک قسم عدمی جیسے ناطق نے حیوان کے ساتھ ملکر ایک قسم وجودی حیوان ناطق اور دوسری قسم عدمی حیوان غیر ناطق کو حاصل کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: والمقوم للعالي: اللام للاستغراق ای كل فصل مقوم للعالي فهو فصل مقوم للسافل لان مقوم العالي جزأ للعالي والعالي جزء للسافل وجزء الجزء جزء فمقوم العالي جزء للسافل ثم انه يميز السافل عن كل ما يميز العالي عنه فيكون جزءً مميزا له وهوالمعنى بالمقوم وليعلم ان المراد بالعالي ههنا كل جنس او نوع يكون فوق آخر سواء كان فوقه آخر او لم يكن وكذا المراد بالسافل كل جنس او نوع يكون تحت آخر سواء كان تحته آخر اولاحتى ان الجنس المتوسط عال بالنسبة الى ماتحته وسافل بالنسبة الى ما فوقه

ترجمہ: المقوم وغیرہ کا الف لام استغراق کیلئے ہے یعنی ہر وہ فصل جو عالی کا مقوم ہو وہ فصل سافل کیلئے بھی مقوم ہوگی کیونکہ عالی کا مقوم عالی کا جزو ہے اور عالی سافل کی جزو ہے اور جزو کی جزو جزو ہوتی ہے لہذا عالی کا مقوم سافل کی جزو ہے پھر وہ فصل سافل کو تمیز دیتا ہے ہر اس چیز سے کہ اس سے عالی کو تمیز دیتا ہے پس وہ فصل سافل کی جزو ممیز ہوگی اور مقوم سے یہی جزو ممیز مراد ہے اور معلوم کر لینا چاہیے کہ یہاں عالی سے مراد ہر وہ جنس یا نوع ہے جو دوسرے کے اوپر ہو برابر ہے کہ اس جنس یا نوع کے اوپر دوسری جنس یا نوع ہو یا نہ ہو اور اسی طرح سافل سے مراد ہر وہ جنس یا نوع ہے جو دوسری جنس یا نوع کے نیچے ہو برابر ہے کہ اس کے نیچے دوسری جنس یا نوع ہو یا نہ ہو حتی کہ جنس متوسط عالی ہے اپنے ماتحت کے لحاظ سے اور سافل ہے اپنے مافوق کے لحاظ سے۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی تین غرضیں ہیں (۱) العالي وغیرہ میں الف لام کونسا ہے؟ (۲) دوسرا یہ مسئلہ بیان کیا کہ عالی کا مقوم اس عالی کو جن چیزوں سے جدا کرے گا سافل کو بھی انہی چیزوں سے جدا کرے گا (۳) ولیعلم سے آخر تک عالی اور سافل کا معنی بیان کیا ہے۔

تشریح: غرض ﴿۱﴾:۔ العالي وغیرہ میں الف لام استغراق کا ہے کہ ہر فصل جو مقوم عالی کا ہوگا وہ مقوم سافل کا ہوگا اس کی دلیل بھی یزدی صاحب نے دی کیونکہ جو عالی کا مقوم ہوگا یہ اس عالی کا جزو ہوگا اور عالی یہ خود سافل کا جزو ہے تو فصل یہ عالی کا جزو ہے اور عالی یہ سافل کا جزو ہے اور جزو کا جزو جزو ہوتا ہے اس لئے عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا جیسے حساس یہ عالی (حیوان) کا مقوم ہے اور سافل (انسان) کا بھی مقوم ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

غرض ﴿۲﴾:۔اس کو ثم انہ یمیز السافل سے بیان کیا۔عالی کا مقوم اس عالی کو جن چیزوں سے جدا کرے گا سافل کو بھی انہی چیزوں سے جدا کرے گا مثلا حساس نے حیوان کو جن چیزوں (شجر وغیرہ) سے جدا کیا ہے انسان کو بھی انہی چیزوں (شجر وغیرہ) سے جدا کر رہا ہے۔

غرض ﴿۳﴾:۔عالی اور سافل کا معنی یہاں جنس عالی اور سافل جو مشہور ہے وہ مراد نہیں بلکہ عالی سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کسی کے اوپر ہو خواہ اس کے اوپر کوئی ہو یا نہ ہو جیسے جنس متوسط جسم نامی یہ جنس عالی ہے کیونکہ حیوان کے اوپر ہے اور نوع عالی بھی ہے کیونکہ انسان کے اوپر ہے اور سافل کا مطلب یہ ہے کہ جو کسی نہ کسی کے نیچے ہو خواہ اس کے نیچے کوئی ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ یہی جسم نامی جنس سافل بھی ہے کیونکہ جسم مطلق کے نیچے ہے اور نوع سافل بھی ہے کیونکہ جسم مطلق کے نیچے ہے۔

قولہ:و لاعکس: ای کلیا بمعنی انہ لیس کل ما ھو مقوم للسافل مقوما للعالی فان الناطق مقوم للسافل الذی ھو الانسان ولیس مقوما للعالی الذی ھو الحیوان

ترجمہ:۔یعنی عکس کلی نہیں بایں معنی کہ ہر سافل کا مقوم ہر عالی کا مقوم نہیں کیونکہ ناطق نوع سافل انسان کا مقوم ہے اور نوع عالی حیوان کا مقوم نہیں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔آپ نے متن میں یہ بیان کیا ہے کہ ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے اور اس کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے کہ بعض سافل کے مقوم عالی کے مقوم ہوتے ہیں جیسے حساس یہ سافل (انسان) کا مقوم ہے اور عالی (حیوان) کا بھی مقوم ہے حالانکہ آپ نے نفی کردی کہ اس کا عکس نہیں ہے۔

جواب:۔ہم نے عکس لغوی کی نفی کی ہے عکس اصطلاحی کی نفی نہیں کی موجبہ کلیہ کا عکس لغوی بھی موجبہ کلیہ ہے ہم نے اس کی نفی کی ہے کہ ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہیں اصطلاحی عکس موجبہ جزئیہ کی نفی نہیں بعض مقوم سافل کے عالی کے مقوم ہو سکتے ہیں سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہ ہو اس کی مثال جیسے ناطق یہ سافل (انسان) کا مقوم ہے لیکن عالی (حیوان) کا مقوم نہیں بلکہ مقسم ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: والمقسم بالعکس: ای کل مقسم للسافل مقسم للعالی ولا عکس ای کلیا اما الاول فلان السافل قسم من العالی فکل فصل حصل للسافل قسما فقد حصل للعالی قسما لان قسم القسم قسم واما الثانی فلان الحساس مثلا مقسم للعالی الذی هو الجسم النامی ولیس مقسما للسافل الذی هوالحیوان

ترجمہ:۔ والمقسم بالعکس: یعنی ہر سافل کا مقسم ہر عالی کا مقسم ہے اور عکس کلی نہیں اول کی دلیل یہ ہے کہ سافل عالی کی قسم ہے پس جس فصل نے سافل کی قسم پیدا کر دی ہے اس نے عالی کی قسم پیدا کر دی ہے کیونکہ قسم کی قسم قسم ہوتی ہے اور ثانی کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً حساس جنس عالی جسم نامی کا مقسم ہے اور جنس سافل حیوان کا مقسم نہیں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس میں اگلے دو ضابطے بیان کیے کہ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا اور ہر عالی کا مقسم اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ سافل کا مقسم ہو۔

دلیل:۔ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا کیونکہ وہ فصل جو سافل کیلئے مقسم ہو وہ سافل کا قسم ہوتا ہے اور سافل خود یہ عالی کا قسم ہے اور قسم کا قسم بھی قسم ہوتا ہے جیسے کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم، فعل، حرف اور اسم کی دو قسمیں ہیں معرب اور مبنی۔ تو معرب اور مبنی یہ اسم کی قسمیں ہیں اور اسم کا قسم وہ کلمہ کا بھی قسم ہوگا تو معرب اور مبنی یہ کلمہ کی بھی قسمیں ہیں کیونکہ قسم کا قسم قسم ہوتا ہے۔ لھذا جو سافل کا مقسم ہوگا وہ عالی کا بھی مقسم ہوگا جیسے حساس سافل (حیوان) کا مقسم ہے کہ اس نے حیوان کو دو قسم بنا دیا ہے حیوان حساس اور حیوان غیر حساس اسی طرح اس نے عالی (جسم مطلق) کو بھی دو قسم بنا دیا ہے جسم مطلق حساس اور غیر حساس۔

اس میں بھی عکس کلی نہیں ہے کہ جو عالی کا مقسم ہو وہ سافل کا مقسم ہو بلکہ بعض عالی کے مقسم سافل کے مقسم ہوتے ہیں جیسے ناطق یہ مقسم ہے عالی (جسم نامی) کا اور سافل (حیوان) کا بھی مقسم ہے اور بعض عالی کے مقسم سافل کے مقسم نہیں ہوتے جیسے حساس یہ جسم مطلق کو تقسیم کرتا ہے جسم مطلق حساس اور جسم مطلق غیر حساس۔ لیکن یہ حیوان کو تقسیم نہیں کرتا۔ یعنی یہاں بھی عکس لغوی کی نفی ہے عکس اصطلاحی کی نفی نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

متن: الرابع الخاصة وهو الخارج المقول على ما تحت حقيقة واحدة فقط الخامس العرض العام وهو الخارج المقول عليها وعلى غيرها وكل منهما ان امتنع انفكاكه عن الشئ فلازم بالنظر الى الماهية او الوجود بين يلزم تصوره من تصور الملزوم او من تصورهما الجزم باللزوم غير بين بخلافه والا فعرض مفارق يدوم او يزول بسرعة او بطوء

ترجمہ متن:۔ چوتھی کلی خاصہ ہے اور وہ وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور صرف ایک حقیقت کے افراد پر محمول ہو پانچویں کلی عرض عام ہے اور وہ وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور اس حقیقت اور غیر پر محمول ہو اور خاصہ اور عرض عام میں سے ہر ایک کا جدا ہونا اپنے معروض سے اگر ممنوع ہو تو یہ لازم ہے ماہیت یا وجود کی طرف نظر کر کے پھر یہ لازم بین ہے اگر اس کا تصور لازم ہو اس کے ملزوم کے تصور سے یا دونوں کے تصور سے لزوم کا یقین ہو جائے اور جو لازم ایسا نہ ہو وہ غیر بین ہے اور اگر ان دونوں کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہو تو یہ عرض مفارق ہے پھر دائمی ہوگی یا زائل ہو جائے گی جلدی سے یا دیر سے۔

مختصر تشریح متن:۔ متن کی اس عبارت میں تفتازانیؒ نے کلیات خمسہ میں سے چوتھی کلی خاصہ اور پانچویں کلی عرض عام کو بیان کیا ہے اس سے پہلے جو تین کلیات بیان ہوئی ہیں وہ ذاتیات کہلاتی ہیں اور یہ دونوں عرضیات کہلاتی ہیں کیونکہ یہ دونوں اپنے افراد کی ماہیت سے خارج ہوتی ہیں یہ دونوں کلیات دو باتوں میں شریک ہیں ایک تو اس بات میں کہ یہ دونوں افراد کی ماہیت سے خارج ہوتی ہیں اور دوسرا یہ کہ دونوں پھر ماہیت کو عارض ہوتی ہیں البتہ اتنا فرق ہے کہ خاصہ ایک حقیقت والے افراد کو عارض ہوتا ہے اور عرض عام کئی حقیقتوں والے افراد کو عارض ہوتی ہے۔

خاصہ:۔ اس کلی کو کہتے ہیں جو ایک ماہیت کے افراد کو عارض ہو جیسے ضاحک ہونا یہ انسان کو عارض ہے اور انسان کے تمام افراد کی حقیقت ایک ہے۔

عرض عام:۔ اس کلی کو کہتے ہیں جو مختلف حقیقتوں کے افراد کو عارض ہو جیسے ماشی یہ انسان، فرس، حمار وغیرہ سب کو عارض ہے اور ان کی حقیقتیں مختلف ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

وکل منهما ان امتنع انفکاکه الخ :۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خاصہ اور عرض عام یہ عارض ہونے میں دونوں شریک تھے فرق تھا کہ خاصہ ایک حقیقت کے افراد کو عارض تھا اور عرض عام مختلف حقیقتوں کے افراد کو اب ان دونوں کو لازم سے تعبیر کریں گے اور جس کو یہ دونوں عارض ہوتے ہیں اس کو ملزوم کہیں گے لازم کا اگر ملزوم سے جدا ہونا محال ہو تو اس کو عرض لازم کہتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو اس کو عرض مفارق کہتے ہیں پھر لازم کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی پھر لزوم ذہنی کی دو قسمیں ہیں (۱) لازم بین (۲) لازم غیر بین۔ پھر ان میں سے ہر ایک کے دو معنی ہیں جن کی تشریح شرح میں تفصیل کے ساتھ آ رہی ہے۔

☆☆

قوله وهو الخارج: ای الکلی الخارج فان المقسم معتبر فی جمیع مفهومات الاقسام اعلم ان الخاصة تنقسم الی خاصة شاملة لجمیع ما هی خاصة له کا لکاتب بالقوة للانسان والی غیر شاملة لجمیع افراده کالکاتب بالفعل للانسان

ترجمہ:۔ خارج سے مراد کلی خارج ہے کیونکہ اقسام کے سارے مفہومات میں مقسم معتبر ہوتا ہے جان لو کہ خاصہ منقسم ہے اس خاصہ کی طرف جو شامل ہے اس شی کے تمام افراد کو جس کا یہ خاصہ ہے جیسے کاتب بالقوہ انسان کا خاصہ شاملہ ہے اور اس خاصہ کی طرف جو شامل نہیں اس کے تمام افراد کو جیسے کاتب بالفعل انسان کا خاصہ غیر شاملہ ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض دو فائدے بتانے ہیں پہلا فائدہ اعلم تک اور دوسرا آخر عبارت تک ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔ الخارج میں خارج سے مراد کلی خارج ہے مطلق خارج مراد نہیں۔

اعتراض:۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہاں آپ نے خارج سے کلی خارج مراد لی ہے اور کوئی خارج مراد نہیں لیا؟

جواب:۔ فان المقسم سے شارح نے جواب دیا کہ یہ تقسیم کلی کی ہو رہی تھی اور یہ خاصہ بھی کلی کی ایک قسم تھا اور مقسم ہمیشہ اپنے قسموں میں معتبر ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی ہم نے مقسم کا اعتبار کر کے الکلی الخارج کہا۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔ اعلم سے دوسرا فائدہ بیان کیا کہ خاصہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خاصہ شاملہ (۲) خاصہ غیر شاملہ۔

ایک خاصہ ہوتا ہے اور ایک ذی الخاصہ۔ ذی الخاصہ اس ذات کو کہتے ہیں جس کو خاصہ عارض ہوتا ہے۔ اب خاصہ شاملہ

besturdubooks.wordpress.com

اس خاصہ کو کہتے ہیں جو ذی الخاصہ کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے ضاحک و کاتب بالقوہ ہونا اپنے ذی الخاصہ (انسان) کے تمام افراد کو عارض ہے اور خاصہ غیر شاملہ اس خاصہ کو کہتے ہیں جو اپنے ذی الخاصہ کے تمام افراد کو عارض نہ ہو بلکہ بعض کو عارض ہو جیسے بالفعل ضاحک و کاتب ہونا یہ اپنے ذی الخاصہ (انسان) کے تمام افراد کو عارض نہیں بلکہ بعض افراد انسانی کو بالفعل ضحک وکتابت عارض ہے اور بعض کو بالفعل عارض نہیں۔

قوله حقيقة واحدة: نوعية او جنسية فالاول خاصة النوع والثاني خاصة الجنس فالماشي خاصة للحيوان وعرض عام للانسان فافهم

ترجمہ:۔حقیقت واحدہ: یعنی ایک حقیقت نوعیہ یا ایک حقیقت جنسیہ (کے ماتحت جو افراد ہیں ان افراد پر محمول ہو) پس اول خاصۂ نوع اور ثانی خاصۂ جنس ہے پس ماشی حیوان کا خاصہ ہے اور انسان کا عرض عام ہے اس کو سمجھ لو۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض دو اعتراضوں کا جواب دینا ہے۔

اعتراض ﴿۱﴾:۔آپ نے یہ کہا کہ خاصہ اس کلی کو کہتے ہیں جو ایک ماہیت کے افراد کو عارض ہو ماشی یہ بھی تو ایک ہی ماہیت حیوانی کے افراد کو عارض ہے لہذا اس کو بھی خاصہ کہو حالانکہ آپ اس کو عرض عام کہتے ہو؟

جواب:۔خاصہ کی تعریف میں ایک قید لگائی جائے تو یہ اعتراض دور ہو جائے گا وہ قید یہ ہے کہ نوعیة او جنسية کہ ایک حقیقت کے افراد کو عارض ہو خواہ وہ ایک حقیقت نوعی ہو یا جنسی اگر حقیقت نوعی کے افراد کو عارض ہو تو اس کو خاصة النوع کہیں گے جیسے انسان کے افراد کو ضحک عارض ہے اور اگر حقیقت جنسی کے افراد کو عارض ہو تو اس کو خاصة الجنس کہیں گے جیسے ماشی ہونا یہ حقیقت جنسی حیوان کے افراد کو عارض ہے۔

اعتراض ﴿۲﴾:۔اس تعمیم سے تو ماشی جو کہ عرض عام تھا وہ خاصہ بھی بن گیا حالانکہ خاصہ اور عرض عام میں تباین ہے تو یہ دونوں کیسے جمع ہو گئے؟

جواب:۔دو متباین چیزیں حیثیت کے اختلاف کے ساتھ جمع ہو جاتی ہیں جیسے ایک ہی آدمی باپ اور بیٹا ہو سکتا ہے مثلاً زید باپ اور بیٹا دونوں ہو سکتے ہیں لیکن حیثیت کا فرق ہے زید باپ ہے اس حیثیت سے کہ عمر اس کا بیٹا ہے اور زید بیٹا ہے اس حیثیت سے کہ بکر اس کا باپ ہے۔اسی طرح ماشی یہ خاصہ ہے اس حیثیت سے کہ ماہیت حیوانی کے افراد کو عارض ہے اور عرض عام ہے اس حیثیت سے کہ انسان کے افراد کو بھی عارض ہے اس جواب کی طرف فافهم سے اشارہ کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله:وعلى غيرها: كالماشي يقال على حقيقة الانسان وعلى غيرها من الحقائق الحيوانية

ترجمہ:۔وعلی غیرھا (یعنی عرض عام وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور یہ کلی اس حقیقت اور اس کے غیر پر محمول ہو) جیسے ماشی کیونکہ یہ محمول ہے حقیقت انسان پر اور اس کے غیر دوسرے حقائق حیوانیہ پر۔

اغراضِ شارح:۔اس قول کی غرض صرف غیرھا کی ضمیر کا مرجع بتانا اور عرض عام کی مثال دینی ہے۔

تشریح:۔عرض عام اس کو کہتے ہیں جو ایک حقیقت کے افراد اور ایک حقیقت کے غیر کو عارض ہو۔غیرھا میں ھا ضمیر کا مرجع حقیقت ہے جیسے ماشی ایک حقیقت کے افراد انسانوں کو بھی عارض ہے اور دوسری حقیقتوں کے افراد فرس، حمار وغیرہ کو بھی عارض ہے

قوله:وكل منهما: اى كل واحد من الخاصة والعرض العام وبالجملة الكلي الذى هو عرضى لا فراده اما لازم اومفارق اذ لا يخلواما ان يستحيل انفكاكه عن معروضه او لا فالاول هوالاول والثاني هوالثاني ثم اللازم ينقسم بتقسيمين احد هما ان لازم الشئ اما لازم له بالنظر الى نفس الماهية مع قطع النظر عن خصوص وجودها فى الخارج او فى الذهن وذلك بان يكون هذا الشئ بحيث كلما تحقق فى الذهن او فى الخارج كان هذا اللازم ثابتا له واما لازم له بالنظر الى وجوده الخارجي او الذهنى فهذا القسم بالحقيقة قسمان حاصلان فاقسام اللازم بهذا التقسيم ثلاثة لازم الماهية كزوجية الاربعة ولازم الوجود الخارجي كاحراق النار ولازم الوجود الذهنى ككون حقيقة الانسان كلية فهذا القسم يسمى معقولا ثانيا ايضا والثاني ان اللازم اما بين او غير بين والبين له معنيان احدهما الذى يلزم تصوره من تصور الملزوم كما يلزم تصور البصرمن تصور العمى فهذا مايقال له بين بالمعنى الاخص وحينئذ فغيرالبين هو اللازم الذى لا يلزم تصوره من تصور الملزوم كالكتابة بالقوة للانسان والثانى من معنى البين هوالذى يلزم من تصوره مع تصور الملزوم والنسبة بينهما الجزم باللزوم كزوجية الاربعة فان العقل بعد تصور الاربعة

والزوجية ونسبة الزوجية اليها يحكم جزما بان الزوجية لازمة لها وذلک يقال له البين بالمعنى الاعم وحينئذ فغير البين هو اللازم الذى لايلزم من تصوره مع تصور الملزوم والنسبة بينهما الجزم باللزوم كالحدوث للعالم فهذا التقسيم الثانى بالحقيقة تقسيمان الا ان القسمين الحاصلين على كل تقدير انما يسميان بالبين وغير البين

ترجمہ:۔یعنی خاصہ وعرض عام میں سے ہرایک اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ کلی جو اپنے افراد کیلئے عرضی ہے یالازم ہوگی یا مفارق کیونکہ وہ عرضی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو عرضی کا جدا ہونا اپنے معروض سے محال ہوگا یا محال نہ ہوگا پس اول اول ہے اور ثانی ثانی ہے پھر لازم دو تقسیموں کے ساتھ منقسم ہوتا ہے پہلی قسم یہ ہے کہ شی کا لازم شی کی ماہیت کے لحاظ سے لازم ہوگا اس شی کے خارج میں وجود خاص یا ذہن میں وجود خاص سے قطع نظر کر کے اور اس کی صورت یہ ہے کہ یہ شی اس حیثیت سے ہو جائے کہ جب کبھی ذہن یا خارج میں یہ شی متحقق ہو جائے تو یہ لازم شی کیلئے ثابت ہو جائے اور یا یہ لازم لازم ہوگا شی کے وجود خارجی یا وجود ذہنی کے لحاظ سے اور یہ قسم حقیقت میں دو قسم حاصل ہوئے ہیں پس اس تقسیم کے مطابق لازم کی تین قسمیں ہیں (۱) لازم ماہیت جیسے اربعہ کا جفت ہونا (۲) لازم وجود خارجی جیسے آگ کا جلانا (۳) لازم وجود ذہنی جیسے انسان کی حقیقت کا کلی ہونا اور یہ قسم لازم وجود ذہنی کا نام معقول ثانی بھی رکھا جاتا ہے اور تقسیم ثانی یہ ہے کہ لازم بین ہوگا یا غیر بین۔اور لازم بین کے دو معنی ہیں ایک وہ جس کا تصور ملزوم کے تصور سے لازم آ جائے جیسے بصر کا تصور لازم آ جاتا ہے عمی کے تصور سے اور اس کو لازم بین بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے اور اس وقت لازم غیر بین وہ لازم ہے جس کا تصور ملزوم کے تصور سے لازم نہ آئے جیسے کتابت بالقوہ انسان کیلئے لازم غیر بین ہے۔اور لازم بین کا ثانی معنی وہ ہے کہ اس کے تصور سے ملزوم کے تصور کے ساتھ اور نسبت کے تصور کیساتھ جو لازم وملزوم کے مابین ہے لزوم کا یقین لازم آ جائے جیسے چار کیلئے جفت ہونا کیونکہ عقل چار اور جفت ہونے اور چار کی طرف زوجیت کی جو نسبت ہے اس کو تصور کرنے کے بعد یقینی حکم دیتی ہے کہ چار کیلئے زوجیت لازم ہے اور اس لازم کو لازم بین بالمعنی الاعم کہا جاتا ہے اور اس وقت غیر بین وہ لازم ہے کہ اس کے تصور سے ملزوم اور اس نسبت کے تصور کے ساتھ جو دونوں کے مابین ہے لزوم کا یقین لازم نہ آئے جیسے جہان کیلئے حدوث کا لازم ہونا لازم غیر بین ہے پس یہ دوسری تقسیم درحقیقت دو تقسیمیں ہیں لیکن ہر تقدیر پر جو دو قسمیں حاصل ہونگی ان دونوں کا نام بین اور غیر بین رکھا جائیگا۔

اغراض شارح:۔اس قول میں ثم اللازم تک عرض عام اور خاصہ کی دو دو قسمیں بیان کی ہیں اور ثم اللازم سے آخر تک

besturdubooks.wordpress.com

لزوم کی اقسام بیان کر رہے ہیں۔

تشریح:۔ خاصہ اور عرض عام یا تو ان کا اپنے معروض سے جدا ہونا محال ہوگا یا ممکن اگر معروض سے جدا ہونا محال ہو تو اس کو عرض لازم کہتے ہیں اور اگر معروض سے جدا ہونا ممکن ہو تو اس کو عرض مفارق کہتے ہیں خاصہ عرض لازم کی مثال جیسے کتابت بالقوۃ انسان کو عارض ہے اور اس کا انسانی افراد سے جدا ہونا محال ہے اور عرض عام لازم کی مثال جیسے ماشی بالقوہ ہونا یہ افراد حیوانی کو عارض ہے اور اس کا جدا ہونا حیوانی افراد سے محال ہے۔ خاصہ مفارق کی مثال جیسے کاتب بالفعل ہونا افراد انسان کیلئے کہ یہ بعض کو لازم ہے اور بعض سے جدا ہے۔ عرض عام مفارق کی مثال جیسے ماشی بالفعل ہونا یہ افراد حیوانی میں سے بعض کو عارض ہے اور بعض کو نہیں۔

ثم اللازم ینقسم :۔ اس عبارت سے لازم اور ملزوم میں جو لزوم کا تعلق ہوتا ہے اس کی تین قسمیں بیان کر رہے ہیں۔ لازم اور ملزوم کا جو تعلق لزوم کا ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) لزوم ماہیت (۲) لزوم خارجی (۳) لزوم ذہنی۔

لزوم ماہیت:۔ اس لازم کو کہتے ہیں جو ملزوم کی ماہیت اور طبیعت کو لازم ہو طبیعت اور ماہیت کو لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملزوم کو ذہن میں سوچو تو اس کو لازم ہو ملزوم خارج میں موجود ہو تو اس کو لازم ہو جیسے زوجیت للاربعہ چار کے عدد کو زوج (جفت) ہونا لازم ہے چار کا عدد ذہن میں سوچو تو بھی اس کو زوج (جفت) ہونا لازم ہے اور اگر خارج میں چار کا عدد ہو مثلاً چار کتابیں رکھی ہوں تو ان کو بھی زوج ہونا لازم ہے۔

لزوم خارجی:۔ اس لازم کو کہتے ہیں کہ ملزوم اگر خارج میں موجود ہو تو یہ لازم اس کو لازم ہو اور اگر ملزوم ذہن میں موجود ہو تو یہ اس کو لازم نہ ہو جیسے آگ کو جلانا لازم ہے جبکہ آگ خارج میں موجود ہو اگر آگ کو ذہن میں سوچا جائے تو اس کو جلانا لازم نہیں ورنہ تو ہمارا ذہن جل جائے۔

لزوم ذہنی:۔ اس کو کہتے ہیں کہ ملزوم کو اگر ذہن میں سوچیں تو یہ لازم اس کو لازم ہو اور اگر خارج میں ملزوم موجود ہو تو یہ لازم اس کو لازم نہ ہو جیسے انسان کو کلی ہونا لازم ہے جبکہ انسان کے معنی کو ذہن میں سوچا جائے خارج میں انسان کو کلی ہونا لازم نہیں کیونکہ خارج میں تو انسان کے تمام افراد جزئی ہیں اس کو معقول ثانی بھی کہا جاتا ہے معقول ثانی کا مطلب یہ ہے کہ اس کو دوسری مرتبہ پر سوچا گیا ہے یہاں پہلے انسان کے معنی کو سوچا گیا پھر دوسری مرتبہ کلی ہونے کو سوچا گیا منطقی اس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ معقول ثانی وہ لازم ہے کہ جس کا عارض ہونا صرف ذہن میں ہو جیسے انسان کا کلی ہونا اس کا ظرف صرف ذہن ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

یہ لازم کی ایک تقسیم تھی اب لازم کی دوسری تقسیم کو بیان کرتے ہیں یہ تقسیم باعتبار تصور ملزوم کے ہے اور اس اعتبار سے لازم کی چار قسمیں ہیں (۱) لازم بین (۲) لازم غیر بین (۳) لازم بین (۴) لازم غیر بین

ان چاروں قسموں میں پہلے لازم بین اور غیر بین سے مراد لازم بین بالمعنی الاخص اور غیر بین بالمعنی الاخص اور دوسرے دو قسموں لازم بین اور غیر بین سے بین بالمعنی الاعم اور غیر بین بالمعنی الاعم مراد ہے ہر ایک کی تعریف یہ ہے۔

لازم بین بالمعنی الاخص:۔ اس لازم کو کہتے ہیں کہ فقط ملزوم کے سوچنے سے لازم اور لزوم کا تصور ذہن میں آ جائے جیسے عمی کا معنی عدم البصر یہاں عدم یہ ملزوم ہے اور بصر اس کو لازم ہے یہاں جب ہم فقط عمی کے معنی عدم کا تصور کرتے ہیں تو لازم (بصر اور اس کے لزوم) کا یقین آ جاتا ہے اس لازم بین بالمعنی الاخص کے مقابلے میں لازم غیر بین بالمعنی الاخص ہوگا۔

لازم غیر بین بالمعنی الاخص:۔ فقط ملزوم کے سوچنے سے لازم کا تصور اور اس کے لزوم کا یقین نہ آئے بلکہ لازم کو بھی الگ سوچنا پڑے جیسے کاتب بالقوہ ہونا انسان کو لازم ہے یہاں فقط انسان کے سوچنے سے لازم (کتابت بالقوہ) کا تصور اور اس کے لزوم کا یقین نہیں آتا بلکہ لازم کو بھی الگ سوچنا پڑتا ہے۔

لازم بین بالمعنی الاعم:۔ وہ لازم ہے کہ فقط ملزوم کے سوچنے سے لازم کے لزوم کا یقین نہ آئے بلکہ لازم کو بھی سوچنا پڑے اور ان دونوں میں نسبت کو بھی سوچنا پڑے جیسے چار کے عدد کو زوج ہونا لازم ہے یہاں ملزوم چار کا معنی پہلے سوچنا پڑتا ہے کہ چار اس عدد کو کہتے ہیں جو تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے ہو پھر لازم زوج کو بھی سوچنا پڑتا ہے کہ زوج اسے کہتے ہیں جو متساوین میں تقسیم ہو سکے اس کے بعد نسبت کو سوچنا پڑتا ہے کہ آیا زوج ہونا یہ چار کے عدد پر سچا آتا ہے یا نہیں اس لازم بین بالمعنی الاعم کے مقابلے میں لازم غیر بین بالمعنی الاعم ہوگا۔

لازم غیر بین بالمعنی الاعم:۔ وہ لازم ہے کہ جہاں ملزوم لازم اور نسبت کے تصور سے لزوم کا یقین نہ آئے بلکہ دلیل خارجی کو بھی سوچنا پڑے جیسے عالم کو حادث ہونا لازم ہے یہاں پہلے عالم کا معنی سوچنا ہوگا پھر حادث کا معنی سوچنا ہوگا اس کے بعد نسبت کو سوچنا ہوگا کہ آیا حادث ہونا یہ عالم پر سچا آتا ہے یا نہیں اس کے بعد دلیل بھی دینی پڑتی ہے کہ **العالم متغیر و کل متغیر حادث** تو اب یقین آتا ہے کہ **العالم حادث** اس مقام میں ایک چھوٹی سی بات بطور فائدے کے سمجھ لیں۔

فائدہ:۔ جہاں اخص ہوتا ہے وہاں اعم ضرور ہوتا ہے اور جہاں اعم ہو وہاں اخص کا ہونا ضروری نہیں اب یہاں بھی جہاں لازم بین بالمعنی الاخص ہوگا وہاں لازم بین بالمعنی الاعم ضرور ہوگا کیونکہ لازم بین بالمعنی الاخص میں فقط ملزوم کے سوچنے سے لازم

besturdubooks.wordpress.com

اورلزوم کا یقین آتا ہے تو ملزوم، لازم اور نسبت تینوں کے سوچنے سے لازم بین بالمعنی الاعم میں لازم اور لزوم کا یقین ضرور آئے گا لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں لازم بین بالمعنی الاعم ہو وہاں لازم بین بالمعنی الاخص ہو کیونکہ جہاں تین چیزوں (ملزوم، لازم اور نسبت) کے سوچنے سے لازم اور لزوم کا یقین آتا ہے تو وہاں ایک چیز (ملزوم) کے سوچنے سے لازم اور لزوم کا یقین آنا ضروری نہیں۔

دوسری نسبت۔ جہاں لازم غیر بین بالمعنی الاخص ہوگا وہاں لازم غیر بین بالمعنی الاعم بھی ضرور ہوگا کیونکہ جہاں ملزوم اور لازم دونوں کے تصور سے لزوم کا یقین آتا ہو وہاں چار چیزوں (ملزوم، لازم، نسبت اور دلیل خارجی) کے سوچنے سے بدرجہ اولی لزوم کا یقین آئے گا لیکن جہاں لازم غیر بین بالمعنی الاعم ہو وہاں لازم غیر بین بالمعنی الاخص کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ جہاں چار چیزوں (ملزوم، لازم، نسبت اور دلیل خارجی) کے سوچنے سے لزوم کا یقین آتا ہے وہاں فقط دو چیزوں (ملزوم اور لازم) کے سوچنے سے لزوم کا یقین آنا ضروری نہیں۔

قوله یدوم : کحرکة الفلک فانها دائمة للفلک وان لم یمتنع انفکاکها عنه بالنظر الی ذاته

ترجمہ:۔عرض مفارق دائمی ہونے کی مثال آسمان کی حرکت ہے کیونکہ یہ حرکت آسمان کیلئے دائمی ہے اگرچہ اس حرکت کا جدا ہونا آسمان سے اس کی ذات کے لحاظ سے ممنوع نہیں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔اس میں عرض مفارق دوامی کو بیان کیا جس عارض کا اپنے ملزوم سے جدا ہونا ممکن ہو لیکن جدا نہ ہو اس کو عرض مفارق دوامی کہتے ہیں جیسے فلک سے حرکت کا جدا ہونا ممکن تو ہے لیکن جدا ہوتی نہیں۔

قوله:بسرعة: کحمرة الخجل وصفرة الوجل

ترجمہ:۔ بسرعة جیسے شرمندگی کی زردی اور خوف زدہ کی سرخی۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح:۔اس قول میں اس عارض کا بیان ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہو اور جدا ہو بھی، لیکن جلدی سے جیسے غصہ والے آدمی کے چہرے کی سرخی یہ اس سے جلدی جدا ہو جاتی ہے اسی طرح شرمندہ آدمی کے چہرے کی زردی اس کے چہرے

besturdubooks.wordpress.com

سے جلدی زائل ہو جاتی ہے اس کو عرض مفارق سریعی کہتے ہیں۔

قولہ:او بطوء : کالشباب ترجمہ:او بطوء جیسے جوانی۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح:۔اس میں اس قسم کے عارض کو بیان کیا ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا ممکن ہے اور جدا بھی ہوتا ہے لیکن دیر سے جیسے شباب انسان کو عارض ہے لیکن یہ دیر سے جدا ہوتا ہے اس لئے اس کو عرض مفارق بطیئی کہتے ہیں۔

متن: فصل مفهوم الكلي يسمى كليا منطقيا ومعروضه طبعيا والمجموع عقليا وكذا الانواع الخمسة والحق ان وجود الطبعي بمعنى وجود اشخاصه

ترجمہ متن:۔کلی کے مفہوم کا نام کلی منطقی رکھا جاتا ہے اور اس مفہوم کے معروض کا نام کلی طبعی رکھا جاتا ہے اور عارض و معروض کے مجموعے کا نام کلی عقلی رکھا جاتا ہے اسی طرح کلی کے انواع خمسہ بھی منطقی، طبعی، عقلی ہوا کرتے ہیں اور حق بات یہ ہے کہ وجود طبعی اس کلی کے اشخاص کے وجود کے معنی میں ہے۔

تشریحِ متن:۔اس فصل کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں ایک ایسا فائدہ بیان کیا گیا ہے جو تمام کائنات کی ماہیات اور الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

فائدہ:۔تمام کلام عرب کے الفاظ اور ماہیات ان تینوں حالتوں سے خالی نہیں وہ ماہیات اور الفاظ کلی منطقی ہوں گے یا وہ کلی طبعی ہونگے یا وہ کلی عقلی ہوں گے جیسے تمام کائنات کے الفاظ اور ماہیات منطقی، طبعی اور عقلی کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں ایسے ہی کلیات خمسہ (جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام) منطقی، طبعی اور عقلی کے ساتھ موصوف ہوں گی اسی طرح کلی اور جزئی بھی ان تین صفتوں کے ساتھ موصوف ہونگی کسی شی کی جو بھی تعریف کی جائے گی اس کو کلی منطقی کہیں گے اور اس تعریف کا جو مصداق خارج میں ہوگا اس کو کلی طبعی کہیں گے تعریف اور مصداق کے مجموعے کا نام کلی عقلی ہے تفصیل شرح میں دیکھیں۔

☆☆

besturdubooks.wordpress.com

۱۴/۲

قوله مفهوم الكلي: اى ما يطلق عليه لفظ الكلي يعني المفهوم الذي لا يمتنع فرض صدقه على كثيرين يسمى كليا منطقيا فان المنطقي يقصد من الكلي هذا المعنى

ترجمہ:۔ مفہوم کلی یعنی وہ چیز جس پر لفظ کلی کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس چیز سے مراد وہ مفہوم ہے جسکا چند افراد پر صدق فرض کر لینا عقلاً ممنوع نہ ہو اس مفہوم کا نام کلی منطقی رکھا جاتا ہے کیونکہ منطقی کلی سے اسی معنی کا قصد کرتا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض کلی منطقی کی تعریف کرنی ہے یعنی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ کلی منطقی کلی کی تعریف کو کہتے ہیں مثلاً کلی کی تعریف یہ ہے کہ وہ مضمون ہے جس کا صدق کثیرین پر ممتنع نہیں اس تعریف کو کلی منطقی کہتے ہیں کلی منطقی کو کلی منطقی اس لئے کہتے ہیں کہ منطقی تصورات میں اشیاء کی تعریف سے بحث کرتے ہیں اور یہاں منطقی کلی کی یہی تعریف بیان کرتے ہیں۔

قوله ومعروضه: اى ما يصدق عليه مفهوم الكلي كالانسان والحيوان يسمى كليا طبعيا لوجوده في الطبائع يعني في الخارج على ما سيجئ

ترجمہ:۔ ومعروضہ: یعنی جس چیز پر مفہوم کلی صادق آئے جیسے انسان اور حیوان اس کا نام کلی طبعی رکھا جاتا ہے اس کلی کے طبیعتوں یعنی خارج میں موجود ہونے کی وجہ سے اس طریقے پر کہ عنقریب آرہا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ اس میں کلی طبعی کی تعریف کی ہے کلی طبعی وہ کلی ہے کہ جس پر کلی کی تعریف سچی آتی ہے کلی کی مذکورہ بالا تعریف حیوان، انسان، فرس سب پر سچی آتی ہے اس لئے ان کو کلی طبعی کہتے ہیں طبعی کے معنی خارج کے ہیں کلی طبعی کو بھی طبعی اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے مصداق خارج میں موجود ہوتے ہیں جیسے حیوان، انسان، فرس یہ تمام مصداق کلی کے خارج میں موجود ہیں۔

قوله والمجموع: المركب من هذا العارض والمعروض كالانسان الكلي والحيوان الكلي يسمى كليا عقليا اذ لا وجود له الا في العقل

ترجمہ:۔ والمجموع: یعنی اس عارض ومعروض سے مرکب جیسے انسان کلی اور حیوان کلی اس کا نام کلی عقلی رکھا جاتا ہے کیونکہ اس مرکب کا وجود صرف عقل میں ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے۔

تشریح:اس میں کلی عقلی کی تعریف کی ہے کلی کی تعریف اوراس کے مصداق کے مجموعے کوکلی منطقی کہتے ہیں کلی کی تعریف کوکلی سے ہی تعبیر کرتے ہیں اوراس کا مصداق مثلاً انسان ہے اب اس کے مجموعے کوالانسان الکلی کہیں گے۔اس کوکلی عقلی اس لئے کہتے ہیں کہ کلی ہونا یہ ایک صفت ہے جوانسان کوعقل میں عارض ہوتی ہے خارج میں انسان کے افراد جزئیات کی شکل میں ہیں۔

قوله:وكذا الانواع الخمسة :يعني كما ان الكلي يكون منطقيا و طبعيا وعقليا كذلك الانواع الخمسة يعني الجنس والفصل والنوع والخاصة والعرض العام تجري في كل منها هذه الاعتبارات الثلاث مثلا مفهوم النوع اعني الكلي المقول على كثيرين متفقين بالحقيقة في جواب ما هو يسمى نوعا منطقيا ومعروضه كالانسان والفرس نوعا طبعيا ومجموع العارض والمعروض كالانسان النوع نوعا عقليا وعلى هذا فقس البواقي بل الاعتبارات الثلاث تجري في الجزئي ايضا فانا اذا قلنا زيد جزئي فمفهوم الجزئي اعني مايمتنع فرض صدقه على كثيرين يسمى جزئيا منطقياومعروضه اعني زيدا يسمى جزئيا طبعيا والمجموع اعني زيد الجزئي يسمى جزئيا عقليا

ترجمہ:۔یعنی جس طرح کلی منطقی،طبعی،عقلی ہوتی ہے اسی طرح کلی کی انواع خمسہ یعنی جنس،فصل،نوع،خاصہ،عرض عام ان میں سے ہرایک کے اندربھی یہ تینوں اعتبارات جاری ہوتے ہیں مثلاً مفہوم نوع یعنی وہ کلی جو ما ھو سے سوال کے جواب میں ان افراد پر محمول ہو جو کثیر ہوں اور باعتبار حقیقت متفق ہوں اس کونوع منطقی کہا جاتا ہے اوراس مفہوم کے مصداق ومعروض مثلاً انسان اورفرس کونوع طبعی کہا جاتا ہے اور عارض ومعروض کے مجموعہ مثلاً الانسان النوع کونوع عقلی کہا جاتا ہے اس پر باقی چاروں کوقیاس کرلو بلکہ یہ تینوں اعتبارات جزئی میں بھی جاری ہوتے ہیں کیونکہ جب ہم زید جزئی کہیں تومفہوم جزئی یعنی وہ مفہوم جس کے چند افراد پر صادق آنے کوعقل جائز نہ رکھے اس کوجزئی منطقی اوراس کے معروض یعنی زید کوجزئی طبعی اور مجموعہ یعنی زید الجزئی کوجزئی عقلی کہا جاتا ہے

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔ یعنی جیسے کلی منطقی، طبعی اور عقلی ہوتی ہے ایسے ہی انواع خمسہ (جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام) بھی ان تینوں کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں کیونکہ ان انواع خمسہ میں سے بھی ہر ایک کی ایک تعریف ہے اور ایک مصداق اور ایک مجموعہ ہے۔ مثال کے طور پر نوع کو لے لو اس کی ایک تعریف ہے کلی مقول علی کثیرین متفقین بالحقائق فی جواب ما ھو یہ تعریف نوع منطقی کہلاتی ہے اور ایک اس تعریف کا مصداق ہے مثلاً انسان یا فرس اس کو نوع طبعی کہتے ہیں اور ایک دونوں کا مجموعہ ہے الانسان النوع اس کو نوع عقلی کہتے ہیں ایسے ہی جنس، فصل، خاصہ اور عرض عام کو قیاس کر لیں جیسے یہ تین چیزیں منطقی، طبعی اور عقلی ہونا انواع خمسہ میں اور تمام الفاظ عرب میں جاری ہوتی ہیں ایسے ہی تفتازانی" کے مذہب کے مطابق یہ تینوں اعتبار جزئی میں بھی جاری ہوتے ہیں۔ جزئی کی تعریف یعنی ھو مفھوم یمتنع فرض صدقه علی کثیرین اس کو جزئی منطقی کہتے ہیں اور اس کا مصداق مثلاً زید اس کو جزئی طبعی کہتے ہیں اور تعریف و مصداق دونوں کے مجموعہ یعنی زید الجزئی کو جزئی عقلی کہتے ہیں۔

قوله: والحق ان وجود الطبعی بمعنی وجود اشخاصه: لا ینبغی ان یشک فی ان الکلی المنطقی غیر موجود فی الخارج فان الکلیة انما تعرض للمفهومات فی العقل ولذا کانت من المعقولات الثانیة وکذا فی ان العقلی غیر موجود فیه فان انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل وانما النزاع فی ان الطبعی کالانسان من حیث هو انسان الذی یعرضه الکلیة فی العقل هل هو موجود فی الخارج فی ضمن افراده ام لا بل لیس الموجود فیه الا الافراد والاول مذهب جمهور الحکماء والثانی مذهب بعض المتأخرین ومنهم المصنفؒ ولذا قال الحق هو الثانی وذلک لانه لو وجد فی الخارج فی ضمن افراده لزم اتصاف الشیٔ الواحد بالصفات المتضادة کالکلیة والجزئیة ووجود الشیٔ الواحد فی الامکنة المتعددة وحینئذ فمعنی وجود الطبعی هو ان افراده موجودة وفیه تامل وتحقیق الحق فی حواشی التجرید فانظر فیها

ترجمہ:۔ اس میں شک کرنا مناسب نہیں کہ کلی منطقی خارج میں موجود نہیں کیونکہ کلی ہونا عارض ہے مفہومات کو عقل میں اور اسی

besturdubooks.wordpress.com

لئے یہ کلی ہونا معقولات ثانیہ سے ہے اسی طرح اس بارے میں بھی شک نہیں کہ کلی عقلی خارج میں موجود نہیں کیونکہ جزو یعنی (کلی منطقی) کا خارج میں منتفی ہونا کل (کلی عقلی) کے خارج میں منتفی ہونے کو لازم کر لیتا ہے اور سوا اس کے نہیں جھگڑا اس بارے میں ہے کہ کلی طبعی جیسے انسان کو بحیثیت انسان ہونے کے عقل میں کلیت عارض ہے کیا یہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں موجود ہے یا نہیں بلکہ خارج میں صرف افراد موجود ہیں اول جمہور حکماء کا مذہب ہے اور ثانی بعض متاخرین کا مذہب ہے اور ان متاخرین میں سے مصنفؒ بھی ہیں اور اسی لئے کہا کہ ثانی حق ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خارج میں افراد کے ضمن میں اگر کلی طبعی پائی جائے تو شئی واحد کا صفات متضادہ کیساتھ متصف ہونا (جیسے کلیت وجزئیت) اور متعدد مکانات میں شئی واحد کا پایا جانا لازم آئیگا اور اس وقت کلی طبعی کے موجود ہونے کا معنی اس کے افراد کا موجود ہونا ہے اور اس دلیل میں تامل ہے اس بات کی پکی تحقیق تجرید کے حواشی میں ہے پس تم ان حواشی میں غور کرو۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ منطقی جب بھی اپنی کتابوں میں **والحق** کا لفظ بولتے ہیں تو وہاں یہ فیصل اور حاکم بنتے ہیں اس لفظ سے اشارہ اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ یہاں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہے اور ایک منطقی **والحق** سے اپنا فیصلہ سناتا ہے کہ کون سی بات حق ہے اور جب بھی کوئی فیصل فیصلہ کرتا ہے تو وہ فریقین میں فیصلہ کرتا ہے اس لئے وہاں فریقین کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اب یہاں بھی تفتازانیؒ نے **والحق** کا لفظ بول کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔

اختلاف:۔ اس بات پر تو تمام مناطقہ کا اتفاق ہے کہ کلی منطقی یہ ذہن میں پائی جاتی ہے خارج میں نہیں پائی جاتی کیونکہ کلی منطقی تو تعریفات کو کہتے ہیں اور تعریفات الاشیاء ذہن میں ہوتی ہیں خارج میں نہیں اسی وجہ سے کلی منطقی کو معقول ثانی بھی کہتے ہیں اور اس بات پر بھی مناطقہ کا اتفاق ہے کہ کلی عقلی بھی ذھن میں پائی جاتی ہے خارج میں نہیں پائی جاتی کیونکہ کلی منطقی خارج میں موجود نہیں اور یہ کلی عقلی کیلئے جزو ہے اور ضابطہ ہے کہ انتفاء جزو یہ انتفاء کل کو مستلزم ہوتا ہے تو کلی عقلی بھی خارج میں موجود نہیں ہوگی اور اس بات پر بھی تمام مناطقہ کا اتفاق ہے کہ کلی طبعی ذہن میں موجود نہیں ہوتی بلکہ خارج میں موجود ہوتی ہے اس بات پر بھی تمام مناطقہ کا اتفاق ہے کہ کلی کا وجود اپنے افراد سے علیحدہ ہو کر کہیں نہیں پایا جاتا مثلاً ماہیت انسانی یہ اپنے افراد زید عمرو بکر سے علیحدہ ہو کر خارج میں کہیں نہیں پائی جاتی اختلاف مناطقہ کا صرف اس بات میں ہے کہ آیا کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے یا خارج میں صرف افراد ہی ہوتے ہیں اس میں جمہور حکماء کا مذہب یہ ہے کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی

besturdubooks.wordpress.com

ہے خارج میں اپنے افراد کے ضمن میں پائی جاتی ہے مصنفؒ اور متاخرین مناطقہ کا مذہب یہ ہے کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی ماہیت انسانی ایک کلی طبعی ہے یہ اپنے افراد زید عمرو بکر کے اندر خارج میں موجود نہیں ہے یزدی نے متاخرین کے مذہب کو راجح قرار دیا اور ان کے مذہب کے راجح ہونے کی دو دلیلیں دیں۔

دلیل ﴿۱﴾:۔اگر اس بات کو بالفرض مان لیا جائے کہ ماہیت کلی (کلی طبعی) یہ اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے تو اس سے ایک چیز کا صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا لازم آئیگا مثلاً آپ کہیں کہ ماہیت انسانی جو کلی طبعی ہے یہ زید عمرو بکر کے ضمن میں موجود ہے اور زید عمرو بکر وغیرہ صفاتِ متضادہ (قیام قعود نوم یقظہ وغیرہ) کے ساتھ موصوف ہیں اب ایک ہی ماہیت کلی کا صفاتِ متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا لازم آ گیا اور ایک چیز کا صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا یہ باطل ہے لہذا کلی طبعی کا اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہونا بھی باطل ہے۔

دلیل ﴿۲﴾:۔اس کے سمجھنے سے پہلے فلاسفہ کا ایک مسئلہ سمجھنا ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ایک ہی چیز ایک ہی وقت میں متعدد مقاموں میں نہیں پائی جا سکتی جب آپ نے یہ مسئلہ سمجھ لیا تو اب آپ دوسری دلیل سمجھیں کہ ماہیت انسانی کے افراد مختلف امکنہ میں موجود ہیں کوئی کبیر والا میں ہے کوئی لاہور میں ہے کوئی کراچی میں ہے اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ کلی طبعی (ماہیت انسانی) اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے تو پھر ماہیت انسانی زید میں بھی موجود ہے جو کہ کبیر والا میں ہے اور اسی وقت ہی عمرو میں بھی موجود ہوگی جو کہ لاہور میں ہے تو اب ایک ہی چیز (ماہیت انسانی) ایک ہی وقت میں متعدد امکنہ میں پائی گئی اور ایک ہی چیز کا ایک ہی وقت میں متعدد امکنہ میں پایا جانا باطل ہے لہذا کلی طبعی کا اپنے افراد کے ضمن میں پایا جانا بھی باطل ہے ان دو دلیلوں سے یزدی نے متاخرین اور مصنفؒ کے مذہب کو راجح ثابت کیا ہے مصنفؒ چونکہ متاخرین کے ساتھ ہیں اس لئے ان پر اعتراض ہو سکتا ہے۔

اعتراض:۔جب آپ کہتے ہیں کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی تو پھر آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے؟

جواب:۔ہم جو کہتے ہیں کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے اس سے مراد اس کے افراد ہوتے ہیں کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کلی طبعی کے افراد خارج میں موجود ہوتے ہیں والحق کا لفظ کہہ کر تفتازانیؒ نے متاخرین کے مذہب کو ترجیح دی ہے لیکن متاخرین کا یہ مذہب صحیح نہیں ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

جمہور حکماء کی دلیل:۔ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں موجود ہوتی ہے اگر ہم یہ کہیں کہ اپنے افراد کے ضمن میں موجود نہیں ہوتی تو پھر دنیا میں کوئی فرد کلی طبعی کا نہیں ہوگا کیونکہ فرد تو اس ماہیت کلی کو کہتے ہیں جو کہ صورت مخصوص کے ساتھ مقید ہوتی ہے اگر متاخرین کی بات مان لی جائے تو پھر زید، عمرو، بکر کو افراد انسانی کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ ان میں ماہیت انسانی ہے نہیں پھر گدھے کو بھی انسانی فرد کہنا صحیح ہونا چاہیے بہر حال متاخرین کا یہ اعتراض کہ کلی طبعی کو افراد کے ضمن میں مان لینے سے ایک ہی چیز کا صفات متضادہ کے ساتھ متصف ہونا اور ایک ہی چیز کا متعدد امکنہ میں پایا جانا لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس ایک چیز سے مراد جزئی ہے جزئی چیز کا ایک ہی وقت میں صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا اور مختلف امکنہ میں پایا جانا باطل ہے۔ ماہیت انسانی (کلی طبعی) یہ تو کلی چیز ہے اس کا متعدد امکنہ میں پایا جانا اور صفات متضادہ کے ساتھ موصوف ہونا تو باطل ہی نہیں۔

متن: فصل: معرّف الشئ ما يقال عليه لا فادة تصوره ويشترط ان يكون مساويا له او اجلى فلا يصح بالاعم والاخص والمساوى معرفة وجهالة والا خفى والتعريف بالفصل القريب حد وبا لخاصة رسم فان كان مع الجنس القريب فتام والا فنا قص ولم يعتبروا بالعرض العام وقد اجيز فى النا قص ان يكون اعم كا للفظى وهوما يقصد به تفسير مدلول اللفظ

ترجمہ:۔ فصل شئی کا معرف وہ ہے جو شئی پر اس کے تصور کا فائدہ دینے کیلئے محمول ہو اور معرف کیلئے شرط ہے کہ معرف کے مساوی ہو یا اس سے زیادہ واضح ہو لھذا اس چیز سے تعریف درست نہیں جو معرفت اور جہالت میں معرف سے اعم ہو یا اخص ہو یا اس کے مساوی ہو اور نہ اس چیز سے جو معرف سے زیادہ مخفی ہو اور فصل قریب کے ساتھ تعریف حد ہے اور خاصہ کے ساتھ رسم ہے پھر ان میں سے ہر ایک اگر جنس قریب کے ساتھ ہو تو (حد و رسم) تام ہے ورنہ ناقص ہے اور مناطقہ نے عرض عام کا اعتبار نہیں کیا اور حد ناقص میں معرف کے اعم ہونے کو جائز قرار دیا گیا ہے لفظی کی طرح اور لفظی وہ ہے جس سے مقصود مدلول لفظ کی تفسیر کرنا ہو۔

مختصر تشریح متن:۔ اس فصل میں اب کلیات خمس سے فارغ ہونے کے بعد تصورات کے اصل مقصود قول شارح کو بیان

besturdubooks.wordpress.com

کرتے ہیں منطقیوں کا اصل مقصد تو قول شارح اور حجت سے بحث کرنا ہے اس سے پہلے ان چیزوں کا بیان تھا جو کہ قول شارح کیلئے موقوف علیہ تھیں اب اصل مقصود قول شارح کو یہاں بیان کر رہے ہیں قول شارح کا دوسرا نام تعریف، حد، رسم، معرف ہے جس کی تعریف کی جاتی ہے اس کو مقول علیہ الشارح، معرف، محدود، مرسوم کہتے ہیں تفصیل شرح میں دیکھیں۔

ویشترط الی والتعریف الخ۔ متن کی اس عبارت میں ماتنؒ نے تعریف کے شرائط بیان کئے ہیں تعریف کے چھ شرائط ہیں جن میں سے ماتنؒ نے چار کو بیان کیا ہے جن کی تفصیل شرح میں آرہی ہے اور دو کو بیان نہیں کیا ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ تعریف بالمباین درست نہیں اور اس کو اس لئے نہیں بیان کیا کہ تعریف کی تعریف میں اس نے **ما یحمل علیہ** کا لفظ بولا تھا کہ اس کا حمل معرف پر ہو اور مباین کا حمل مباین پر صحیح نہیں ہوتا اس لئے معرف کا مباین ہونا معرف سے یہ درست نہیں اور معرف معرف سے اعم من وجہ بھی نہیں ہو سکتا اس کو اس لئے ماتنؒ نے نہیں بیان کیا کہ یہ اعم مطلق کے نیچے داخل ہو جاتا ہے جب اس کی نفی کر دی تو اس کی بھی نفی ہو گئی۔

☆☆☆

قوله: معرف الشئ: بعد الفراغ عن بيان ما يتركب منه المعرف شرع في البحث عنه وقد علمت ان المقصود بالذات في هذا الفن هو البحث عنه وعن الحجة وعرفه بانه ما يحمل على الشئ اى المعرَّف ليفيد تصور هذا الشئ اما بكنهه او بوجه يمتاز عن جميع ما عداه ولهذا لم يجز ان يكون اعم مطلقا لان الاعم لا يفيد شيئا منها كالحيوان في تعريف الانسان فان الحيوان ليس كنه الانسان لان حقيقة الانسان هو الحيوان الناطق وايضا لايميز الانسان عن جميع ما عداه لان بعض الحيوان هو الفرس وكذا الحال في الاعم من وجه واما الاخص اعني مطلقا فهو وان جاز ان يفيد تصوره تصور الاعم بالكنه او بوجه يمتاز به عما عداه كما اذا تصورت الانسان بانه حيوان ناطق فقد تصورت الحيوان في ضمن الانسان باحد الوجهين لكن لما كان الاخص اقل وجودا في العقل واخفى في نظره وشان المعرف ان يكون اعرف من المعرَّف لم يجز ان يكون اخص منه ايضا وقد علم من تعريف المعرف بما يحمل على الشئ انه لايجوز ان يكون مباينا للمعرَّف فتعين ان يكون مساويا له

besturdubooks.wordpress.com

ثم ینبغی ان یکون اعرف من المعرَّف فی نظر العقل لانه معلوم موصل الی تصور مجهول هوالمعرَّف لا اخفی ولا مساویا له فی الخفاء والظهور

ترجمہ:۔جن چیزوں سے معرِف مرکب ہوتا ہے ان کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد مصنفؒ نے معرِف کی بحث کو شروع فرمایا ہے اور تجھے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ فن منطق میں مقصود بالذات معرِف وحجت کی بحث ہے اور مصنفؒ نے معرِف کی تعریف بایں طور فرمائی ہے کہ جو چیز معرَّف پر محمول ہو اس کے تصور کا فائدہ دینے کیلئے وہی چیز معرِف ہے خواہ معرَّف کے تصور بکنہہ کا فائدہ دے یا اس کے تصور بوجہ کا فائدہ دے کہ وہ ممتاز ہو جائے اس کے جمیع ماسوی سے اسی لئے معرِف کا معرَّف سے اعم مطلق ہونا جائز نہیں کیونکہ اعم تصور بکنہہ اور تصور بوجہ کا فائدہ نہیں دیتا مثلاً تعریف انسان میں صرف حیوان کیونکہ حیوان انسان کی حقیقت نہیں کیونکہ انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے (فقط حیوان نہیں) نیز حیوان انسان کو اس کے جمیع ماسوی سے تمییز نہیں دیتا کیونکہ بعض حیوان گھوڑا بھی ہے اور اعم من وجہ کا بھی یہی حال ہے (کہ وہ نہ معرَّف کی حقیقت کا فائدہ دیتا ہے نہ اس کو جمیع ما سوی سے تمییز دیتا ہے) اور اخص مطلق کا تصور اعم مطلق کے تصور بالکنہ کا فائدہ دے یا ایسے تصور بالوجہ کا فائدہ دے کہ وہ جمیع ماسوی سے ممتاز ہو جائے اگر چہ یہ جائز ہے مثلاً بایں طور کہ تو انسان کا تصور کرے کہ وہ حیوان ناطق ہے پس تو نے انسان کے ضمن میں حیوان کا تصور بالوجہ یا بالکنہ کر لیا ہے لیکن جب من حیث الوجود فی العقل اخص اقل ہے اور اخص عقل کی نظر میں زیادہ خفی ہے حالانکہ معرِف کی شان یہ ہے کہ وہ معرَّف سے زیادہ معروف ہوتا ہے تو معرِف کا معرَّف سے اخص ہونا بھی جائز نہیں اور ضرور معلوم ہوا مایحمل علی الشئ کے ذریعے معرِف کی تعریف کرنے سے کہ معرِف معرَف کا مباین نہیں ہو سکتا لہذا متعین ہوا کہ معرِف معرَّف کا مساوی ہوگا پھر مناسب ہے کہ معرِف زیادہ معروف ہو معرَّف سے عقل کی نظر میں کیونکہ معرِف ایسا تصور معلوم ہے جو تصور مجہول یعنی معرَّف کی طرف موصل ہوتا ہے نہ معرِف معرَّف سے زیادہ خفی ہو سکتا ہے اور نہ ظہور وخفاء میں اس کے مساوی ہو سکتا ہے۔

اغراضِ شارح:۔قوله معرف الشئ سے ولهذا تک تعریف کی تعریف بیان کی ہے اور ولهذا سے لیکر آخر تک شرائطِ تعریف کو بیان کیا ہے۔

تشریح:۔منطقی کہتے ہیں کہ تمام کائنات میں جتنے علوم وفنون ہیں ان میں الفاظ کی تعریفات بیان کی جاتی ہیں مثلاً نحو میں اسم کی تعریف، معرب مبنی کی تعریف بیان کی جاتی ہے منطقی سب سے پہلے اس تعریف کی تعریف بیان کرتے ہیں کہ تعریف کس چیز کا

besturdubooks.wordpress.com

نام ہے اور اس تعریف کی حقیقت بیان کرتے ہیں اور اس تعریف کے شرائط بیان کرتے ہیں۔

تعریف کی تعریف: ۔معرَّف (جس کی تعریف کی جائے) کے ذاتیات پر مطلع ہونا یا اس معرَّف کو تمام اغیار سے جدا کرنے کا نام تعریف ہے ذاتیات پر مطلع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس معرَّف کی حقیقت اور ماہیت کیا ہے جیسے انسان کی جب ہم نے تعریف کی کہ وہ حیوان ناطق ہے تو اس سے ہمیں اس کی حقیقت اور ماہیت معلوم ہوگئی اور اسی انسان کی جب ہم یوں تعریف کریں کہ وہ ضاحک ہے اس سے انسان کی حقیقت تو معلوم نہیں ہوتی لیکن ضاحک نے انسان کو باقی اغیار (حیوانات) سے جدا کر دیا۔ منطقی تعریف کی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ **الاطلاع علی الذاتیات او الامتیاز عن جمیع المشارکات** یہ قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے مانعۃ الخلو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں دونوں جزو جمع ہو سکتے ہیں اٹھ نہیں سکتے یہ ہو سکتا ہے کہ تعریف سے اطلاع علی الذاتیات بھی ہو اور امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہو جیسے انسان کی تعریف جب حیوان ناطق سے کی جائے تو اطلاع علی الذاتیات بھی ہے اور امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ تعریف سے نہ اطلاع علی الذاتیات ہو اور نہ امتیاز عن جمیع المشارکات ہو اطلاع علی الذاتیات خاص ہے اور امتیاز عن جمیع المشارکات عام ہے جہاں اطلاع علی الذاتیات ہوگا وہاں امتیاز عن جمیع المشارکات بھی ہوگا جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ کریں اس میں دونوں ہیں اور جہاں امتیاز عن جمیع المشارکات ہو وہاں اطلاع علی الذاتیات کا ہونا ضروری نہیں جیسے انسان کی تعریف ضاحک کے ساتھ کریں یہاں امتیاز عن جمیع المشارکات تو ہے لیکن اطلاع علی الذاتیات نہیں ہے وہ تعریف جس سے معرَّف کے ذاتیات پر اطلاع ہو جائے اس کو تصور بالکنہ کہتے ہیں جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ اس تعریف کو تصور بالکنہ کہتے ہیں اور وہ تعریف جس سے معرَّف کے ذاتیات تو معلوم نہ ہوں مگر معرَّف اغیار سے ممتاز ہو جائے اس کو تصور بوجہ کہتے ہیں۔

ولھذا لم یجز ان یکون الخ: ۔اس عبارت سے آخر تک تعریف کے شرائط کو یزدی صاحب نے بالتفصیل بیان کیا ہے تعریف کی شرائط دو قسم کی ہیں ایک قسم کی شرائط مصداق کے اعتبار سے اور دوسری قسم کی شرائط مفہوم کے اعتبار سے ہیں۔ مصداق کے اعتبار سے تعریف کی جو شرائط ہیں وہ پانچ ہیں ان میں ایک وجودی اور چار عدمی ہیں۔ اور مفہوم کے اعتبار سے ایک شرط ہے کل چھ شرطیں ہیں۔

شرط ﴿۱﴾: ۔جو کہ وجودی ہے کہ معرِف اپنے معرَّف سے مصداق کے اعتبار سے مساوی ہو مساوی ہونے کا مطلب یہ ہے

besturdubooks.wordpress.com

کہ جہاں معرِف سچا آئے وہاں معرَّف سچا آئے اور جہاں معرَّف سچا آئے وہاں معرِف بھی سچا آئے جیسے انسان یہ معرَّف ہے اور حیوان ناطق یہ معرِف ہے جہاں انسان سچا آتا ہے وہاں حیوان ناطق بھی سچا آتا ہے اور جہاں حیوان ناطق سچا آتا ہے وہاں انسان بھی سچا آتا ہے یہ شرط وجودی تھی باقی چار شرطیں عدمی ہیں۔

شرط ﴿۲﴾:۔ معرِف معرَّف سے مباین نہ ہو جیسے انسان کی تعریف مثلاً حجر سے کی جائے تو یہ تعریف درست نہیں کیونکہ تعریف کا معرَّف پر حمل ہوتا ہے اور یہاں حجر کا حمل انسان پر درست نہیں اس لئے مباین کے ساتھ تعریف درست نہیں ہوگی۔

شرط ﴿۳﴾:۔ معرِف معرَّف سے اعم مطلق نہ ہو جیسے انسان کی تعریف مثلاً حیوان کے ساتھ کی جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ تعریف کی غرض تو یہ ہے کہ معرَّف کے ذاتیات معلوم ہو جائیں یا وہ معرَّف جمیع ما عدا سے ممتاز ہو جائے اور انسان کی تعریف اگر حیوان سے کی جائے تو انسان کے ذاتیات بھی معلوم نہیں ہوتے کیونکہ انسان کے ذاتیات حیوان ناطق ہیں نہ کہ فقط حیوان اسی طرح یہاں حیوان کے ساتھ تعریف کرنے سے انسان جمیع مشارکات سے جدا بھی نہیں ہو رہا بلکہ انسان میں ابھی تک فرس حمار وغیرہ شریک ہیں اس لئے تعریف بالاعم (اعم مطلق کے ساتھ) بھی درست نہیں۔

شرط ﴿۴﴾:۔ معرِف معرَّف سے اعم من وجہ بھی نہ ہو اعم من وجہ کے نیچے اخص من وجہ بھی داخل ہے مثلاً حیوان کی تعریف ابیض کے ساتھ کی جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ یہاں بھی تعریف کی غرض پوری نہیں ہو رہی حیوان کی تعریف ابیض کے ساتھ کرنے سے حیوان کے ذاتیات بھی معلوم نہیں ہوتے کیونکہ حیوان کے ذاتیات جسم نامی حساس متحرک بالارادہ ہیں ان میں ابیض موجود ہی نہیں اسی طرح ابیض کے ساتھ حیوان جمیع مشارکات سے جدا بھی نہیں ہوا بلکہ اس میں سفید کپڑے، سفید دیواریں وغیرہ شریک ہیں اس لئے تعریف اعم من وجہ اور اخص من وجہ کے ساتھ بھی صحیح نہیں۔

شرط ﴿۵﴾:۔ معرِف معرَّف سے اخص بھی نہ ہو اس کے پائے جانے کی مناطقہ نے یہ صورت بیان کی ہے کہ یہ ہمیشہ کسی کے ضمن میں پایا جائے گا علیحدہ طور پر نہیں پایا جائے گا مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ ہے انسان کے تصور کیلئے ہمیں حیوان ناطق کا تصور کرنا پڑا اب اس تعریف میں حیوان اور ناطق ان دونوں کا تصور بھی کرنا ہے جب حیوان کا معنی سمجھ میں آئیگا تو پھر انسان کا معنی بھی سمجھ میں آئیگا حیوان یہ اعم ہے انسان کی وجہ سے ہمیں حیوان کا معنی سمجھنا پڑا تو گویا کہ حیوان انسان کے ضمن میں سمجھا گیا اور حیوان کی تعریف انسان (اخص) کے ضمن میں سمجھی گئی یہی تعریف بالاخص ہے اور یہ درست نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اخص کا وجود عقل میں کم ہے کیونکہ اخص کے وجود کیلئے شرائط زیادہ ہیں اور اعم کا وجود عقل میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اعم

besturdubooks.wordpress.com

کے وجود کی شرائط بہت کم ہیں اخص کا وجود جب عقل میں کم ہے تو یہ اخفی ہوگا بنسبت اعم کے حالانکہ تعریف کیلئے ضروری ہے کہ معرّف سے واضح اور روشن ہو اس لئے اخص کے ساتھ بھی تعریف صحیح نہیں۔

ضابطہ:۔ جب کسی معرّف کا تصور بالکنہ حاصل ہوگا تو اس کے معرف کے اجزاء کا تصور بھی تصور بالکنہ کرنا ہوتا ہے جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ تعریف بالکنہ ہے اب حیوان اور ناطق جو تعریف کے اجزاء ہیں ان کا تصور بھی بالکنہ کرنا ہوگا حیوان کا تصور بالکنہ جسم نامی حساس متحرک بالارادہ ہے اسی طرح ناطق کا بھی تصور بالکنہ کرنا ہوگا اور اگر معرّف کا تصور بوجہ ہو تو اس کے معرف کے اجزاء کا تصور بھی تصور بوجہ ہوگا جیسے انسان کی تعریف عرض عام ماشی کے ساتھ کی جائے تو اس وقت معرف ماشی کا تصور بھی تصور بوجہ کرنا ہوگا۔

شرط ﴿۶﴾: یہ شرط باعتبار مفہوم کے ہے وہ یہ ہے کہ معرف کا مفہوم معرّف سے واضح اور روشن ہو اگر معرف کا مفہوم معرّف سے کم یا برابر ہوگا تو پھر تعریف درست نہیں ہوگی برابر کی مثال جیسے اب کی تعریف من له ابن اور ابن کی تعریف من له اب کے ساتھ کی جائے یہ درست نہیں اور معرف کا مفہوم کم ہونے کی مثال جیسے آگ کی تعریف جسم کالنفس سے کی جائے یہاں تعریف میں جو نفس کا لفظ موجود ہے یہ معرّف آگ سے بھی زیادہ خفی ہے مفہوم کے اعتبار سے اسلئے یہ تعریف درست نہیں۔

اعتراض:۔ آپ نے تعریف کیلئے پہلی شرط یہ بیان کی ہے کہ تعریف اپنے معرّف کے مساوی ہو اور آخری شرط یہ بیان کی ہے کہ تعریف اپنے معرّف سے واضح ہو ان دونوں باتوں میں تضاد ہے جب تعریف معرّف سے واضح ہوگی تو مساوات باقی نہیں رہے گی۔

جواب:۔ یہاں حیثیت کی قید محذوف ہے یعنی معرف معرّف کے مساوی ہو باعتبار مصداق کے اور معرف معرّف سے واضح ہو باعتبار مفہوم کے۔

قوله: بالفصل القريب: التعريف لا بد له ان يشمل على امر يختص بالمعرَّف ويساويه بناء على ما سبق من اشتراط المساواة فهذا الامران كان ذاتيا كان فصلا قريبا وان كان عرضيا كان خاصة لا محالة فعلى الاول يسمي المعرِف حدا وعلى الثاني رسما ثم كل منهما ان اشتمل على الجنس القريب يسمي حدا تاما ورسما تاما وان لم يشتمل على الجنس القريب سواء اشتمل على الجنس البعيد او كان هناك فصل قريب وحده او خاصة

besturdubooks.wordpress.com

وحدها يسمى حدا ناقصا ورسما ناقصا هذا محصل كلامهم وفيه ابحاث لا يسعها المقام

ترجمہ:۔ تعریف کیلئے ایسے امر پر مشتمل ہونا ضروری ہے جو معرّف کے ساتھ خاص ہو اور اس کے مساوی ہو بناء کرتے ہوئے مساوات والی شرط پر جو پہلے گزر چکی ہے پھر اگر یہ امر معرّف کی ذاتی ہو تو اس کیلئے فصل قریب ہوگا اور اگر عرضی ہو تو اس کیلئے یقیناً خاصہ ہوگا پہلی صورت میں معرف کو حد اور دوسری صورت میں رسم کہیں گے پھر ان دو میں سے جو بھی اگر جنس قریب پر مشتمل ہو تو اس کا نام حد تام اور رسم تام رکھا جاتا ہے اور اگر جنس قریب پر مشتمل نہ ہو برابر ہے کہ جنس بعید پر مشتمل ہو یا وہاں اکیلی فصل قریب یا صرف خاصہ ہو تو اس کا نام حد ناقص اور رسم ناقص رکھا جاتا ہے یہ ان کی کلام کا حاصل ہے اور اس میں ایسی بحثیں ہیں جن کی مقام گنجائش نہیں رکھتا۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔ جب بھی دنیا میں کسی شی کی تعریف کی جائے گی تو تعریف میں ایک ایسی چیز ضرور ہوگی جو معرّف کے ساتھ مختص ہوگی اور معرّف کے ساتھ مصداق میں مساوی ہوگی اگر وہ شی مختص ذاتی ہو معرّف کی تو وہ ہمیشہ فصل قریب ہوگی اور اگر وہ چیز عرضی ہو تو ہمیشہ خاصہ ہوگی اگر وہ شی مختص فصل قریب ہے تو اس کو حد کہیں گے اور اگر خاصہ ہے تو اس کو رسم کہیں گے اگر اس فصل قریب کے ساتھ جنس قریب کو ملائیں گے تو یہ حد تام کہلائے گی جیسے ناطق فصل قریب کے ساتھ حیوان جنس قریب کو ملایا تو حیوان ناطق ہو گیا یہ انسان کی حد تام ہے۔خاصہ کے ساتھ جنس قریب کو ملائیں تو وہ رسم تام کہلائے گی جیسے ضاحک کے ساتھ حیوان کو ملایا تو حیوان ضاحک ہو گیا یہ انسان کی رسم تام ہے۔اگر فصل قریب اکیلی ہو جیسے فقط ناطق یا فصل قریب کے ساتھ جنس بعید کو ملائیں مثلاً ناطق کے ساتھ جنس بعید جسم کو ملا کر جسم ناطق کہیں تو یہ انسان کی حد ناقص کہلائے گی اور اگر فقط خاصہ ہو جیسے ضاحک یا خاصہ کے ساتھ جنس بعید کو ملائیں مثلاً ضاحک کے ساتھ جسم کو ملا کر جسم ضاحک کہیں تو یہ انسان کی رسم ناقص کہلائے گی۔

قوله: ولم يعتبروا بالعرض العام: قالوا الغرض من التعريف اما الاطلاع على كنه المعرَّف او امتيازه عن جميع ما عداه والعرض العام لا يفيد شيًا منها فلذا لم يعتبروه في مقام التعريف والظاهر ان غرضهم من ذلك انه لم يعتبروه منفردا واما التعريف بمجموع امور كل واحد منها عرض عام للمعرَّف لكن المجموع يخصه كتعريف الانسان بماش مستقيم القامة وتعريف الخفاش بالطائر الولود فهو تعريف بخاصة مركبة وهو معتبر عندهم

besturdubooks.wordpress.com

كما صرح به بعض المتأخرين

ترجمہ:۔مناطقہ نے کہا ہے کہ غرضِ تعریف معرّف کی حقیقت معلوم کرنی ہے یا معرّف کا ممتاز ہو جانا ہے اس کے جمیع ما سوی سے اور عرض عام ان دونوں میں سے کسی کیلئے مفید نہیں اس لئے مناطقہ نے مقام تعریف میں عرض عام کا اعتبار نہیں کیا اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے منطقیوں کی غرض یہ ہے کہ انھوں نے تنہا عرض عام کا اعتبار نہیں کیا اور لیکن ایسے چند امور کے ذریعہ تعریف کرنا جن میں سے ہر ایک معرّف کا عرض عام ہو اور مجموعہ معرّف کو خاص کر دیتا ہو جیسے انسان کی تعریف **ماشي مستقيم القامة** کے ساتھ اور چمگادڑ کی تعریف زیادہ بچے دینے والے پرندے کے ساتھ پس وہ خاصہ مرکبہ کے ساتھ تعریف ہے جو مناطقہ کے نزدیک معتبر ہے چنانچہ بعض متاخرین نے اس کی تصریح کی ہے۔

غرضِ شارح:۔**قوله ولم يعتبروا** سے لیکر **والظاهر** تک عرض عام کو تعریفات میں ذکر نہ کرنے کی وجہ بیان کرنی ہے اور **والظاهر** سے فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

تشریح:۔مناطقہ کا دعوی ہے کہ کائنات میں جو بھی چیز موجود ہوگی اس کی پانچ کلیاں (جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام) ضرور ہونگی ان پانچ کلیوں میں سے نوع ہمیشہ معرّف ہوتا ہے جنس، فصل اور خاصہ کو تعریف میں ذکر کیا جاتا ہے اور عرض عام کو منطقی تعریف میں ذکر نہیں کرتے اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تعریف کی غرض دو چیزیں ہیں (۱) **الاطلاع على الذاتيات** (۲) **امتياز عن جميع المشاركات** اور عرض عام سے ان میں سے کوئی بھی حاصل نہیں ہوتا مثلاً انسان کی تعریف عرض عام ماشی کے ساتھ کی جائے تو نہ انسان کے اس سے ذاتیات معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انسان کے ذاتیات تو حیوان ناطق ہیں اور نہ امتیاز عن جمیع المشارکات حاصل ہوتا ہے بلکہ انسان کے ساتھ ماشی ہونے میں اور بھی حیوانات فرس، حمار وغیرہ شریک ہیں تو عرض عام کے ساتھ چونکہ تعریف کی غرض حاصل نہیں ہوتی اس لئے منطقی عرض عام کو تعریف میں ذکر نہیں کرتے۔

والظاهر ان غرضهم الخ:۔اس عبارت میں ایک فائدہ بیان کیا ہے وہ فائدہ یہ ہے کہ منطقی جو یہ کہتے ہیں کہ عرض عام تعریف میں واقع نہیں ہوتا اس سے مراد یہ ہے کہ منفرد اعرض عام تعریف میں واقع نہیں ہوتا اگر دو یا اس سے زیادہ ایسے عرض عام ملائے جائیں جو علیحدہ طور پر تو معرّف کیلئے عرض عام ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ خاصہ مرکبہ بنتے ہوں تو ایسے دو یا زیادہ عرض عام سے تعریف کرنی درست ہوتی ہے کیونکہ اس وقت تعریف کی غرض امتیاز عن جمیع المشارکات حاصل ہو جاتی ہے جیسے انسان یہ معرّف ہے **ماشي** اور **مستقيم القامة** (سیدھے قد والا) دونوں اس کے علیحدہ علیحدہ عرض عام ہیں لیکن دونوں عرض عام

besturdubooks.wordpress.com

مجموعی طور پر انسان کا خاصہ مرکبہ ہیں ماشی بھی ہو اور سیدھے قد والا بھی ہو یہ فقط انسان میں پایا جاتا ہے اور کسی بھی چیز میں نہیں پایا جاتا کیونکہ حیوان سارے ماشی ہیں لیکن سیدھے قد والے نہیں بلکہ جھکے ہوئے ہوتے ہیں اور درخت تمام مستقیم القامۃ ہیں لیکن ماشی نہیں ہیں۔ اسی طرح خصائص (چمگاڈر) یہ معرف ہے پرندہ ہونا اس کا عرض عام ہے کیونکہ اور پرندے بھی اڑنے والے ہیں وہ اس میں شریک ہیں اسی طرح ولود (بچے پیدا کرنا) یہ بھی اس کا عرض عام ہے کیونکہ اور حیوانات گائے، بھینس وغیرہ بھی بچے پیدا کرتے ہیں لیکن یہ دونوں عرض عام مجموعی طور پر چمگاڈر کیلئے خاصہ مرکبہ ہیں چمگاڈر کے علاوہ اور کسی بھی پرندے میں یہ دونوں اکٹھے نہیں پائے جاتے کہ وہ اڑنے والا بھی ہو اور بچے بھی پیدا کرے کیونکہ اس کے علاوہ جتنے بھی پرندے ہیں وہ اڑتے تو ہیں بچے پیدا نہیں کرتے اور حیوانات گائے بھینس وغیرہ جتنے بھی ہیں وہ بچے تو پیدا کرتے ہیں لیکن اڑنے والے نہیں ہیں تو چونکہ مجموعی عرض عام سے معرَّف کا امتیاز عن جمیع المشارکات حاصل ہو جاتا ہے اس لئے متاخرین حضرات نے مجموعی عرض عام جو کہ معرَّف کیلئے خاصہ مرکبہ ہے اس سے تعریف کرنے کو جائز رکھا ہے۔

قوله وقد اجيز في الناقص آه :اشارة الى ما اجازه المتقدمون حيث حققوا انه يجوز التعريف بالذاتي الاعم كتعريف الانسان بالحيوان فيكون حدا ناقصا او بالعرض العام كتعريفه بالماشي فيكون رسما ناقصا بل جوزوا التعريف بالعرض الاخص ايضا كتعريف الحيوان بالضاحك لكن المصنف لم يعتد به لزعمه انه التعريف بالاخفى وهو غير جائز اصلا

ترجمہ:۔ اشارہ ہے اس چیز کی طرف جس کو متقدمین نے جائز رکھا ہے کیونکہ انھوں نے ثابت کیا ہے کہ ذاتی اعم کے ساتھ تعریف جائز ہے جیسے حیوان کے ساتھ انسان کی تعریف پس یہ تعریف حد ناقص ہوگی یا تعریف عرض عام کے ساتھ جیسے انسان کی تعریف ماشی کے ساتھ پس یہ تعریف رسم ناقص ہوگی بلکہ انھوں نے عرض اخص کے ساتھ بھی تعریف کو جائز رکھا ہے جیسے ضاحک کے ساتھ حیوان کی تعریف لیکن مصنف نے اس کا اعتبار نہیں کیا یہ خیال کر کے کہ وہ معرف سے زیادہ خفی کے ساتھ تعریف ہے جو بالکل جائز نہیں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں بتلانا چاہتے ہیں کہ ایک تعریف کامل ہوتی ہے جس کی چار اقسام کا ذکر ماقبل میں گزرا اس میں معرف کا معرَّف سے مساوی ہونا ضروری تھا اور ایک دوسری تعریف ناقص ہوتی ہے اس تعریف کے دوسرے قسم میں معرف اگر معرَّف

besturdubooks.wordpress.com

سے اعم ہو جائے تو پھر بھی یہ تعریف ناقص صحیح ہوتی ہے مثلاً انسان کی تعریف حیوان (اعم) کے ساتھ کی جائے تو اس کو حد ناقص کہیں گے لیکن یہ حد ناقص تعریف ناقص کا قسم ہوگی تعریف کامل والا حد ناقص نہیں ایسے ہی انسان کی تعریف میں عرض عام کو ذکر کیا جائے جیسے انسان کی تعریف ماشی کے ساتھ کی جائے تو اس کو رسم ناقص کہیں گے جو کہ تعریف ناقص کا ایک قسم ہے ایسے ہی عرض عام اخص کے ساتھ بھی تعریف ناقص کی جاسکتی ہے جیسے حیوان کی تعریف ضاحک کے ساتھ یہ اعم کی تعریف اخص کے ساتھ ہے اس کو بھی رسم ناقص کہتے ہیں جو کہ تعریف ناقص کا ایک قسم ہے مصنفؒ نے اس تعریف بالعرض الاخص کو اس لئے ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ تو تعریف حقیقی کو ذکر کر رہا ہے اور تعریف حقیقی اخص کے ساتھ نہیں ہوسکتی کیونکہ اخص یہ اخفی ہوتا ہے اور تعریف کیلئے معرّف سے واضح ہونا ضروری ہے۔

قوله: كاللفظي : اى كما اجيز في التعريف اللفظي كونه اعم كقولهم السعدانة نبت

ترجمہ:۔ یعنی تعریف لفظی میں معرّف سے تعریف کے عام ہونے کو جس طرح جائز رکھا گیا ہے مثلاً ان کا قول کہ سعدانہ ایک گھاس ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تعریف ناقص کی تعریف لفظی کے ساتھ تشبیہ کو واضح کرنا ہے۔

تشریح:۔ تعریف لفظی اس تعریف کو کہتے ہیں کہ غیر مشہور لفظ کی تعریف مشہور لفظ کے ساتھ کی جائے اس تعریف لفظی میں معرف کا اعم ہونا بھی صحیح ہے جیسے السعدانة کی تعریف نبت سے کی جائے سعدانہ ایک خاص گھاس کا نام ہے اور نبت ایک عام گھاس کو کہتے ہیں نبت اعم ہے سعدانہ سے تشبیہ تعریف ناقص کو تعریف لفظی کے ساتھ اس طریقے سے دی کہ جیسے تعریف لفظی اعم کے ساتھ درست ہے ایسے ہی تعریف ناقص بھی لفظ اعم سے ہوسکتی ہے۔

قوله: تفسير مدلول اللفظ : اى تعيين مسمى اللفظ من بين المعاني المخزونة في الخاطر فليس فيه تحصيل مجهول عن معلوم كما في المعرف الحقيقي فافهم

ترجمہ:۔ تفسیر مدلول اللفظ یعنی لفظ کے جو معانی دل میں مجتمع ہیں ان میں سے کسی معنی کو معین کر لینا تفسیر ہے پس تعریف لفظی بس معلوم سے کسی مجہول کو حاصل کرنا نہیں ہے جیسا کہ معرف حقیقی میں معلوم سے مجہول کو حاصل کرنا ہے سو تم اس بات کو سمجھ لو۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تعریف لفظی کا معنی بتانا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔ تعریف لفظی اس تعریف کو کہتے ہیں کہ معرَّف کے بہت سارے معانی انسان کے دل میں موجود ہوں ان بہت سارے معانی میں سے کسی ایک معنی کی تعیین کر دینے کا نام تعریف لفظی ہے مثلاً سعدانہ کا معنی گھاس بھی ہو سکتا تھا گائے، بیل، بھینس، درخت بھی ہو سکتا تھا اور یہ معانی ایسے تھے جو کہ خزانہ دل میں موجود تھے نبت نے آ کر ایک معنی گھاس کو متعین کر دیا اب اور کوئی معنی مراد نہیں ہے تعریف لفظی میں کوئی مجہول تصور حاصل نہیں ہوتا جبکہ تعریف حقیقی میں مجہول تصور حاصل ہوتا ہے جیسے حیوان ناطق سے مجہول تصور (انسان) حاصل ہو گیا یہی تعریف لفظی اور حقیقی کا فرق ہے۔

یہاں تک تصورات کی بحث ختم ہوتی ہے اب آگے تصدیقات کو شروع کرتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

۱۴/۴

فصل فی التصدیقات

متن : القضية قول يحتمل الصدق والكذب فان كان الحكم فيها بثبوت شئ لشئ او نفيه عنه فحملية موجبة او سالبة ويسمى المحكوم عليه موضوعا والمحكوم به محمولا والدال على النسبة رابطة وقد استعير لها هو والا فشرطية ويسمى الجزء الاول مقدما والثانى تاليا

ترجمہ متن :۔ یہ فصل تصدیقات میں ہے۔ قضیہ وہ قول ہے جو سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھے پس اگر اس میں ایک شئ کے دوسری شئ کیلئے ثبوت یا ایک شئ کی دوسری شئ سے نفی کے ساتھ حکم ہو تو حملیہ ہے خواہ موجبہ ہو یا سالبہ اور محکوم علیہ کا نام رکھا جاتا ہے موضوع اور محکوم بہ کا محمول اور نسبت پر دلالت کرنے والے جزو کا رابطہ۔ اور اس رابطہ کیلئے ھو کو عاریۃً لیا گیا ہے ورنہ وہ شرطیہ ہے اور جزو اول کا نام مقدم اور جزو ثانی کا نام تالی رکھا جاتا ہے۔

مختصر تشریح متن :۔ منطق میں اصل مقصود تو قول شارح اور حجت سے بحث کرنا ہوتی ہے قول شارح کی بحث ختم کرنے کے بعد اب حجت کی بحث کو شروع کیا۔ حجت کی تین قسمیں ہیں (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔ ان تینوں میں اصل قیاس ہے قیاس کا سمجھنا نقیض کی بحث پر موقوف ہے اور نقیض کی بحث کا سمجھنا عکس پر موقوف ہے اور عکس کی بحث کا سمجھنا قضایا پر موقوف ہے اس لئے سب سے پہلے قضایا کی بحث شروع کی ہے۔

قضیہ جملہ خبریہ کو کہتے ہیں جو صدق و کذب کا احتمال رکھے اگر اس میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے یا ایک چیز کی نفی دوسری چیز سے ہو تو اس کو قضیہ حملیہ کہتے ہیں اگر ثبوت ہو تو موجبہ اور اگر سلب ہو تو سالبہ کہتے ہیں۔ قضیہ حملیہ کے محکوم علیہ کو موضوع اور محکوم بہ کو محمول کہتے ہیں موضوع اور محمول میں جو نسبت ہوتی ہے اس پر دلالت کرنے والے لفظ کو رابطہ کہتے ہیں اور اس رابطہ کیلئے منطقیوں نے ھو ضمیر کو عاریۃً لیا ہے اور اگر اس قضیہ میں ایک چیز کا ثبوت دوسری چیز کیلئے نہ ہو بلکہ ایک نسبت کا دوسری نسبت کیلئے ثبوت ہو یا ایک نسبت کا سلب دوسری نسبت سے ہو تو اس کو شرطیہ کہتے ہیں شرطیہ کے پہلے جزو کو مقدم اور دوسرے جزو کو تالی کہتے ہیں۔

☆☆

besturdubooks.wordpress.com

قوله القضية قول: القول في عرف هذا الفن يقال للمركب سواء كان مركبا معقولا او ملفوظا فالتعريف يشمل القضية المعقولة والملفوظة

ترجمہ:۔قول اس فن (منطق) کی عرف میں مرکب کو کہا جاتا ہے برابر ہے کہ وہ مرکب معقول ہو یا ملفوظ پس تعریف شامل ہو جائے گی قضیہ معقولہ اور ملفوظہ کو۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ماتنؒ نے قضیہ کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ ایک قول ہے جو کہ صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے اور قول اس چیز کو کہتے ہیں جو منہ سے بولی جاتی ہے ماتنؒ کی یہ تعریف قضیہ ملفوظہ (جس کو منہ سے بولا جائے) پر تو بچی آتی ہے قضیہ معقولہ (جس کو ذہن میں سوچا جائے) پر بچی نہیں آتی تعریف ایسی کرنی چاہیے تھی جو قضیہ کے تمام اقسام پر بچی آتی۔

جواب:۔قول بمعنی مقول ہے اور مقول میں تعمیم ہے چاہے وہ معقولی ہو یا ملفوظی اگر مقول معقولی ہوگا تو قضیہ معقولہ ہوگا اور اگر مقول ملفوظی ہوگا تو قضیہ ملفوظہ ہوگا۔

فائدہ:۔تمام کائنات میں جو بھی کوئی قضیہ ہوگا اس میں تین چیزیں ضرور ہوں گی (۱) خارجی جہان میں اس کا وجود ہوگا اس کو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں (۲) اس خارجی جہان میں موجود قضیہ کو الفاظ سے تعبیر کیا جائے گا وہ الفاظ جن سے اس کو تعبیر کیا جاتا ہے ان کو قضیہ ملفوظہ کہتے ہیں (۳) وہ مفہوم جو اس قضیہ کا ذہن میں موجود ہے اس کا نام قضیہ معقولہ ہے۔مثلاً زید قائم یہ ایک قضیہ ہے اس میں ایک چیز تو یہ ہے کہ خارجی جہان میں زید کھڑا ہے اس کو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں دوسرا اس میں وہ الفاظ ہیں جن سے اس کو تعبیر کیا جاتا ہے ان کو قضیہ ملفوظہ کہتے ہیں تیسرا زید قائم کا مفہوم جو کہ ذہن میں موجود ہے اس کا نام قضیہ معقولہ ہے۔

قوله:يحتمل الصدق :الصدق هو المطابقة للواقع والكذب هو اللامطابقة له وهذا المعنى لا يتوقف معرفته على معرفة الخبر والقضية فلا يلزم الدور

ترجمہ:۔صدق وہ مطابق ہونا ہے واقع کے اور کذب وہ مطابق نہ ہونا ہے واقع کے۔اور اس معنی کی معرفت خبر اور قضیہ کی معرفت پر موقوف نہیں ہے پس (یہاں) کوئی دور نہیں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ایک اور اعتراض کا جواب دینا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔ اعتراض کے سمجھنے سے قبل ایک لفظ منطقی استعمال کرتے ہیں اس کا معنی سمجھنا ضروری ہے وہ لفظ دور ہے۔

دور کی تعریف:۔ توقف الشئ علی نفسہ آسان لفظوں میں یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معرَّف کو معرِف میں ذکر کرنا۔ معرَّف کا حصول تو معرف کے بعد ہوتا ہے لیکن جب معرَّف کا معرِف میں ذکر کیا جائے گا تو شئی (معرَّف) اپنے حصول سے بھی پہلے حاصل ہو جائے گی اسی کا نام توقف الشئ علی نفسہ اور دور ہے۔

اعتراض:۔ آپ نے خبر اور قضیہ کی تعریف یہ کی ہے کہ جو صدق اور کذب کا احتمال رکھے اور صدق کا معنی یہ ہے کہ خبر واقعہ کے مطابق ہو معرَّف خبر کا لفظ ہے اور تعریف میں صدق کا معنی خبر کیا تو خبر جو معرَّف تھی اس کا ذکر معرِف میں آ گیا اور یہ دور ہے اور یہ منطقیوں کے نزدیک باطل ہے۔

جواب ﴿۱﴾:۔ ہم صدق کا معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ واقع کے مطابق ہو کیا چیز واقع کے مطابق ہو اس کا نام ہم نہیں لیتے اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خبر واقع کے مطابق ہو تو دور والا اعتراض لازم آتا لیکن ہم تعریف میں خبر کا لفظ نہیں لاتے بلکہ یوں کہیں گے کہ صدق وہ ہے جو کہ واقع کے مطابق ہو خبر کے لفظ کو اس لئے نہیں لاتے کیونکہ حقیقت میں خبر واقع کے مطابق نہیں ہوتی بلکہ خبر میں جو حکم ہوتا ہے وہ واقع کے مطابق ہوتا ہے۔

جواب ﴿۲﴾:۔ خبر جو کہ معرَّف ہے وہ صفت متکلم کی ہے اور وہ بمعنی الاخبار ہے اور جو خبر کا لفظ تعریف میں ہے یہ صفت کلام کی ہے جو معرَّف ہے (یعنی اخبار متکلم) وہ معرِف نہیں اور جو معرِف ہے (خبر صفۃ الکلام) وہ معرَّف (اخبار متکلم) نہیں لہٰذا اخذ المعرَّف فی المعرِف یا دور کی خرابی لازم نہیں آتی۔

قولہ :موضوعا: لانہ وضع وعین لیحکم علیہ

ترجمہ:۔ اس لئے کہ وہ وضع کیا گیا ہے اور معین کیا گیا ہے تا کہ اس پر حکم لگایا جائے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ کے موضوع کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:۔ موضوع کا معنی ہے رکھا ہوا۔ موضوع کو بھی موضوع اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کو رکھا گیا ہے، متعین کیا گیا ہے اس بات کیلئے کہ اس پر کوئی حکم لگایا جائے۔

فائدہ:۔ موضوع کی وجہ تسمیہ میں یزدی نے وضع (رکھنا) اور عین (متعین کرنا) کے دو لفظ بولے ہیں حالانکہ وجہ تسمیہ بیان

besturdubooks.wordpress.com

کرنے کیلئے صرف وضع کا لفظ بھی کافی تھا اس میں یزدی نے اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ وضع سے قضیہ ملفوظہ کے موضوع کی وجہ تسمیہ بیان ہوتی ہے اور عین سے قضیہ معقولہ کے موضوع کی وجہ تسمیہ، کیونکہ قضیہ معقولہ میں تو لفظ کو رکھا نہیں جاتا بلکہ وہاں لفظ کو موضوع کیلئے متعین کیا جاتا ہے۔

قوله: محمولا: لانه امر جعل محمولا لموضوعه

ترجمہ:۔ اس لئے کہ وہ ایسا امر ہے جس کو محمول بنایا گیا ہے اس کے موضوع کیلئے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض محمول کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:۔ محمول کے معنی ہیں سچا کیا ہوا۔ محمول کو بھی محمول اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس کو موضوع پر سچا کیا جاتا ہے۔

قوله: والدال علی النسبة: ای اللفظة المذکورة فی القضیة الملفوظة التی تدل علی النسبة الحکمیة تسمی رابطة تسمیة الدال باسم المدلول فان الرابطة حقیقة هو النسبة الحکمیة وفی قوله والدال علی النسبة اشارة الی ان الرابطة اداة لدلالتها علی النسبة التی هو معنی حرفی غیر مستقل واعلم ان الرابطة قد تذکر فی القضیة وقد تحذف فالقضیة علی الاول تسمی ثلاثیة وعلی الثانی ثنائیة

ترجمہ:۔ یعنی وہ لفظ جو قضیہ ملفوظہ میں مذکور ہوتا ہے وہ جو نسبت حکمیہ پر دلالت کرتا ہے اس کا نام رابطہ رکھا جاتا ہے مثل نام رکھنے دال کے مدلول کے نام کے ساتھ۔ پس بلاشبہ رابطہ حقیقت میں وہی نسبت حکمیہ ہے اور اس کے قول والدال علی النسبة میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ رابطہ حرف ہے بوجہ دلالت کرنے اس کے ایسی نسبت پر جو کہ معنی حرفی غیر مستقل ہے۔ اور جان لیجئے کہ رابطہ کبھی قضیہ میں ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی حذف کیا جاتا ہے پس قضیہ کا اول صورت میں ثلاثیہ اور دوسری صورت میں ثنائیہ نام رکھا جاتا ہے۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی چار غرضیں ہیں (۱) والدال علی النسبة سے قضیہ کے ایک جزو رابطہ کی تعریف کی ہے (۲) تسمی رابطة تسمیة الدال الخ سے رابطہ کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے (۳) وفی قوله والدال علی النسبة الخ سے یہ بتا رہے ہیں کہ یہ رابطہ اداۃ (حرف) ہوگا (۴) واعلم ان الرابطة قد تذکر الخ سے غرض یہ بتاتا ہے کہ یہ رابطہ کبھی کبھی

besturdubooks.wordpress.com

حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔

اول غرض: قضیہ میں موضوع اور محمول کے درمیان نسبت ہوا کرتی ہے اس نسبت پر جو لفظ دلالت کرتا ہے اس لفظ کو رابطہ کہتے ہیں

دوسری غرض: رابطہ کی وجہ تسمیہ:۔ اصل میں رابطہ تو اس نسبت کا نام ہے جو کہ موضوع اور محمول کے درمیان ہے لفظ تو اس نسبت پر دلالت کرتا ہے اور وہ نسبت مدلول ہوتی ہے لیکن یہاں جو مدلول کا نام تھا وہ دال کا نام رکھ دیا اس کو **تسمية الدال باسم المدلول** کہتے ہیں یہ مجاز مرسل کے چوبیس علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے۔

تیسری غرض:۔ یہ رابطہ ہمیشہ اداۃ ہوگا کیونکہ وہ نسبت جس پر یہ رابطہ دلالت کرتا ہے وہ غیر مستقل ہوتی ہے اور غیر مستقل چیز پر جو لفظ دلالت کرتا ہے وہ بھی غیر مستقل ہوتا ہے لہذا رابطہ ہمیشہ اداۃ ہوگا۔

چوتھی غرض:۔ یہ رابطہ کبھی حذف کیا جاتا ہے اور کبھی ذکر کیا جاتا ہے جب اس رابطہ کو ذکر کیا جائے تو اس وقت قضیہ کے اجزاء تین ہوتے ہیں (۱) موضوع (۲) محمول (۳) رابطہ اس وقت قضیہ کو ثلاثیہ کہتے ہیں۔ اور جب اس رابطہ کو حذف کیا جائے تو اس وقت قضیہ کے اجزاء دو ہوتے ہیں اس وقت قضیہ کو قضیہ ثنائیہ کہتے ہیں۔

قوله: وقد استعير لها هو: اعلم ان الرابطة تنقسم الى زمانية تدل على اقتران النسبة الحكمية باحد الازمنة الثلاثة وغير زمانية بخلاف ذلك وذكر الفارابى ان الحكمة الفلسفية لمانقلت من اللغة اليونانية الى العربية وجدالقوم ان الرابطةالزمانية فى لغة العرب هى افعال الناقصة ولكن لم يجدوا فى تلك اللغة رابطة غير زمانية تقوم مقام هست فى الفارسية واستن فى اليونانية فاستعاروا للرابطة الغير الزمانية لفظة هو وهى ونحوهما مع كونهما فى الاصل اسماء لا ادوات فهذا ما اشار اليه المصنفؒ بقوله وقد استعير لها هو وقد يذكر للرابطة الغير الزمانية اسماء مشتقة من الافعال الناقصة نحو كائن وموجود فى قولنا زيد كائن قائما او اميرس موجود شاعرا

ترجمہ:۔ تو جان لے کہ رابطہ تقسیم ہوتا ہے زمانیہ کی طرف جو کہ نسبت حکمیہ کے تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن ہونے پر دلالت کرتا ہے اور (تقسیم ہوتا ہے) غیر زمانیہ کی طرف جو زمانیہ کے برخلاف ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

اور فارابیؒ نے ذکر کیا ہے کہ حکمت فلسفیہ جب یونانی زبان سے عربی زبان کی طرف نقل کی گئی تو قوم نے پایا کہ رابطہ زمانیہ عربی زبان میں وہ افعال ناقصہ ہیں لیکن انہوں نے اس عربی زبان میں رابطہ غیر زمانیہ کو نہ پایا جو فارسی زبان کے لفظ ہست اور یونانی زبان کے لفظ استن کے قائم مقام ہوتو انہوں نے رابطہ غیر زمانیہ کیلئے لفظ **ھو** اور **ھی** اور ان کی مثل کو مستعار لے لیا باوجودیکہ یہ دونوں اسماء ہیں نہ کہ ادوات (حروف) پس یہی وہ بات ہے جس کی طرف مصنفؒ نے اپنے قول **وقد استعیر لھا ھو** کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور کبھی رابطہ غیر زمانیہ کے لئے وہ اسماء ذکر کئے جاتے ہیں جو افعال ناقصہ سے مشتق ہیں جیسے **کائن** اور **موجود** ہمارے قول **زید کائن قائما** اور **امیرس موجود شاعرا** میں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔

اعتراض:۔ ابھی ماقبل میں آپ نے بیان کیا ہے کہ رابطہ ہمیشہ اداۃ ہوتا ہے **زید ھو قائم** یہ قضیہ ہے لیکن اس میں رابطہ **ھو** ہے اور یہ اداۃ نہیں بلکہ اسم ہے۔

جواب سے پہلے ایک فائدہ سمجھیں۔

فائدہ:۔ رابطہ کی دو قسمیں ہیں رابطہ زمانی اور رابطہ غیر زمانی۔

رابطہ زمانی:۔ جو رابطہ کے ساتھ ساتھ زمانہ پر بھی دلالت کرے جیسے **زید کان قائما** (زید کھڑا تھا) یہاں **کان** رابطہ بھی ہے اور زمانہ ماضی پر دلالت کرنے والا بھی ہے۔

رابطہ غیر زمانیہ:۔ اس کو کہتے ہیں جو کہ فقط رابطہ کا کام دے زمانے پر دلالت نہ کرے جیسے **زید ھو قائم** اس میں **ھو** رابطہ ہے لیکن کسی زمانے پر دلالت نہیں کرتا۔

جواب:۔ اصل میں یہ علوم (منطق و فلسفہ وغیرہ) لغت یونانی میں تھے جب ان علوم کو لغت یونانی سے لغت عربی کی طرف نقل کیا گیا تو اس وقت عربی میں رابطہ زمانی کیلئے تو افعال ناقصہ کو پایا گیا اور ان کو رابطہ زمانی بنا دیا لیکن رابطہ غیر زمانی کیلئے ان کو کوئی ایسا لفظ نہیں ملا جو کہ لغت یونانی کے رابطہ غیر زمانی استن (بمعنی ہے) اور فارسی کے رابطہ غیر زمانی ہست کا عربی میں قائم مقام ہو اس لئے انہوں نے مجبور ہو کر **ھو** اور **ھی** یعنی اسماء ضمائر کو رابطہ غیر زمانی کیلئے عاریۃً لے لیا یہ ٹھیک ہے کہ **ھو** اور **ھی** یہ اسماء ہیں لیکن منطقیوں نے مجبور ہو کر ان کو رابطہ غیر زمانیہ کیلئے لیا ہے۔ افعال ناقصہ کے اسماء مشتقہ کو بھی کبھی کبھی رابطہ غیر زمانیہ کے لئے ذکر کیا جاتا ہے جیسے **زید کائن قائما**، **امیرس موجود شاعرا** کہا جاتا ہے لیکن مستقل طور پر رابطہ غیر زمانیہ کیلئے **ھو**

اور ھی کے علاوہ کوئی اور لفظ نہیں ہے۔

قوله: والا فشرطية: اى وان لم يكن الحكم بثبوت شئ لشئ او نفيه عنه فالقضية شرطية سواء كان الحكم فيها بثبوت نسبة على تقدير نسبة اخرى او نفي ذلك الثبوت اوبالمنافاة بين النسبتين او سلب تلك المنافاة فالاولى شرطية متصلة والثانية شرطية منفصلة واعلم ان حصر القضية فى الحملية والشرطية على ما قرره المصنفؒ عقلى دائر بين النفى والاثبات واما حصر الشرطية فى المتصلة والمنفصلة فاستقرائى

ترجمہ:۔یعنی اگر قضیہ میں ثبوت شی لشی یا نفی شی عن الشی کیساتھ حکم نہ ہوتو وہ قضیہ شرطیہ ہے برابر ہے کہ قضیہ میں حکم ایک نسبت کے ثبوت کے ساتھ ہو دوسری نسبت کی تقدیر پر یا ایسے ثبوت کی نفی کے ساتھ ہو یا حکم دونسبتوں کے درمیان منافات کے ساتھ ہو یا ایسی منافات کے سلب کے ساتھ ہو پس پہلا قضیہ شرطیہ متصلہ اور دوسرا شرطیہ منفصلہ ہے اور جان لے کہ قضیہ کا حصر کرنا حملیہ اور شرطیہ میں مصنفؒ کی تقریر پر حصر عقلی ہے جو نفی اور اثبات کے درمیان دائر ہوتا ہے اور بہر حال شرطیہ کا حصر متصلہ اور منفصلہ میں پس وہ استقرائی ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ یہ الا استثنائیہ نہیں بلکہ یہ الا مرکبہ ہے نیز قضیہ شرطیہ کی تعریف اور اس کی اقسام کو ذکر کرتا ہے۔

تشریح:۔متن کی عبارت میں الا استثنائیہ نہیں بلکہ یہ الا مرکبہ ہے اصل عبارت یہ ہے کہ اگر ثبوت ایک شی کا دوسری شی کیلئے نہ ہو بلکہ ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کی تقدیر پر موقوف ہو یا ایک نسبت کی نفی دوسری نسبت کی تقدیر پر موقوف ہو تو اس کو شرطیہ متصلہ کہتے ہیں اگر ثبوت موقوف ہو تو قضیہ شرطیہ متصلہ موجبہ اور اگر نفی موقوف ہو تو سالبہ اور اگر دونسبتوں کے درمیان منافات کو ثابت کیا جائے تو شرطیہ منفصلہ موجبہ اور اگر منافات کی نفی کی جائے تو منفصلہ سالبہ ہے۔

فائدہ:۔قضیہ کا دوقسموں میں حصر کرنا کہ قضیہ یا حملیہ ہوگا یا شرطیہ یہ حصر عقلی ہے حصر عقلی اس کو کہتے ہیں کہ ان مذکورہ احتمالات کے علاوہ اور کوئی احتمال نہیں نکل سکتا اور قضیہ شرطیہ کی اقسام (متصلہ ومنفصلہ) کا حصر استقرائی ہے عقلی نہیں استقرائی کا معنی یہ ہے کہ یہ حصر تتبع اور تلاش کر کے منطقیوں نے نکالا ہے ہوسکتا ہے کہ کوئی اور قسم بھی نکل آئے کہ جس میں نہ اتصال حکم ہو اور نہ انفصال کا حکم ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

قوله: مقدما: لتقدمه فی الذکر ترجمہ:۔اس کے ذکر میں مقدم ہونے کی وجہ سے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ کی پہلی جزومقدم کی وجہ تسمیہ بتانا ہے۔

تشریح:۔قضیہ شرطیہ کے جزواول کومقدم کہتے ہیں اسلئے کہ یہ ذکر میں پہلے ہوتا ہے۔یہ قضیہ شرطیہ ملفوظہ کے پہلے جزو کی وجہ تسمیہ ہے ایسے ہی قضیہ معقولہ میں الفاظ میں تو وہ نہیں لیکن تصور میں پہلے جزو کومقدم کیا جائے گا ایسے ہی قضیہ معقولہ کے دوسرے جزو(تالی) کوتصور میں مؤخر کیا جائے گا۔

قوله: تالیا: لتلوه عن الجزء الاول ترجمہ:۔اس کے جزواول سے پیچھے آنے کی وجہ سے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ کے دوسرے جزوتالی کی وجہ تسمیہ بتانا ہے۔

تشریح:۔قضیہ شرطیہ کے دوسرے جزوکوتالی کہتے ہیں کیونکہ یہ تلو سے نکلا ہے اس کے معنی پیچھے ہونے کے آتے ہیں اورتالی کو بھی تالی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی ذکر میں پیچھے ہوتا ہے۔

متن: والموضوع ان کان شخصا معینا سمیت القضیة شخصیة ومخصوصة وان کان نفس الحقیقة فطبعیة والا فان بین کمیة افراده کلا او بعضا فمحصورة کلیة اوجزئیة وما به البیان سور والا فمهملة وتلازم الجزئیة

ترجمہ متن:۔اور موضوع اگر شخصِ معین ہوتو قضیہ کا شخصیہ اور مخصوصہ نام رکھا جاتا ہے اور اگر نفسِ حقیقت ہو پس طبعیہ ہے ورنہ پس اگر اس کے افراد کی کمیت کوکلاً یا بعضاً بیان کیا جائے تو محصورہ کلیہ یا جزئیہ ہے اور وہ چیز جس کے ساتھ اس کا بیان ہو وہ سور ہے ورنہ پس مہملہ ہے اور مہملہ جزئیہ کے ساتھ متلازم ہے۔

مختصر تشریح متن:۔اس کی تشریح شرح میں آجائیگی۔

☆☆

besturdubooks.wordpress.com

قوله:. والموضوع: هذا تقسيم للقضية الحملية باعتبار الموضوع ولذا لوحظ في تسمية الاقسام حال الموضوع فيسمي ما موضوعه شخص شخصية وعلى هذا القياس ومحصل التقسيم ان الموضوع اما جزئي حقيقي كقولنا هذا انسان او كلي وعلى الثاني فاما ان يكون الحكم على نفس حقيقة هذا الكلي وطبعيته من حيث هي هي او على افراده وعلى الثاني فاماان يبين كمية افراد المحكوم عليه بان يبين ان الحكم على كلها او على بعضها او لا يبين ذلك بل يهمل فالاول شخصية والثاني طبعية والثالث محصورة والرابع مهملة ثم المحصورة ان بين فيها ان الحكم على كل افراد الموضوع فكلية وان بين ان الحكم على بعض افراده فجزئية وكل منهما اما موجبة او سالبة ولا بد في كل من تلك المحصورات الاربع من امر يبين كمية افراد الموضوع يسمي ذلك الامر بالسور اخذ من سور البلد اذ كما ان سور البلد محيط به كذلك هذا الامر محيط بما حكم عليه من افراد الموضوع فسورالموجبة الكلية هو كل ولام الاستغراق وما يفيد معناهما من اى لغة كانت وسورالموجبة الجزئية بعض وواحد وما يفيد معناهما وسور السالبة الكلية لا شئ ولاواحد ونظائرهما وسور السالبه الجزئية هو ليس بعض وبعض ليس وليس كل وما يرادفها

ترجمہ:۔ یہ قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے تقسیم ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کے اقسام کے نام رکھنے میں موضوع کے حال کا لحاظ کیا گیا ہے پس اس قضیہ کا جس کا موضوع شخص ہو شخصیہ نام رکھا جاتا ہے اور باقی کو اسی پر قیاس کر لو۔ اور تقسیم کا حاصل یہ ہے کہ موضوع یا تو جزئی حقیقی ہوگا جیسے ہمارا قول ھذا انسان یا کلی ہوگا پس یا تو حکم اس کلی کی نفس حقیقت اور طبعیت من حیث ھی ھی پر ہوگا یا اس کے افراد پر ہوگا اور دوسری صورت پر پس یا تو بیان کیا جائے گا محکوم علیہ کے افراد کی مقدار کو بایں طور کہ بیان کیا جائے گا کہ حکم کل افراد پر ہے یا بعض پر یا بیان نہیں کیا جائے گا بلکہ مہمل چھوڑ دیا جائے گا پس پہلا قضیہ شخصیہ ہے اور دوسرا طبعیہ ہے اور تیسرا محصورہ ہے اور چوتھا مہملہ ہے۔

پھر محصورہ اگر اس میں بیان کیا جائے کہ حکم موضوع کے کل افراد پر ہے تو وہ کلیہ ہے اور اگر بیان کیا جائے کہ حکم بعض

besturdubooks.wordpress.com

افراد پر ہے تو وہ جزئیہ ہے اور ہر ایک ان میں سے موجبہ ہوگا یا سالبہ۔ اور ضروری ہے ان چار محصورات میں سے ہر ایک میں ایک ایسا امر جو موضوع کے افراد کی مقدار کو بیان کرے اس امر کا نام سور رکھا جاتا ہے اور وہ لیا گیا ہے سور البلد سے اس لئے کہ جیسے شہر کی دیوار احاطہ کرنے والی ہوتی ہے شہر کو اسی طرح یہ امر احاطہ کرنے والا ہوتا ہے موضوع کے ان افراد کو جن پر حکم لگایا گیا ہے پس موجبہ کلیہ کا سور لفظ کل اور لام استغراق ہے اور وہ جو ان کے معنی کا فائدہ دیتا ہو جس زبان سے بھی ہو اور موجبہ جزئیہ کا لفظ **بعض** اور **واحد** ہے اور جو ان کے معنی کا فائدہ دیتا ہو اور سالبہ کلیہ کا سور **لا شیء** اور **لا واحد** ہے اور جو لفظ ان کی مثل ہو اور سالبہ جزئیہ کا سور **لیس بعض** اور **بعض لیس** اور **لیس کل** ہیں اور وہ لفظ جو ان کے ہم معنی ہو۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں قضیہ کی باعتبار موضوع کے اقسام بیان کی گئی ہیں قضیہ کے ان اقسام کے نام اور معنی میں قضیہ کے موضوع کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً قضیہ کا موضوع اگر جزئی اور شخص معین ہو تو اس کو قضیہ شخصیہ اور اگر نفس طبعیت ہو تو اس کو طبعیہ کہتے ہیں وغیرہ

باعتبار موضوع کے قضیہ کی پانچ قسمیں ہیں (۱) شخصیہ (۲) طبعیہ (۳) محصورہ کلیہ (۴) محصورہ جزئیہ (۵) مہملہ

وجہ حصر:۔ جو بھی قضیہ ہوگا اس کا موضوع کلی ہوگا یا جزئی اگر موضوع جزئی ہے تو اس کو قضیہ شخصیہ کہیں گے اور اگر موضوع کلی ہے تو پھر دیکھیں گے کہ حکم کلی کی طبعیت پر ہے یا افراد پر اگر حکم کلی کی طبعیت پر ہو اس کو قضیہ طبعیہ کہیں گے جیسے **الانسان نوع** (اس میں نوع والا حکم انسان کی طبعیت پر ہے افراد انسانی پر نہیں) اور اگر حکم افراد پر ہوگا تو پھر دیکھیں گے کہ افراد کی تعداد بیان کی گئی ہے یا نہیں اگر افراد کی چندگی نہیں بیان کی گئی تو اس کو قضیہ مہملہ کہیں گے جیسے **الانسان حیوان** اور اگر افراد کی چندگی بیان کی گئی ہو تو اس کو قضیہ محصورہ کہیں گے پھر محصورہ میں اگر حکم موضوع کے تمام افراد پر ہوگا تو اس کو محصورہ کلیہ کہیں گے جیسے **کل انسان حیوان** اور اگر حکم بعض افراد موضوع پر ہوگا تو اس کو محصورہ جزئیہ کہیں گے جیسے **بعض الانسان حیوان** ان پانچوں قسموں میں سے ہر ایک موجبہ ہوگا یا سالبہ ہوگا اس طرح یہ کل قسمیں موضوع کے اعتبار سے دس بن جائیں گی پانچ موجبات کی اور پانچ سوالب کی۔

ولا بد فی کل من تلک المحصورات الخ:۔ اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قضیہ محصورہ میں جو افراد کی تعداد بیان کی جائے گی ان افراد کی تعداد بیان کرنے کیلئے ضرور کوئی نہ کوئی لفظ ہوگا وہ لفظ جو افراد کی تعداد بیان کرے اس کو

besturdubooks.wordpress.com

سور کہیں گے۔ سور یہ سور البلد سے مشتق ہے سور البلد شہر کی اس دیوار کو کہتے ہیں جو پرانے زمانے میں شہر کے گرد حفاظت کیلئے بنائی جاتی تھی اور وہ دیوار تمام شہر کو گھیر لیتی تھی اسی طرح قضیہ کا جو سور ہوتا ہے یہ بھی اس حکم کو گھیر لیتا ہے جو حکم کہ موضوع کے افراد پر لگایا گیا ہے۔

محصورات اربعہ کے سور:۔ (۱) موجبہ کلیہ کا سور کل اور لام استغراق کا ہے اور جو لفظ بھی ان سوروں کا ہم معنی ہو خواہ کسی بھی زبان کا لفظ ہو جیسے اردو زبان میں موجبہ کلیہ کا سور لفظ ہر ہے (۲) سالبہ کلیہ کا سور لاشیء اور لا واحد ہیں اور نکرہ تحت النفی یہ بھی سالبہ کلیہ کا سور ہے (۳) موجبہ جزئیہ کا سور بعض اور واحد کا لفظ ہے اور نکرہ جو اثبات میں واقع ہو۔ (۴) سالبہ جزئیہ کا سور بعض لیس، لیس بعض اور لیس کل ہے۔

قوله: وتلازم الجزئية: اعلم ان القضايا المعتبرة فى العلوم هى المحصورات الاربع لاغير وذلك لان المهملة والجزئية متلازمان اذ كلما صدق الحكم على افراد الموضوع فى الجملة صدق على بعض افراده وبالعكس فالمهملة مندرجة تحت الجزئية والشخصية لا يبحث عنها بخصوصها لانه لا كمال فى معرفة الجزئيات لتغيرها وعدم ثباتها بل انما يبحث عنها فى ضمن المحصورات التى يحكم فيها على الاشخاص اجمالا والطبعية لايبحث عنها فى العلوم اصلا فان الطبائع الكلية من حيث نفس مفهومها كما هو موضوع الطبعية لا من حيث تحققها فى ضمن الاشخاص غير موجودة فى الخارج فلا كمال فى معرفة احوالها فانحصر القضايا المعتبرة فى المحصورات الاربع

ترجمہ:۔ جان لے کہ علوم میں معتبر قضیے یہی محصورات اربعہ ہیں نہ کہ ان کے علاوہ اور یہ اس لئے کہ مہملہ اور جزئیہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اس لئے کہ جب بھی حکم فی الجملہ موضوع کے افراد پر سچا آئے گا تو اس کے بعض افراد پر سچا آئے گا اور ایسے ہی برعکس ہے پس مہملہ جزئیہ کے ماتحت داخل ہے اور شخصیہ سے نہیں بحث کی جاتی خصوصیت کے ساتھ کیونکہ بلاشبہ جزئیات کی معرفت میں کوئی کمال نہیں ان (جزئیات) کے تبدیل ہونے اور ثابت نہ رہنے کی وجہ سے بلکہ سوا اس کے نہیں کہ شخصیہ سے بحث کی جاتی ہے ان محصورات کے ضمن میں کہ جن میں اشخاص پر اجمالاً حکم لگایا جاتا ہے اور قضیہ طبعیہ سے علوم میں بالکل بحث نہیں کی جاتی پس بلاشبہ طبائع کلیہ اپنے نفسِ مفہوم کی حیثیت سے ایسے ہیں جیسے وہ قضیہ طبعیہ کا موضوع ہیں بغیر اپنے تحقق کی

besturdubooks.wordpress.com

حیثیت کے اشخاص کے ضمن میں خارج میں موجود نہیں پس نہیں ہے کوئی کمال ان کے احوال کی معرفت میں پس منحصر ہو گئے معتبر قضیے محصورات اربعہ میں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض اس سوال کا جواب دینا ہے کہ مناطقہ صرف محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ) سے ہی کیوں بحث کرتے ہیں باقی چھ اقسامِ قضایا سے کیوں بحث نہیں کرتے؟

تشریح:۔ محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ) سے مناطقہ اپنی کتابوں میں بحث کرتے ہیں ان کے علاوہ شخصیہ موجبہ اور شخصیہ سالبہ، طبعیہ موجبہ اور سالبہ، مہملہ موجبہ اور سالبہ ان چھ سے بحث نہیں کرتے یزدی نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ قضیہ مہملہ سے تو منطقی اس لیے بحث نہیں کرتے کیونکہ یہ جزئیہ محصورہ میں داخل ہے وہ اس طرح کہ جزئیہ محصورہ اور مہملہ ایک دوسرے کو لازم ہیں جہاں مہملہ ہوگا وہاں جزئیہ محصورہ ضرور ہوگا اور جہاں جزئیہ محصورہ ہوگا وہاں مہملہ ہوگا، مہملہ میں حکم افراد پر ہوتا ہے افراد کی چندگی بیان کرنا ضروری نہیں اور جزئیہ میں بھی حکم بعض افراد پر ہوتا ہے جب حکم فی الجملہ افراد پر ہوگا تو مہملہ ہوگا اور وہاں جزئیہ بھی ہوگا کیونکہ بعض پر بھی تو وہاں حکم لگ رہا ہے اور جہاں حکم بعض افراد پر ہوگا تو وہاں جزئیہ ہوگا اور مہملہ بھی ہوگا کیونکہ جب بعض افراد پر حکم لگ رہا ہے تو فی الجملہ افراد پر بھی تو لگ رہا ہے اس لئے مہملہ بھی پایا گیا چونکہ قضیہ مہملہ جزئیہ کو لازم تھا اس لئے اس کو جزئیہ کے نیچے داخل کیا اور اس کو اس لئے ذکر نہیں کیا اور قضیہ شخصیہ کو اس لئے ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس میں حکم جزئی پر ہوتا ہے اور جزئی میں تغیر و تبدل آتا رہتا ہے اس لئے منطقی جزئیات سے بحث نہیں کرتے بلکہ کلیات سے بحث کرتے ہیں۔ نیز قضیہ شخصیہ سے مستقل علیحدہ بحث نہیں کرتے کیونکہ کلیہ کے ضمن میں اس سے طبعاً بحث ہو جاتی ہے کیونکہ حکم تو کلیہ میں اشخاص پر ہی ہوتا ہے۔ طبعیہ سے اس لئے بحث نہیں کرتے کیونکہ اس میں حکم تو کلی کی طبعیت پر ہوتا ہے منطقی تو خارجی جہان میں موجود چیزوں سے بحث کرتے ہیں اگرچہ کلی طبعی کا وجود ایک قول کے مطابق خارجی ہے لیکن وہ بھی علیحدہ نہیں بلکہ افراد کے ضمن میں ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

متن : ولابد فی الموجبة من وجود الموضوع اما محققا فهی الخارجیة او مقدرا فالحقیقیة او ذهنا فالذهنیة

ترجمہ متن :۔ اور موجبہ میں وجود موضوع ضروری ہے یا محققاً پس وہ خارجیہ ہے یا مقدراً پس حقیقیہ ہے یا ذہناً پس وہ ذہنیہ ہے

☆☆

قولہ:ولابد فی الموجبة :ای فی صدقها من وجود الموضوع وذلک لان الحکم فی الموجبة ثبوت شئ لشئ وثبوت شئ لشئ فرع ثبوت المثبت له اعنی الموضوع فانما یصدق هذا الحکم اذاکان الموضوع محققا موجودا اما فی الخارج ان کان الحکم بثبوت المحمول له هناک او فی الذهن کذلک ثم القضایا الحملیة المعتبرة باعتباروجود موضوعها لها ثلاثة اقسام لان الحکم فیها اما علی الموضوع الموجود فی الخارج محققا نحوکل انسان حیوان بمعنی کل انسان موجود فی الخارج حیوان فی الخارج واما علی الموضوع الموجود فی الخارج مقدرا نحو کل انسان حیوان بمعنی ان کل ما لووجد فی الخارج وکان انسانا فهو علی تقدیر وجوده حیوان وهذا الموجود المقدر انما اعتبروه فی الافراد الممکنة لاالممتنعة کافراد اللاشئ وشریک الباری واما علی الموضوع الموجود فی الذهن کقولک شریک الباری ممتنع بمعنی ان کل مالووجد فی العقل ویفرضه العقل شریک الباری فهو موصوف فی الذهن بالامتناع وهذا انما اعتبروه فی الموضوعات التی لیست لها افراد ممکنة التحقق فی الخارج

ترجمہ:۔ یعنی قضیہ موجبہ کے سچے آنے میں موضوع کا وجود ضروری ہے اور یہ بات اس لئے ہے کہ قضیہ موجبہ میں حکم ایک شی کا دوسری شی کیلئے ثبوت ہوتا ہے اور ثبوت شی لشی فرع ہے ثبوت مثبت لہ (یعنی جس کیلئے ثابت کیا جائے) کی مراد لیتا ہوں میں موضوع کو۔ پس سوا اس کے نہیں کہ یہ حکم اس وقت سچا آئے گا جب کہ موضوع خارج میں محقق و موجود ہو اگر حکم اس کیلئے محمول کے ثبوت کے ساتھ ہو وہاں (خارج میں) یا موضوع ذہن میں ہو اسی طرح۔

besturdubooks.wordpress.com

پھر وہ قضایا حملیہ جو معتبر ہیں اپنے وجود موضوع کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں کیونکہ حکم ان میں یا تو ایسے موضوع پر ہوگا جو خارج میں حقیقۃً موجود ہے جیسے **کل انسان حیوان** اس معنی کے ساتھ کہ ہر انسان جو خارج میں موجود ہے وہ خارج میں حیوان ہے اور یا حکم ایسے موضوع پر ہوگا جو خارج میں تقدیراً موجود ہے جیسے **کل انسان حیوان** اس معنی کے ساتھ کہ ہر وہ چیز کہ اگر خارج میں پائی جاتی تو وہ انسان ہوتی پس وہ خارج میں موجود ہونے کی تقدیر پر حیوان ہے اور اس وجود مقدر کا اعتبار ان مناطقہ نے صرف افراد ممکنہ ہی میں کیا ہے نہ کہ افراد ممتنعہ میں مثل لاشئی اور شریک باری تعالیٰ کے افراد کے۔ اور یا حکم ایسے موضوع پر ہوگا جو ذہن میں موجود ہے جیسے تیرا قول **شریک الباری تعالیٰ ممتنع** اس معنی کے ساتھ کہ ہر وہ شئی کہ اگر عقل میں پائی جائے اور عقل اس کو شریک باری تعالیٰ فرض کرلے پس وہ موصوف ہے ذہن میں صفت امتناع کے ساتھ اور سوا اس کے نہیں کہ اس کا اعتبار کیا ہے انہوں نے ان موضوعات میں جن کے ایسے افراد نہیں ہیں جن کا خارج میں پایا جانا ممکن ہو۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔ متن میں علامہ تفتازانیؒ نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے شارح اس کی وضاحت کررہے ہیں۔

تشریح:۔ متن میں علامہ تفتازانیؒ نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ دنیا میں جو بھی قضیہ موجبہ ہوگا اس میں موضوع کا موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ قضیہ موجبہ میں محمول کو موضوع کیلئے ثابت کیا جاتا ہے اور کسی شئی کا ثابت کرنا یہ فرع ہوتا ہے مثبت لہ (جس کیلئے ثابت کیا جائے) کے وجود کی یعنی پہلے مثبت لہ موجود ہوتا ہے پھر اس کیلئے کسی چیز کو ثابت کیا جاتا ہے یہاں بھی موضوع مثبت لہ ہے اور محمول کو اس کیلئے ثابت کیا جاتا ہے اس لئے موضوع (مثبت لہ) کا موجود ہونا پہلے ضروری ہے۔ **پھر موضوع کے موجود ہونے کی تین صورتیں ہیں۔**

(۱) موضوع خارجی جہان میں موجود ہو حقیقۃً اور اس کیلئے محمول کو ثابت کیا گیا ہو جیسے **کل انسان حیوان** یہاں انسان کے افراد زید، عمرو، بکر خارج میں حقیقۃً موجود ہیں اور ان کیلئے حیوانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔ جب موضوع خارج میں حقیقۃً موجود ہو تو اس کو قضیہ خارجیہ کہتے ہیں۔

(۲) دوسری صورت موضوع کے موجود ہونے کی یہ ہے کہ حقیقۃً تو موضوع خارج میں موجود نہ ہو لیکن خارج میں موضوع کے وجود کو فرض کیا گیا ہو جیسے **کل عنقاء طائر** یہاں موضوع عنقاء حقیقۃً خارج میں موجود نہیں لیکن اس کے وجود کو خارج میں فرض کیا گیا ہے کہ اگر کوئی فرد عنقاء کا اس خارجی جہان میں پایا گیا اور وہ عنقاء ہوا تو وہ طائر ہوگا اس کی دوسری مثال جو ماتنؒ نے دی ہے وہ **کل انسان حیوان** ہے کہ یہاں حیوانیت کو انسان کے ان افراد کیلئے بھی ثابت کیا گیا ہے جو ابھی خارج میں موجود نہیں

besturdubooks.wordpress.com

۱۵/ا

بلکہ بعد میں پیدا ہونے والے ہیں ان مفروض الوجود (جنکا وجود فرض کیا گیا ہے) افراد کیلئے حیوانیت کو ثابت کیا گیا ہے۔ جب موضوع کو خارج میں فرض کیا گیا ہو تو اس کو قضیہ حقیقیہ کہتے ہیں۔

(۳) تیسری صورت موضوع کے موجود ہونے کی یہ ہے کہ موضوع حقیقۃً خارج میں نہ ہو اور نہ تقدیراً خارج میں ہو بلکہ ذہن میں فرض کیا گیا ہو جیسے شریک الباری کا کوئی فرد نہ حقیقۃً خارج میں موجود ہے اور نہ تقدیراً بلکہ ذہن میں اس کو فرض کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض عقل میں شریک الباری ہو تو امتناع والا حکم اس کیلئے ثابت ہوگا خارج میں یہ نہ حقیقۃً موجود ہے اور نہ تقدیراً۔ یہ تقسیم تینوں قسموں کی طرف قضیہ کی باعتبار وجود موضوع کے ہے۔

فائدہ:۔ کیونکہ خارج اخص مطلق ہے اور ذہن اعم مطلق ہے اس قول کے تحت جو چیز بھی خارج میں ہوگی وہ ذہن میں ہوگی اور جو ذہن میں ہو ضروری نہیں کہ وہ خارج میں بھی ہو جیسے شریک الباری کو ذہن میں فرض کرلو لیکن یہ خارج میں تو نہیں۔

متن: وقد يجعل حرف السلب جزء من جزء فيسمى معدولة والا فمحصلة

ترجمہ متن:۔ اور کبھی حرف سلب کو اس کی دو جزؤوں میں سے کسی ایک کا جزو بنا دیا جاتا ہے پس اس کا نام معدولہ رکھا جاتا ہے ورنہ پس وہ محصلہ ہے۔

مختصر تشریح متن:۔ اس عبارت سے علامہ تفتازانیؒ قضیہ کی ایک دوسری تقسیم باعتبار حرف سلب کے ذکر کر رہے ہیں۔ حرف سلب لا اور لیس اور ہر وہ حرف ہے جسکے معنی میں حرف نفی موجود ہو جیسے لم اور لن وغیرہ۔ مزید تشریح شرح میں ملاحظہ کریں۔

☆☆

قوله: حرف السلب: كلا وليس وغيرهما مما يشاركهما في معنى السلب

ترجمہ:۔ حرف سلب جیسے لا اور لیس اور ان دونوں کے علاوہ جو ان کے ساتھ معنی سلب میں شریک ہوں۔

قوله من جزء: اى من الموضوع فقط او من المحمول فقط او من كليهما فالقضية على الاول تسمى معدولة الموضوع وعلى الثاني معدولة المحمول وعلى الثالث معدولة الطرفين

ترجمہ:۔ یعنی صرف موضوع کا جزو یا صرف محمول کا جزو یا دونوں کا جزو پس قضیہ اول صورت پر نام رکھا جاتا ہے معدولۃ الموضوع اور دوسری صورت پر نام رکھا جاتا ہے معدولۃ المحمول اور تیسری صورت پر معدولۃ الطرفین۔

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اس قول میں قضیہ کی باعتبار حرف سلب کے تین قسمیں بیان کی ہیں۔

قضیے کی دو جزئیں ہوتی ہیں موضوع اور محمول۔کبھی حرف سلب کو موضوع یا محمول یا دونوں کا جزو بنادیتے ہیں۔جس قضیہ میں حرف سلب جزو بنا ہوتا ہے اس کو قضیہ معدولہ کہتے ہیں وجہ تسمیہ دوسرے قولہ میں آرہی ہے۔پھر اگر موضوع کا جزو بنائیں جیسے اللاحی جماد اس کو قضیہ معدولۃ الموضوع کہتے ہیں اور اگر حرف سلب کو محمول کا جزو بنائیں جیسے الحی لاجماد اس کو قضیہ معدولۃ المحمول کہتے ہیں اور اگر حرف سلب کو موضوع اور محمول دونوں کی جزو بنائیں جیسے اللاحی لاجماد اس کو قضیہ معدولۃ الطرفین کہتے ہیں۔

ضابطہ:۔قضیہ میں ایک حرف سلب ہو یا دو ہوں اگر وہ موضوع یا محمول کا جزو بنے ہوئے ہوں تو وہ قضیہ موجبہ ہوتا ہے جب حرف سلب موضوع یا محمول کا جزو بن جاتا ہے تو اس وقت اس کا نفی والا معنی ختم ہوجاتا ہے۔

قوله معدولة: لان حرف السلب موضوع لسلب النسبة فاذا استعمل لا فی هذا المعنی کان معدولا عن معناه الاصلی فسمیت القضیة التی هذا الحرف جزء من جزئها معدولة تسمیة للکل باسم الجزء والقضیة التی لا یکون حرف السلب جزء من طرفیها تسمی محصلة

ترجمہ:۔اسلئے کہ حرف سلب وضع کیا گیا ہے نسبت کی نفی کیلئے پس جب اس معنی کے علاوہ میں استعمال ہوگا تو معدول ہوگا اپنے معنی اصلی سے پس نام رکھا جائے گا اس قضیہ کا کہ یہ حرف اس کے ایک جزو کا جزو ہے معدولہ مثل نام رکھنے کل کے جزو کے نام کے ساتھ۔اور وہ قضیہ جس میں حرف سلب اس کی دو طرفوں میں سے کسی کی جزو نہ ہو اس (قضیہ) کا نام محصلہ رکھا جاتا ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ معدولہ کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:۔حرف سلب کی اصل وضع تو اس لئے کی گئی ہے تاکہ یہ محمول کی موضوع سے نفی کرے جب یہ معنی حرف سلب کا اس کے جزو بننے کی وجہ سے ختم ہوجاتا ہے تو اس وقت اس حرف سلب کو معدول کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اپنے معنی سے پھر جاتا ہے اصل میں معدول اسی حرف سلب کو کہتے ہیں جو کہ قضیہ کی جزو ہوتا ہے پھر مجازاً اس قضیہ کو کہ جس میں حرف سلب جزو بنا ہوا ہوتا ہے معدولہ کہہ دیتے ہیں یہ مجاز مرسل کے علاقوں میں سے ایک علاقہ ہے اس کو تسمیۃ الکل باسم الجزء کہتے ہیں اگر قضیہ میں حرف سلب نہ ہو

besturdubooks.wordpress.com

جیسے زید قائم یا ہوتو سہی لیکن جزو نہ بنا ہوتو اس قضیہ کو محصلہ کہتے ہیں چاہے وہ موجبہ ہو یا سالبہ۔

بعض حضرات نے فرق کیا ہے کہ اگر موجبہ ہوتو اس کو محصلہ اور اگر سالبہ ہوتو اس کو بسیطہ کہتے ہیں اس لئے کہ بسیط کے معنی مفرد کے ہیں اور اس میں بھی حرف سلب ایک ہی ہوتا ہے۔

۱۵/۲

متن: وقد يصرح بكيفية النسبة فموجهة وما به البيان جهة والا فمطلقة فان كان الحكم فيها بضرورة النسبة ما دام ذات الموضوع موجودة فضرورية مطلقة او مادام وصفه فمشروطة عامة او فی وقت معين فوقتية مطلقة او غير معين فمنتشرة مطلقة او بدوامها مادام الذات فدائمة مطلقة او مادام الوصف فعرفية عامة او بفعليتها فمطلقة عامة او بعدم ضرورة خلافها فممكنة عامة فهذه بسائط

ترجمہ متن: ۔اور کبھی نسبت کی کیفیت کی تصریح کر دی جاتی ہے پس اس کا نام موجہہ ہے اور وہ چیز جس کے ساتھ کیفیت کو بیان کیا جائے وہ جہت ہے ورنہ پس مطلقہ ہے پس اگر حکم اس میں نسبت کے ضروری ہونے کا ہو ذات موضوع کی موجودگی تک تو وہ ضروریہ مطلقہ ہے یا وصف موضوع کی موجودگی تک تو وہ مشروطہ عامہ ہے یا وقت معین میں تو وہ وقتیہ مطلقہ ہے یا وقت غیر معین میں تو وہ منتشرہ مطلقہ ہے یا قضیہ میں حکم دوام نسبت کا ہو ذات کے دوام تک تو وہ دائمہ مطلقہ ہے یا دوام وصف تک تو وہ عرفیہ عامہ ہے یا اس قضیہ میں حکم فعلیت نسبت کا ہوتو وہ مطلقہ عامہ ہے یا جانب مخالف کے ضروری نہ ہونے کا حکم ہوتو وہ ممکنہ عامہ ہے پس یہ بسائط ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قوله: بكيفية النسبة: نسبة المحمول الى الموضوع سواء كانت ايجابية او سلبية تكون لامحالة مكيفة فی نفس الامر والواقع بكيفية مثل الضرورة او الدوام او الامكان او الامتناع وغير ذلك فتلك الكيفية الواقعة فی نفس الامر تسمى مادة القضية ثم قد يصرح فی القضية بان تلك النسبة مكيفة فی نفس الامر بكيفية كذا فالقضية حينئذ تسمى

besturdubooks.wordpress.com

موجهة وقد لايصرح بذلك فتسمى القضية مطلقة واللفظ الدال عليها في القضية الملفوظة والصورة العقلية الدالة عليها في القضية المعقولة تسمى جهة القضية فان طابقت الجهة المادة صدقت القضية كقولنا الانسان حيوان بالضرورة والا كذبت كقولنا كل انسان حجر بالضرورة

ترجمہ:۔یعنی (نسبت سے مراد) محمول کی نسبت موضوع کی طرف برابر ہے کہ وہ نسبت ایجابی ہو یا سلبی یقیناوہ مکیف ہوگی واقع اورنفس الامر میں کسی کیفیت کے ساتھ جیسے کیفیت ضرورۃ یا کیفیت دوام یا کیفیت امکان یا کیفیت امتناع یا انکے علاوہ پس یہی کیفیت جونفس الامر میں واقع ہے اس کا نام مادہ قضیہ رکھا جاتا ہے پھر قضیہ میں کبھی اس بات کی تصریح کردی جاتی ہے کہ وہ نسبت نفس الامر میں فلاں کیفیت کے ساتھ مکیف ہے پس قضیہ کا اس وقت موجہ نام رکھا جاتا ہے اور کبھی اس بات کی تصریح نہیں کی جاتی تو قضیہ کا نام مطلقہ رکھا جاتا ہے اور جو لفظ اس کیفیت پر دال ہو قضیہ ملفوظہ میں اور جو صورت عقلیہ دال ہو اس کیفیت پر قضیہ معقولہ میں اس کا نام جہت قضیہ رکھا جاتا ہے پس اگر جہت مادے کے مطابق ہے تو قضیہ صادق ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حیوان بالضرورۃ ورنہ قضیہ جھوٹا ہے جیسے ہمارا قول کل انسان حجر بالضرورۃ۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔کائنات میں جو بھی قضیہ ہوگا اس میں جو نسبت ایجابی یا سلبی ہوگی وہ چار صفتوں میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ موصوف ہوگی (۱) ضرورۃ (۲) دوام (۳) فعلیت (۴) امکان (اگرچہ پانچواں عقلی احتمال امتناع والا بھی ہے لیکن چونکہ اس کا خارج میں وجود نہیں ہوسکتا اس لئے اس کا اعتبار نہیں کرتے) خارجی جہان میں جب اس نسبت کا ثبوت یا سلب ضروری ہو تو اس کو مادہ قضیہ کہتے ہیں جیسا کہ کل انسان حیوان بالضرورۃ یہاں انسان کیلئے جہان خارجی میں حیوان ہونا ضروری ہے جب اسی خارجی جہان کی اس کیفیت کو کسی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو اس لفظ کو جہت قضیہ کہتے ہیں جیسے انسان کیلئے حیوانیت کا ثبوت ضروری تھا تو ہم نے اس ضرورت کو لفظ بالضرورۃ کے ساتھ تعبیر کیا اور کل انسان حیوان بالضرورۃ کہا اس میں ضرورت کے لفظ کو جہت قضیہ کہتے ہیں جبکہ یہ قضیہ ملفوظہ ہو اور جب اسی قضیہ کل انسان حیوان بالضرورۃ کا تصور ذہن میں کیا جائے تو وہ صورت جو کہ اس ضرورت پر دال ہوگی اس صورت عقلی کو قضیہ معقولہ کی جہت کہیں گے اور جس قضیہ میں جہات مذکورہ ہوتی ہیں اس کو قضیہ موجہہ اور رباعیہ کہتے ہیں۔موجہہ تو اس لئے کہ جہت مذکور ہے اور رباعیہ اس لئے کہ اب قضیہ کے

besturdubooks.wordpress.com

اجزاء چار ہو گئے (۱) موضوع (۲) محمول (۳) نسبت (۴) جہت۔ اگر یہ کیفیت جس کو لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے نفس الامر (خارجی جہان) میں مادہ قضیہ کے مطابق ہو تو اس قضیہ کو صادق کہتے ہیں جیسے کل انسان حیوان بالضروۃ اور اگر نفس الامر کے خلاف ہو تو اس کو قضیہ کاذبہ کہتے ہیں جیسے کل انسان حجر بالضرورۃ۔

قوله: فان كان الحكم فيها بضرورة النسبة الخ قد يكون الحكم في القضية الموجهة بان النسبة الثبوتية او السلبية ضرورية اى ممتنعة الانفكاك عن الموضوع على احد اربعة اوجه الاول انها ضرورية مادام ذات الموضوع موجودة نحو كل انسان حيوان بالضرورة ولا شئ من الحجر بانسان بالضرورة فيسمى القضية حينئذ ضرورية مطلقة لاشتمالها على الضرورة وعدم تقييد الضرورة بالوصف العنواني او الوقت الثاني انها ضرورية ما دام الوصف العنواني ثابتا لذات الموضوع نحو كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتبا ولا شئ منه بساكن الاصابع بالضرورة ماد ام كاتبا فتسمى ح مشروطة عامة لاشتراط الضرورة بالوصف العنواني ولكون هذه القضية اعم من المشروطة الخاصة كما ستجئ الثالث انها ضرورية في وقت معين نحو كل قمر منخسف بالضرورة وقت حيلولة الارض بينه وبين الشمس ولاشئ من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربيع فتسمى ح وقتية مطلقة لتقييد الضرورة بالوقت وعدم تقييد القضية باللادوام الرابع انها ضرورية فى وقت من الاوقات كقولنا كل انسان متنفس بالضرورة وقتا ما ولاشئ من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتا ما فتسمى منتشرة مطلقة لكون وقت الضرورة فيها منتشرة اى غير معين وعدم تقييد القضية باللادوام

ترجمہ: یعنی کبھی قضیہ موجہہ میں حکم ہوتا ہے بایں طور کہ نسبت ثبوتیہ یا سلبیہ ضروری ہے یعنی محمول کا انفکاک موضوع سے ممتنع ہے یہ چار صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر ہوگا پہلی صورت یہ ہے کہ وہ نسبت ضروری ہے جب تک کہ ذات موضوع موجود ہے جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ الخ پس اس وقت قضیہ کا نام ضروریہ مطلقہ ہے اس قضیہ کے ضرورت پر مشتمل

besturdubooks.wordpress.com

ہونے کی وجہ سے اور ضرورت کے وصف عنوانی یا وقت کے ساتھ مقید نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ نسبت ضروری ہے جب تک وصف عنوانی ذات موضوع کیلئے ثابت ہے جیسے کل کاتب متحرک الخ پس اس وقت قضیہ کا نام مشروطہ عامہ رکھا جاتا ہے ضرورت کے وصف عنوانی کے ساتھ مشروط ہونے کی وجہ سے اور قضیہ کے مشروطہ خاصہ سے اعم ہونے کی وجہ سے جیسا کہ عنقریب آئے گا تیسری صورت یہ ہے کہ نسبت وقت معین میں ضروری ہے جیسے کل قمر منخسف الخ پس اس وقت قضیہ کا نام وقتیہ مطلقہ رکھا جاتا ہے ضرورت کو وقت کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ سے اور قضیہ کو لا دوام کے ساتھ مقید نہ کرنے کی وجہ سے چوتھی صورت یہ ہے کہ نسبت ضروری ہے اوقات میں سے کسی وقت میں جیسے ہمارا قول کل انسان متنفس الخ پس اس وقت قضیہ کا نام منتشرہ مطلقہ رکھا جاتا ہے وقت ضرورت کے اس میں منتشر یعنی غیر معین ہونے کی وجہ سے اور قضیہ کو لا دوام کی قید سے مقید نہ کرنے کی وجہ سے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ سابقہ قولہ میں گزر چکا ہے کہ جہت چار قسم کی ہوتی ہے اس قول میں یہ بیان کیا ہے کہ ان میں سے کیفیت کی پہلی قسم ضرورت چار قسم کی ہوتی ہے۔

﴿۱﴾ ضرورت کی پہلی قسم:۔ یہ ہے کہ محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کیلئے ضروری ہو جب تک کہ ذات موضوع موجود ہو موجبہ کی مثال جیسے کل انسان حیوان بالضرورۃ اس میں حیوانیت کا ثبوت ہے انسان کیلئے جب تک انسان کے افراد یعنی ذات موضوع موجود ہے، سالبہ کی مثال لا شئ من الحجر بانسان بالضرورۃ اس کو ضروریہ مطلقہ کہتے ہیں۔ اور ضرورت ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ ضروریہ مطلقہ:۔ اس کو ضروریہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں جہت ضرورت کی ہوتی ہے اور مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وصف عنوانی کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا بلکہ مطلق ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ ضرورت کی دوسری قسم:۔ محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کیلئے ضروری ہو جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو وصف عنوانی اس لفظ کو کہتے ہیں جس سے ذات موضوع کو تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا بالدوام اس میں تحرکِ اصابع کا ثبوت ذاتِ کاتب کیلئے اس وقت تک ہے جب تک وہ کتابت والی وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہے اس قضیہ کو مشروطہ عامہ کہتے ہیں اور دوام ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

وجہ تسمیہ مشروطہ عامہ:۔اس کو مشروطہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں وصف عنوانی کی شرط ہوتی ہے اور عامہ اس لئے کہ یہ مرکبات میں سے مشروطہ خاصہ سے اعم ہوتا ہے۔جس کا تذکرہ ان شاء اللہ تعالی مرکبات کی بحث میں آئیگا۔

﴿۳﴾ضرورت کی تیسری قسم:۔محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کیلئے ضروری ہوایک وقت معین میں جیسے کل قمر منخسف بالضرورة وقت حیلولة الارض بینه وبین الشمس (ہر چاند کو گرہن لگنے والا ہے بوقت حائل ہونے زمین کے سورج اور چاند کے درمیان) اس میں انخساف کو قمر کیلئے ثابت کیا گیا مگر ایک معین وقت میں یعنی جب زمین سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو اس کو وقتیہ مطلقہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ وقتیہ مطلقہ:۔اس کو وقتیہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حکم ایک وقت معین میں ہوتا ہے اور مطلقہ اس لئے کہ اس میں لادوام یا لاضرورۃ کی قید نہیں ہوتی جو کہ مرکبہ یعنی وقتیہ وغیرہ میں ہوا کرتی ہے۔

﴿۴﴾ضرورت کی چوتھی قسم:۔محمول کا ثبوت یا محمول کا سلب ذات موضوع کیلئے ضروری ہو کسی وقت غیر معین میں لیکن وہ وقت غیر معین کسی ایک زمانے کا ہو خواہ حال کا ہو یا مستقبل کا یا ماضی کا۔جیسے کل انسان متنفس بالضرورة وقتاما (ہر انسان سانس لینے والا ہے کسی نہ کسی وقت میں) اس میں تنفس کو انسان کیلئے ثابت کیا گیا ہے کسی غیر معین وقت میں لیکن کسی ایک زمانے میں،اس کو منتشرہ مطلقہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ منتشرہ مطلقہ:۔اس میں ضرورت کا وقت منتشر (غیر معین) ہوتا ہے اس لئے اس کو منتشرہ کہتے ہیں اور یہ لادوام یا لاضرورۃ کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا اس لئے اس کو مطلقہ کہتے ہیں۔

قوله:فدائمة مطلقه: والفرق بين الضرورة والدوام ان الضرورة هي استحالة انفكاك شئ عن شئ والدوام عدم انفكاكه عنه وان لم يكن مستحيلا كدوام الحركة للفلك ثم الدوام اعني عدم انفكاك النسبة الايجابية او السلبية عن الموضوع اما ذاتي او وصفي فان كان الحكم في الموجهة بالدوام الذاتي اى بعدم انفكاك النسبة عن الموضوع مادام ذات الموضوع موجودة سميت القضية دائمة لاشتمالها على الدوام ومطلقة لعدم تقييد الدوام بالوصف العنواني وان كان الحكم بالدوام الوصفي اى بعدم انفكاك النسبة عن

besturdubooks.wordpress.com

ذات الموضوع مادام الوصف العنوانی ثابتا لتلک الذات سمیت عرفیة لان اھل العرف یفھمون ھذاالمعنی من القضیة السالبة بل من الموجبة ایضاعند الاطلاق فاذاقیل کل کاتب متحرک الاصابع فھموا ان ھذا الحکم ثابتا له مادام کاتبا وعامة لکونھا اعم من العرفیة الخاصة التی سیجیٔ ذکرھا

ترجمہ: ضرورت اور دوام کے درمیان فرق یہ ہے کہ ضرورت وہ محال ہونا ہے ایک شئی کے انفکاک کا دوسری شئی سے اور دوام جدا نہ ہونا ہے ایک شئی کا دوسری شئی سے اگر چہ وہ (عدم انفکاک) محال نہ ہو۔ جیسے آسمان کیلئے حرکت کا دائمی ہونا پھر دوام میں مراد لیتا ہوں (دوام سے) نسبت ایجابی یا سلبی کے موضوع سے جدا نہ ہونے کو، ذاتی ہوگا یا وصفی پس اگر حکم قضیہ موجہہ میں دوام ذاتی یعنی نسبت کے موضوع سے جدا نہ ہونے کے ساتھ ہے اس وقت تک جب تک ذات موضوع موجود ہے تو قضیہ کا نام دائمہ رکھا جائے گا اس کے دوام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور مطلقہ رکھا جائے گا دوام کو وصف عنوانی کے ساتھ مقید نہ کرنے کی وجہ سے اور اگر حکم دوام وصفی یعنی نسبت کے ذات موضوع سے اس وقت تک جدا نہ ہونے کے ساتھ ہو جب تک وصف عنوانی اس ذات کیلئے ثابت ہے تو قضیہ کا نام عرفیہ رکھا جاتا ہے اس لئے کہ اہل عرف اس معنی کو قضیہ سالبہ سے بلکہ بوقت اطلاق قضیہ موجبہ سے بھی سمجھتے ہیں پس جب یہ کہا جائے گا کہ کل کاتب متحرک الاصابع تو وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ حکم اس کیلئے ثابت ہے جب تک کہ وہ کاتب ہے اور عامہ نام رکھا جاتا ہے اس کے اعم ہونے کی وجہ سے اس عرفیہ خاصہ سے جس کا ذکر عنقریب آ جائیگا۔

غرضِ شارح: اس قول کی غرض بھی توضیح متن ہے۔

تشریح: اس میں دوسری کیفیت دوام کی قسمیں بیان کی ہیں۔ دوام کی عقلی طور پر دو ہی صورتیں ہیں۔

(۱) دوام ذاتی (۲) دوام وصفی۔

فائدہ: ضرورت اور دوام کا فرق: ضرورت میں شئی کا جدا ہونا ممتنع ہوتا ہے اور دوام میں جدا ہونا ممکن ہوتا ہے اگر چہ جدا نہ ہو جیسے انسانیت یہ حیوان کیلئے ضروری ہے اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتی اور جدا ہو بھی نہیں سکتی، جدا ہونا ممتنع ہے اور حرکت فلک کیلئے (قدیم مناطقہ کے مذہب کے مطابق) دائمی تو ہے کہ اس سے کبھی جدا نہیں ہوتی لیکن جدا ہونا ممکن ہے۔

﴿۱﴾ دوام کی پہلی قسم: محمول کا ثبوت یا محمول کی نفی ذات موضوع سے دائما ہو جب تک کہ ذات موضوع موجود ہو جیسے کل فلک متحرک بالدوام، اس کو دائمہ مطلقہ کہتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

وجہ تسمیہ دائمہ مطلقہ:۔اس کو دائمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حکم دائمی ہوتا ہے اور مطلقہ اس لئے کہ یہ وصف عنوانی کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔

﴿۲﴾ دوام کی دوسری قسم:۔محمول کا ثبوت یا نفی ذات موضوع سے دائما ہو جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو جیسے کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام ما دام کاتبا ۔نفی کی مثال لاشئ من الکاتب بساکن الاصبع بالدوام ما دام کاتبا،اس کو عرفیہ عامہ کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ عرفیہ عامہ:۔اس کو عرفیہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب قضیہ سالبہ مطلقا بولا جائے تو عرف میں عرفیہ عامہ والا معنی سمجھا جاتا ہے کہ یہ حکم دائمی ہے جب تک موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہے۔اور عامہ اس لئے کہ یہ عرفیہ خاصہ سے جو کہ مرکبات میں آرہا ہے اعم ہے۔

قوله:او بفعليتها: اى تحقق النسبة بالفعل فالمطلقة العامة هى التى حكم فيها بكون النسبة متحققة بالفعل اى فى احد الازمنة الثلاثة وتسميتها بالمطلقة لان هذا هو المفهوم من القضية عند اطلاقها وعدم تقييدها بالضرورة اوالدوام او غير ذلك من الجهات و بالعامة لكونها اعم من الوجودية اللادائمة واللا ضرورية على ما سيجئ

ترجمہ:۔یعنی نسبت بالفعل محقق ہوگی پس مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا جائے نسبت کے بالفعل یعنی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں محقق ہونے کا۔اور اس کا مطلقہ نام رکھنا اس لئے ہے کہ یہ وہی قضیہ کا مفہوم ہے جو اس کے مطلق ہونے اور ضرورت یا دوام یا اس کے علاوہ جہات کے ساتھ مقید نہ ہونے کے وقت ہے۔اور عامہ نام رکھنا بوجہ اس کے اعم ہونے کے ہے وجودیہ لا دائمہ اور وجودیہ لا ضروریہ سے جیسا کہ عنقریب آجائے گا۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔اس قول میں کیفیت کی تیسری قسم فعلیت کا بیان ہے۔فعلیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت یا نفی ہو تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں (یعنی غیر معین زمانے میں)

اگر محمول کا ثبوت یا نفی ذات موضوع سے تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں ہو تو اس کو مطلقہ عامہ کہتے ہیں

besturdubooks.wordpress.com

ثبوت کی مثال جیسے کل انسان ضاحک بالفعل ۔نفی کی مثال جیسے لاشئ من الانسان بضاحک بالفعل ۔

وجہ تسمیہ مطلقہ عامہ:۔اس کو مطلقہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب کوئی قضیہ مطلق بولا جائے تو اس سے یہی معنی سمجھا جاتا ہے جو مطلقہ عامہ کا ہے نیز یہ مطلقہ عامہ کسی قید کے ساتھ مقید بھی نہیں ہے ۔اور عامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ وجودیہ لادائمہ اور وجودیہ لاضروریہ سے جو کہ مرکبات میں آرہے ہیں اعم ہے۔

قولہ:او بعدم ضرورة آه: اذا حكم فی القضية بان خلاف النسبة المذكورة فيها ليس ضروريا نحو قولنا زيد كاتب بالامكان العام بمعنى ان الكتابة غير مستحيلة له يعنى ان سلبها عنه ليس ضروريا سميت القضية ح ممكنة لاشتمالها على الامكان وهولسلب الضرورة وعامة لكونها اعم من الممكنة الخاصة

ترجمہ:۔ جب قضیہ میں حکم لگایا جائے بایں طور کہ قضیہ میں مذکورہ نسبت کا خلاف ضروری نہیں ہے جیسے ہمارا قول زید کاتب بالامکان العام یعنی کتابت اس کیلئے محال نہیں بایں معنی کہ اس کا سلب اس سے ضروری نہیں اس وقت قضیہ کا نام ممکنہ رکھا جاتا ہے اس کے امکان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور وہ (امکان) ضرورت کو سلب کرنا ہے اور عامہ نام رکھا جاتا ہے اس کے ممکنہ خاصہ سے اعم ہونے کی وجہ سے۔

غرضِ شارح:۔اس قول میں قضایا بسیطہ میں سے آٹھویں قسم قضیہ ممکنہ عامہ کو بیان کرتے ہیں۔

تشریح:۔اس قول میں کیفیت کی چوتھی قسم امکان عام کا بیان ہے ۔امکان عام اس قضیے کو کہتے ہیں جس میں جانب مخالف سے ضرورت کی نفی ہو۔قضیہ میں اگر نسبت ثبوتی ہو تو اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی جانب مخالف یعنی سلب ضروری نہیں اور اگر قضیہ میں صراحۃ نسبت سلبی ہو تو اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی جانب مخالف یعنی ثبوت ضروری نہیں ۔جیسے زید قائم بالامکان العام یہاں نسبت کا ثبوت ہے کہ قیام کا ثبوت زید کیلئے ممکن ہے ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جانب مخالف یعنی عدم قیام زید کیلئے ضروری نہیں کیونکہ اگر عدم قیام ضروری ہوتا تو پھر قیام کا ثبوت ممکن نہ ہوتا جیسے شریک الباری کا عدم ضروری ہے تو اس کا ثبوت ممکن نہیں ۔اسی طرح سالبہ ممکنہ کو قیاس کرو۔

نوٹ:۔ان آٹھوں قضایا کی بالتفصیل موجبہ اور سالبہ اور کلیہ اور جزئیہ کی مثالیں اگلے صفحے پر نقشے میں ملاحظہ فرمائیں

besturdubooks.wordpress.com

☆نقشہ قضایا موجہہ بسائط بمع امثلہ☆

نمبر	نام قضیہ	کیفیت	مثال قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ
۲	ضروریہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	بعض الحیوان انسان بالضرورۃ
۳	ضروریہ مطلقہ	سالبہ کلیہ	لا شیٔ من الانسان بحجر بالضرورۃ
۴	ضروریہ مطلقہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بحجر بالضرورۃ
۵	مشروطہ عامہ	موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۶	مشروطہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۷	مشروطہ عامہ	سالبہ کلیہ	لا شیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۸	مشروطہ عامہ	سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا
۹	وقتیہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ وبین الشمس
۱۰	وقتیہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	×
۱۱	وقتیہ مطلقہ	سالبہ کلیہ	لا شیٔ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع
۱۲	وقتیہ مطلقہ	سالبہ جزئیہ	×
۱۳	منتشرہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل انسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما
۱۴	منتشرہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	×
۱۵	منتشرہ مطلقہ	سالبہ کلیہ	لا شیٔ من الانسان بمتنفس بالضرورۃ وقتا ما
۱۶	منتشرہ مطلقہ	سالبہ جزئیہ	×
۱۷	دائمہ مطلقہ	موجبہ کلیہ	کل فلک متحرک بالدوام
۱۸	دائمہ مطلقہ	موجبہ جزئیہ	بعض الفلک متحرک بالدوام

besturdubooks.wordpress.com

۱۹	دائمہ مطلقہ	سالبہ کلیہ	لا شيء من الفلک بساکن بالدوام
۲۰	دائمہ مطلقہ	سالبہ جزئیہ	بعض الفلک لیس بساکن بالدوام
۲۱	عرفیہ عامہ	موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا
۲۲	عرفیہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا
۲۳	عرفیہ عامہ	سالبہ کلیہ	لا شيء من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبا
۲۴	عرفیہ عامہ	سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبا
۲۵	مطلقہ عامہ	موجبہ کلیہ	کل انسان متنفس بالفعل
۲۶	مطلقہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل
۲۷	مطلقہ عامہ	سالبہ کلیہ	لا شيء من الانسان بضاحک بالفعل
۲۸	مطلقہ عامہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل
۲۹	ممکنہ عامہ	موجبہ کلیہ	کل انسان کاتب بالامکان العام
۳۰	ممکنہ عامہ	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان العام
۳۱	ممکنہ عامہ	سالبہ کلیہ	لا شيء من الانسان بکاتب بالامکان العام
۳۲	ممکنہ عامہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان العام

قوله:فهذه بسائط: ای القضایا الثمانیة المذکورة من جملة الموجهات بسائط اعلم ان القضایا الموجهة اما بسیطة وهی ما یکون حقیقتها اما ایجابا فقط او سلبا فقط کما مر فی الموجهات الثمانیة واما مرکبة وهی التی تکون حقیقتها مرکبة من ایجاب وسلب بشرط ان لایکون الجزء الثانی فیها مذکورا بعبارة مستقلة سواء کان فی اللفظ ترکیب کقولنا کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما فقولنا لا دائما اشارة الی حکم سلبی ای لاشيء من الانسان بضاحک بالفعل او لم یکن فی اللفظ ترکیب کقولنا کل انسان کاتب بالامکان الخاص

besturdubooks.wordpress.com

فانہ فی المعنی قضیتان ممکنتان عامتان ای کل انسان کاتب بالامکان العام و لا شئ من الانسان بکاتب بالامکان العام والعبرة فی الایجاب والسلب حینئذ بالجزء الاول الذی ہو اصل القضیة واعلم ان القضیة المرکبة انما تحصل بتقیید قضیة بسیطة بقید مثل اللادوام واللاضرورة

ترجمہ:۔یعنی جملہ موجہات میں سے مذکورہ آٹھ قضیے بسائط ہیں تو جان لے کہ قضایا موجہ یا بسیطہ ہونگے اور وہ موجہ بسیطہ وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت یا تو صرف ایجاب ہوگی یا صرف سلب ہوگی جیسا کہ آٹھ موجہات گزر چکے ہیں یا مرکبہ ہونگے اور موجہ مرکبہ وہ قضیہ ہے جس کی حقیقت ایجاب اور سلب سے اس شرط کے ساتھ مرکب ہوگی کہ جزو ثانی اس میں مستقل عبارت کیساتھ مذکور نہ ہو برابر ہے کہ لفظ میں ترکیب ہو جیسے ہمارا قول کل انسان ضاحک بالفعل لا دائما پس ہمارا قول لادائما یہ حکم سلبی یعنی لا شئ من الانسان بضاحک بالفعل کی طرف اشارہ ہے یا لفظ میں ترکیب نہ ہو جیسے ہمارا قول کل انسان کاتب بالامکان الخاص پس بلاشبہ یہ معنی میں دو قضیے ممکنہ عامہ ہیں یعنی کل انسان کاتب الخ اور اعتبار ایجاب اور سلب میں اس وقت جزو اول کا ہوتا ہے جو اصل قضیہ ہے۔اور تو یہ بھی جان لے کہ قضیہ مرکبہ سو اس کے نہیں قضیہ بسیطہ کو لادوام اور لاضرورة جیسی قید کے ساتھ مقید کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

غرضِ شارح:۔ ماقبل میں قضایا بسیطہ کا بیان تھا اب قضایا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں۔

تشریح:۔ اس سے ماقبل میں قضایا بسیطہ کا بیان تھا قضایا بسیطہ ان کو کہتے تھے جن میں فقط ایجاب یا فقط سلب ہو اب اس قولہ سے قضایا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں۔قضیہ مرکبہ کہتے ہیں کہ دو قضیے بسیطوں کو ملا دیا جائے۔مثلاً کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة ما دام کاتبا۔دوسرا قضیہ بسیطہ لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل۔

لیکن اس کی تفصیل سے پہلے قضایا مرکبہ کے بارے میں چند ضروری باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔

فائدہ نمبر (۱):۔ پہلا فائدہ تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ منطقی قضایا مرکبہ کو کیوں ذکر کرتے ہیں؟ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت کسی قضیہ بسیطہ کو ذکر کیا جائے مثلاً مشروطہ عامہ کو ذکر کیا جائے کہ کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة ما دام کاتبا تو اس سے عقلمند تو یہ سمجھتا ہے کہ ثبوت تحرک الاصابع کا ذات کاتب کیلئے اس وقت تک ضروری ہے جب تک کہ وہ صفت کتابت کے ساتھ موصوف ہے لیکن جو بے عقل آدمی ہوگا وہ یہ نہیں سمجھے گا۔بلکہ وہ یہ سمجھے گا کہ شاید تحرک الاصابع کا ثبوت ذات

besturdubooks.wordpress.com

کاتب کیلئے ہمیشہ ضروری ہے چنانچہ مخاطب کے اس وہم کو دور کرنے کیلئے منطقی ایک دوسرا قضیہ بسیطہ بھی ساتھ ذکر کرتے ہیں وہ قضیہ یہ ہے کہ لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل یعنی کسی نہ کسی زمانے میں تحرکِ اصابع کی ذاتِ کاتب سے نفی بھی ہے اس سے مخاطب کا وہم دور ہو جاتا ہے اس لئے منطقی قضایا مرکبہ کو بیان کرتے ہیں۔

فائدہ نمبر (۲):۔ قضایا مرکبہ میں ہمیشہ دو قضیے ہوں گے ایک ان میں سے صراحۃً عبارت میں موجود ہوگا اور دوسرے کی طرف اشارہ ہوگا کیونکہ وہ دوسرا قضیہ اسی پہلے قضیہ سے بنایا جاتا ہے اگر صراحۃً دونوں قضیے عبارت میں مذکور ہوں تو اس کو اصطلاح میں قضیہ مرکبہ نہیں کہا جائے گا۔

فائدہ نمبر (۳):۔ قضیہ مرکبہ میں ایک قضیہ موجبہ ہوگا اور ایک سالبہ۔ لیکن قضیہ کا نام رکھنے میں ہم پہلے قضیہ کا اعتبار کریں گے اگر پہلا قضیہ موجبہ ہے تو سارا قضیہ موجبہ کہلائے گا اور اگر پہلا قضیہ سالبہ ہے تو سارا قضیہ سالبہ کہلائیگا۔

فائدہ نمبر (۴):۔ دوسرا قضیہ اسی پہلے قضیہ کے موضوع اور محمول سے تیار ہوگا البتہ پہلا قضیہ اگر موجبہ تھا تو موجبہ کا سور ہٹا کر سالبہ کا سور داخل کر دیں گے اور اگر پہلا قضیہ سالبہ تھا تو سالبہ کا سور ہٹا کر موجبہ کا سور داخل کر دیں گے۔

فائدہ نمبر (۵):۔ دوسرے قضیے کی طرف اشارہ لا دائما ،لا بالضرورۃ اور امکان خاص کے ذریعے ہوگا۔ لا دائما یا لا بالدوام سے اشارہ قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوگا۔ لا بالضرورۃ سے اشارہ قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوگا۔ امکان خاص میں بھی اشارہ قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوگا۔ جب قضیہ مرکبہ میں اشارہ دوسرے قضیے کی طرف لا دائما اور لا ضرورۃ کے ساتھ ہوگا تو وہ قضیہ لفظوں میں بھی مرکب ہوگا کیونکہ لا دائما اور لا بالضرورۃ یہ اصل قضیہ پورا ہونے کے بعد مستقلاً ایک اور قضیے کی طرف اشارہ کیلئے ذکر کئے جاتے ہیں۔ البتہ امکان خاص والا اشارہ جس قضیہ مرکبہ میں ہوگا وہاں لفظوں میں ترکیب نہیں ہوگی کیونکہ پہلا قضیہ پورا ہونے کے بعد امکان خاص کا لفظ ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ امکان خاص ہی سے پہلا قضیہ ممکنہ بھی تمام ہوتا ہے اور یہی امکان خاص دوسرے قضیہ ممکنہ عامہ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جیسے کل انسان کاتب بالامکان الخاص ۔اس سے دو قضیے ممکنہ عامہ نکلیں گے ایک تو یہی قضیہ مذکورہ اور دوسرا جو کہ ایجاب وسلب میں اس کے مخالف ہوگا۔ پہلا ممکنہ عامہ کل انسان کاتب بالامکان العام ۔دوسرا قضیہ لا شئ من الانسان بکاتب با لامکان العام

فائدہ نمبر (۶):۔ جب قضیہ مرکبہ میں ایک قضیہ موجبہ اور دوسرا سالبہ ہوتا ہے تو قضیہ کے نام رکھنے میں پہلے جزوِ قضیہ کا اعتبار کریں گے جیسا کہ جملہ کے فعلیہ اور اسمیہ ہونے میں پہلے جزو کا اعتبار ہوتا ہے۔ اگر پہلا قضیہ موجبہ ہے تو پورے قضیہ

besturdubooks.wordpress.com

مرکبہ کو موجبہ کہیں گے اگر پہلا قضیہ سالبہ ہے تو پورے قضیہ مرکبہ کو سالبہ کہیں گے۔

متن: وقد تقيد العامتان والوقتيتان المطلقتان باللادوام الذاتى فتسمى المشروطة الخاصة والعرفية الخاصة والوقتية والمنتشرة وقد تقيد المطلقة العامة باللاضرورة الذاتية فتسمى الوجودية اللاضرورية او باللادوام الذاتى فتسمى الوجودية اللادائمة وقد تقيد الممكنة العامة باللاضرورة من الجانب الموافق ايضا فتسمى الممكنة الخاصة وهذه مركبات لان اللادوام اشارة الى مطلقة عامة واللاضرورة الى ممكنة عامة مخالفتى الكيفية وموافقتى الكمية لما قيد بهما

ترجمہ متن:۔ اور کبھی مقید کئے جاتے ہیں عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) اور وقتیتان مطلقتان (وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ) لادوام ذاتی کے ساتھ پس نام رکھا جاتا ہے ان کا مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ اور منتشرہ۔ اور کبھی مطلقہ عامہ مقید کیا جاتا ہے لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ اس کا نام رکھا جاتا ہے وجودیہ لاضروریہ یا مقید کیا جاتا ہے لا دوام ذاتی کے ساتھ اس کا نام وجودیہ لادائمہ رکھا جاتا ہے اور کبھی ممکنہ عامہ مقید کیا جاتا ہے لاضرورۃ کے ساتھ جانب موافق سے بھی پس اس کا نام ممکنہ خاصہ رکھا جاتا ہے پس یہ مرکبات ہیں کیونکہ لادوام اشارہ ہے مطلقہ عامہ کی طرف اور لاضرورۃ ممکنہ عامہ کی طرف جو کیفیت میں اس قضیے کے مخالف ہوتے ہیں جس کو ان دونوں کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے، اور کمیت میں موافق ہوتے ہیں۔

مختصر تشریح متن:۔ متن کا مطلب: جب آپ نے قضایا مرکبات کے شرائط سمجھ لئے تو اب یہاں سے ان قضایا مرکبات کی تفصیل بیان کر رہے ہیں یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ قضایا مرکبہ وہ ہمیشہ دو قضیے بسیطے ہوتے ہیں۔ ایک قضیہ بسیطہ کو دوسرے قضیہ بسیطہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو ایک قضیہ مرکبہ تیار ہوتا ہے مثلاً ضروریہ مطلقہ ایک بسیطہ ہے اس کو مشروطہ عامہ کے ساتھ ملائیں تو ایک قضیہ تیار ہوگا۔ دائمہ مطلقہ کو ملائیں تو دوسرا قضیہ اسی طرح آٹھوں قضیوں میں سے ہر ایک قضیہ کے ساتھ آٹھ بسیطوں کو ملایا جائے تو عقلی احتمالات مرکبات کے چونسٹھ نکلتے ہیں۔ لیکن منطقی صرف سات قضایا مرکبہ کو ذکر کرتے ہیں۔ منطقی تمام بسیطوں کو آپس میں نہیں ملاتے بلکہ صرف دو بسیطوں مطلقہ عامہ (جس کی طرف لادائما سے اشارہ ہوتا ہے) اور ممکنہ عامہ

besturdubooks.wordpress.com

(جس کی طرف لا ضرورۃ سے اشارہ ہوتا ہے) کو بسیطوں کے ساتھ ملاتے ہیں پھر ان دونوں کو بھی تمام بسیطوں کے ساتھ نہیں ملاتے بلکہ لا دائما ذاتی کو پانچ قضیوں کے ساتھ ملاتے ہیں۔ لا دوام ذاتی (مطلقہ عامہ) کو مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں نیز لا دوام ذاتی (مطلقہ عامہ) کو مطلقہ عامہ کے ساتھ بھی ملاتے ہیں۔ اس طرح یہ پانچ قضایا مرکبہ تیار ہوتے ہیں جب مطلقہ عامہ کو مشروطہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس وقت جو قضیہ مرکبہ تیار ہوتا ہے اس کو مشروطہ خاصہ کہتے ہیں۔ عرفیہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو عرفیہ خاصہ کہتے ہیں۔ وقتیہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو وقتیہ کہتے ہیں۔ منتشرہ مطلقہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو منتشرہ کہتے ہیں۔ مطلقہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس کو وجودیہ لا دائمہ کہتے ہیں۔ لا ضرورۃ ذاتی (ممکنہ عامہ) کو صرف دو قضیوں کے ساتھ ملاتے ہیں اور اس سے دو قضیے مرکبے تیار ہوتے ہیں ممکنہ عامہ کو ممکنہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں تو اس سے جو قضیہ مرکبہ تیار ہوتا ہے اس کو ممکنہ خاصہ کہتے ہیں اس کی تعریف یہ ہے کہ اس کی جانب مخالف اور موافق دونوں سے ضرورت کی نفی ہوتی ہے۔ اور ممکنہ عامہ کو مطلقہ عامہ کے ساتھ ملاتے ہیں اس سے جو قضیہ تیار ہوتا ہے اس کو وجودیہ لا ضروریہ کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ مطلقہ عامہ کی تعریف ہم نے ماقبل میں یہ کی تھی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانہ میں ہو جب تک کہ ذات موضوع موجود ہو اگر یہاں یہ قید لگا دی جائے کہ نسبت کا ثبوت موضوع کی ذات کیلئے ہو تین زمانوں میں سے کسی نہ کسی زمانے میں جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہو تو اس وقت اس کو حینیہ مطلقہ (یا لا دوام وصفی) کہتے ہیں۔ اسی طرح ممکنہ عامہ کی تعریف ماقبل میں یہ کی تھی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ممکن ہے جب تک کہ ذات موضوع موجود ہے یہاں بھی اگر وصف عنوانی کی قید لگا دی جائے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ممکن ہے جب تک کہ ذات موضوع موصوف ہو وصف عنوانی کے ساتھ۔ تو اس وقت اسی قضیہ ممکنہ عامہ کو حینیہ ممکنہ (یا لا ضرورۃ وصفی) کہتے ہیں حاصل اس فائدہ کا یہ ہے کہ لا ضرورۃ ذاتی سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوتا ہے اور لا ضرورۃ وصفی سے اشارہ حینیہ ممکنہ کی طرف ہوگا۔ لا دوام ذاتی سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوتا ہے اور لا دوام وصفی سے اشارہ حینیہ مطلقہ کی طرف ہوگا جیسے مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ بسیطوں کے ساتھ ملتے ہیں اسی طرح حینیہ مطلقہ اور حینیہ ممکنہ بھی بسیطوں کے ساتھ ملتے ہیں اس کی تفصیل قولہ او باللادوام الذاتی میں آئیگی۔

نوٹ:۔ یہاں تک تمام تفصیل مرکبات کی مذکور ہو چکی ہے اب شرح میں تفصیل نہیں ہوگی صرف اہم بات کو ذکر کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

besturdubooks.wordpress.com

۱۶/۱

قوله:وقد تقيد العامتان: اى المشروطة العامة والعرفية العامة

غرضِ شارح:۔اس قول اور آنے والے قول کی غرض تشریح متن ہے۔

ترجمہ وتشریح:۔عامتان سے مراد مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ ہیں۔

قوله : والوقتيتان: اى الوقتية المطلقة والمنتشرة المطلقة

ترجمہ:۔وقتیتان سے مراد وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ ہیں۔

قوله:باللادوام الذاتي: ومعنى اللادوام الذاتي هو ان هذه النسبة المذكورة في القضية ليست دائمة مادام ذات الموضوع موجودة فيكون نقيضها واقعا البتة في زمان من الازمنة فيكون اشارة الى قضية مطلقة عامة مخالفة للاصل في الكيف وموافقة في الكم فافهم

ترجمہ:۔اور معنی لا دوام ذاتی کا یہ ہے کہ نسبت جو قضیہ میں مذکور ہے اس وقت تک دائمی نہ ہو جب تک کہ ذات موضوع ہے پس اس کی نقیض تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں ضرور واقع ہوگی پس یہ اشارہ ہوگا قضیہ مطلقہ عامہ کی طرف جو کیف میں اصل کے مخالف اور کم میں موافق ہے پس سمجھ لے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اس میں یہ بتا رہے ہیں کہ لا دوام ذاتی سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف کیسے ہوتا ہے؟ اس کی حکمت یہ ہے کہ لا دوام جس قضیہ مرکبہ میں ہوگا تو وہ یہ بتائے گا کہ نسبت جو کہ اس قضیہ میں موجود ہے یہ ہمیشہ نہیں جب یہ نسبت ہمیشہ نہیں تو اس کی نقیض یہ نکلے گی کہ کسی نہ کسی زمانے میں ہے اور یہی مطلقہ عامہ ہے اسی لئے کہا کہ لا دوام سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف ہوتا ہے

قوله:المشروطة الخاصة: هي المشروطة العامة المقيدة باللادوام الذاتي نحو كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتبا لا دائما اى لا شئ من الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مشروطہ خاصہ کی تعریف اور مثال بیان کرنی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

ترجمہ وتشریح:۔مشروطہ خاصہ یہ مشروطہ عامہ ہی ہوتا ہے جس میں قید لا دوام ذاتی کی ہوتی ہے۔جیسے کل کاتب الخ

قوله: والعرفية الخاصة: هى العرفية العامة المقيدة باللادوام الذاتى كقولنا بالدوام لاشئ من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لادائما اى كل كاتب ساكن الاصابع بالفعل

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض عرفیہ خاصہ کی تعریف اور مثال بیان کرنی ہے۔

ترجمہ وتشریح:۔عرفیہ خاصہ یہ عرفیہ عامہ ہی ہوتا ہے جو کہ لا دوام ذاتی کی قید سے مقید ہوتا ہے۔جیسے لا شئ من الکاتب الخ

قوله: والوقتية والمنتشرة: لما قيدت الوقتية المطلقة والمنتشرة المطلقة باللادوام الذاتى حذف من اسميهما لفظ الاطلاق فسميت الاولى وقتية والثانية منتشرة فالوقتية هى الوقتية المطلقة المقيدة باللادوام الذاتى نحو كل قمر منخسف بالضرورة وقت الحيلولة لا دائما اى لاشئ من القمر بمنخسف بالفعل والمنتشرة هى المنتشرة المطلقة المقيدة باللادوام الذاتى نحو قولنا لاشئ من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتاما لادائما اى كل انسان متنفس بالفعل

ترجمہ:جب وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا گیا تو ان دونوں کے نام سے لفظ اطلاق کو حذف کر دیا گیا پس پہلے کا نام وقتیہ اور دوسرے کا نام منتشرہ رکھا گیا پس وقتیہ وہ ایسا وقتیہ مطلقہ ہے جو لا دوام ذاتی کی قید سے مقید ہو جیسے کل قمر منخسف الخ اور منتشرہ وہ ایسا منتشرہ مطلقہ ہے جو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے ہمارا قول لا شئ من الانسان الخ

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض وقتیہ اور منتشرہ کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔وقتیہ اور منتشرہ وہ وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ ہی ہوتے ہیں جن کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے جب ان کو لا دوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کرتے ہیں تو اس وقت یہ مطلق نہیں رہتے مقید بن جاتے ہیں اس لئے انکے نام میں اطلاق والی قید گرا دیتے ہیں پھر ان کا نام صرف وقتیہ اور منتشرہ ہوتا ہے۔ان کی مثالیں نقشہ میں تفصیل کے ساتھ آ رہی ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله:بالاضرورة الذاتية: معنى اللاضرورة الذاتية ان هذه النسبة المذكورة في القضية ليست ضرورية مادام ذات الموضوع موجودة فيكون هذا حكما بامكان نقيضها لان الامكان هو سلب الضرورة عن الطرف المقابل كما مر فيكون مفاد اللاضرورة الذاتية ممكنة عامة مخالفة للاصل في الكيف

ترجمہ:۔لاضرورت ذاتیہ کا معنی یہ ہے کہ نسبت جو قضیہ میں مذکور ہے اس وقت تک ضروری نہ ہو جب تک ذات موضوع موجود ہے پس یہ حکم ہو جائے گا اس کی نقیض کے امکان کے ساتھ کیونکہ امکان وہ ضرورت کو سلب کرنا ہے مقابل جانب سے جیسا کہ گزر چکا ہے پس لاضرورت ذاتیہ کا معنی ممکنہ عامہ ہوگا جو کیف میں اصل کے مخالف ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ لاضرورۃ ذاتی سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوتا ہے۔

تشریح:۔لاضرورۃ ذاتی سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس قضیہ مرکبہ میں لاضرورۃ ذاتی کی قید موجود ہوتی ہے وہ یہ بات بتاتی ہے کہ جو نسبت اس قضیے میں موجود ہے یہ ضروری نہیں جب اس نسبت کا ثبوت ضروری نہیں تو ممکن ہوگا کیونکہ امکان کا معنی ماقبل میں یہی پڑھا ہے کہ اس میں جانب مخالف کی ضرورۃ کا نہ ہونا بتایا جاتا ہے جب اصل نسبت کی نقیض کا امکان پیدا ہو گیا تو اسی کا نام ممکنہ عامہ ہے۔

قوله:الوجودية اللاضرورية: لان معنى المطلقة العامة هوفعلية النسبة ووجودها في وقت من الاوقات ولاشتمالها على اللاضرورة فالوجودية اللاضرورية هي المطلقة العامة المقيدة باللاضرورة الذاتية نحو كل انسان متنفس بالفعل لابالضرورة اى لاشئ من الانسان بمتنفس بالامكان العام فهي مركبة من المطلقة العامة والممكنة العامة احدهما موجبة والاخرى سالبة

ترجمہ:۔اسلئے کہ مطلقہ عامہ وہ نام ہے نسبت کی فعلیت اور اس کے پائے جانے کا اوقات میں سے کسی وقت میں اور اس (نسبت) کے لاضرورۃ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے پس وجودیہ لاضروریہ وہ مطلقہ عامہ ہے جو لاضرورت ذاتیہ کے ساتھ مقید ہو جیسے کل انسان الخ پس وہ مرکب ہے مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ سے کہ ان میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض وجودیہ لاضروریہ کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔وجودیہ لاضروریہ وہی مطلقہ عامہ ہوتا ہے لیکن اس کو لاضرورۃ ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کر دیا جاتا ہے۔جیسے کل انسان متنفس الخ

قوله:او باللادوام الذاتي:انما قيد اللادوام بالذاتي لان تقييد العامتين باللادوام الوصفي غير صحيح ضرورة تنافي اللادوام بحسب الوصف مع الدوام بحسب الوصف نعم يمكن تقييد الوقتيتين المطلقتين باللادوام الوصفي ايضا لكن هذا التركيب غير معتبر عندهم واعلم انه كما يصح تقييد هذه القضايا الاربع باللادوام الذاتي كذلك يصح تقييدها باللاضرورة الذاتية وكذلك يصح تقييدها سوى المشروطة العامة من تلك الجملة باللاضرورة الوصفية فالاحتمالات الحاصلة من ملاحظة كل من تلك القضايا الاربع مع كل من تلك القيود الاربعة ستة عشر ثلاثة منها غير صحيحة واربعة منها صحيحة معتبرة والتسعة الباقية صحيحة غير معتبرة واعلم ايضا انه كما يمكن تقييد المطلقة العامة باللادوام واللاضرورة الذاتيتين كذلك يمكن تقييدها باللادوام واللاضرورة الوصفيين وهذان ايضا من الاحتمالات الصحيحة الغير المعتبرة وكما يصح تقييد الممكنة العامة باللاضرورة الذاتية يصح تقييدها باللاضرورة الوصفية وكذا باللادوام الذاتي والوصفي لكن هذه المحتملات الثلاثة ايضا غير معتبرة عندهم وينبغي ان يعلم ان التركيب لا ينحصر فيما اشرنا اليه بل سيجيء الاشارة الى بعض آخر ويمكن تركيبات كثيرة اخرى لم يتعرضوا لها لكن المتفطن بعد التنبه بما ذكرناه يتمكن من استخراج اى قدر شاء

ترجمہ:۔سوا اس کے نہیں مقید کیا گیا ہے لا دوام کو ذاتی کے ساتھ اس لئے کہ عامتین (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کرنا صحیح نہیں ہے بوجہ ضروری ہونے لا دوام وصفی کی منافات کے دوام وصفی کے ساتھ ہاں (البتہ) ممکن ہے دو وقتیہ مطلقہ کو مقید کرنا لا دوام وصفی کے ساتھ بھی لیکن یہ ترکیب ان کے ہاں غیر معتبر ہے اور جان لیجئے کہ جس طرح ان قضایا اربعہ

besturdubooks.wordpress.com

کولا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اسی طرح ان کو لاضرورت ذاتیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اور اسی طرح مشروطہ عامہ کے علاوہ ان تمام کو لاضرورت وصفیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے پس جو احتمالات ان قضایا اربعہ کو ان قیود اربعہ کے ساتھ لحاظ کرنے سے حاصل ہوئے سولہ ہیں ان میں سے تین غیر صحیح ہیں، اور چار ان میں سے صحیح معتبر ہیں اور باقی نو صحیح غیر معتبر ہیں اور تو یہ بھی جان لے کہ جس طرح مطلقہ عامہ کو لا دوام اور لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے اسی طرح اس کو لا دوام اور لاضرورۃ وصفی کے ساتھ مقید کرنا ممکن ہے اور یہ دونوں بھی احتمالات صحیحہ غیر معتبرہ میں سے ہیں ۔اور جس طرح ممکنہ عامہ کو لاضرورت ذاتیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اسی طرح اس کو لاضرورت وصفیہ کے ساتھ مقید کرنا صحیح ہے اور ایسے ہی ہے لا دوام ذاتی اور وصفی کے ساتھ لیکن یہ تین احتمالات بھی ان کے ہاں غیر معتبر ہیں اور مناسب یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ ترکیب نہیں ہے منحصر ان میں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا بلکہ دوسرے بعض کی طرف اشارہ عنقریب آ جائے گا۔اور ممکن ہیں دوسری بہت ساری ترکیبات جن کے وہ درپے ہی نہیں ہوئے لیکن سمجھ دار آدمی ان صورتوں (احتمالات) پر متنبہ ہو جانے کے بعد جن کو ہم نے ذکر کیا ہے استخراج کر سکتا ہے جس قدر چاہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ یہ بات ماقبل میں گزر چکی ہے کہ لا دوام ذاتی مطلقہ عامہ کی طرف، لا دوام وصفی حینیہ مطلقہ کی طرف، لاضرورۃ ذاتی ممکنہ عامہ کی طرف، لاضرورۃ وصفی حینیہ ممکنہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان چاروں قسموں کے قضیوں کو آٹھ بسیطوں کے ساتھ ملایا جائے تو عقلی احتمالات مرکبات کے بتیس نکلتے ہیں جن کی تفصیل نقشہ میں موجود ہے ان بتیس احتمالات میں سے سات احتمالات صحیح اور معتبر عند المناطقہ ہیں

نوٹ:۔ ان تمام احتمالات کا تفصیلی نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں

besturdubooks.wordpress.com

☆نقشہ تقییدات موجہات مرکبات☆

نمبر	نام بسائط	تقیید لاضرورۃ ذاتی	تقیید لاضرورۃ وصفی	تقیید لادوام ذاتی	تقیید لادوام وصفی
۱	ضروریہ مطلقہ	غیر صحیح	غیر صحیح	غیر صحیح	غیر صحیح
۲	دائمہ مطلقہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	غیر صحیح	صحیح، غیر معتبر
۳	مشروطہ عامہ	صحیح، غیر معتبر	غیر صحیح	صحیح معتبر	غیر صحیح
۴	عرفیہ عامہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	غیر صحیح
۵	وقتیہ مطلقہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۶	منتشرہ مطلقہ	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۷	مطلقہ عامہ	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر
۸	ممکنہ عامہ	صحیح معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر	صحیح، غیر معتبر

کل احتمالات ﴿۳۲﴾

صحیح معتبر ﴿۷﴾ غیر صحیح ﴿۸﴾ صحیح غیر معتبر ﴿۱۷﴾

صحیح معتبر احتمالات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مشروطہ عامہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو مشروطہ خاصہ کہتے ہیں۔

(۲) وقتیہ مطلقہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو وقتیہ کہتے ہیں۔

(۳) منتشرہ مطلقہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو منتشرہ کہتے ہیں۔

(۴) عرفیہ عامہ مقید ہو لادوام ذاتی کے ساتھ اس کو عرفیہ خاصہ کہتے ہیں۔

(۵) مطلقہ عامہ کو لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو وجودیہ لاضروریہ کہتے ہیں۔

(۶) مطلقہ عامہ کو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو وجودیہ لادائمہ کہتے ہیں۔

(۷) ممکنہ عامہ کو لاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے تو اس کو ممکنہ خاصہ کہتے ہیں۔

یہ سات احتمال صحیح ہیں اور عند المناطقہ معتبر بھی ہیں صحیح اس لئے ہیں کہ ان سے جو قضیہ مرکبہ تیار ہوتا ہے اس کے مفہوم

besturdubooks.wordpress.com

کا آپس میں کوئی تضاد نہیں

سترہ (۱۷) عدد احتمالات صحیح تو ہیں لیکن مناطقہ کے نزدیک معتبر نہیں صحیح تو اس لئے ہیں کہ ان کے مفہوم میں تضاد نہیں اور غیر معتبر اس لئے ہیں کہ منطق کی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں ہوتا۔

آٹھ (۸) احتمالات غیر صحیح ہیں ان کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں دو قضیوں کے مفہوموں میں تضاد ہوتا ہے ان کے غیر صحیح ہونے کی تفصیل سمجھنے سے پہلے ایک دو باتیں ذہن نشین کرلیں کہ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں دوام بھی ہوتا ہے اور جہاں ضرورت ذاتی ہوتی ہے وہاں دوام وصفی بھی اس ضرورت کے وقت میں ہوتا ہے۔ اب ان آٹھ قضیوں کے غیر صحیح ہونے کی تفصیل سمجھیں۔ ضروریہ مطلقہ کے ساتھ لاضرورۃ ذاتی اور وصفی، لا دوام ذاتی اور وصفی کو ملایا جائے یہ چاروں احتمال غیر صحیح ہیں ہر ایک کی تفصیل (۱) ضروریہ مطلقہ کے ساتھ لاضرورۃ ذاتی والا احتمال غیر صحیح اس لئے ہے کہ ان دونوں کے مفہوم میں تضاد ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری ہے۔ اور لاضرورۃ ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری نہیں۔ ان دونوں مفہوموں میں تضاد ہے۔ اس لئے یہ درست نہیں (۲) ضروریہ مطلقہ کے ساتھ لاضرورۃ وصفی والا احتمال اس لئے غیر صحیح ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کا مضمون تو یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری ہے۔ اور اس سے یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ جب ذات موضوع کیلئے نسبت کا ثبوت ضروری ہے تو وصف عنوانی میں ثبوت ضروری ہوگا جبکہ لاضرورۃ وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی کی حالت میں ضروری نہیں ہے۔ ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے۔ (۳) ضروریہ مطلقہ کو لا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کرنا اس لئے غیر صحیح ہے کیونکہ ضروریہ مطلقہ کا مفہوم تو یہ ہے کہ ذات موضوع کیلئے ثبوت ضروری ہے اور جو ضروری ہوتا ہے وہ دائمی بھی ہوتا ہے اور لا دوام ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ ثبوت دائما نہیں ذات موضوع کیلئے ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے (۴) ضروریہ مطلقہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ بھی مقید کرنا غیر صحیح ہے اس لئے کہ ضروریہ مطلقہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری ہے۔ اور اس سے خود بخود سمجھ میں آتا ہے کہ جب ذات موضوع کیلئے ضروری ہے تو وصف عنوانی موضوع میں بھی ہمیشہ ہوگا۔ اور لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ وصف عنوانی کی حالت میں ثبوت ہمیشہ نہیں ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے (۵) احتمال کہ مشروطہ عامہ کو لاضرورۃ وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے یہ غیر صحیح ہے کیونکہ مشروطہ عامہ کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی موضوع میں ضروری ہے اور لاضرورت وصفی کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ وصف عنوانی موضوع میں نسبت کا ثبوت ضروری نہیں ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے (۶) احتمال غیر صحیح کہ مشروطہ عامہ کو لا دوام وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے اس

besturdubooks.wordpress.com

کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مشروطہ عامہ کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ذات موضوع کیلئے ضروری ہے۔اس سے یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ جب وصف عنوانی موضوع کی حالت میں نسبت کا ثبوت ضروری ہے تو دائمی بھی ہوگا جبکہ لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی موضوع میں ہمیشہ نہیں۔ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے(۷)احتمال غیر صحیح کہ دائمہ مطلقہ کولا دوام ذاتی کے ساتھ مقید کیا جائے یہ غیر صحیح اس لئے ہے کہ دائمہ مطلقہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ہمیشہ ہے اور لا دوام ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ہمیشہ نہیں۔ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے(۸)احتمال کہ عرفیہ عامہ کولا دوام وصفی کے ساتھ مقید کیا جائے۔اس کے غیر صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عرفیہ عامہ کا مضمون یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات کیلئے وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ہمیشہ ہے جبکہ لا دوام وصفی کا مفہوم یہ ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے وصف عنوانی موضوع کی حالت میں ہمیشہ نہیں۔ ان دونوں مفہوموں میں بھی تضاد ہے۔یہ آٹھ عدد احتمالات اس لئے غیر صحیح تھے کہ ان کے مفہوم میں تضاد تھا۔

شارح فرماتے ہیں کہ ان بتیس احتمالات کے علاوہ یہاں اور بھی بہت سارے احتمالات نکل سکتے ہیں لیکن یہاں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ذہین آدمی کیلئے ان کو معلوم کرنا آسان ہے لیکن ان احتمالات کا بھی عندالمناطقہ اعتبار نہیں یا ان کا بھی معنی صحیح نہیں بنتا اس لئے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا مثلاً آٹھ بسائط ہیں ہر ایک کو ہر ایک کے ساتھ ملائیں تو چونسٹھ احتمالات بنتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

قولہ:الوجودیة اللادائمة: ھی المطلقة العامة المقیدة باللادوام الذاتی نحولا شیٔ من الانسان بمتنفس بالفعل لادائما ای کل انسان متنفس بالفعل فھی مرکبة من مطلقتین عامتین احدٰھما موجبة والاخری سالبة

ترجمہ:۔وہ ایسا مطلقہ عامہ ہے جولا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہوجیسے لا شیٔ من الانسان الخ پس وہ مرکب ہے ان دو مطلقہ عامہ سے جن میں سے ایک موجبہ اور دوسرا سالبہ ہو۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض وجودیہ لادائمہ کی تعریف بتانی ہے۔

تشریح:۔وجودیہ لادائمہ وہ قضیہ مطلقہ عامہ ہی ہوتا ہے جو کہ لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔جیسے لا شیٔ من الانسان بمتنفس بالفعل الخ

besturdubooks.wordpress.com

قوله: ایضا: کما انه حکم فی الممکنة العامة باللاضرورة عن الجانب المخالف فقد یحکم بلا ضرورة الجانب الموافق ایضا فتصیر القضیة مرکبة من ممکنتین عامتین ضرورة ان سلب ضرورة الجانب المخالف هو امکان الطرف الموافق وسلب ضرورة الطرف الموافق هو امکان الطرف المقابل فیکون الحکم فی القضیة بامکان الطرف الموافق وامکان الطرف المقابل نحو کل انسان کاتب بالامکان الخاص فان معناه کل انسان کاتب بالامکان العام ولاشیء من الانسان بکاتب بالامکان العام

ترجمہ:۔جس طرح ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے لاضرورت کے ساتھ حکم لگایا جاتا تھا پس کبھی جانب موافق سے بھی لاضرورت کے ساتھ حکم لگایا جاتا ہے پس قضیہ دوممکنہ عامہ سے مرکب ہوجاتا ہے بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ جانب مخالف سے ضرورت کی نفی وہ جانب موافق کا امکان ہے اور جانب موافق کی ضرورت کا سلب وہ جانب مخالف کا ممکن ہونا ہے پس قضیہ میں حکم جانب موافق کے امکان اور جانب مخالف کے امکان کے ساتھ ہوگا جیسے کل انسان کاتب الخ پس بلاشبہ اس کا معنی کل انسان کاتب الخ ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ممکنہ خاصہ کی تعریف بتانی ہے۔

تشریح:۔ممکنہ خاصہ کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ممکنہ خاصہ دوممکنہ عامہ سے ملکر بنتا ہے لیکن دونوں کو ایک ہی لفظ یعنی امکان خاص کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ممکنہ عامہ میں جانب مخالف سے ضرورۃ کی نفی ہوتی تھی لیکن ممکنہ خاصہ میں جانب مخالف اور موافق دونوں سے ضرورۃ کی نفی ہوگی اور دونوں جانبوں کا امکان بھی ہوگا۔جیسے کل انسان کاتب بالامکان الخاص کا مطلب یہ ہوگا کہ کتابت انسان کیلئے ضروری نہیں بلکہ ممکن ہے اور عدم کتابت بھی انسان کیلئے ضروری نہیں بلکہ ممکن ہے۔

قوله: وهذه مرکبات: ای هذه القضایا السبع المذکورة وهی المشروطة الخاصة والعرفیة الخاصة والوقتیة والمنتشرة والوجودیة اللاضروریة والوجودیة اللادائمة والممکنة الخاصة

ترجمہ:۔یعنی یہ سات قضایا مرکبات ہیں اور وہ ہیں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ اور وقتیہ اور منتشرہ اور وجودیہ لاضروریہ

besturdubooks.wordpress.com

اور وجودیہ لا دائمہ اور ممکنہ خاصہ۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضایا مرکبات کی تعداد مع اسماء بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔اس قول میں قضایا مرکبات کی تعداد مع نام بیان کر دئے ہیں۔قضایا مرکبہ کل سات ہیں اوران کے نام یہ ہیں (۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ (۳) وقتیہ (۴) منتشرہ (۵) وجودیہ لاضروریہ (۶) وجودیہ لا دائمہ (۷) ممکنہ خاصہ۔ تمام قضایا کی مثالیں مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

☆نقشہ قضایا موجہہ مرکبات بمع امثلہ☆

نمبر	نام قضیہ مرکبہ	جزواول	جزوثانی	مثال قضیہ مرکبہ موجہہ	جزوثانی کی تشکیل
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ	مشروطہ عامہ	مطلقہ عامہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبالا دائما	لا شیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل
۲	مشروطہ خاصہ سالبہ	مشروطہ عامہ	مطلقہ عامہ	لا شیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبالا دائما	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل
۳	عرفیہ خاصہ موجبہ	عرفیہ عامہ	مطلقہ عامہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبالا دائما	لا شیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل
۴	عرفیہ خاصہ سالبہ	عرفیہ عامہ	مطلقہ عامہ	لا شیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبالا دائما	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل
۵	وقتیہ موجبہ	وقتیہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ و بین الشمس لا دائما	لاشیٔ من القمر بمنخسف بالفعل
۶	وقتیہ سالبہ	وقتیہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	لا شیٔ من القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائما	کل قمر منخسف بالفعل
۷	منتشرہ موجبہ	منتشرہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	کل انسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما لا دائما	لاشیٔ من الانسان بمتنفس بالفعل

besturdubooks.wordpress.com

۸	منتشرہ سالبہ	منتشرہ مطلقہ	مطلقہ عامہ	لا شئ من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتا ما لا دائما	کل انسان متنفس بالفعل
۹	وجودیہ لا دائمہ موجبہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	کل انسان متنفس بالفعل لا دائما	لاشئ من الانسان بمتنفس بالفعل
۱۰	وجودیہ لا دائمہ سالبہ	مطلقہ عامہ	مطلقہ عامہ	لا شئ من الانسان بمتنفس بالفعل لا دائما	کل انسان متنفس بالفعل
۱۱	وجودیہ لاضروریہ موجبہ	مطلقہ عامہ	ممکنہ عامہ	کل انسان متنفس بالفعل لا بالضرورة	لا شئ من الانسان بمتنفس بالامکان العام
۱۲	وجودیہ لاضروریہ سالبہ	مطلقہ عامہ	ممکنہ عامہ	لا شئ من الانسان بمتنفس بالفعل لا بالضرورة	کل انسان متنفس بالامکان العام
۱۳	ممکنہ خاصہ موجبہ	ممکنہ عامہ	ممکنہ عامہ	زید کاتب بالامکان الخاص	زید لیس بکاتب بالامکان العام
۱۴	ممکنہ خاصہ سالبہ	ممکنہ عامہ	ممکنہ عامہ	زید لیس بکاتب بالامکان الخاص	زید کاتب بالامکان العام

قوله: مخالفتي الكيفية: اى في الايجاب والسلب وقد مر بيان ذلک في بيان معنى اللادوام واللاضرورة واما الموافقة في الكمية اى الكلية والجزئية فلان الموضوع في القضية المركبة واحد قد حكم عليه بحكمين مختلفين بالايجاب والسلب فان كان في الجزء الاول على كل افراد كان في الجزء الثاني ايضا على كلها وان كان على بعض الافراد في الاول فكذا في الثاني

ترجمہ: یعنی (مخالف ہوں) ایجاب اور سلب میں اور اس کا بیان لا دوام اور لا ضرورت کے معنی کے بیان میں گزر چکا ہے اور بہر حال کمیت یعنی کلیہ اور جزئیہ ہونے میں موافقت پس وہ اس لئے ہے کہ موضوع قضیہ مرکبہ میں امر واحد ہے جس پر دو حکم لگائے گئے ہیں جو ایجاب اور سلب کے ساتھ مختلف ہیں پس اگر جزو اول میں حکم کل افراد پر ہو تو جزو ثانی میں بھی کل افراد پر ہوگا

besturdubooks.wordpress.com

اور اگر اول میں بعض افراد پر ہو پس ثانی میں بھی ایسے ہی ہوگا۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اس میں یہ بتایا ہے کہ لا دوام سے اشارہ مطلقہ عامہ کی طرف اور لاضرورۃ اور امکان خاص سے اشارہ ممکنہ عامہ کی طرف ہوگا جس قضیے کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کریں گے وہ قضیہ کیف (ایجاب وسلب) میں تو پہلے قضیہ کا مخالف ہوگا یعنی اگر پہلا موجب ہوگا تو یہ اشارہ والا قضیہ سالبہ ہوگا اور اگر پہلا سالبہ ہوگا تو یہ اشارہ والا قضیہ موجبہ ہوگا ہاں البتہ اشارہ سے جو قضیہ سمجھا جائے گا وہ کمیت (کلیت وجزئیت) میں پہلے قضیے کے مطابق وموافق ہوگا اس کی حکمت یہ ہے کہ پہلے قضیے کا جو موضوع ہوگا وہی موضوع اس اشارہ سے سمجھے جانے والے قضیے کا بھی ہوگا اگر پہلے قضیے میں حکم کل افراد پر ہوگا تو اس میں بھی کل پر ہوگا اور پہلے قضیے میں اگر حکم بعض افراد پر ہوگا تو اس میں بھی بعض افراد پر ہوگا۔اس لئے کمیت میں یہ پہلے قضیے کے موافق ہوگا۔

قوله: لما قيد بهما ای القضية التي قيدت بهما ای باللادوام واللاضرورة يعنى اصل القضية

ترجمہ:۔یعنی قضیہ جو مقید کیا گیا ہو ان دونوں کے ساتھ یعنی لا دوام اور لاضرورۃ کے ساتھ یعنی اصل قضیہ۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض بھما میں ھما ضمیر کا مرجع بتانا ہے اور یہ بتانا ہے کہ ما سے کیا مراد ہے۔

تشریح:۔لما قید بھما میں ما سے مراد وہ قضیہ ہے جس کو ان دونوں یعنی لا دوام اور لاضرورۃ کے ساتھ مقید کیا جائے گا یعنی اصل قضیہ مراد ہے اور ھما ضمیر کا مرجع لا دوام اور لاضرورۃ ذاتی ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

متن: فصل :الشرطية متصلة ان حكم فيها بثبوت نسبة على تقدير اخرى اونفيهالزومية ان كان ذلك بعلاقة والا فاتفاقيةومنفصلةان حكم فيها بتنا في النسبتين او لا تنا فيهما صدقا وكذ با معا وهى الحقيقية او صدقا فقط فمانعة الجمع او كذبا فقط فمانعه الخلو وكل منهما عنادية ان كان التنافى لذاتي الجزئين والا فاتفاقية ثم الحكم في الشرطية ان كان على جميع تقادير المقدم فكلية اوبعضها مطلقافجزئية اومعينا فشخصية والافمهملة و طرفا الشرطية في الاصل قضيتان حمليتان او متصلتان او منفصلتان او مختلفتان الا انهما خرجتا بزيادة الاتصال والانفصال عن التمام

ترجمہ:۔فصل: قضیہ شرطیہ متصلہ ہے اگراس میں ایک نسبت کی تقدیر پر دوسری نسبت کے ثبوت کا یا اس کی نفی کا حکم لگایا جائے لزومیہ ہے اگر یہ علاقہ کی وجہ سے ہو ورنہ پس وہ اتفاقیہ ہے اور منفصلہ ہے اگراس میں دونسبتوں کی منافات یا عدم منافات کا حکم لگایا جائے صدقاً اور کذباً اکٹھے اور وہ حقیقیہ ہے یا فقط صدقاً (منافات کا حکم لگایا جائے) پس مانعۃ الجمع ہے یا فقط کذباً (منافات کا حکم لگایا جائے) پس مانعۃ الخلو ہے اور ہر ایک ان دونوں میں سے عنادیہ ہے اگر منافات دونوں جزؤں کی ذات کی وجہ سے ہو ورنہ پس وہ اتفاقیہ ہے پھر حکم شرطیہ میں اگر مقدم کی تمام تقادیر پر ہو تو وہ کلیہ ہے یا بعض پر ہو مطلقاً تو جزئیہ ہے یا معین (تقدیر پر ہو) تو شخصیہ ہے ورنہ پس مہملہ ہے اور شرطیہ کی دو طرفیں اصل میں دو قضیے ہیں دونوں حملیہ ہوں یا متصلہ یا منفصلہ یا مختلف ہوں مگر اس صورت میں وہ اتصال اور انفصال کی زیادتی کے ساتھ تمامیت سے نکل جائیں گے۔

مختصر تشریح متن:۔ قضایا حملیہ اور موجہات کی بحث ختم کرنے کے بعد اب قضایا شرطیہ کی بحث کرتے ہیں۔ قضیہ شرطیہ دو قسم پر ہے متصلہ، منفصلہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک دو دو قسم پر ہے موجبہ اور سالبہ۔ شرطیہ متصلہ کی پھر دو قسمیں ہیں۔ لزومیہ، اتفاقیہ۔ شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں۔ حقیقیہ۔ مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو۔ پھر ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔ عنادیہ اور غیر عنادیہ۔ مزید تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

☆☆

besturdubooks.wordpress.com

قوله:على تقدير اخرى: سواء كانت النسبتان ثبوتيتين او سلبيتين او مختلفتين فقولنا كلما لم يكن زيد حيوانا لم يكن انسانا متصلة موجبة فالمتصلة ما حكم فيها باتصال النسبتين والسالبة ما حكم فيها بسلب اتصالهما نحو ليس البتة كلما كانت الشمس طالعة كان الليل موجودا وكذلك اللزومية الموجبة ما حكم فيها بالاتصال بعلاقة والسالبة ماحكم فيها بانه ليس هناك اتصال بعلاقة سواء لم يكن هناك اتصال او كان لكن لابعلاقة واما الاتفاقية فهي ما حكم فيها بمجرد الاتصال او نفيه من غير ان يكون ذلك مستندا الى العلاقة نحو كلما كان الانسان ناطقا فالحمار ناهق وليس كلما كان الانسان ناطقا كان الفرس ناهقا فتدبر

ترجمہ:۔ برابر ہے کہ دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں یا سلبی ہوں یا مختلف ہوں پس ہمارا قول کلما لم یکن زید حیوانا لم یکن انسانا قضیہ متصلہ موجبہ ہے پس متصلہ (موجبہ) وہ قضیہ ہے جس میں دو نسبتوں کے متصل ہونیکا حکم لگایا گیا ہواور متصلہ سالبہ وہ قضیہ ہے جس میں ان نسبتوں کے متصل نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جیسے لیس البتة کلما کانت الشمس طالعة کان اللیل موجودا اور اسی طرح لزومیہ موجبہ وہ قضیہ ہے جس میں کسی علاقہ کے ساتھ متصل ہونے کا حکم لگایا گیا ہواور لزومیہ سالبہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو بایں طور کہ یہاں کسی علاقہ کے ساتھ اتصال نہیں ہے برابر ہے کہ وہاں خود اتصال نہ ہو یا اتصال تو ہو مگر بغیر علاقہ کے ہواور بہر حال اتفاقیہ وہ وہ قضیہ ہے جس میں محض اتصال کے ساتھ یا اس اتصال کی نفی کے ساتھ حکم لگایا گیا ہو بغیر اس کے کہ وہ منسوب ہو علاقہ کی طرف جیسے کلما کان الانسان ناطقا الخ۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن یعنی قضیہ شرطیہ متصلہ کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح:۔ اس تعریف کے سمجھنے سے پہلے بطور ضابطہ کے یہ بات سمجھیں کہ قضایا شرطیہ کی بحث میں جو تعریفات بیان ہوں گی متصلہ، منفصلہ، لزومیہ، عنادیہ وغیرہ کی یہ تعریفات صرف موجبات پر ہی سچی آئیں گی ان کے سوالب کو متصلہ، منفصلہ، لزومیہ، عنادیہ مجازاً کہیں گے ان پر یہ تعریفات سچی نہیں آئیں گی۔

تعریف شرطیہ متصلہ:۔ جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة

besturdubooks.wordpress.com

فالنھار موجود یہاں وجودنہار کی نسبت کا ثبوت طلوع شمس کی نسبت پر موقوف ہے یہ تعریف شرطیہ متصلہ موجبہ کی ہے ایک نسبت کا ثبوت جو دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف ہوگا پھر وہ دونوں نسبتیں ثبوتی بھی ہوسکتی ہیں سلبی بھی اور مختلف بھی۔

اس میں کل چار صورتیں نکلیں گی

(۱) دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنھار موجود

(۲) دونوں نسبتیں سلبی ہوں جیسے ان لم یکن الشمس طالعة لم یکن النھار موجودا

(۳) پہلی نسبت (مقدم) ثبوتی ہو اور دوسری نسبت (تالی) سلبی ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة فلم یکن اللیل موجودا

(۴) پہلی نسبت سلبی ہو اور دوسری نسبت ثبوتی ہو جیسے ان لم تکن الشمس طالعة فکان اللیل موجودا۔

قضیہ شرطیہ متصلہ سالبہ:۔ اس کو کہتے ہیں جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف نہ ہو جیسے لیس البتة کلما کانت الشمس طالعة کان اللیل موجودا۔ یہاں وجود لیل کی نسبت کا ثبوت طلوع شمس کی نسبت پر موقوف نہیں۔ یہاں بھی وہی صورتیں ہونگی کہ دونوں قضیوں کی نسبت بذات خود ایجابی بھی ہوسکتی ہے سلبی بھی اور مختلف بھی۔

اس میں بھی وہی چار صورتیں نکلیں گی

(۱) دونوں ثبوتی نسبتوں میں اتصال کی نفی ہو جیسے لیس البتة کلما کانت الشمس طانعة کان اللیل موجودا

(۲) دونوں سلبی نسبتوں میں اتصال کی نفی ہو جیسے لیس البتة کلما لم یکن الشمس طالعة لم یکن اللیل موجودا

(۳) پہلی نسبت ثبوتی ہو دوسری سلبی ہو جیسے لیس البتة کلما کانت الشمس طالعة لم یکن النھار موجودا

(۴) پہلی نسبت سلبی ہو اور دوسری نسبت ثبوتی ہو جیسے لیس البتة کلما لم یکن الشمس طالعة کان النھار موجودا

شرطیہ متصلہ کی پھر دو قسمیں ہیں لزومیہ اور اتفاقیہ۔

لزومیہ کی تعریف:۔ لزومیہ اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں میں اتصال کسی علاقے (تعلق) کی وجہ سے ہو۔ جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنھار موجود۔ یہاں وجودنہار کی نسبت کا اتصال طلوع شمس کی نسبت کے علاقے کی وجہ سے ہے اور وہ علاقہ یہ ہے کہ طلوع شمس علت ہے وجودنہار کیلئے۔ یہ لزومیہ موجبہ کی تعریف ہے۔ سالبہ کی تعریف اس کا الٹ ہوگی کہ دونسبتوں میں اتصال نہ ہو کسی علاقے کی وجہ سے۔ جیسے لیس البتة کلما کانت الشمس طالعة فاللیل موجود۔ اس لزومیہ سالبہ میں دو صورتیں نکلیں گی ایک صورت یہ ہے کہ سرے سے اتصال ہی نہ ہو جیسے ابھی مثال گزری۔

besturdubooks.wordpress.com

اور دوسری صورت یہ ہے کہ اتصال تو ہو لیکن کسی علاقے کی وجہ سے نہ ہو جیسے لیس البتة کلما کان الانسان ناطقا کان الحمار ناهقا یہاں ناھقیت حمار اور ناطقیت انسان میں اتصال تو ہے لیکن علاقہ نہیں۔ کیونکہ ناطقیت انسان ناھقیت حمار کیلئے علت نہیں۔

اتفاقیہ کی تعریف:۔ دو نسبتوں میں اتصال بغیر کسی علاقے کے ہو اس کی مثال وہی ہے جو لزومیہ سالبہ کی مثال ہے جیسے کلما کان الانسان ناطقا کان الحمار ناهقا لزومیہ سالبہ اور اتفاقیہ موجبہ کی تعریف میں فرق نہیں البتہ فرق اتنا ہے کہ لزومیہ سالبہ میں سور سالبہ کا ہوتا ہے اور اتفاقیہ موجبہ میں سور موجبہ کا۔

اتفاقیہ سالبہ اس قضیے کو کہتے ہیں جس میں دو نسبتوں کے درمیان اتصال نہ ہو بغیر کسی علاقے کے۔ جیسے لیس البتة کلما کان الانسان ناطقا کان الفرس ناهقا یہاں اتصال نہیں کیونکہ کبھی کبھی انسان ناطق ہوتا ہے اور فرس ناہق نہیں ہوتا اور علاقہ بھی نہیں کیونکہ ناطقیت انسان ناھقیت فرس کیلئے علت نہیں۔

قوله: بعلاقة: وهي امر بسببه يستصحب المقدم التالي كعلية طلوع الشمس لوجود النهار في قولنا كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود

ترجمہ: اور وہ علاقہ ایسا امر ہے جس کی وجہ سے مقدم تالی کا مصاحب ہو جائے جیسے طلوع شمس کا علاقہ وجود نہار کیلئے ہمارے قول کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود میں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض علاقے کی تعریف بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔ قضیہ لزومیہ میں جو علاقہ ہوتا ہے وہ کیا چیز ہے؟ اس قولہ میں اس کی تعریف کرتے ہیں کہ علاقہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے سبب سے مقدم تالی کا ساتھی بن جاتا ہے منطقیوں نے تلاش کر کے چار قسم کے علاقے نکالے ہیں۔

(۱) مقدم علت ہو تالی معلول ہو جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود اس میں طلوع شمس وجود نہار کی علت ہے اور وجود نہار معلول ہے۔

(۲) مقدم معلول اور تالی علت ہو جیسے ان کان النهار موجودا فالشمس طالعة اس میں طلوع شمس وجود نہار کی علت ہے اور وجود نہار مقدم معلول ہے۔

(۳) مقدم اور تالی دونوں معلول ہوں ایک تیسری چیز (علت) کے جیسا کہ کلما کان النهار موجودا فالعالم مضئ

besturdubooks.wordpress.com

ان دونوں (وجودنہار اور طلوع شمس) کی علت ایک تیسری چیز طلوع شمس ہے۔

(۴) چوتھا احتمال یہ ہے کہ مقدم اور تالی میں تضایف کا علاقہ ہو یعنی ایک شئی دوسری کے بغیر نہ سمجھی جائے جیسے ان کان زید ابا لعمرو فعمرو ابنه

قوله: بتنافی النسبتین: سواء کانت النسبتان ثبوتیتین او سلبیتین او مختلفتین فان کان الحکم فیها بتنافیهما فهی منفصلة موجبة و ان کان بسلب تنافیهما فهی منفصلة سالبة

ترجمہ: برابر ہے کہ دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں یا سلبی ہوں یا مختلف ہوں پس اگر حکم اس میں ان نسبتوں کے مابین منافات کے ساتھ ہو تو وہ منفصلہ موجبہ ہے اور اگر حکم ان کے مابین منافات نہ ہونے کے ساتھ ہو تو وہ منفصلہ سالبہ ہے۔

غرضِ شارح: ۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف بیان کرنی ہے۔

تشریح: ۔اس قولہ میں شارح قضیہ شرطیہ منفصلہ کی تعریف کرتے ہیں۔

شرطیہ منفصلہ کی تعریف: ۔شرطیہ منفصلہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دونسبتوں کے درمیان منافات (مخالفت) کو ثابت کیا گیا ہو پھر وہ دونوں قضیے بذات خود چاہے موجبہ ہوں یا سالبہ یہاں بھی وہی چار صورتیں نکلیں گی

(۱) دونوں نسبتیں ثبوتی ہوں جیسے اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا

(۲) دونوں سلبی ہوں جیسے اما ان یکون هذا العدد لازوجا او لا فردا

(۳) پہلی ثبوتی دوسری سلبی ہو جیسے اما ان یکون هذا العدد منقسم بمتساویین اولا زوجا

(۴) پہلی سلبی دوسری ثبوتی ہو جیسے اما ان یکون هذا العدد لازوجا او منقسما بمتساویین

قضیہ شرطیہ منفصلہ سالبہ: ۔اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دونوں نسبتوں کے درمیان منافات (مخالفت) کی نفی کی گئی ہو جیسے لیس البتة اما ان یکون هذاالعدد زوجا او منقسما بمتساویین اس میں بھی عقلی طور پر وہی چار صورتیں نکلتی ہیں مثالیں بالکل واضح ہیں استخرج بنفسک۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله:وهي الحقيقية: فالمنفصلة الحقيقية ما حكم فيها بتنافي النسبتين في الصدق والكذب نحو قولنا اما ان يكون هذا العدد زوجا واما ان يكون هذا العدد فردا او حكم فيها بسلب تنافي النسبتين في الصدق والكذب نحو قولناليس البتة امّاان يكون هذا العدد زوجا او منقسما بمتساويين؛ والمنفصلة المانعة الجمع ما حكم فيها بتنافي النسبتين او لاتنافيهما في الصدق فقط نحو هذا الشئ اما ان يكون شجرا واما ان يكون حجرا والمنفصلة المانعة الخلو ما حكم فيها بتنافي النسبتين او لا تنافيهما في الكذب فقط نحو اما ان يكون زيد في البحر واماان لا يغرق

ترجمہ: منفصلہ حقیقیہ وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو صدق وکذب میں نسبتوں کی منافات کے ساتھ جیسے ہمارا قول اما ان يكون هذا العدد زوجا الخ یا حکم لگایا گیا ہو اس میں نسبتوں کی صدق وکذب میں منافات نہ ہونے کے ساتھ جیسے ہمارا قول ليس البتة اما ان يكون هذا العدد الخ اور منفصلہ مانعۃ الجمع وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو دونسبتوں کی منافات یا عدم منافات کے ساتھ فقط صدق میں جیسے هذا الشئ اماان يكون شجرا واما ان يكون حجرا اور منفصلہ مانعۃ الخلو وہ قضیہ ہے جس میں حکم لگایا گیا ہو دونسبتوں کے منافی ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ صرف کذب میں جیسے اما ان يكون زيد في البحر واما ان لايغرق۔

غرضِ شارح: ۔اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ کی اقسام بتانی ہیں اور ہر ایک کی تعریف کرنی ہے۔

تشریح: ۔یہ بات ماقبل میں بھی گزر چکی ہے کہ قضایا شرطیہ کے اندر جتنی بھی تعریفات ہوں گی وہ موجبات پر ہی سچی آئیگی سوالب پر سچی نہیں آئیگی لیکن سوالب کو مجازاً متصلہ، منفصلہ اور اتفاقیہ وغیرہ کہا جاتا ہے اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اب قضیہ شرطیہ منفصلہ کے اقسام سمجھیں

شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) شرطیہ منفصلہ حقیقیہ (۲) شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع (۳) شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو۔

شرطیہ منفصلہ حقیقیہ: ۔اس قضیہ شرطیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں کے درمیان مخالفت کو ثابت کیا گیا ہو صدق اور کذب دونوں میں، صدق اور کذب میں مخالفت کے ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نہ دونوں نسبتیں اکٹھی سچی آسکیں اور نہ

besturdubooks.wordpress.com

دونوں اکٹھی اٹھ سکیں جیسے هذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا یہ دونوں نسبتیں زوجیت اور فردیت ایک عدد میں جمع بھی نہیں ہوسکتیں کہ کوئی عدد زوج بھی ہو اور فرد بھی، اور اٹھ بھی نہیں سکتیں کہ کوئی عدد نہ زوج ہو اور نہ فرد ہو۔ یہ تعریف حقیقیہ موجبہ کی ہے سالبہ کی تعریف بالکل اس کا عکس ہوگی سالبہ حقیقیہ اس کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں میں صدق و کذب میں مخالفت کی نفی کی گئی ہو صدق و کذب میں مخالفت کی نفی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نسبتیں اکٹھی سچی بھی ہوسکیں اور اکٹھی جھوٹی بھی ہوسکیں جیسے لیس البتة اما ان یکون هذا العدد زوجا او منقسما بمتساویین یہاں دونوں نسبتیں زوجیت اور انقسام بمتساویین جمع بھی ہوسکتی ہیں کہ عدد زوج بھی ہو اور منقسم بمتساویین بھی ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں نسبتیں اٹھ جائیں کہ ایک عدد ایسا ہو جو نہ جفت ہو اور نہ منقسم بمتساویین ہو بلکہ وہ عدد طاق ہو۔

شرطیہ منفصلہ مانعۃ الجمع: ۔ اس قضیہ شرطیہ منفصلہ کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں کے درمیان مخالفت فقط صدق میں ثابت کی گئی ہو یعنی دونوں نسبتیں اکٹھی سچی نہ آسکتی ہوں البتہ دونوں کا اٹھ جانا جائز ہو جیسے اما ان یکون هذا الشئ شجرا او حجرا شجر اور حجر ان دونوں کا جمع ہونا تو محال ہے یعنی دونوں اکٹھی ایک جگہ سچی نہیں آسکتیں لیکن ان کا اٹھ جانا جائز ہے کہ دونوں نہ ہوں بلکہ ایک تیسری چیز مثلاً انسان ہو۔

سالبہ مانعۃ الجمع کی تعریف: ۔ یہ ہے کہ دونسبتوں میں صدق میں مخالفت کی نفی کی گئی ہو یعنی دونوں نسبتوں کا سچا آنا جائز ہو لیکن اٹھ جانا جائز نہ ہو جیسے اما ان یکون هذا الانسان حیوانا او اسود یہاں ان دونوں نسبتوں حیوان اور اسود کا جمع ہونا تو جائز ہے کہ حبشی آدمی میں حیوان بھی پایا جائے گا اور اسود بھی لیکن ان دونوں کا اٹھ جانا درست نہیں کہ وہ آدمی حیوان بھی نہ ہو اور اسود بھی نہ ہو۔

شرطیہ منفصلہ مانعۃ الخلو: اس قضیہ شرطیہ کو کہتے ہیں جس میں دونسبتوں میں مخالفت صرف کذب میں ہو یعنی دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا محال ہو البتہ دونوں کا سچا آنا جائز ہو جیسے اما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق ان دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا (کہ زید دریا میں نہ ہو اور غرق ہو) محال ہے لیکن ان کا اجتماع جائز ہے کہ زید دریا میں ہو اور غرق نہ ہو بلکہ کشتی پر سوار ہو یا تیر رہا ہو۔

سالبہ مانعۃ الخلو: ۔ وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہوتا ہے جس میں کذباً مخالفت کی نفی کی گئی ہو یعنی دونوں نسبتوں کا اٹھ جانا جائز ہو جمع ہونا جائز نہ ہو جیسے لیس البتة اما ان یکون هذا الشئ حجرا او شجرا ان دونوں کا اٹھ جانا تو جائز ہے کہ وہ شئی نہ حجر ہو نہ شجر بلکہ انسان ہو لیکن جمع ہونا جائز نہیں کہ ایک ہی شئی شجر بھی ہو اور حجر بھی ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: او صدقا فقط: ای لا فی الکذب او مع قطع النظر عن الکذب حتی جاز ان یجتمع النسبتان فی الکذب وان لایجتمعا ویقال للمعنی الاول مانعة الجمع بالمعنی الاخص والثانی مانعة الجمع بالمعنی الاعم

ترجمہ: یعنی (منافات کا حکم) کذب میں نہیں یا کذب سے قطع نظر کر کے حتی کہ جائز ہے یہ کہ دونوں نسبتیں کذب میں جمع ہو جائیں اور یہ کہ جمع نہ ہوں اور اول معنی کو مانعۃ الجمع بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے اور ثانی معنی کو مانعۃ الجمع بالمعنی الاعم کہا جاتا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ مانعۃ الجمع کی ایک دوسری تعریف بتانی ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں قضیہ منفصلہ مانعۃ الجمع کی ایک دوسری تعریف کی ہے ایک تعریف تو مانعۃ الجمع کی یہ گزری ہے کہ اس میں دونوں نسبتوں کا صدق محال ہو اب یہاں اور تعریف بتارہے ہیں اور اس تعریف میں پہلی تعریف سے کچھ قیود کو اٹھایا جائیگا یا بڑھایا جائیگا قضیہ مانعۃ الجمع میں اگر دوسری جانب کو صراحۃً ذکر کیا جائے جیسے یوں کہا جائے کہ دو نسبتوں کی صرف صدق میں مخالفت ہو اور دوسری جانب یعنی کذب میں مخالفت نہ ہو تو یہ دوسری تعریف ہے منفصلہ مانعۃ الجمع کی یہ تعریف اخص ہے اور یہ تعریف منفصلہ حقیقیہ کے مقابل ہے کیونکہ اس میں تو صدق اور کذب دونوں میں مخالفت ہوتی ہے اور اگر دوسری جانب کو صراحۃً ذکر نہ کیا جائے تو یہ تعریف مانعۃ الجمع کی اعم ہے جیسے کہا جائے کہ مانعۃ الجمع وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے کہ جس کے صدق میں دو نسبتوں میں مخالفت ہو دوسری جانب کا معلوم نہیں کہ مخالفت ہے یا نہیں یہ تعریف منفصلہ حقیقیہ پر بھی سچی آئیگی اگر دوسری جانب میں بھی مخالفت ہو اس لئے اس تعریف کو اعم کہیں گے جس تعریف میں صراحۃً دوسری جانب کو ذکر کیا جائے اسکو قضیہ مانعۃ الجمع بالمعنی الاخص اور جس میں دوسری جانب کو صراحۃً ذکر نہ کیا جائے اس کو مانعۃ الجمع بالمعنی الاعم کہتے ہیں

قوله: او کذبا فقط: ای لا فی الصدق او مع قطع النظر عنه والاول مانعه الخلو بالمعنی الاخص والثانی بالمعنی الاعم.

ترجمہ: یعنی (منافات کا حکم) صدق میں نہیں یا صدق سے قطع نظر کر کے اول مانعۃ الخلو بالمعنی الاخص ہے اور ثانی مانعۃ الخلو بالمعنی الاعم ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض بھی مانعۃ الخلو کی ایک دوسری تعریف بتانی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔ اگر یہاں بھی دوسری جانب کو صراحۃً ذکر کیا جائے تو یہ مانعۃ الخلو بالمعنی الاخص ہوگا جو کہ منفصلہ حقیقیہ کا مقابل ہوگا جیسے کہا جائے مانعۃ الخلو وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ جس میں دونوں نسبتوں میں صرف کذب میں مخالفت ہو دوسری جانب صراحۃً مذکور ہو کہ صدق میں مخالفت نہ ہو یہ منفصلہ حقیقیہ کا مقابل ہے کیونکہ اسمیں صدق وکذب دونوں میں مخالفت ہوتی ہے اور اگر دوسری جانب کو صراحۃً ذکر نہ کیا جائے تو اس کو مانعۃ الخلو بالمعنی الاعم کہیں گے جیسے یوں کہا جائے کہ مانعۃ الخلو وہ قضیہ شرطیہ ہے کہ جس کے اندر کذب میں مخالفت ہو دوسری جانب کا معلوم نہیں مخالفت ہے یا نہیں اگر دوسری جانب میں بھی مخالفت ہو تو پھر منفصلہ حقیقیہ پر سچا آئیگا اس لئے اس کو مانعۃ الخلو بالمعنی الاعم کہتے ہیں۔

قولہ: لذاتی الجزئین: ای ان کان المنافاۃ بین الطرفین ای المقدم والتالی منافاۃ ناشیۃ عن ذاتیھما فی ای مادۃ تحققا کالمنافاۃ بین الزوجیۃ والفردیۃ لا من خصوص المادۃ کالمنافاۃ بین السواد والکتابۃ فی انسان یکون اسود وغیر کاتب او یکون کاتبا وغیر اسود فالمنافاۃ بین طرفی ھذہ المنفصلۃ واقعۃ لا لذاتیھما بل بحسب خصوص المادۃ اذ قد یجتمع السواد والکتابۃ فی الصدق او فی الکذب فی مادۃ اخری فھذہ منفصلۃ حقیقیۃ اتفاقیۃ وتلک منفصلۃ عنادیۃ

ترجمہ:۔ یعنی اگر طرفین یعنی مقدم اور تالی کے درمیان ایسی منافات ہے جو ان کی ذات سے پیدا ہونے والی ہے جس مادہ میں بھی وہ طرفین متحقق ہوں جیسے منافات زوجیت اور فردیت کے درمیان نہ کہ کسی خاص مادہ کی منافات جیسے منافات سواد اور کتابت کے درمیان ایسے انسان میں جو اسود ہو اور کاتب نہ ہو یا کاتب ہو اور اسود نہ ہو پس منافات اس منفصلہ کی دونوں طرفوں کے درمیان واقع ہونے والی ہے نہیں ہے انکی ذات کی وجہ سے بلکہ خاص مادہ کے لحاظ سے ہے کیونکہ کبھی سواد اور کتابت صدق یا کذب میں دوسرے مادہ کے اندر جمع ہو سکتی ہے پس یہ منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ ہے اور وہ (پہلی قسم) منفصلہ عنادیہ ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض قضیہ منفصلہ کی دو قسمیں بیان کرنی ہیں۔

تشریح:۔ قضیہ منفصلہ کی دو قسمیں ہیں عنادیہ اور اتفاقیہ قضیہ منفصلہ کی تینوں اقسام میں سے ہر ایک عنادیہ اور اتفاقیہ ہوگی قضیہ متصلہ کی بھی دو قسمیں تھیں لزومیہ اور اتفاقیہ متصلہ میں اگر اتصال کسی علاقہ کی وجہ سے ہوتا تھا تو وہ لزومیہ تھا اور منفصلہ میں

besturdubooks.wordpress.com

مخالفت دونسبتوں میں اگر باعتبار ذات کے ہوتو اس کو عنادیہ کہتے ہیں یہاں نام رکھنے میں فرق اس لئے کیا ہے کہ ہرایک کی تعریف علیحدہ علیحدہ ہے اتفاقیہ میں دونوں کی تعریف ملتی تھی اس لئے متصلہ اور منفصلہ دونوں کو اتفاقیہ کہا اتفاقیہ متصلہ میں اتصال دونوں نسبتوں کا اتفاقاً ہو جاتا تھا اسی طرح اتفاقیہ منفصلہ میں دونوں نسبتوں میں مخالفت اتفاقاً ہو جاتی ہے۔

اب عنادیہ اور اتفاقیہ کی تعریف سمجھیں۔

قضیہ عنادیہ کی تعریف:۔ اس قضیہ منفصلہ کو کہتے ہیں کہ جس میں دونسبتوں کے درمیان مخالفت ذاتی ہو۔ ذات کے اعتبار سے بھی وہ دونوں نسبتیں کسی مادہ میں جمع نہ ہو سکیں جیسے هذا العدد اما ان یکون زوجا او فردا ۔ یہ موجبہ کی تعریف ہے سالبہ کی تعریف اس کے بالکل برعکس ہے۔

سالبہ عنادیہ کی تعریف:۔ وہ قضیہ منفصلہ ہے جس میں دونسبتوں میں مخالفت ذاتی نہ ہو اس کی مثال جیسے زید مثلاً کاتب ہے اور کالا نہیں تو قضیہ بولا جائے کہ زید اما ان یکون کاتبا او اسود (زید یا کاتب ہے یا کالا ہے)

قضیہ اتفاقیہ کی تعریف:۔ وہ قضیہ منفصلہ ہے کہ جس میں دونسبتوں میں مخالفت کسی مادے (مثال) میں ہوگی ورنہ ان دونوں میں ذات کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہ ہوگی جیسے ہم نے ایک انسان کالے کو فرض کرلیا کہ یہ کالا ہے اور کاتب نہیں۔ اب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے کہ اما ان یکون هذا الانسان اسود او کاتبا ۔ یہ انسان یا اسود ہے یا کاتب یہ دونوں نسبتیں اس انسان پر سچی نہیں آرہیں ورنہ ان میں مخالفت ذاتی نہیں کیونکہ اگر مخالفت ذاتی ہوتی تو یہ دونوں نسبتیں کبھی بھی جمع نہ ہوتیں حالانکہ یہ دونوں نسبتیں جمع بھی ہو جاتی ہیں کہ انسان اسود بھی ہو اور کاتب بھی جیسے حبشی منشی۔ یہ اتفاقیہ موجبہ کی تعریف تھی سالبہ کی تعریف یہ ہوگی جس میں دونسبتوں میں مخالفت کی نفی اتفاقی ہو۔

چونکہ منفصلہ کی تینوں قسمیں ان دو کی طرف تقسیم ہوتی ہیں اس لئے اب تفصیل سے ہرایک کی تقسیم بمع امثلہ سمجھئے۔

منفصلہ حقیقیہ عنادیہ کی مثال:۔ اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا یہاں زوجیت عدد اور فردیت میں مخالفت بیان کی گئی ہے اور یہ مخالفت ذاتی ہے کیونکہ زوجیت عدد واحد اور فردیت عدد واحد کسی بھی مثال میں جمع نہیں ہو سکتے۔

منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ کی مثال:۔ وہی انسان جس کو اسود لا کاتب فرض کیا گیا ہو اس پر یہ مثال سچی آتی ہے اما ان یکون هذا الانسان اسود او کاتبا ۔ یہ انسان یا اسود ہے یا کاتب اس مثال مذکور میں اتفاقی طور پر ایسا ہو گیا ہے کہ اسود اور کاتب دونوں سچے نہیں آتے ورنہ ان کی ذات میں کوئی مخالفت نہیں یہ جمع بھی ہو سکتے ہیں کما مر الفا۔

besturdubooks.wordpress.com

منفصلہ مانعۃ الجمع عنادیہ کی مثال:۔ اما ان یکون ھذا الشئ شجرا او حجرا یہاں شجریت اور حجریت میں مخالفت ثابت کی گئی ہے اور یہ مخالفت ذاتی ہے مانعۃ الجمع میں مخالفت دو نسبتوں میں صرف صدق میں ہوتی ہے کذب میں نہیں۔ دونوں نسبتیں جھوٹی ہوسکتی ہیں۔

منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ کی مثال:۔ وہی انسان اسود لاکاتب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے کہ اما ان یکون ھذا الانسان لا اسود او کاتبا یہ انسان یا تو لا اسود ہے یا کاتب ہے۔ یہ دونوں نسبتیں لا اسود اور کاتب اس انسان پر سچی تو نہیں آتیں کیونکہ وہ تو اسود اور لاکاتب ہے لیکن متحد ہوسکتی ہیں کہ اسود لاکاتب ہو جیسے وہ ہے۔

منفصلہ مانعۃ الخلو عنادیہ کی مثال:۔ اما ان یکون زید فی البحر او لا یغرق (زید یا تو دریا میں ہے یا غرق نہیں ہو رہا) مانعۃ الخلو میں دونوں نسبتوں کا جمع ہونا جائز ہوتا ہے اور اٹھ جانا محال ہوتا ہے زید دریا میں ہو اور غرق نہ ہو یہ جمع ہوسکتے ہیں کہ وہ تیر رہا ہو۔ اٹھ نہیں سکتے کہ وہ دریا میں نہ ہو اور غرق ہو جائے ان دونوں میں مخالفت ذاتی ہے۔

منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ کی مثال:۔ وہی انسان اسود لاکاتب اس پر یہ مثال سچی آتی ہے کہ اما ان یکون ھذا الانسان اسود او لاکاتبا ان دونوں نسبتوں کا جمع ہونا جائز ہے کہ وہ اسود بھی ہو اور لاکاتب بھی ہو جیسا کہ وہ ہے لیکن دونوں اٹھ نہیں سکتیں کہ وہ اسود نہ ہو بلکہ لا اسود ہو اور لاکاتب نہ ہو بلکہ کاتب ہو ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تو اسود لاکاتب ہے یہاں منفصلہ مانعۃ الخلو میں اسود لاکاتب کا اٹھ جانا یعنی لا اسود کاتب ہونا یہ محال اس مادہ میں ہو رہا ہے جس کو ہم نے فرض کیا ہے ورنہ حقیقت میں ذاتی طور پر ان کا اٹھنا محال نہیں بلکہ دونوں اٹھ سکتے ہیں جیسے رومی آدمی کاتب ہو تو اس پر لا اسود اور کاتب دونوں سچے آتے ہیں اسی طرح مانعۃ الجمع لا اسود اور کاتب کا جمع نہ ہونا اس مادہ میں ہے ورنہ ذاتی طور پر یہ آپس میں مخالف دونوں جمع ہوسکتے ہیں کہ انسان لا اسود ہو اور کاتب ہو جیسے رومی کاتب۔

فائدہ:۔ قضیہ متصلہ کی تین قسمیں ہیں لیکن یہاں صرف دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) لزومیہ جس میں لزوم کی صراحت کی گئی ہو (۲) اتفاقیہ جس میں اتفاق کی قید صراحۃً موجود ہو۔ (۳) مطلقہ جس میں نہ لزوم کی صراحت ہو اور نہ اتفاق کی جیسے ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود اس کو متصلہ مطلقہ کہتے ہیں۔

اس طرح منفصلہ کی پہلے چھ قسمیں بنتی تھیں لیکن اب ایک قسم منفصلہ مطلقہ بڑھ جائے گی جو کہ تین قسموں کے ساتھ ملے گی تو اب نو قسم منفصلہ کی ہوں گی (۱) منفصلہ حقیقیہ لزومیہ (۲) منفصلہ حقیقیہ اتفاقیہ (۳) منفصلہ حقیقیہ مطلقہ (۴) منفصلہ

besturdubooks.wordpress.com

مانعۃ الجمع لزومیہ (۵) منفصلہ مانعۃ الجمع اتفاقیہ (۶) منفصلہ مانعۃ الجمع مطلقہ (۷) منفصلہ مانعۃ الخلو لزومیہ (۸) منفصلہ مانعۃ الخلو اتفاقیہ (۹) منفصلہ مانعۃ الخلو مطلقہ۔ کتاب میں تو شرطیہ کی آٹھ قسمیں مذکور ہیں لیکن اصل میں بارہ قسم ہیں تین متصلہ کی اور نو منفصلہ کی فافہم ہذا دقیق۔

قوله: ثم الحكم آه كما ان الحملية تنقسم الى محصورة ومهملة وشخصية وطبعية كذلك الشرطية ايضا سواء كانت متصلة او منفصلة تنقسم الى المحصورة الكلية و الجزئية والمهملة والشخصية ولا يعقل الطبعية ههنا

ترجمہ:۔ جس طرح حملیہ تقسیم ہوتا ہے محصورہ، مہملہ، شخصیہ اور طبعیہ کی طرف اسی طرح شرطیہ بھی خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ تقسیم ہوتا ہے محصورہ کلیہ وجزئیہ اور مہملہ اور شخصیہ کی طرف اور طبعیہ یہاں متصور نہیں ہوسکتا۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح: اس قول میں یہ بات بتارہے ہیں کہ جیسے قضیہ حملیہ کی باعتبار موضوع کے پانچ قسمیں بنتی تھیں (۱) شخصیہ (۲) طبعیہ (۳) مہملہ (۴) محصورہ کلیہ (۵) محصورہ جزئیہ۔ اسی طرح قضیہ شرطیہ کی بھی یہ قسمیں ہوں گی (۱) شخصیہ (۲) مہملہ (۳) محصورہ کلیہ (۴) محصورہ جزئیہ خواہ شرطیہ متصلہ ہو یا شرطیہ منفصلہ۔ ہاں البتہ قضیہ شرطیہ طبعیہ نہیں ہوسکتا کیونکہ طبعیہ میں حکم کلی کی طبعیت پر ہوتا ہے اور قضایا شرطیہ میں حکم طبعیت پر ہوتا ہی نہیں بلکہ حکم مقدم کے احوال پر ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں قضیہ طبعیہ نہیں ہوسکتا

قوله: تقادير المقدم: كقولنا كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود

ترجمہ:۔ جیسے ہمارا قول كلما كانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض بھی تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ قضیہ شرطیہ میں حکم خواہ وہ متصلہ ہو یا منفصلہ تمام حالاتِ مقدم پر ہوتا ہے یعنی مقدم کے وہ حالات جن کا جمع ہونا مقدم کے ساتھ ممکن ہو ان پر حکم ہوتا ہے۔ اگر مقدم کے تمام حالات پر حکم اتصال یا انفصال کا ہو تو اس کو قضیہ شرطیہ کلیہ کہتے ہیں مثال كلما كانت الشمس طالعة كان النهار موجودا۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ:فکلیة:وسورها فی المتصلة الموجبة کلما و مهما ومتی وما فی معناها وفی المنفصلة دائما وابدا ونحو هما هذا فی الموجبة واما السالبة مطلقا فسورها لیس البتة

ترجمہ:۔اس کلیہ کا سور متصلہ موجبہ میں کلما اور مهما اور متی اور ہر وہ لفظ ہے جو ان کے معنی میں ہو اور منفصلہ میں دائما اور ابدا اور ان کی مثل جو لفظ ہو یہ تو موجبہ میں ہے بہر حال سالبہ میں مطلقا سور لیس البتة ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ محصورہ کلیہ کا سور بتانا ہے۔

تشریح:۔قضیہ شرطیہ محصورہ متصلہ موجبہ کا سور کلما ،متی ،مهما ہے اور منفصلہ موجبہ کا سور دائما ،ابدا ہے اور شرطیہ سالبہ کا سور خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ لیس البتة ہے۔

قولہ:اوبعضها مطلقا: ای بعضا غیر معین کقولک قد یکون اذا کان الشئ حیوانا کان انسانا

ترجمہ:۔یعنی (حکم) بعض غیر معین پر ہو جیسے تیرا قول قد یکون اذا کان الشئ حیوانا کان انسانا ۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔قضیہ شرطیہ میں حکم اتصال یا انفصال کا مقدم کے حالات میں سے بعض حالات پر ہو اور وہ بعض غیر معین ہوں جیسے قد یکون اذا کان الشئ انسانا کا ن حیوانا ۔

قولہ:فجزئیة:وسورها فی الموجبة متصلة کانت او منفصلة قد یکون وفی السالبة کذلک قد لا یکون

ترجمہ:۔اور جزئیہ کا سور موجبہ میں متصلہ ہو یا منفصلہ قد یکون ہے اور سالبہ میں بھی اسی طرح قد لا یکون ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شرطیہ محصورہ جزئیہ کا سور بتانا ہے۔

تشریح:۔شرطیہ موجبہ جزئیہ کا سور خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ قد یکون ہے اور شرطیہ جزئیہ سالبہ ہو تو قد لا یکون ہے ۔

قولہ:فشخصیة: کقولک ان جئتنی الیوم فاکرمتک

ترجمہ:۔جیسے تیرا قول ان جئتنی الخ

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ شخصیہ کی مثال دینا ہے۔

تشریح:۔اگر قضیہ شرطیہ میں حکم اتصال یا انفصال کا مقدم کے احوال میں سے کسی حالت معین پر ہو تو اس کو قضیہ شرطیہ شخصیہ کہیں گے جیسے ان جئتنی الیوم فاکرمتک۔

قوله: والا: اي وان لم يكن الحكم على جميع تقادير المقدم ولا على بعضها بان يسكت عن بيان الكلية والبعضية مطلقافمهملة نحو اذاكان الشئ انسانا كان حيوانا

ترجمہ:۔یعنی اگر حکم نہ مقدم کی جمیع تقادیر پر ہو اور نہ بعض پر بایں طور کہ مطلقا سکوت کیا جائے کلیت اور بعضیت کے بیان سے تو قضیہ مہملہ ہے جیسے اذا کان الشئ انسانا کان حیوانا۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اگر حکم تمام حالات مقدم پر نہ ہو اور نہ بعض پر ہو بلکہ حکم حالات مقدم پر ہو لیکن اس کی چندگی بیان نہ کی گئی ہو کہ کل حالات مقدم پر ہے یا بعض پر تو اسکو شرطیہ مہملہ کہتے ہیں جیسے اذاکان الشئ انسانا کان حیوانا۔

قوله: في الاصل: اى قبل دخول اداة الاتصال والانفصال عليهما

ترجمہ:۔یعنی اداۃ اتصال وانفصال کے ان طرفین پر داخل ہونے سے پہلے۔

غرضِ شارح:۔اس قول اور تناقض کی بحث تک اگلے تمام اقوال کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔اس قول میں شارح یہ بتاتے ہیں کہ قضیہ شرطیہ اصل میں یہ دو قضیے ہوتے ہیں ادوات اتصال اور انفصال کے داخل ہونے سے پہلے۔

قوله: حمليتان: كقولنا ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود فان طرفيها وهما الشمس طالعة والنهار موجود قضيتان حمليتان

ترجمہ:۔جیسے ہمارا قول ان کانت الشمس طالعۃ الخ پس بلاشبہ اس کی دونوں طرفیں اور وہ ہیں الشمس طالعۃ اور النهار موجود دو قضیہ حملیہ ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح: ۔یا تو وہ دونوں قضیے حملیے ہونگے جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود یہ ایک قضیہ شرطیہ متصلہ ہے ادوات شرط کو ہٹاؤ تو دو قضیے حملیے ہیں الشمس طالعة اور النهار موجود ۔

قوله: او متصلتان: كقولنا كلما ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود فكلما لم يكن النهار موجودا لم تكن الشمس طالعة فان طرفيها وهما قولنا ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود وقولنا كلما لم يكن النهار موجودا لم يكن الشمس طالعة قضيتان متصلتان

ترجمہ: جیسے ہمارا قول کلما ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود فکلما لم یکن النهار موجودا لم یکن الشمس طالعة پس بلاشبہ اس قضیہ کی دونوں طرفیں اور وہ ہیں ہمارا قول ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود اور ہمارا قول کلما لم یکن النهار موجودا لم یکن الشمس طالعة دو قضیے متصلے ہیں۔

تشریح: ۔یا وہ دونوں قضیے متصلہ ہونگے جن سے ایک متصلہ تیار ہوگا جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود فکلما لم یکن النهار موجودا لم یکن الشمس طالعة ۔یہاں ادوات شرط کو ہٹاؤ تو قضیہ کے دونوں طرف (مقدم، تالی) شرطیہ متصلہ ہیں ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود اور کلما لم یکن النهار موجودا لم یکن الشمس طالعة ۔

قوله: او منفصلتان: كقولنا كلما كان دائما اما ان يكون العدد زوجا او فردا فدائما اما ان يكون العدد منقسما بمتساويين او غير منقسم بهما

ترجمہ: ۔جیسے ہمارا قول کلما کان دائما اما ان یکون العدد زوجا او فردا فدائما اما ان یکون العدد منقسما بمتساویین او غیر منقسم بهما ۔

تشریح: ۔یا وہ دونوں قضیے منفصلہ ہونگے جیسے کلما کان الخ

قوله: او مختلفتان: بان يكون احد الطرفين حملية والآخر متصلة او احدهما حملية والآخر منفصلة او احدهما متصلة والآخر منفصلة فالاقسام ستة وعليك باستخراج ماتركناه من الامثلة

besturdubooks.wordpress.com

ترجمہ:۔ بایں طور کہ دوطرفوں میں سے ایک حملیہ ہو اور دوسری متصلہ ہو یا ان میں سے ایک حملیہ اور دوسری منفصلہ یا ان میں سے ایک متصلہ اور دوسری منفصلہ پس یہ چھ (۶) اقسام ہوئیں اور لازم ہے تجھ پر ان مثالوں کو نکالنا جن کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

تشریح:۔ یا وہ دونوں قضیے مختلف ہونگے۔ مختلف ہونے کی چھ صورتیں بنتی ہیں (۱) مقدم حملیہ تالی متصلہ (۲) مقدم حملیہ تالی منفصلہ (۳) مقدم متصلہ تالی منفصلہ (۴) مقدم متصلہ تالی حملیہ (۵) مقدم منفصلہ تالی حملیہ (۶) مقدم منفصلہ تالی متصلہ

گویا تین صورتیں اتفاقی اور چھ اختلافی ملا کر کل نو صورتیں بنتی ہیں۔ لیکن یہ نو صورتیں قضیہ متصلہ میں بنیں گی جبکہ قضیہ منفصلہ میں چونکہ مقدم اور تالی کو پہلے یا بعد میں کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا (جیسا کہ بڑی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ آیگا) اس لئے قضیہ منفصلہ میں آخری تین صورتوں کا اعتبار نہیں بلکہ کل صورتیں اس میں چھ بنتی ہیں۔ یہ کل پندرہ صورتیں ہوگئیں ان سب کی مثالیں بالتفصیل نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

☆امثلہ احتمالات قضیہ شرطیہ متصلہ و منفصلہ☆

﴿امثلہ متصلات﴾

نمبر	مقدم	تالی	امثلہ
۱	حملیہ	حملیہ	کلما کا ن الشئ انسانا فهو حيوان
۲	متصلہ	متصلہ	کلماان کا ن الشئ انسانا فهو حيوان فکلما لم يکن الشئ حيوانالم يکن انسانا
۳	منفصلہ	منفصلہ	کلما کان دائماامان يکون هذاالعددزوجاوفردافدائماامان يکون منقسمابمتساويين اوغيرمنقسم
۴	حملیہ	متصلہ	ان کان طلوع الشمس علة لوجود النهارفکلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود
۵	متصلہ	حملیہ	ان کان کلماکانت الشمس طالعة فالنهارموجود فطلوع الشمس ملزوم لوجود النهار
۶	حملیہ	منفصلہ	ان کان هذا عددافهو دائما اما زوج او فرد
۷	منفصلہ	حملیہ	کلما کان هذا اما زوجا او فردا کان هذا عددا

besturdubooks.wordpress.com

۸	متصلہ	منفصلہ	ان کان کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود فدائما اما ان یکون الشمس طالعة واما ان لا یکون النهار موجودا
۹	منفصلہ	متصلہ	کلما کان دائما اما ان یکون الشمس طالعة واما ان لا یکون النهار موجودا فکلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود

﴿امثلہ منفصلات﴾

نمبر	مقدم	تالی	امثلہ
۱	حملیہ	حملیہ	اما ان یکون العدد زوجا او فردا
۲	متصلہ	متصلہ	دائما اما ان یکون ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود واما ان یکون ان کانت الشمس طالعة لم یکن النهار موجودا
۳	منفصلہ	منفصلہ	دائما اما ان یکون هذا العدد زوجا او فردا و اما ان یکون هذا العدد لا زوجا او لا فردا
۴	حملیہ	متصلہ	دائما اما ان لا یکون طلوع الشمس علة لوجود النهار واما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة کان النهار موجودا
۵	حملیہ	منفصلہ	اما ان یکون هذا الشیٔ لیس عددا و اما ان یکون اما زوجا او فردا
۶	متصلہ	منفصلہ	دائما اما ان یکون کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود واما ان یکون الشمس طالعة واما ان لا یکون النهار موجودا

قوله: عن التمام: ای عن ان یصح السکوت علیهما ویحتمل الصدق والکذب مثلا قولنا الشمس طالعة مرکب تام خبری محتمل للصدق والکذب ولا نعنی بالقضیة الا هذه فاذا ادخلت علیه اداة الاتصال مثلا وقلت ان کانت الشمس طالعة لم یصح حینئذ ان یسکت علیه ولم یحتمل الصدق والکذب بل احتجت الی ان تضم الیه قولک فالنهار موجود

ترجمہ: یعنی اس بات سے کہ سکوت کرنا ان پر صحیح ہو اور صدق اور کذب کا احتمال رکھے جیسے ہمارا قول الشمس طالعة

besturdubooks.wordpress.com

مرکب تام خبری ہے اور صدق اور کذب کا احتمال رکھتا ہے اور ہم نہیں مراد لیتے قضیہ سے مگر یہی پس جب تو اس پر مثلا اداۃ اتصال داخل کردے اور کہے ان کانت الشمس طالعۃ تو نہیں صحیح ہوگا اس وقت کہ تو اس پر سکوت کرے اور نہیں احتمال رکھے گا وہ قضیہ صدق اور کذب کا بلکہ تو محتاج ہوگا اس بات کی طرف کہ ملائے اس کی طرف مثلا اپنا یہ قول فالنہار موجود ۔

تشریح:۔ اس قولہ میں شارح ایک فائدہ ذکر کررہے ہیں کہ جب قضیہ شرطیہ متصلہ اور منفصلہ میں حروف اتصال اور انفصال داخل ہوتے ہیں تو قضیہ میں حکم باقی نہیں رہتا لیکن جب ان کو حروف اتصال اور انفصال سے خالی کرلیں تو پھر ان میں حکم آجاتا ہے جیسے ان کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود میں طلوع ہونے والا یا موجود ہونے والا حکم نہیں سمجھا جارہا بلکہ طلوع شمس کی تقدیر پر وجود نھار کا حکم ہے لیکن جب اس کو حروف اتصال سے خالی کرکے صرف الشمس طالعۃ کہیں تو پھر اس میں طلوع والا حکم پایا جارہا ہے گویا حروف شرط داخل ہونے سے مقدم اور تالی (جو اصل میں قضیہ ہوا کرتے ہیں) مفرد کے حکم میں ہوجاتے ہیں اور حکم مقدم اور تالی کے درمیان ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مذکورہ قضیہ میں ان کانت الشمس طالعۃ پر سکوت صحیح نہیں ہوگا کیونکہ بات ابھی پوری نہیں ہوئی بلکہ بات پوری کرنے کیلئے تالی یعنی النہار موجود کا ساتھ ملانا ضروری ہوگا۔

تم بحث القضایا

besturdubooks.wordpress.com

متن: فصل: التناقض اختلاف القضيتين بحيث يلزم لذاته من صدق كل كذب الاخرى او بالعكس ولا بد من الاختلاف فى الكم والكيف والجهة والاتحاد فيما عداها فالنقيض للضرورية الممكنة العامة وللدائمة المطلقة العامة وللمشروطة العامة الحينية الممكنة و للعرفية العامة الحينية المطلقة وللمركبة المفهوم المردد بين نقيضى الجزئين ولكن فى الجزئية بالنسبة الى كل فرد

ترجمہ متن:۔ تناقض وہ اختلاف ہے دو قضیوں کا اس حیثیت سے کہ لازم آئے اختلاف کی ذات کی وجہ سے ایک کے سچے ہونے سے دوسرے کا جھوٹا ہونا یا برعکس اور ضروری ہے کمیت، کیفیت اور جہت میں اختلاف اور اتحاد ان چیزوں میں جو ان کے ماسوی ہیں پس ضروریہ کی نقیض ممکنہ عامہ ہے اور دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے اور مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ ہے اور عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہے اور مرکبہ کیلئے وہ مفہوم ہے جو تردید کیا گیا ہو دونوں جزؤں کی نقیضوں کے درمیان اور لیکن جزئیہ میں ہر ہر فرد کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ ہوگی۔

مختصر تشریح متن:۔ قضایا کی بحث کو ختم کرنے کے بعد اب یہاں سے تناقض کی بحث کو شروع کرتے ہیں مصنفؒ اس عبارت میں تناقض کی تعریف اور اس کے احکام بتاتے ہیں۔

تناقض کی تعریف:۔ تناقض کے لغوی معنی مخالفت کے آتے ہیں۔

منطقیوں کی اصطلاح میں تناقض کی تعریف:۔ تناقض وہ دو قضیوں کے اختلاف کا نام ہے جو لذاتہ مستلزم ہو اس بات کو کہ ان میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو لازم کر پکڑے یا ایک کا کذب دوسرے کے صدق کو لازم کر پکڑے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

besturdubooks.wordpress.com

قوله: اختلاف القضيتين: قيد بالقضيتين دون الشيئين اما لان التناقض لا يكون بين المفردات على ما قيل واما لان الكلام فى تناقض القضايا

ترجمہ:۔ مقید کیا ہے قضیتین کے ساتھ نہ کہ شیئین کے ساتھ یا تو اس لیے کہ تناقض مفردات کے درمیان نہیں ہوتا جیسا کہ کہا گیا ہے اور یا اسلئے کہ کلام قضایا کے تناقض میں جاری ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔اس میں تناقض کی تعریف میں اختلاف القضیتین کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے

تشریح:۔ اس قول میں یہ بتارہے ہیں کہ ہم نے جو تناقض کی تعریف میں اختلاف القضیتین کی قید لگائی ہے اس کا فائدہ کیا ہے؟ تو تناقض اصطلاح مناطقہ میں دو قضیوں کے اختلاف کو کہا جاتا ہے۔

اختلاف کا مطلب:۔ ایک موجبہ اور ایک سالبہ ہو جیسے زید قائم ،زید لیس بقائم۔اگر پہلے کو سچا مان لیں تو دوسرا قضیہ جھوٹا ماننا پڑے اور اگر پہلے کو جھوٹا مان لیں تو دوسرا قضیہ سچا ماننا پڑے اختلاف القضیتین کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ تناقض جس سے منطقی بحث کرتے ہیں وہ دو قضیوں میں ہوتا ہے دو مفردوں میں اختلاف اور تناقض ہوتو وہ ہماری بحث سے خارج ہے مثلاً زید اور عمرو یہ دو مفرد ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں دونوں موجود ہیں۔اختلاف القضیتین کی قید کا ایک مطلب تو یہی ہے کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ دو مفردوں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا یا یہ فائدہ بتاتا ہے کہ دو مفردوں میں اختلاف ہوتو سکتا ہے جیسا کہ بعض حضرات مناطقہ کا قول ہے لیکن ہم یہاں مفردات کے تناقض کو بیان نہیں کریں گے کیونکہ ہماری کلام تناقض قضیتین کے بارے میں ہے۔

قوله: بحيث يلزم لذاته آه خرج بهذا القيد الاختلاف الواقع بين الموجبة والسالبة الجزئيتين فانهما قد تصدقان معا نحو بعض الحيوان انسان وبعضه ليس بانسان فلم يتحقق التناقض بين الجزئيتين

ترجمہ:۔ اس قید سے وہ اختلاف نکل جائے گا جو موجبہ جزئیہ اور سالبہ جزئیہ کے درمیان واقع ہو کیونکہ وہ دونوں کبھی اکٹھے سچے آجاتے ہیں جیسے بعض الحيوان انسان وبعضه ليس بانسان پس دو جزئیوں کے درمیان تناقض متحقق نہیں ہوگا۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔اس میں تناقض کی تعریف میں بحيث يلزم لذاته کی قید کا فائدہ بیان کیا ہے

besturdubooks.wordpress.com

۱۸/۱

تشریح:۔ اس قولہ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تناقض اس کو کہتے ہیں کہ ایک قضیہ کا صدق یا کذب دوسرے کے صدق وکذب کو لازم کر پکڑے۔ اگر دونوں قضیے سچے ہوں یا دونوں جھوٹے ہوں ان میں تناقض نہیں ہوگا مثلاً جیسے ایک قضیہ موجبہ جزئیہ اور ایک سالبہ جزئیہ ہو تو وہ دونوں سچے ہوں گے۔ جیسے بعض الحیوان انسان وبعض الحیوان لیس بانسان اس سے یہ معلوم ہوا کہ دو جزئیوں (قضیوں) میں تناقض نہیں ہوگا۔ بلکہ تناقض کمیت (کلیت وجزئیت) کے اختلاف کے وقت ہوگا اور محصورات میں ہوگا۔

قولہ: او بالعکس: ای ویلزم من کذب کل من القضیتین صدق الاخری خرج بھذا القید الاختلاف الواقع بین الموجبۃ والسالبۃ الکلیتین فانھما قد تکذبان معا نحو لا شئ من الحیوان بانسان وکل حیوان انسان فلایتحقق التناقض بین الکلیتین ایضا فقد علم ان القضیتین ان کانتا محصورتین یجب اختلافھما فی الکم کما سیصرح المصنفؒ بہ ایضا

ترجمہ:۔ یعنی دو قضیوں میں سے ہر ایک کے کذب سے لازم آئے دوسرے قضیے کا صدق اور اس قید سے وہ اختلاف نکل جائے گا جو موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ کے درمیان واقع ہو پس بلاشبہ وہ کبھی دونوں اکٹھے جھوٹے ہو جاتے ہیں جیسے لا شئ من الحیوان بانسان وکل حیوان انسان پس نہیں متحقق ہوگا تناقض دو کلیوں کے درمیان بھی پس تحقیق معلوم ہوگیا کہ دونوں قضیے اگر محصورہ ہوں تو واجب ہے کم میں ان کا مختلف ہونا جیسا کہ عنقریب مصنفؒ بھی اس کی تصریح فرمائیں گے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔ اس میں تناقض کی تعریف میں و بالعکس کے لفظ کی تشریح کر رہے ہیں۔

تشریح:۔ تناقض کی تعریف میں ہم نے یہ کہا تھا کہ دو قضیوں میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو لازم کر پکڑے اور ایک کا کذب دوسرے کے صدق کو لازم پکڑے۔ اگر ایک قضیے کا کذب دوسرے قضیے کے صدق کو لازم نہ کر پکڑے بلکہ دونوں جھوٹے ہوں تو پھر بھی تناقض نہ ہوگا۔ جیسے ایک موجبہ کلیہ اور دوسرا سالبہ کلیہ ہو تو پھر تناقض نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں جھوٹے ہو جاتے ہیں مثال لا شئ من الحیوان بانسان وکل حیوان انسان اس قید سے یہ معلوم ہوا کہ دو کلیوں میں بھی تناقض نہیں ہوگا پس تناقض کیلئے ضروری ہے کہ دو قضیے کلیت اور جزئیت میں مختلف ہوں تو دو محصوروں میں تناقض کیلئے کمیت (کلیت اور جزئیت) کا اختلاف ضروری ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: ولا بدمن الاختلاف: ای یشترط فی التناقض ان یکون احدی القضیتین موجبة والاخری سالبة ضرورة ان الموجبتین وکذاالسالبتین قد تجتمعان فی الصدق والکذب معا ثم ان کان القضیتان محصورتین یجب اختلافهمافی الکم ایضا کما مرثم ان کانتا موجهتین یجب اختلافهما فی الجهة فان الضروریتین قد تکذبان معا نحو لا شیٔ من الانسان بکاتب بالضرورة وکل انسان کاتب بالضرورة والممکنتین قد تصدقان معا کقولناکل انسان کاتب بالامکان العام ولاشیٔ من الانسان بکاتب بالامکان العام

ترجمہ:۔یعنی تناقض میں شرط لگائی جاتی ہے کہ دوقضیوں میں سے ایک موجبہ ہواور دوسرا سالبہ ہو بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ دوموجبہ اور دوسالبہ کبھی صدق اور کذب میں اکٹھے جمع ہوجاتے ہیں پھر اگر دونوں قضیے محصورہ ہوں توکم میں بھی ان کامختلف ہوناواجب ہے کمامر۔پھر اگر دونوں قضیے موجہہ ہوں تو جہت میں ان کامختلف ہوناواجب ہے پس بلاشبہ دونوں ضروریہ کبھی اکٹھے جھوٹے ہوجاتے ہیں جیسے لا شیٔ من الانسان بکاتب بالضرورة وکل انسان کاتب بالضرورة اوردونوں ممکنہ کبھی اکٹھے سچے ہوجاتے ہیں جیسے ہماراقول کل انسان الخ

غرضِ شارح:۔اس قول میں تناقض کی شرائط میں سے ایک شرط کو بیان کرتے ہیں۔

تشریح:۔تناقض کیلئے دوشرطیں ہیں۔﴿۱﴾وہ دوقضیے تین چیزوں میں مختلف ہوں۔وہ تین چیزیں یہ ہیں (۱) کمیت (۲) کیفیت (۳) جہت۔﴿۲﴾دوسری شرط۔آٹھ چیزوں میں متحد ہوں اس کاذکر دوسرے قول میں آرہا ہے یہاں اس قول میں پہلی شرط کو بیان کیا جائیگا۔

پہلی شرط میں تین چیزیں ہیں۔

(۱) کمیت میں اختلاف ہو:۔یعنی دونوں قضیے کلیت اور جزئیت میں مختلف ہوں یعنی اگرایک کلیہ ہوتو دوسرا جزئیہ ہو اگر دونوں کلیہ یا دونوں جزئیہ ہوں گے تو تناقض نہیں ہوگا جیسا کہ پہلے قول کی مثالوں میں گزرا ہے۔

(۲) کیفیت میں اختلاف ہو:۔اگرایک موجبہ ہوتو دوسرا سالبہ ہو۔اس لئے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوموجبہ اور دوسالبہ صدق میں جمع ہوجاتے ہیں۔دوموجبہ صدق میں جمع ہوجائیں جیسے کل انسان حیوان یہ سچا ہے اور بعض الانسان

besturdubooks.wordpress.com

۱۸/۲

حیوان یہ بھی سچا ہے کیونکہ یہاں بعض سے مراد موجود فی الخارج ہیں۔ دو سالبہ صدق پر اکٹھے ہوں جیسے لا شئ من الانسان بفرس و بعض الانسان لیس بفرس یہاں بھی بعض الانسان سے مراد موجود فی الخارج ہیں۔ دو موجبہ کذب پر جمع ہوں جیسے کل انسان فرس وبعض الانسان فرس یہاں بعض الانسان سے مراد موجود فی الخارج ہیں۔ دونوں کذب پر جمع ہوں جیسے لا شئ من الانسان بناطق اور بعض الانسان لیس بناطق۔ یہاں بھی بعض الانسان سے مراد موجود فی الخارج ہیں۔ لھذا معلوم ہوا کہ تناقض کے متحقق ہونے کیلئے کیفیت میں بھی اختلاف ضروری ہے۔

(۳) جہت کا اختلاف:۔ دو قضیوں موجہوں میں تناقض کیلئے ضروری ہے کہ اگر ایک قضیہ میں جہت ضرورت کی ہو تو دوسرے میں جہت امکان کی ہو اور اگر ایک میں جہت امکان کی ہو تو دوسرے میں جہت ضرورت کی ہونی ضروری ہے۔ اگر دونوں قضیوں میں جہت ضرورت کی ہوگی تو کبھی دونوں جھوٹے ہونگے۔ جیسے کل انسان کاتب بالضرورة و لا شئ من الانسان بکاتب بالضرورة۔ اور اگر دونوں قضیوں موجہوں میں جہت امکان کی ہوگی تو دونوں سچے ہونگے۔ جیسے کل انسان کاتب بالامکان العام ولاشئ من الانسان بکاتب بالامکان العام یہ دونوں قضیے سچے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ دو قضیے موجہوں کے تناقض کے ثابت ہونے کیلئے جہت کا مختلف ہونا بھی ضروری ہے یہاں تک تو اس شرط کا بیان تھا کہ جس میں دونوں قضیوں کا اختلاف ضروری تھا۔

قوله: والاتحاد فيما عداها: اى ويشترط في التناقض اتحاد القضيتين فيما عدا الامور الثلاثة المذكورة اعني الكم والكيف والجهة وقد ضبطوا هذاالاتحادفي ضمن الاتحاد في الامور الثمانية قال قائلهم قطعة

در تناقض ہشت وحدت شرط دان ☆ وحدت موضوع ومحمول ومکان

وحدت شرط واضافت جزء وکل ☆ قوت وفعل است در آخر زمان

ترجمہ:۔ یعنی اور تناقض میں شرط ہے دونوں قضیوں کا متحد ہونا امور ثلاثہ مذکورہ یعنی کم، کیف اور جہت کے علاوہ میں اور انہوں نے منضبط کیا ہے اس اتحاد کو امور ثمانیہ کے اتحاد کے ضمن میں کہا ہے ان کے کہنے والے نے در تناقض الخ

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تناقض کی دو شرطوں میں سے دوسری شرط کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ دوسری شرط تناقض کے ثابت ہونے کیلئے یہ ہے کہ وہ دونوں قضیے آٹھ چیزوں میں متحد ہوں۔ وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں

besturdubooks.wordpress.com

جن کو شاعر نے شعر میں بند کیا ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں ☆ وحدت موضوع ومحمول ومکان
وحدت شرط واضافت وجزء وکل ☆ قوت وفعل است در آخر زمان

ان آٹھ شرائط کی امثلہ مطابقی واحترازی مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں

نقشہ برائے امثلہ وحدات ثمانیہ

نمبر	شرائط	امثلہ مطابقی	امثلہ احترازی
۱	موضوع	زید عالم زیدلیس بعالم	زید عالم عمرولیس بعالم
۲	محمول	زید عالم زیدلیس بعالم	زید عالم زید لیس بکاتب
۳	مکان	زید جالس فی المسجد زیدلیس بجالس فی المسجد	زید جالس فی المسجد زیدلیس بجالس فی الدار
۴	زمان	زید قائم فی اللیل زید لیس بقائم فی اللیل	زید قائم فی اللیل زید لیس بقائم فی النہار
۵	شرط	زید متحرک الاصابع ان کان کاتبا زید لیس بمتحرک الاصابع ان کان کاتبا	زید متحرک الاصابع ان کان کاتبا زید لیس بمتحرک الاصابع انکان لیس بکاتب
۶	اضافت	زید اب لعمرو زیدلیس باب لعمرو	زید اب لعمرو زیدلیس باب لخالد
۷	جزء وکل	الزنجي اسود ای کله الزنجي لیس باسود ای کله	الزنجي اسود ای کله الزنجي لیس باسود ای بعضه
۸	قوت وفعل	الخمر مسکر بالقوة الخمرلیس بمسکر بالقوة	الخمر مسکر بالقوة الخمرلیس بمسکر بالفعل

قوله:والنقيض للضرورية:اعلم ان نقيض كل شئ رفعه فنقيض القضية التى حكم فيها بضرورية الايجاب اوالسلب هوقضية حكم فيها بسلب تلك الضرورة وسلب كل ضرورة هو عين امكان الطرف المقابل فنقيض ضرورة الايجاب امكان السلب ونقيض ضرورة السلب امكان الايجاب ونقيض الدوام هو سلب الدوام وقد عرفت انه يلزمه فعلية الطرف المقابل فرفع دوام الايجاب يلزمه فعلية السلب ورفع دوام السلب يلزمه فعلية الايجاب فالممكنة العامة نقيض صريح للضرورة المطلقة والمطلقة العامة لازمة لنقيض الدائمة المطلقة ولما لم يكن لنقيضها الصريح وهواللادوام مفهوم محصل معتبر بين القضايا المتداولة المتعارفة قالوا نقيض الدائمة هوالمطلقة العامة ثم اعلم ان نسبة الحينية الممكنة الى المشروطة العامة كنسبة الممكنة العامة الى الضرورية فان الحينية الممكنة هى التى حكم فيها بسلب الضرورة الوصفية اى الضرورة مادام الوصف عن الجانب المخالف فتكون نقيضا صريحا لما حكم فيها بضرورة الجانب الموافق بحسب الوصف فقولنا بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع ما دام كاتبا نقيضه ليس بعض الكاتب بمتحرك الاصابع حين هو كاتب بالامكان ونسبة الحينية المطلقة وهى قضية حكم فيها بفعلية النسبة حين اتصاف ذات الموضوع بالوصف العنوانى فى العرفية العامة كنسبة المطلقة العامة الى الدائمة وذلك لان الحكم فى العرفية العامة بدوام النسبة مادام ذات الموضوع متصفة بالوصف العنوانى فنقيضها الصريح هو سلب ذلك الدوام ويلزمه وقوع الطرف المقابل فى بعض اوقات الوصف العنوانى وهذا معنى الحينية المطلقة المخالفة للعرفية العامة فى الكيف فنقيض قولنا بالدوام كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا قولنا ليس بعض الكاتب بمتحرك الاصابع حين هو كاتب بالفعل والمصنفؒ لم يتعرض

besturdubooks.wordpress.com

لبیان نقیض الوقتیة والمنتشرة المطلقتین من البسائط اذلا یتعلق بذلک غرض فیما سیأتی من مباحث العکوس والا قیسة بخلاف باقی البسائط فتامل

ترجمہ:۔تو جان لے کہ ہرشی کی نقیض اس شی کا رفع ہے پس اس قضیے کی نقیض جس میں حکم ایجاب یا سلب کی ضرورۃ کے ساتھ ہو وہ قضیہ ہے جس میں حکم اس ضرورۃ کے سلب کے ساتھ ہو اور ہر ضرورۃ کا سلب وہ بعینہ جانب مخالف کا امکان ہے پس ایجاب کے ضروری ہونے کی نقیض جانب مخالف سلب کا امکان ہے اور سلب کے ضروری ہونے کی نقیض ایجاب کا ممکن ہونا ہے اور دوام کی نقیض سلب دوام ہے اور تو پہچان چکا ہے کہ سلب دوام کو لازم ہے جانب مخالف کی فعلیت پس دوام ایجاب کے رفع کو سلب کی فعلیت لازم ہے اور دوام سلب کے رفع کو ایجاب کی فعلیت لازم ہے پس ممکنہ عامہ صریح نقیض ہے ضروریہ مطلقہ کی اور مطلقہ عامہ دائمہ مطلقہ کی نقیض کو لازم ہے اور جب کہ نہیں تھا اس کی صریح نقیض کیلئے اور وہ ہے لا دوام کوئی ایسا مفہوم جو حاصل کیا گیا ہو معتبرہ متداولہ متعارفہ قضایا کے درمیان تو کہا ہے انہوں (مناطقہ) نے کہ دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے۔ پھر تو جان لے کہ حینیہ ممکنہ کی نسبت مشروطہ عامہ کی طرف ممکنہ عامہ کی نسبت کی طرح ہے ضروریہ کی طرف پس بلا شبہ حینیہ ممکنہ وہ قضیہ ہے جس میں ضرورت وصفیہ کے سلب کا حکم لگایا ہو یعنی ضرورت مادام الوصف کے جانب مخالف سے سلب ہونے کے ساتھ پس وہ نقیض صریح ہوگا اس قضیہ کی جس میں حکم لگایا گیا ہو باعتبار وصف کے جانب موافق کے ضروری ہونے کیساتھ۔ پس ہمارا قول بالضرورۃ کل کاتب الخ اس کی نقیض لیس بعض الکاتب الخ ہے۔ اور حینیہ مطلقہ کی نسبت اور حینیہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس میں نسبت کی فعلیت کے ساتھ حکم ہو ذات موضوع کے وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہونے کے وقت سے (حینیہ مطلقہ کی نسبت) عرفیہ عامہ کی طرف ایسے ہے جیسے مطلقہ عامہ کی نسبت دائمہ کی طرف ہے اور یہ اس لئے ہے کہ حکم عرفیہ عامہ میں نسبت کے دائمی ہونے کے ساتھ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ موصوف ہو پس اس کی نقیض صریح وہ اس دوام کا سلب ہے اور جانب مخالف کا واقع ہونا وصف عنوانی کے بعض اوقات میں یہ اس کو لازم ہے۔ اور یہ مفہوم ہے اس حینیہ مطلقہ کا جو کیف میں عرفیہ عامہ کے مخالف ہو پس ہمارے قول بالدوام کل کاتب الخ کی نقیض ہمارا قول لیس بعض الکاتب الخ ہے۔ اور مصنفؒ بسائط میں سے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیض کے بیان کرنے کے درپے نہیں ہوئے کیونکہ ان کے ساتھ کوئی غرض متعلق نہیں ہوتی ان قیاس اور عکوس کی مباحث میں جو عنقریب آرہی ہیں بخلاف باقی بسائط کے پس تو غور و فکر کر لے

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضایا بسائط کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔ قضایا بسائط میں سے منطقی وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیضوں کو بیان نہیں کرتے منطقی کہتے ہیں کہ عکس اور قیاس وغیرہ کی ابحاث کا تعلق چونکہ ان دوقضیوں کی نقیضوں کے ساتھ نہیں اس لئے ان کی نقیضوں کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ مرکبات کی نقیضوں کے سمجھنے کیلئے ان دونوں کی نقیضوں کا سمجھنا بھی ضروری تھا اس لئے آگے آنے والے نقشے میں ان دونوں کی نقیضوں کو بھی بیان کردیا گیا تاکہ مرکبات کی نقیضوں کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ اب آگے تفصیل سے بقیہ چھ بسیطوں میں سے ہر ایک کی نقیض کو بیان کرتے ہیں۔ اس کے سمجھنے سے پہلے یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ نقیض کس کو کہتے ہیں نقیض کہتے ہیں شئی کے اٹھا دینے کو مثلاً انسان کی نقیض لا انسان ہوگی ضرورت کی نقیض اس کا اٹھا دینا یعنی عدم ضرورت ہوگی۔

﴿۱﴾ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ آئیگی کیونکہ ضروریہ مطلقہ موجبہ میں نسبت کا ثبوت ضروری ہوتا ہے اور سالبہ میں سلب ضروری ہوتا ہے۔ اسکی نقیض صراحۃً یہ ہوگی کہ اس ضرورت کو اٹھا دیا جائے کہ ثبوت ضروری نہیں (موجبہ میں) اور سلب ضروری نہیں (سالبہ میں) ثبوت ضروری نہیں یہ ممکنہ عامہ سالبہ کا معنی ہے۔ اور سلب ضروری نہیں یہ ممکنہ عامہ موجبہ کا معنی ہے اسلئے ہم نے یہ کہا کہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ آئیگی۔ اس کی پھر چار صورتیں نکلیں گی۔

(۱) اگر ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ ہوگی۔

(۲) اگر ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ ہوگی۔

(۳) ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ ہوگی۔

(۴) ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ ہوگا تو نقیض ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ آئیگی۔

اسی طرح ہر قضیہ کی نقیض میں یہ چار احتمال نکلیں گے۔ کل قضایا بسیطہ آٹھ ہیں اور ہر ایک میں چار احتمالات جب نکلیں گے تو کل بتیس (۳۲) احتمالات بنیں گے۔ ان بتیس احتمالات کا تفصیلی نقشہ اس قولہ کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

﴿۲﴾ دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہوگی۔ دائمہ مطلقہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ دوام ہمیشہ ہے یا سلب دوام ہمیشہ ہے اس کی اصل نقیض تو دوام اور سلب دوام کا اٹھانا ہے یعنی دوام ہمیشہ نہیں اور سلب دوام ہمیشہ نہیں۔ جب دوام ہمیشہ نہیں ہوگا تو اس کو لازم ہے کہ سلب کسی نہ کسی زمانے میں ہوگا اور یہ معنی مطلقہ عامہ سالبہ کا ہے۔ یا جب سلب دوام ہمیشہ ہوگا تو اس کی نقیض اصل تو یہ ہے کہ سلب دوام ہمیشہ نہ ہو اس کو لازم ہے کہ ثبوت کسی نہ کسی زمانے میں ہو۔ اصل میں دائمہ کی نقیض لا دوام تھی۔ اور لا دوام کسی قضیہ کا معنی نہیں تھا ہاں اس کو لازم تھا کہ سلب کسی نہ کسی زمانے میں یا ثبوت کسی نہ کسی زمانے میں ہو اس لئے دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ ہے۔ ضروریہ مطلقہ کی نقیض ممکنہ عامہ یہ صریح نقیض تھی لیکن دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ صریح نقیض نہیں

besturdubooks.wordpress.com

بلکہ دائمہ مطلقہ کی نقیض کو مطلقہ عامہ لازم ہے۔

﴿۳﴾ مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ آئیگی مشروطہ عامہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ضروری ہوتا ہے جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی موضوع کے ساتھ متصف ہو اسکی نقیض یہ ہوگی کہ نسبت کا ثبوت وصف عنوانی تک ذات موضوع کیلئے ضروری نہیں۔ اور یہ معنی حینیہ ممکنہ موجبہ کا ہے کیونکہ حینیہ ممکنہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ممکن ہے جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی موضوع کے ساتھ متصف ہو۔ اس لئے مشروطہ عامہ کی نقیض حینیہ ممکنہ آتی ہے۔

﴿۴﴾ عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ آئیگی۔ کیونکہ عرفیہ عامہ کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ہمیشہ ہے جب تک کہ ذات موضوع وصف عنوانی موضوع کے ساتھ متصف ہو۔ اس کی نقیض اصلی تو یہ ہوگی کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے وصف عنوانی کی حالت میں ہمیشہ نہیں اس معنی کو یہ بات لازم ہے کہ وصف عنوانی کی حالت میں کسی نہ کسی زمانے میں نسبت کا ثبوت ممکن ہے اور یہ معنی حینیہ مطلقہ کا ہے۔ حینیہ مطلقہ عرفیہ عامہ کی صریح نقیض نہیں بلکہ عرفیہ عامہ کی نقیض کو لازم ہے۔

﴿۵﴾ مصنفؒ نے تو وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیضوں کو بیان نہیں کیا لیکن ہم ان کی نقیضوں کو بھی بیان کرتے ہیں تا کہ مرکبات کی نقیضوں کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ وقتیہ مطلقہ اس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے ایک وقت معین میں ضروری ہے۔ اس کی نقیض یہ ہوگی کہ اس نسبت کا ثبوت ذات موضوع کیلئے وقت معین میں ضروری نہ ہو۔ لیکن اس معنی کے ادا کرنے کے لئے منطقیوں کے پاس کوئی قضیہ نہیں تھا اس لئے پھر انہوں نے ممکنہ کی ایک قسم اور نکالی "وقتیہ ممکنہ"۔ وقتیہ ممکنہ اس قضیے کو کہتے ہیں کہ نسبت کا ثبوت ایک وقت معین میں ممکن ہو مطلقہ عامہ کا مضمون یہ تھا کہ نسبت کا ثبوت ایک وقت معین میں ضروری ہے۔ اس کی نقیض یہ ہوگی کہ ایک وقت معین میں ضروری نہیں اور یہ معنی وقتیہ ممکنہ کا ہے۔

﴿۶﴾ منتشرہ مطلقہ اس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ محمول کا ثبوت موضوع کیلئے ایک وقت غیر معین میں ضروری ہوتا ہے۔ اسکی نقیض یہ ہوگی کہ محمول کا ثبوت موضوع کیلئے ایک وقت غیر معین میں ضروری نہ ہو اس مضمون کے ادا کرنے کیلئے منطقیوں کے پاس کوئی قضیہ نہیں تھا اس لئے انھوں نے ایک اور قضیہ دائمہ ممکنہ نکالا اس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ جانب مخالف سے ہمیشہ حکم کے ضروری ہونے کی نفی کی جائے اسلئے منتشرہ مطلقہ کی نقیض دائمہ ممکنہ ہوگی۔ یہ دو قضیے وقتیہ ممکنہ اور دائمہ ممکنہ جو ہم نے وقتیہ مطلقہ اور منتشرہ مطلقہ کی نقیض کیلئے نکالے ہیں یہ بھی بسائط میں داخل تھے لیکن چونکہ یہ مشہور نہیں تھے اسلئے ان کو بسائط میں شمار نہیں کیا

besturdubooks.wordpress.com

تمام احتمالات کی مثالیں تفصیل کے ساتھ مندرجہ ذیل نقشہ میں ملاحظہ کریں

☆نقشہ نقائض قضایا موجهه بسائط بمع امثلہ☆

نمبر	نام قضیہ	نام نقیض قضیہ	مثال اصل قضیہ	مثال نقیض قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	کل انسان حیوان بالضرورۃ	بعض الانسان لیس بحیوان بالامکان العام
۲	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	بعض الحیوان انسان بالضرورۃ	لا شئ من الحیوان بانسان بالامکان العام
۳	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الانسان بحجر بالضرورۃ	بعض الانسان حجر بالامکان العام
۴	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان لیس بحجر بالضرورۃ	کل انسان حجر بالامکان العام
۵	مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ	حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۶	مشروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	حینیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۷	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ	حینیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۸	مشروطہ عامہ سالبہ جزئیہ	حینیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	کل کاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ھو کاتب
۹	وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	وقتیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت حیلولۃ الارض بینہ و بین الشمس	بعض القمر لیس بمنخسف بالامکان العام وقت حیلولۃ الارض بینہ و بین الشمس
۱۰	وقتیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	وقتیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	×	×

۱۱	وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	وقتیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شیٔ من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربیع	بعض القمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع
۱۲	وقتیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	وقتیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	×	×
[illegible]	منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ	منتشرہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	کل انسان متنفس بالضرورة وقتا ما	بعض الانسان لیس بمتنفس بالامکان العام وقتا ما
۱۴	منتشرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	منتشرہ ممکنہ سالبہ کلیہ	×	×
۱۵	منتشرہ مطلقہ سالبہ کلیہ	منتشرہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	لا شیٔ من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتا ما	بعض الانسان متنفس بالامکان العام وقتا ما
۱۶	منتشرہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	منتشرہ ممکنہ موجبہ کلیہ	×	×
۱۷	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	کل فلک متحرک بالدوام	بعض الفلک لیس بمتحرک بالفعل
۱۸	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	بعض الفلک متحرک بالدوام	لا شیٔ من الفلک بمتحرک بالفعل
۱۹	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	لا شیٔ من الفلک بساکن بالدوام	بعض الفلک ساکن بالفعل
۲۰	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	بعض الفلک لیس بساکن بالدوام	کل فلک ساکن بالفعل
۲۱	عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ	حینیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین هو کاتب

besturdubooks.wordpress.com

۲۲	عرفیہ عامہ موجبہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الكاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا	لا شئ من الكاتب بمتحرک الاصابع بالفعل حين هو كاتب
۲۳	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الكاتب بساكن الاصابع بالدوام مادام کاتبا	بعض الكاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هو كاتب
۲۴	عرفیہ عامہ سالبہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الكاتب ليس بساكن الاصابع بالدوام مادام کاتبا	كل كاتب ساكن الاصابع بالفعل حين هو كاتب
۲۵	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	كل انسان متنفس بالفعل	بعض الانسان ليس بمتنفس بالدوام
۲۶	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل	لا شئ من الانسان بمتنفس بالدوام
۲۷	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الانسان بضاحک بالفعل	بعض الانسان ضاحک بالدوام
۲۸	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان ليس بضاحک بالفعل	كل انسان ضاحک بالدوام
۲۹	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	كل انسان كاتب بالامكان العام	بعض الانسان ليس بكاتب بالضرورة
۳۰	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	بعض الانسان كاتب بالامكان العام	لا شئ من الانسان بكاتب بالضرورة
۳۱	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	لا شئ من الانسان بكاتب بالامكان العام	بعض الانسان كاتب بالضرورة
۳۲	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	بعض الانسان ليس بكاتب بالامكان العام	كل انسان كاتب بالضرورة

besturdubooks.wordpress.com

قوله: وللمركبة:قد علمت ان نقيض كل شئ رفعه فاعلم ان رفع المركب انما يكون برفع احد جزئيه لا على التعيين بل على سبيل منع الخلو اذ يجوز ان يكون برفع كلا جزئيه فنقيض القضية المركبة نقيض احد جزئيه على سبيل منع الخلو فنقيض قولنا كل كاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام كاتبا لادائما اى لا شئ من الكاتب بمتحرك الاصابع بالفعل قضية منفصلة مانعة الخلو وهي قولنا اما بعض الكاتب ليس بمتحرك الاصابع بالامكان حين هو كاتب واما بعض الكاتب متحرك الاصابع دائما وانت بعد اطلاعك على حقائق المركبات ونقائض البسائط تتمكن من استخراج تفاصيل نقائض المركبات

ترجمہ: تحقیق تو نے جان لیا ہے کہ ہر شئی کی نقیض اس کا رفع ہے پس تو جان لے کہ مرکب کا رفع سوا اس کے نہیں کہ دو جزؤوں میں سے بغیر تعیین کے بلکہ منع الخلو کے طریقے پر کسی ایک کے رفع کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ وہ مرکب کا رفع اس کی دونوں جزؤوں کے رفع کے ساتھ ہو پس قضیہ مرکبہ کی نقیض اس کی دو جزؤوں میں سے کسی ایک کی نقیض ہے منع الخلو کے طریقے پر پس ہمارا قول کل کاتب الخ کی نقیض قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو ہے اور وہ ہمارا یہ قول ہے اما بعض الکاتب الخ اور تو مرکبات کے حقائق اور بسائط کی نقیضوں پر مطلع ہونے کے بعد مرکبات کی نقیضوں کی تفصیل نکالنے پر قادر ہو سکتا ہے۔

غرضِ شارح: اس قول کی غرض مرکبات کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

تشریح: ۔بسائط کی نقیضوں کو بیان کرنے کے بعد اب مرکبات کی نقیضوں کو بیان کرتے ہیں ۔جب آپ نے بسیطوں کی نقیضوں کو تفصیل کے ساتھ بمع امثلہ نقشہ میں سمجھ لیا تو اب مرکبوں کی نقیضوں کا سمجھنا بالکل آسان ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ قضیہ مرکبہ میں ہمیشہ دو قضیے بسیطے ہوتے ہیں ۔اب مرکبہ کی نقیض کا ایک قاعدہ بیان کرنا ہے۔

قضایا مرکبات کلیات کی نقیض نکالنے کا قاعدہ: ۔مرکبہ کی نقیض کا قاعدہ یہ ہے کہ قضیہ مرکبہ میں دو قضیہ بسیطہ ہونگے ان کی علیحدہ علیحدہ نقیض نکال لیں گے ۔اور پھر ان دونوں نقیضوں کو آپس میں اس طرح سے ملائیں گے کہ شروع میں لفظ اما اور درمیان میں لفظ او داخل کر کے قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو تیار کریں گے اور قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو یہ قضیہ مرکبہ کی نقیض ہوگا مثال کے طور پر کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لادائما یہ قضیہ مرکبہ مشروطہ خاصہ ہے یہ دو بسیطوں

besturdubooks.wordpress.com

مشروطہ عامہ اور مطلقہ عامہ سے مرکب ہے۔ مشروطہ عامہ موجبہ کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ ہے۔ اور اس میں دوسرا قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ ہے۔ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ نکلے گی تو وہ مشروطہ خاصہ کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ اور دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ نکلے گی جس میں اما اور او کے ذریعے تردید کی گئی ہو جیسے اسی مثال میں مشروطہ خاصہ کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة مادام کاتبا لادائما ہے۔ اس میں لا دائما سے سالبہ مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوگا ای لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل مشروطہ عامہ کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة اس کی نقیض حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام ہے اور مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی نقیض دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما۔ اب ان دو نقیضوں میں اما اور او داخل کریں گے تو قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو تیار ہوگا اما بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام او بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما یہ نقیض ہوگی مشروطہ خاصہ کی۔

ان تمام احتمالات کی مثالیں تفصیل کے ساتھ اگلے صفحات پر نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ نقشہ میں قضایا مرکبہ کلیہ کی نقیض بیان ہوگی جزئیوں کی نقیضوں کا قاعدہ اگلے قول میں آرہا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

☆نقشہ نقائض مرکبات کلیات بمع امثلہ☆

نمبر	نام قضیہ مرکبہ موجہہ	مثال قضیہ	جزو اول	جزو ثانی	جزو ثانی کی تشکیل	نام نقیض جزو اول	نام نقیض جزو ثانی	مثال نقیض جزو اول	مثال نقیض جزو ثانی	تشکیل نقیض قضیہ مرکبہ علی طریق مانعۃ الخلو بالمعنی الاعم
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ	کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لادائما	مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ہو کاتب	بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما	امابعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین ہو کاتب واما بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما
۲	مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ	لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا	مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ہو کاتب	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام	امابعض الکاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین ہو کاتب واما بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع دائما
۳	وقتیہ موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لادائما	وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشیٔ من القمر بمنخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ سالبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر لیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ	بعض القمر منخسف دائما	امابعض القمر لیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ وامابعض القمر منخسف دائما
۴	وقتیہ سالبہ کلیہ	لاشیٔ من القمر بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع لادائما	وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ موجبہ جزئیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع	بعض القمر لیس بمنخسف دائما	امابعض القمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع وامابعض القمر لیس بمنخسف دائما

٥	منتشره موجبه کلیه	کل انسان متنفس بالضرورة وقتاما لادائما	منتشره مطلقه موجبه کلیه	مطلقه عامه سالبه کلیه	لاشئ من الانسان بمتنفس بالفعل	ممکنه سالبه جزئیه	دائمه مطلقه موجبه جزئیه	بعض الانسان ليس بمتنفس بالامكان العام وقتا ما	بعض الانسان متنفس دائما	امابعض الانسان ليس بمتنفس بالامكان العام وقتا ماو امابعض الانسان متنفس دائما
٢	منتشره سالبه کلیه	لاشئ من الانسان بمتنفس بالضرورة وقتاما لادائما	منتشره مطلقه سالبه کلیه	مطلقه عامه موجبه کلیه	کل انسان متنفس بالفعل	منتشره ممکنه موجبه جزئیه	دائمه مطلقه سالبه جزئیه	بعض الانسان متنفس بالامكان العام وقتا ما	بعض الانسان ليس بمتنفس دائما	امابعض الانسان متنفس بالامكان العام وقتا ماواما بعض الانسان ليس بمتنفس دائما
٧	عرفیه خاصه موجبه کلیه	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائما	عرفیه عامه موجبه کلیه	مطلقه عامه سالبه کلیه	لاشئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیه مطلقه سالبه جزئیه	دائمه مطلقه موجبه جزئیه	بعض الکاتب ليس بمتحرک الاصابع بالفعل حين هو کاتب	بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما	امابعض الکاتب ليس بمتحرک الاصابع بالفعل حين هو کاتب واما بعض الکاتب متحرک الاصابع دائما
٨	عرفیه خاصه سالبه کلیه	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبالادائما	عرفیه عامه سالبه کلیه	مطلقه عامه موجبه کلیه	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیه مطلقه موجبه جزئیه	دائمه مطلقه سالبه جزئیه	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل حين هو کاتب	بعض الکاتب ليس بساکن الاصابع دائما	امابعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل حين هو کاتب وامابعض الکاتب ليس بساکن الاصابع دائما
٩	وجوديه لادائمه موجبه کلیه	کل انسان ضاحک بالفعل لادائما	مطلقه عامه موجبه کلیه	مطلقه عامه سالبه کلیه	لاشئ من الانسان بضاحک بالفعل	دائمه مطلقه سالبه جزئیه	دائمه مطلقه موجبه جزئیه	بعض الانسان ليس بضاحک دائما	بعض الانسان ضاحک دائما	امابعض الانسان ليس بضاحک دائماو امابعض الانسان ضاحک دائما
١٠	وجوديه لادائمه سالبه کلیه	لاشئ من الانسان بضاحک بالفعل لادائما	مطلقه عامه سالبه کلیه	مطلقه عامه موجبه کلیه	کل انسان ضاحک بالفعل	دائمه مطلقه موجبه جزئیه	دائمه مطلقه سالبه جزئیه	بعض الانسان ضاحک دائما	بعض الانسان ليس بضاحک دائما	امابعض الانسان ضاحک دائماو امابعض الانسان ليس بضاحک دائما

besturdubooks.wordpress.com

١١	وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ	کل انسان ضاحک بالفعل لا بالضرورة	مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشیء من الانسان بضاحک بالامکان العام	دائمہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک دائما	بعض الانسان ضاحک بالضرورة	امابعض الانسان لیس بضاحک دائما وامابعض الانسان ضاحک بالضرورة
١٢	وجودیہ لاضروریہ سالبہ کلیہ	لاشیء من الانسان بضاحک بالفعل لا بالضرورة	مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	کل انسان ضاحک بالامکان العام	دائمہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک دائما	بعض الانسان لیس بضاحک بالضرورة	امابعض الانسان ضاحک دائما وامابعض الانسان لیس بضاحک بالضرورة
١٣	ممکنہ خاصہ موجبہ کلیہ	کل انسان کاتب بالامکان الخاص	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	لاشیء من الانسان بکاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالضرورة	بعض الانسان کاتب بالضرورة	امابعض الانسان لیس بکاتب بالضرورة وامابعض الانسان کاتب بالضرورة
١٤	ممکنہ خاصہ سالبہ کلیہ	لاشیء من الانسان بکاتب بالامکان الخاص	ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ	ممکنہ عامہ موجبہ کلیہ	کل انسان کاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان کاتب بالضرورة	بعض الانسان لیس بکاتب بالضرورة	امابعض الانسان کاتب بالضرورة وامابعض الانسان لیس بکاتب بالضرورة

besturdubooks.wordpress.com

۱۹/۱

قوله: ولكن في الجزئية بالنسبة الى كل فرد: يعني لا يكفي في اخذ نقيض القضية المركبة الجزئية الترديد بين نقيضي جزئيها وهما الكليتان اذ قد يكذب المركبة الجزئية كقولنا بعض الحيوان انسان بالفعل لادائما ويكذب كلا نقيضي جزئيها ايضا وهماقولنا لاشئ من الحيوان بانسان دائما وقولنا كل حيوان انسان دائما وحينئذ فطريق اخذ نقيض المركبة الجزئية ان يوضع افراد الموضوع كلها ضرورة ان نقيض الجزئية هي كلام ثم تردد بين نقيضي الجزئين بالنسبة الى كل واحد من الافراد فيقال في المثال المذكور كل حيوان اما انسان دائما اوليس بانسان دائما وحينئذ فيصدق النقيض وهوقضية حملية مرددة المحمول فقوله الى كل فرد اى من افراد الموضوع

ترجمہ:۔یعنی کافی نہیں ہے قضیہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض لینے میں اس کی دو جزوؤں کی نقیضوں کے درمیان تردید، درانحالیکہ وہ دونوں قضیے کلیہ ہوں کیونکہ مرکبہ جزئیہ کبھی جھوٹا ہو جاتا ہے جیسے ہمارا قول بعض الحیوان الخ اور کبھی اس کی جزوؤں کی دونوں نقیضیں جھوٹی ہو جاتی ہیں اور وہ (دونقیضیں) ہمارا یہ قول ہیں لا شئ من الحیوان الخ اور ہمارا قول کل حیوان الخ اور اس وقت پس قضیہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض لینے کا طریقہ یہ ہے کہ رکھے جائیں افراد موضوع سارے کے سارے (یعنی قضیہ کلیہ لایا جائے) بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ جزئیہ کی نقیض وہ کلیہ ہے پھر تردید کردی جائے دونوں جزوؤں کی نقیضوں کے درمیان ان افراد میں سے ہر ایک کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ پس کہا جائے گا مثال مذکور میں کل حیوان الخ اور اس وقت پس نقیض سچی آئے گی اور وہ نقیض قضیہ حملیہ ہے جس کے محمول میں تردید ہو پس اس کا قول الی کل فرد (مطلب یہ ہے کہ) یعنی موضوع کے افراد میں سے۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض قضایا مرکبات جزئیات کی نقیضوں کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔قضایا مرکبات کلیہ کی نقیضوں کا قاعدہ تو ماقبل میں گزرا کہ ہر ایک قضیہ کی علیحدہ علیحدہ نقیض نکال کر اما اور او حروف تردید ان پر داخل کر کے قضیہ منفصلہ مانعۃ الخلو تیار کریں گے اگر یہی قاعدہ جزئیوں کی نقیضوں میں بھی جاری کریں تو بسا اوقات اصل قضیہ اور نقیض دونوں جھوٹے نکلتے ہیں۔جیسے مرکبہ جزئیہ وجودیہ لادائمہ مثلا بعض الحیوان انسان بالفعل لادائما۔لادائما اس قضیے کی طرف اشارہ کرے گا بعض الحیوان لیس بانسان بالفعل یہ اصل قضیہ مرکبہ بھی جھوٹا ہے (کیونکہ لادائما میں مذکور

besturdubooks.wordpress.com

حیوان سے وہی حیوان مراد ہیں جو اول جزو میں مراد ہیں اور جو حیوان انسان ہے وہی حیوان لا انسان نہیں ہوسکتا) اور اسکی نقیض اگر کلیات والے طریقے سے نکالیں تو وہ یوں ہوگی کہ پہلے جزو کی نقیض لا شئ من الحیوان بانسان دائما اور دوسرے جزو کی نقیض کل حیوان انسان دائما اب اما اور او داخل کریں گے تو یہ قضیہ بنے گا اما لاشئ من الحیوان بانسان دائما او کل حیوان انسان دائما (یا تو یہ ہے کہ کوئی بھی حیوان ہمیشہ انسان نہیں ہے یا یہ ہے کہ ہر حیوان ہمیشہ انسان ہے) اصل قضیہ بھی جھوٹا اور نقیض بھی جھوٹی۔ حالانکہ نقیض کا قاعدہ ہے کہ اصل جھوٹا ہو تو نقیض سچی ہو اور اگر نقیض جھوٹی ہو تو اصل سچا ہو۔ اس لئے منطقیوں نے جب یہ دیکھا کہ مرکبہ جزئیہ کی نقیض مرکبہ کلیہ کی نقیض کے طریقے سے نکالنے میں غلطی ہوتی ہے تو انھوں نے مرکبہ جزئیہ کی نقیض کا یحدہ قاعدہ بنایا۔

جزئیات کی نقیض نکالنے کا قاعدہ: یہ بات تو آپ کو پہلے سے معلوم ہے کہ مرکبہ جزئیہ میں ہمیشہ دو قضیے ہوتے ہیں۔ موضوع دونوں قضیوں کا ایک ہوتا ہے۔ ایجاب وسلب کا فرق ہوتا ہے جیسے وجودیہ لا دائمہ موجبہ جزئیہ یہ قضیہ مرکبہ ہے جیسے بعض الحیوان انسان بالفعل لا دائما. ای بعض الحیوان لیس بانسان بالفعل۔ یہاں دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہی ہے (بعض الحیوان) تو اب قاعدہ یہ ہے کہ مرکبہ جزئیہ کا موضوع لیکر اس پر موجبہ کلیہ کا سور داخل کرو۔ اور پھر مرکبہ جزئیہ کے دو قضیوں کے دو محمول ہوں انکی نقیض نکال کر ان کو اس موضوع کل والے کے نیچے اما اور او کے تحت داخل کرو تو یہ نقیض بن جائے گی قضیہ مرکبہ جزئیہ کی۔ اگر اصل قضیہ مرکبہ جزئیہ سچا ہوگا تو یہ نقیض جھوٹی ہوگی۔ اور اگر اصل قضیہ مرکبہ جھوٹا ہوگا تو نقیض سچی ہوگی مثلاً اسی وجودیہ لا دائمہ میں موضوع دونوں قضیوں میں حیوان ہے۔ بعض تو صرف سور ہے اس کو کل کے نیچے داخل کر کے کل حیوان بنائیں گے اور پھر مرکبہ جزئیہ کے دونوں قضیوں کے محمول کی نقیض نکالیں گے۔ مثلاً بعض الحیوان انسان میں محمول انسان ہے اس کی نقیض لا انسان نکالیں گے اور بعض الحیوان لیس بانسان میں محمول لیس بانسان ہے اس کی نقیض انسان نکالیں گے اور پھر اما اور او ان دو محمولوں کی نقیضوں میں داخل کریں گے اور یوں قضیہ تیار ہوگا کل حیوان اما انسان دائما او لیس بانسان دائما۔ اب اس قضیے کا مضمون سچا ہے کہ ہر حیوان جو کہ انسان ہے وہ ہمیشہ کیلئے انسان ہے اور ہر حیوان جو کہ انسان نہیں وہ ہمیشہ کیلئے انسان نہیں۔ یہ مضمون سچا ہے اصل قضیہ کا مضمون جھوٹا تھا۔ مضمون اصل قضیے کا یہ تھا کہ بعض حیوان افراد انسان ہیں کسی نہ کسی زمانے میں یہ مضمون جھوٹا ہے اس لئے کہ حیوان کے جو افراد انسان ہیں وہ ہمیشہ ہیں کسی نہ کسی زمانے میں تو نہیں۔ اب ہماری نکالی ہوئی نقیض کا مطلب درست ہوگا۔

پھر یہ جزئیات موجبہ بھی ہوسکتے ہیں اور سالبہ بھی ہیں اور قضایا مرکبات کل سات ہیں تو کل احتمال چودہ بنیں گے ہر ایک کی مثال تفصیل کے ساتھ اگلے صفحات پر نقشہ میں ملاحظہ کریں

☆نقشه تناقض مرکبات جزئیات بمع امثلة☆

نمبر	نام قضیہ مرکبہ موجہہ	مثال قضیہ	جزو اول	جزو ثانی	جزو ثانی کی تشکیل	نام نقیض جزو اول	نام نقیض جزو ثانی	مثال نقیض جزو اول	مثال نقیض جزو ثانی	تشکیل نقیض قضیہ مرکبہ علی طریق مانعۃ الخلو بالمعنی الاعم
۱	مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لادائما	مشروطہ عامہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشیٔ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین هو کاتب	کل کاتب متحرک الاصابع دائما	کل کاتب اما لیس بمتحرک الاصابع بالامکان العام حین هو کاتب او متحرک الاصابع دائما
۲	مشروطہ خاصہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لادائما	مشروطہ عامہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالامکان العام حین هو کاتب	لاشیٔ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام	کل کاتب اما ساکن الاصابع بالامکان العام حین هو کاتب او لیس بساکن الاصابع دائما
۳	وقتیہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لادائما	وقتیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض القمر لیس بمنخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشیٔ من القمر بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ	کل قمر منخسف دائما	کل قمر اما لیس بمنخسف بالامکان العام وقت الحیلولۃ او منخسف دائما
۴	وقتیہ سالبہ جزئیہ	بعض القمر لیس بمنخسف بالضرورۃ وقت التربیع لادائما	وقتیہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالفعل	وقتیہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل قمر منخسف بالامکان العام وقت التربیع	لاشیٔ من القمر بمنخسف دائما	کل قمر اما منخسف بالامکان العام وقت التربیع او لیس بمنخسف دائما

۵	منتشرہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورة وقتاما لادائما	منتشرہ مطلقہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بمتنفس بالفعل	منتشرہ ممکنہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بمتنفس بالامکان العام وقتا ما	کل انسان متنفس دائما	کل انسان امالیس بمتنفس بالامکان العام وقتا ماأو متنفس دائما
۶	منتشرہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بمتنفس بالضرورة وقتاما لادائما	منتشرہ مطلقہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالفعل	منتشرہ ممکنہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل انسان متنفس بالامکان العام وقتا ما	لاشئ من الانسان بمتنفس دائما	کل انسان اما متنفس بالامکان العام وقتا ماأو لیس بمتنفس دائما
۷	عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائما	عرفیہ عامہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل	حینیہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتب	کل کاتب متحرک الاصابع دائما	کل کاتب امالیس بمتحرک الاصابع بالفعل حین ھو کاتب او متحرک الاصابع دائما
۸	عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ	بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبالادائما	عرفیہ عامہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل	حینیہ مطلقہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع دائما	کل کاتب اما ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب اولیس بساکن الاصابع دائما
۹	وجودیہ لادائمہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بضاحک دائما	کل انسان ضاحک دائما	کل انسان اما لیس بضاحک دائماوضاحک دائما

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

١٠	وجودیہ لادائمہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل لادائما	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل انسان ضاحک دائما	لاشئ من الانسان بضاحک دائما	کل انسان اما ضاحک دائما اولیس بضاحک دائما
١١	وجودیہ لاضروریہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لابالضرورة	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالامکان العام	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بضاحک دائما	کل انسان ضاحک بالضرورة	کل انسان اما لیس بضاحک دائما او ضاحک بالضرورة
١٢	وجودیہ لاضروریہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل لابالضرورة	مطلقہ عامہ سالبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالامکان العام	دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل انسان ضاحک دائما	لاشئ من الانسان بضاحک بالضرورة	کل انسان اما ضاحک دائما اولیس بضاحک بالضرورة
١٣	ممکنہ خاصہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان الخاص	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	لاشئ من الانسان بکاتب بالضرورة	کل انسان کاتب بالضرورة	کل انسان اما لیس بکاتب بالضرورة او کاتب بالضرورة
١٤	ممکنہ خاصہ سالبہ جزئیہ	بعض الانسان لیس بکاتب بالامکان الخاص	ممکنہ عامہ سالبہ جزئیہ	ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان کاتب بالامکان العام	ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ	ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ	کل انسان کاتب بالضرورة	لاشئ من الانسان بکاتب بالضرورة	کل انسان اما کاتب بالضرورة اولیس بکاتب بالضرورة

besturdubooks.wordpress.com

متن : فصل العکس المستوی تبدیل طرفی القضیة مع بقاء الصدق والکیف والموجبة انما تنعکس جزئیة لجواز عموم المحمول او التالی والسالبة الکلیة تنعکس سالبة کلیة والالزم سلب الشئ عن نفسه والجزئیة لا تنعکس اصلا لجواز عموم الموضوع اوالمقدم

ترجمہ متن :۔ فصل عکس مستوی تبدیل کرنا ہے قضیہ کی دونوں طرفوں کا صدق اور کیف کو باقی رکھتے ہوئے ۔اور موجبہ سوا اس کے نہیں کہ جزئیہ عکس دیتا ہے بوجہ محمول یا تالی کے عموم کے جائز ہونے کے اور سالبہ کلیہ ، سالبہ کلیہ عکس دیتا ہے ورنہ تو شئی کا اپنی ذات سے سلب کرنا لازم آئے گا اور (سالبہ) جزئیہ بالکل عکس نہیں دیتا بوجہ موضوع یا مقدم کے عموم کے جائز ہونے کے۔

مختصر تشریح متن :۔ تناقض کی بحث ختم کرنے کے بعد اب عکس کی بحث شروع کرتے ہیں۔

☆☆

قوله: طرفی القضیة: سواء کان الطرفان هما الموضوع والمحمول اوالمقدم والتالی واعلم ان العکس کمایطلق علی المعنی المصدری المذکور کذلک یطلق علی القضیة الحاصلة من التبدیل و ذلک الاطلاق مجازی من قبیل اطلاق اللفظ علی الملفوظ والخلق علی المخلوق

ترجمہ :۔ برابر ہے کہ دونوں طرفیں موضوع اور محمول ہوں یا مقدم اور تالی ہوں اور تو جان لے کہ عکس کا اطلاق جس طرح معنی مصدری مذکور پر کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا اطلاق اس قضیہ پر بھی کیا جاتا ہے جو تبدیل سے حاصل ہوا اور یہ اطلاق مجازی ہے لفظ کے ملفوظ پر اطلاق کرنے کے قبیل سے اور خلق کے مخلوق پر اطلاق کرنے کے قبیل سے۔

غرضِ شارح :۔ اس قول کی غرض عکس کی لغوی واصطلاحی تعریف کرنی ہے۔

تشریح :۔ عکس کا لغوی معنی ہے الٹ دینا۔ اصطلاحِ مناطقہ میں عکس کی تعریف یہ ہے کہ قضیہ کے طرفین (موضوع ومحمول یا مقدم وتالی) کو بدل دینا شرطیہ میں مقدم کو تالی اور تالی کو مقدم بنانا۔ قضیہ حملیہ میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنادینا صدق اور کیف (یعنی ایجاب اور سلب) کو باقی رکھتے ہوئے۔ صدق کے باقی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہے تو عکس بھی سچا

besturdubooks.wordpress.com

ہو۔کیف کے باقی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اصل قضیہ اگر موجبہ ہو تو عکس بھی موجبہ ہو اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو اس کا عکس بھی سالبہ ہو۔

فائدہ (۱): عکس کا لفظ جیسے مصدری معنی (الٹ کردینا) پر بولا جاتا ہے ایسے مجازاً وہ قضیہ جس کا عکس نکالا گیا ہو یعنی قضیہ معکوسہ کو بھی عکس کہہ دیتے ہیں جیسے خلق معنی مصدری کے علاوہ مخلوق پر بھی بولا جاتا ہے۔اور لفظ ملفوظ پر بھی بولا جاتا ہے۔

فائدہ (۲): ۔مصنفؒ نے عکس کی تعریف میں یہ کہا کہ عکس میں صدق کا باقی رکھنا ضروری ہے اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عکس میں کذب کا باقی رکھنا ضروری نہیں اگر اصل قضیہ جھوٹا ہو تو عکس سچا ہو سکتا ہے اس کی حکمت سمجھیں کہ صدق کا بقاء کیوں ضروری ہے اور کذب کا بقاء کیوں ضروری نہیں؟ حکمت بقاء صدق کی یہ ہے کہ اصل قضیہ ملزوم ہوتا ہے اور عکس اس کو لازم ہوتا ہے۔

ضابطہ: ۔جہاں ملزوم پایا جاتا ہے وہاں لازم بھی پایا جاتا ہے۔

جب اصل قضیہ سچا ہوگا تو گویا کہ ملزوم پایا گیا تو اب ضرور اس کا عکس بھی سچا ہوگا اور پایا جائے گا لیکن اگر ملزوم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لازم بھی نہ ہو بلکہ لازم بغیر ملزوم کے پایا جا سکتا ہے۔جیسے آگ یہ ملزوم ہے اور حرارت آگ کو لازم ہے جہاں آگ ہوگی وہاں حرارت ضرور ہوگی لیکن جہاں حرارت ہو وہاں آگ کا ہونا ضروری نہیں جیسے دونوں ہاتھوں کی رگڑ سے حرارت تو پیدا ہوتی ہے لیکن آگ موجود نہیں ہوتی لہذا جب اصل قضیہ جھوٹا ہو تو گویا کہ ملزوم منتفی ہو گیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لازم یعنی اس کے عکس کا سچا آنا بھی منتفی ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ عکس سچا ہو اصل قضیہ جھوٹا ہو اس کی مثال جیسے کل حیوان انسان یہ اصل قضیہ ہے اور یہ جھوٹا ہے لیکن اس کا عکس کل انسان حیوان یہ سچا ہے۔

قولہ: مع بقاء الصدق: بمعنی ان الاصل لو فرض صدقہ لزم من صدقہ صدق العکس لانہ یجب صدقھما فی الواقع

ترجمہ: ۔ساتھ اس معنی کے کہ اصل کے صدق کو اگر فرض کر لیا جائے تو لازم آئے اس کے صدق سے عکس کا صدق نہ یہ کہ واجب ہے ان دونوں کا صدق واقع میں۔

غرضِ شارح: ۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح: ۔عکس کیلئے ضروری ہے کہ اگر اصل کو سچا فرض کر لیا جائے تو اس کے عکس کو بھی سچا ماننا پڑے البتہ اصل قضیہ کو جھوٹا فرض کر لیا جائے تو اس کا عکس بھی جھوٹا فرض کرنا ضروری نہیں جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔"سچا فرض کرنا پڑے" فرض کی قید سے اس

besturdubooks.wordpress.com

بات کی طرف اشارہ ہوگیا کہ نفس الامر اور واقع میں قضیے کا سچا ہونا ضروری نہیں۔

قوله: والكيف: يعني ان كان الاصل موجبة كان العكس موجبة وان كان سالبة كان سالبة

ترجمہ:۔یعنی اگر اصل موجبہ ہے تو عکس بھی موجبہ ہوگا اور اگر وہ سالبہ ہے تو عکس بھی سالبہ ہوگا۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔عکس میں کیفیت کا باقی رکھنا بھی ضروری ہے یعنی اگر اصل قضیہ موجبہ ہو تو عکس بھی موجبہ ہو اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو اس کا عکس بھی سالبہ ہو۔

قوله: انما تنعكس جزئية: يعني الموجبة سواء كانت كلية نحو كل انسان حيوان او جزئية نحو بعض الانسان حيوان انما تنعكس الى الموجبة الجزئية لا الى الموجبة الكلية اما صدق الموجبة الجزئية فظاهر ضرورة انه اذاصدق المحمول على ما صدق عليه الموضوع كلا او بعضا لصدق الموضوع والمحمول في هذاالفرد فيصدق المحمول على افراد الموضوع في الجملة واما عدم صدق الكلية فلان المحمول في القضية الموجبة قد يكون اعم من الموضوع فلو عكست القضية صار الموضوع اعم ويستحيل صدق الاخص كلياعلى الاعم فالعكس اللازم الصادق في جميع المواد هو الموجبة الجزئية هذا هو البيان في الحمليات و قس عليه الحال في الشرطيات

ترجمہ:۔یعنی موجبہ برابر ہے کہ کلیہ ہو جیسے کل انسان حیوان یا جزئیہ ہو جیسے بعض الانسان حیوان سوا اسکے نہیں اسکا عکس آتا ہے موجبہ جزئیہ نہ کہ موجبہ کلیہ، بہر حال موجبہ جزئیہ کا سچا آنا پس وہ تو ظاہر ہے بوجہ اس بات کے ضروری ہونے کے کہ جب محمول ان افراد پر کلا یا بعضا سچا آئے جن پر موضوع سچا آرہا ہے تو موضوع اور محمول سچے آجائیں گے اس فرد میں پس محمول موضوع کے افراد پر فی الجملہ سچا آئیگا۔اور بہر حال کلیہ کا صادق نہ آنا وہ اس لئے ہے کہ محمول قضیہ موجبہ میں کبھی موضوع سے اعم ہوتا ہے پس اگر قضیہ کا عکس کیا جائے تو موضوع اعم ہو جاتا ہے حالانکہ محال ہے اخص کا اعم پر سچا آنا کلی طور پر پس جو عکس لازم اور صادق ہے تمام مادوں میں وہ موجبہ جزئیہ ہے یہی بیان حملیات میں ہے اور تو قیاس کر لے اس پر شرطیات میں حال کو۔

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قضیہ موجبہ کے عکس کا بیان کرنا ہے خواہ وہ موجبہ کلیہ ہو یا موجبہ جزئیہ ہو۔

تشریح:۔قضیہ موجبہ کا عکس قضیہ موجبہ جزئیہ آئیگا۔موجبہ کلیہ نہیں آسکتا جیسے کل انسان حیوان یہ موجبہ کلیہ ہے اور بعض الحیوان انسان موجبہ جزئیہ ہے۔ان دونوں کا عکس موجبہ جزئیہ آئیگا۔پہلے کا عکس بعض الحیوان انسان اور دوسرے موجبہ جزئیہ کا عکس بعض الانسان حیوان ہے اور یہ سچا ہے کیونکہ یہاں دوسرے بعض کی نفی نہیں بلکہ موجودہ افراد پر حکم ہے اس قول میں دو دعوے اور ان کی دلیلیں ہیں۔

پہلا دعوی:۔قضیہ موجبہ (خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ) کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

دوسرا دعوی:۔موجبہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا۔

ماتنؒ نے اس بات کی کہ موجبہ کلیہ کا موجبہ کلیہ عکس نہیں آتا لجواز عموم آہ سے دلیل دی ہے اور یزدی نے موجبہ جزئیہ عکس آنے کی بھی دلیل دی ہے۔

پہلے دعوے کی دلیل:۔موجبہ کلیہ میں حکم تمام افراد پر ہوتا ہے اور موجبہ جزئیہ میں حکم بعض افراد پر ہوتا ہے جب موجبہ کلیہ میں حکم کل افراد پر ہوگا تو بعض افراد پر بھی یقیناً حکم ہوگا اور موجبہ جزئیہ میں تو ویسے بھی بعض افراد پر ہوتا ہے موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ دونوں میں بعض افراد پر حکم ہونا یقینی ہے اس لئے عکس موجبہ جزئیہ نکالنا صحیح ہے۔

دوسرے دعوے کی دلیل:۔جو کہ ماتنؒ نے دی وہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ موجبہ کلیہ کا محمول اعم ہوتا ہے اور اس وقت اگر اس کا عکس بھی موجبہ کلیہ نکالیں تو غلط ہوتا ہے جیسے کل انسان حیوان اس کا عکس موجبہ کلیہ کل حیوان انسان یہ غلط ہے۔اسی لئے جب منطقیوں نے یہ دیکھا کہ بعض مثالوں میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ غلط نکلتا ہے تو انہوں نے یہ ضابطہ بنالیا کہ موجبہ کا عکس کلیہ نہیں آتا بلکہ جزئیہ آئیگا اور وہ جزئیہ تمام مثالوں میں آتا ہے۔کل انسان حیوان کا عکس موجبہ جزئیہ بعض الحیوان انسان سچا ہے۔

قوله:لجواز عموم آه: بيان للجزء السلبي من الحصر المذكور واما الايجاب الجزئي فبديهي كما مر

ترجمہ:۔یہ حصر مذکور کے جزء سلبی کا بیان ہے اور بہر حال ایجاب جزئی پس وہ بدیہی ہے کما مر۔

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض توضیح متن ہے۔

تشریح:۔اس قولہ میں لجواز عموم کے لفظ کی وضاحت کر رہے ہیں کہ یہ بیان حصر میں جزو سلبی (موجبہ کلیہ عکس نہیں آتا) کی دلیل ہے اور دوسرے دعوی ایجابی (موجبہ کلیہ ہو یا جزئیہ وہ جزئیہ عکس دیتا ہے) وہ بالکل بدیہی ہے اس لئے ماتنؒ نے اس کی دلیل نہیں دی۔

قولہ: والا لزم سلب الشیئ عن نفسہ: تقریرہ ان یقال کلما صدق قولنا لا شیئ من الانسان بحجر صدق لا شیئ من الحجر بانسان والا لصدق نقیضہ وهو بعض الحجر انسان فنضمہ مع الاصل فنقول بعض الحجر انسان ولا شیئ من الانسان بحجر ینتج بعض الحجر لیس بحجر وهو سلب الشیئ عن نفسہ وهذا محال فمنشأہ نقیض العکس لان الاصل صادق والهیئۃ منتجۃ فیکون نقیض العکس باطلا فیکون العکس حقا وهو المطلوب

ترجمہ:۔اس کی تقریر یہ ہے کہ کہا جائے جب کبھی سچا آئے ہمارا قول لا شیئ من الانسان بحجر تو سچا آئیگا لا شیئ من الحجر بانسان ورنہ اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے بعض الحجر انسان پس ہم اس کو اصل کے ساتھ ملائیں گے پس ہم کہیں گے بعض الحجر انسان ولا شیئ من الانسان بحجر نتیجہ آئیگا بعض الحجر لیس بحجر اور یہ تو سلب الشیئ عن نفسہ ہے اور یہ محال ہے اور اس کا منشأ عکس کی نقیض ہے اس لئے کہ اصل صادق ہے اور شکل نتیجہ دینے والی ہے پس عکس کی نقیض باطل ہوگئی پس عکس حق ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض سالبہ کلیہ کے عکس کو اور اس کی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔فرماتے ہیں کہ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئیگا جیسے لا شیئ من الانسان بحجر اس کا عکس سالبہ کلیہ لا شیئ من الحجر بانسان ہے۔ منطقی اکثر قضایا کے عکوس کو دلیل خلفی کے ذریعے سے ثابت کرتے ہیں یہاں بھی یزدی صاحب نے سالبہ کلیہ عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کیا ہے۔ پہلے دلیل خلفی کی حقیقت سمجھ لیں۔

دلیل خلفی کی تعریف:۔ جو قضیہ کا عکس (یا جو ہمارا دعوی ہے) نکالا ہے۔ اس کو تسلیم کرلو ورنہ تو اس کی نقیض مان لو جب اس کی نقیض کو مان لوگے تو پھر اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے اور نتیجہ نکالیں گے وہ نتیجہ محال ہوگا۔ نتیجہ کا

besturdubooks.wordpress.com

محال ہونا یہ ہمارے دعوے کو نہ ماننے اور اس کی نقیض کو ماننے کی وجہ سے ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارا دعوی صحیح ہے اور تمہارا نقیض کا ماننا غلط ہے۔ یہاں بھی یزدی صاحب نے سالبہ کلیہ کے عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کیا۔ لا شیء من الانسان بحجر کا عکس سالبہ کلیہ لا شیء من الحجر بانسان مان لو ورنہ تو اس کی نقیض بعض الحجر انسان مان لو اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کرو شکل اول لا شیء من الانسان بحجر بعض الحجر انسان نکلے گی اور اس کا نتیجہ ہوگا بعض الحجر لیس بحجر یہ نتیجہ محال ہے کیونکہ اس میں شی کا اپنی ذات سے سلب لازم آ رہا ہے اور وہ محال ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہمارا عکس سالبہ کلیہ نکالا ہوا صحیح ہے۔

قوله: عموم الموضوع: وحينئذ يصح سلب الاخص من بعض الاعم لكن لا يصح سلب الاعم من بعض الاخص مثلا يصدق بعض الحيوان ليس بانسان ولا يصدق بعض الانسان ليس بحيوان

ترجمہ:۔ اور اس وقت صحیح ہے اخص کا سلب کرنا بعض اعم سے لیکن نہیں ہے صحیح اعم کو سلب کرنا بعض اخص سے مثلاً سچا آئیگا بعض الحیوان لیس بانسان اور نہیں سچا آئیگا بعض الانسان لیس بحیوان۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا۔

تشریح:۔ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض مثالوں میں جبکہ موضوع اعم ہو سالبہ جزئیہ کا عکس سچا نہیں آتا جیسے بعض الحیوان لیس بانسان یہ سچا ہے اس کا عکس سالبہ جزئیہ بعض الانسان لیس بحیوان سچا نہیں آتا جب منطقیوں نے یہ دیکھا کہ بعض مثالوں میں سالبہ جزئیہ کا عکس سچا نہیں آتا تو انہوں نے یہ قاعدہ بنالیا کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں۔ کیونکہ منطقی قواعد کلیہ ہوتے ہیں۔

قوله: او المقدم: مثلا يصدق قد لا يكون اذا كان الشيء حيوانا كان انسانا ولا يصدق قد لا يكون اذا كان الشيء انسانا كان حيوانا

ترجمہ:۔ مثلاً سچا آئیگا قد لا یکون اذا کان الشیء حیوانا کان انسانا اور نہیں سچا آئیگا قد لا یکون اذا کان الشیء انسانا کان حیوانا۔

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض یہ بتانا ہے کہ قضیہ شرطیہ سالبہ جزئیہ کا عکس بھی نہیں آتا۔

تشریح:۔قضیہ شرطیہ سالبہ جزئیہ کا عکس بھی نہیں آتا۔کیونکہ بعض اوقات جبکہ قضیہ شرطیہ سالبہ جزئیہ کا مقدم اعم ہوتو عکس سالبہ جزئیہ غلط ہوتا ہے اس لئے منطقیوں نے یہ کہہ دیا کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں مثال جیسے قد لا یکون اذا کان الشئ حیوانا کان انسانا اس کا عکس سالبہ جزئیہ قد لایکون اذا کان الشئ انسانا کان حیوانا یہ غلط ہے۔

متن: واما بحسب الجهة فمن الموجبات تنعكس الدائمتان والعامتان حينية مطلقة والخاصتان حينية لادائمة والوقتيتان و الوجوديتان والمطلقة العامة مطلقة عامة ولاعكس للممكنتين ومن السوالب تنعكس الدائمتان دائمة مطلقة والعامتان عرفية عامة والخاصتان عرفية لا دائمة فى البعض والبيان فى الكل ان نقيض العكس مع الاصل ينتج المحال ولا عكس للبواقي بالنقض

ترجمہ متن:۔اور بہرحال جہت کے اعتبار سے پس موجبات میں سے دائمتان (ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ) اور عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) یہ حینیہ مطلقہ عکس دیتے ہیں اور خاصتان (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) حینیہ لا دائمہ عکس دیتے ہیں اور وقتیتان (وقتیہ، منتشرہ) اور وجودیتان (وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لا دائمہ) اور مطلقہ عامہ یہ مطلقہ عامہ عکس دیتے ہیں اور ممکنتین (ممکنہ عامہ، ممکنہ خاصہ) عکس نہیں دیتے۔اور سوالب میں سے دائمتان (ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ) دائمہ مطلقہ اور عامتان (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) عرفیہ عامہ اور خاصتان (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) عرفیہ لا دائمہ فی البعض عکس دیتے ہیں اور بیان (دلیل) تمام میں یہ ہے کہ عکس کی نقیض اصل کے ساتھ ملکر محال نتیجہ دیتی ہے اور باقیوں کا عکس نہیں ہے نقض کی وجہ سے

مختصر تشریح متن:۔متن کی اس عبارت میں قضایا موجہات بسائط ومرکبات کے عکوس کو بیان کیا ہے موجہات کے باب میں سالبوں کا عکس علیحدہ اور موجبوں کا عکس علیحدہ نکالا جائے گا موجہات بسائط آٹھ ہیں پھر ہر ایک موجبہ کلیہ بھی ہوسکتا ہے اور جزئیہ بھی اسی طرح سالبہ میں احتمالات ہیں گویا سولہ موجبات ہونگے یعنی آٹھ موجبہ کلیہ اور آٹھ موجبہ جزئیہ اور سولہ سوالب ہونگے یعنی آٹھ سالبہ کلیہ اور آٹھ سالبہ جزئیہ۔ان سب کی تفصیل شرح میں نقشوں میں ملاحظہ فرمائیں

besturdubooks.wordpress.com

ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ قضایا موجہات بسائط موجہات سولہ میں سے صرف دس کا عکس آئیگا۔ وہ دس یہ ہیں دو دائمہ یعنی (۱) دائمہ مطلقہ موجبہ کلیہ (۲) ضروریہ مطلقہ موجبہ کلیہ، اور دو عامتین یعنی (۳) مشروطہ عامہ موجبہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ موجبہ کلیہ (۵) مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ اور ان پانچ کے جزئیات بھی پانچ ہونگے۔ تو یہ کل دس ہوگئے ان میں سے دائمتان اور عامتان کا عکس حینیہ مطلقہ آئیگا اور مطلقہ عامہ کا عکس مطلقہ عامہ آئیگا منتشرہ مطلقہ اور وقتیہ مطلقہ اور ممکنہ عامہ موجبات ان کا عکس نہیں آتا کیونکہ یہ استعمال میں نہیں آتے تو گویا ان قضایا کا عکس موجبات میں نہیں آئیگا۔

سوالب میں بھی آٹھ سالبہ جزئیہ ہیں اور آٹھ سالبہ کلیہ ان میں سے سالبہ جزئیہ آٹھ کا عکس نہیں آئیگا کیونکہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں آٹھ سالبہ کلیہ میں سے (۱) ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۲) دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۳) مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ (۵) مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ ان پانچ کا عکس آتا ہے دائمہ مطلقہ اور ضروریہ مطلقہ سالبہ کا عکس دائمہ مطلقہ آئیگا اور مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سالبتین کا عکس عرفیہ عامہ آئیگا اور مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس مطلقہ عامہ آئیگا باقی وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ، منتشرہ مطلقہ سالبہ کلیہ اور ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ ان کے موجبات کا عکس نہیں آتا تھا لہذا ان کے سالبوں کا عکس بھی نہیں آئیگا۔

اقسام مرکبات:۔ مرکبات کل سات ہیں ان کی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے اٹھائیس قسمیں بنتی ہیں۔ چودہ موجبات اور چودہ سوالب ان کی مکمل تفصیل شرح میں آرہی ہے۔

☆☆

قوله: واما بحسب الجهة: يعني ان ما ذكرناه هو بيان انعكاس القضايا بحسب الكيف والكم واما بحسب الجهة آه

ترجمہ:۔ بلاشبہ جو ہم نے (ماقبل میں) ذکر کیا ہے وہ قضایا کے عکس کا بیان ہے باعتبار کیف اور کم کے اور بہر حال باعتبار جہت کے الخ۔

غرضِ شارح:۔ اس قول میں یزدی صاحب نے صرف ماقبل کی عبارت کے ساتھ ربط بیان کیا ہے۔

تشریح:۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت مصنفؒ قضایا کے عکوس کے بیان سے باعتبار کیفیت اور کمیت کے فارغ ہوئے تو اب باعتبار جہت کے قضایا کے عکوس کو بیان کرتے ہیں متن میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ بسائط کل آٹھ ہیں جن کی محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، سالبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ) کے اعتبار سے بتیس قسمیں ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

مرکبات کل سات ہیں ان کی کلیت اور جزئیت کے اعتبار سے اٹھائیس قسمیں بنتی ہیں۔ چودہ موجبات اور چودہ سوالب۔
اب اگلے قولہ میں علامہ یزدی نے موجبات بسائط اور موجبات مرکبات کے عکوس کو اکٹھا بیان کیا ہے اور سوالب کے عکوس کو علیحدہ بیان کیا ہے۔

قولہ: الدائمتان: ای الضروریة والدائمة مثلا کلما صدق قولنا بالضرورة او دائما کل انسان حیوان صدق قولنا بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھو حیوان والا فصدق نقیضہ وھو دائما لاشئ من الحیوان بانسان مادام حیوانا فھو مع الاصل ینتج لاشئ من الانسان بانسان بالضرورة او دائما ھف

ترجمہ: یعنی ضروریہ اور دائمہ مثلا جب بھی سچا آئیگا ہمارا یہ قول بالضرورة او دائما کل انسان حیوان تو سچا آئیگا ہمارا یہ قول بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھو حیوان ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ یہ ہے دائما لا شئ من الحیوان بانسان ما دام حیوانا پس وہ اصل کے ساتھ ملکر نتیجہ دے گی لا شئ من الانسان بانسان بالضرورة او دائما یہ خلاف مفروض ہے۔

غرضِ شارح: اس قول کی غرض موجبات بسائط میں سے ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ خواہ یہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ان کے عکوس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح: ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کا عکس قضیہ حینیہ مطلقہ آئیگا جیسے بالضرورة او بالدوام کل انسان حیوان اس کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ ہے بعض الحیوان انسان بالفعل حین ھو حیوان اور یہ سچا ہے ہم اس عکس کو دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کرتے ہیں کہ ہم نے جو عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ نکالا ہے اس کو مان لو ورنہ تو اس کی نقیض دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ لاشئ من الحیوان بانسان مادام حیوانا ماننی پڑے گی اگر وہ بھی نہ مانو تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے اور جب ہم اس نقیض کو اصل قضیہ کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے تو نتیجہ محال آئیگا اصل قضیہ کے ساتھ شکل اول یوں بنے گی کل انسان حیوان بالضرورة، لاشئ من الحیوان بانسان مادام حیوانا نتیجہ لا شئ من الانسان بانسان یہ نتیجہ سلب الشئ عن نفسہ ہے اور یہ محال ہے۔ اور یہ محال نقیض کو ماننے سے لازم آیا ہے لہذا ہمارے عکس کو مان لو کہ وہ سچا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ: والعامتان: ای المشروطة العامة والعرفیة العامة مثلا اذا صدق بالضرورة او بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا صدق بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع والا فیصدق نقیضہ ودائما لاشئ من متحرک الاصابع بکاتب مادام متحرک الاصابع وھو مع الاصل ینتج قولنا بالضرورة او بالدوام لاشئ من الکاتب بکاتب مادام کاتبا ھف

ترجمہ:۔یعنی مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ مثلاً جب سچا آئیگا بالضرورة او بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا تو سچا آئیگا بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے دائما لا شئ من متحرک الاصابع بکاتب مادام متحرک الاصابع اور وہ اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دیگی ہمارا یہ قول بالضرورة او بالدوام لا شئ من الکاتب بکاتب مادام کاتبا یہ خلاف مفروض ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض موجبات بسائط میں سے مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کا عکس بھی حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ آئے گا جیسے بالضرورة او بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا اس کا عکس حینیہ مطلقہ موجبہ جزئیہ بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع سچا ہے اس کو ثابت کرنے کا طریقہ وہی دلیل خلفی ہے کہ اس کو مان لو ورنہ اس کی نقیض کو ماننا پڑے گا اور اس کو پھر اصل کے ساتھ ملانے سے نتیجہ محال نکلے گا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارا عکس درست ہے جیسا کہ بالکل واضح ہے۔

قولہ: والخاصتان: ای المشروطة الخاصة والعرفیة الخاصة تنعکسان الی حینیة مطلقة مقیدة باللادوام اما انعکاسھما الی حینیة مطلقة فلانہ کلما صدقت الخاصتان صدقت العامتان وقد مران کلماصدقت العامتان صدقت فی عکسھماالحینیة المطلقة واما اللادوام فبیان صدقہ انہ لولم یصدق لصدق نقیضہ ونضم ھذا النقیض الی الجزء الاول من الاصل فینتج نتیجة ونضم النقیض الی الجزء الثانی من الاصل فینتج ما ینافی تلک النتیجة مثلا کلما صدق بالضرورة او بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا دائماصدق فی

besturdubooks.wordpress.com

العكس بعض متحرک الاصابع كاتب بالفعل حين هو متحرک الاصابع لا دائما اما صدق الجزء الاول فقد ظهر مما سبق واما صدق الجزء الثاني اى اللادوام ومعناه ليس بعض متحرک الاصابع كاتبا بالفعل فلانه لولم يصدق لصدق نقيضه وهو قولنا كل متحرک الاصابع كاتب دائما فنضمه مع الجزء الاول من الاصل ونقول كل متحرک الاصابع كاتب دائما وكل كاتب متحرک الاصابع مادام كاتبا ينتج كل متحرک الاصابع متحرک الاصابع دائما ثم نضمه الى الجزء الثاني من الاصل ونقول كل متحرک الاصابع كاتب دائما ولاشئ من الكاتب بمتحرک الاصابع بالفعل ينتج لاشئ من متحرک الاصابع بمتحرک الاصابع بالفعل وهذا اينا في النتيجة السابقة فيلزم من صدق نقيض لادوام العكس اجتماع المتنافيين فيكون باطلا فيكون اللادوام حقا وهو المطلوب

ترجمہ: یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کا عکس آتا ہے حینیہ مطلقہ کی طرف جو لا دوام کے ساتھ مقید ہو بہر حال ان کا حینیہ مطلقہ کی طرف عکس آنا اس لئے کہ جب کبھی دو خاصے سچے آتے ہیں تو دو عامے سچے آتے ہیں اور گزر چکا ہے کہ جب کبھی دو عامے سچے آتے ہیں تو ان کے عکس میں حینیہ مطلقہ سچا آتا ہے اور بہر حال لا دوام تو اس کے صادق آنے کا بیان یہ ہے کہ اگر وہ سچا نہ آئے تو اسکی نقیض سچی آئیگی اور ہم ملائیں گے اس نقیض کو اصل کے جزو اول کی طرف پس وہ نتیجہ دیگی نتیجہ دینا اور ہم ملائیں گے اس نقیض کو اصل کے جزو ثانی کی طرف تو وہ ایسا نتیجہ دیگی جو اس سے پہلے نتیجہ کے منافی ہے مثلا جب کبھی سچا آئیگا بالضرورۃ او بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع الخ تو سچا آئیگا عکس میں بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل الخ بہر حال جزو اول کا سچا آنا تو وہ ماسبق سے ظاہر ہو چکا ہے اور بہر حال جزو ثانی اور وہ لا دوام ہے اور اس کا معنی ہے لیس بعض متحرک الاصابع الخ اس کا سچا آنا اس لئے ہے کہ اگر نہ سچا آئے تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ نقیض ہمارا یہ قول ہے کل متحرک الاصابع کاتب دائما پس ہم اس کو ملائیں گے اصل کے جزو اول کے ساتھ اور ہم کہیں گے کل متحرک الاصابع کاتب دائما پس ہم اسے اصل کے جزو اول کے ساتھ ملا کر اس طرح کہیں گے کل متحرک الاصابع کاتب الخ یہ نتیجہ دیگا کل متحرک الاصابع متحرک الاصابع دائما پھر ہم ملائیں گے اس کو اصل کی جزو ثانی کی طرف اور ہم کہیں گے کل متحرک الاصابع کاتب دائما الخ یہ نتیجہ دیگا لاشئ من متحرک الاصابع بمتحرک

besturdubooks.wordpress.com

الاصابع بالفعل اور یہ منافی ہے نتیجہ سابقہ کے پس لازم آئیگا عکس کے لادوام کی نقیض صادق آنے سے متنافیین کا اجتماع پس وہ نقیض باطل ہوگی اور لادوام حق ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مرکبات موجبات میں سے مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کے عکس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ان دونوں کا عکس حینیہ مطلقہ لادائمہ آئیگا حینیہ مطلقہ لادائمہ اس قضیہ حینیہ مطلقہ کو کہتے ہیں جس میں لا دائما کی قید لگی ہوتی ہے۔مرکبات میں سے صرف یہ چار قضایا (مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ، مشروطہ خاصہ موجبہ جزئیہ، عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ، عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ) ایسے ہیں کہ ان کا عکس بھی قضیہ مرکبہ آتا ہے۔حینیہ لادائمہ یہ مرکب ہے دو مطلقوں سے ایک حینیہ مطلقہ اور دوسرا مطلقہ عامہ۔مثال خاصتان کی بالضرورة او بالدوام کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا لا دائما۔ان کا عکس حینیہ مطلقہ لادائمہ جزئیہ بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین هو متحرک الاصابع لا دائما سچا ہے لیکن اس کو ثابت کرنے کیلئے صرف دلیل خلفی نہیں چلتی بلکہ اس کے عکس کے منوانے کا اور طریقہ ہے۔

عکس ثابت کرنے کا طریقہ:۔قضیہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ میں پہلی جزء تو دونوں میں مشروطہ عامہ یا عرفیہ عامہ ہوگی ان کا عکس تو بسائط میں حینیہ مطلقہ دلیل خلفی کے ذریعے سے ثابت کردیا گیا ہے البتہ اس میں جو لا دائما کے نیچے قضیہ عکس والا کھڑا ہے اسکو ثابت کرنا ہے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں اصل قضیہ میں لا دائما اس قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ کی طرف اشارہ کرتا تھا لاشئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل عکس کے لا دائما میں اشارہ بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل کی طرف ہے اس عکس کو مان لو ورنہ تو اسکی نقیض کو مانو اس کی نقیض کو اصل قضیہ کی جزء اول سے ملاکر ایک نتیجہ نکلے گا عکس کی نقیض کل متحرک الاصابع کاتب دائما ہے اسکو اصل قضیہ کی پہلی جزء کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورة کیساتھ ملاکر شکل اول تیار کرنے سے نتیجہ یہ نکلے گا کل متحرک الاصابع متحرک الاصابع دائما اور جب اسی نقیض یعنی کل متحرک الاصابع کاتب دائما کو اصل قضیے کی دوسری جزء لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل کے ساتھ ملاتے ہیں تو نتیجہ لاشئ من متحرک الاصابع بمتحرک الاصابع نکلتا ہے۔اصل قضیے کے دونوں جزء سچے تھے لیکن اس کے عکس کے نتیجہ میں وہ آپس میں بالکل مخالف اور ضد ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا عکس صحیح

besturdubooks.wordpress.com

ہے نقیض ماننا غلط ہے۔

دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ خاصہ کے عکس میں ہمارا عکس مان لو ورنہ تو عکس کے لا دائما کے نیچے جو قضیہ کھڑا ہوگا اب اس کی نقیض نکال کر اصل قضیہ کی جزو اول کے ساتھ ملا کر ایک نتیجہ حاصل کریں گے اور دوسرے جزو کے ساتھ ملا کر دوسرا نتیجہ حاصل کریں گے۔ اور یہ دونوں نتیجے مخالف ہونگے اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا عکس صحیح ہے اور نقیض ماننا غلط ہے۔

قوله: والوقتيتان والوجوديتان والمطلقة العامة مطلقة عامة: اى القضايا الخمس ينعكس كل واحد۔ ؟ منها الى المطلقة العامة فيقال لو صدق كل ج ب باحدى الجهات الخمس لصدق بعض ب ج بالفعل والا لصدق نقيضه وهو لاشئ من ب ج دائما وهو مع الاصل ينتج لا شئ من ج ج هف

ترجمہ:۔ یعنی ان پانچ قضایا میں سے ہر ایک کا عکس آتا ہے مطلقہ عامہ کی طرف پس کہا جائیگا اگر سچا آئے **کل ج ب** پانچ جہتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ تو البتہ سچا آئیگا **بعض ب ج بالفعل** ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے **لا شئ من ب ج دائما** اور یہ اپنے اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دیگی **لا شئ من ج ج** یہ خلاف مفروض ہے۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض بسائط موجبات میں سے مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ و جزئیہ اور مرکبات میں سے وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ، منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ، وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ اور وجود لادائمہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ کے عکوس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ بسائط موجبات میں سے مطلقہ عامہ موجبہ کلیہ و جزئیہ اور مرکبات میں سے وقتیہ مطلقہ موجبہ کلیہ اور جزئیہ، منتشرہ مطلقہ موجبہ کلیہ و جزئیہ، وجودیہ لاضروریہ موجبہ کلیہ و جزئیہ، وجودیہ لادائمہ موجبہ کلیہ و جزئیہ ان دس قضایا کا عکس مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہے قضایا مرکبات میں سے آٹھ قضایا ایسے ہیں جن کا عکس بسیطہ آیا ہے ان کے عکس کے ثابت کرنے کی دلیل بھی وہی دلیل خلفی ہے۔ جیسے **کل ج ب** کے ساتھ ان پانچ قضیوں کی جہات میں سے کوئی جہت بھی ملا لو (بالفعل، بالضرورة وغیرہ) اور پھر اسکا عکس نکال لو مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ **بعض ب ج بالفعل** اس کو ثابت کرنے کا وہی طریقہ ہے کہ اس کو مان لو ورنہ تو اس کی نقیض **لا شئ من ب ج** تو اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملاؤ تو نتیجہ **لا شئ من ج ج** نکلے گا اور یہ نتیجہ محال ہے معلوم ہوا کہ ہمارا عکس صحیح ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: ولاعكس للممكنتين: اعلم ان صدق وصف الموضوع على ذاته في القضايا المعتبرة في العلوم بالامكان عند الفارابي بالفعل عند الشيخ فمعنى كل ج ب بالامكان على راى الفارابي هو ان كل ما صدق عليه ج بالامكان صدق عليه ب بالامكان ويلزمه العكس حينئذ وهو ان بعض ما صدق عليه ب بالامكان صدق عليه ج بالامكان وعلى راى الشيخ معنى كل ج ب بالامكان هو ان كل ما صدق عليه ج بالفعل صدق عليه ب بالامكان فيكون عكسه على اسلوب الشيخ هو ان بعض ما صدق عليه ب بالفعل صدق عليه ج بالامكان ولاشك انه لا يلزم من صدق الاصل حينئذ صدق العكس مثلا اذا فرض ان مركوب زيد بالفعل منحصر في الفرس صدق كل حمار بالفعل مركوب زيد بالامكان ولم يصدق عكسه وهو ان بعض مركوب زيد بالفعل حمار بالامكان فالمصنفؒ لما اختار مذهب الشيخ اذهو المتبادر في العرف واللغة حكم بانه لا عكس للممكنتين

ترجمہ: تو جان لے کہ موضوع کی وصف کا اس کی ذات پر سچا آنا ان قضایا میں جو علوم میں معتبر ہیں امکان کے ساتھ ہے فارابی کے ہاں اور فعل کے ساتھ ہے شیخؒ کے ہاں پس کل ج ب بالامکان کا معنی فارابی کی رائے پر یہ ہے کہ ہر وہ چیز کہ جس پر سچا آئیگا ج امکان کے ساتھ تو سچا آئیگا اس پر ب امکان کے ساتھ اور اس وقت لازم ہے اس کو عکس اور وہ یہ ہے کہ بعض وہ کہ سچا آئیگا اس پر ب امکان کے ساتھ تو سچا آئیگا اس پر ج امکان کے ساتھ اور شیخؒ کی رائے پر کل ج ب بالامکان کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس پر سچا آئے ج بالفعل تو اس پر سچا آئیگا ب امکان کے ساتھ پس اس کا عکس شیخ کی رائے پر یہ ہوگا کہ بعض وہ جس پر سچا آئے ب بالفعل تو سچا آئیگا اس پر ج بالامکان اور نہیں ہے شک اس میں کہ اصل کے سچا آنے سے اس وقت عکس کا سچا آنا لازم نہیں آتا مثلاً جب یہ فرض کرلیا جائے کہ مرکوب زید بالفعل فرس میں منحصر ہے تو سچا آئیگا کل حمار بالفعل مرکوب زید بالامکان اور نہیں سچا آئیگا اس کا عکس اور وہ یہ ہے کہ بعض مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان پس مصنفؒ نے جب شیخ کے مذہب کو اختیار کیا کیونکہ وہی عرف اور لغت میں متبادر الی الذہن ہے تو حکم لگا دیا بایں طور کہ نہیں عکس آتا دو ممکنہ کا۔

غرضِ شارح: اس قول کی غرض ممکنہ عامہ موجبہ اور ممکنہ خاصہ کے عکس کو بیان کرنا ہے تفتازانیؒ نے ان دونوں کو اکٹھا بیان کیا ہے

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔ممکنہ عامہ اور ممکنہ خاصہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ ہوں ان کا عکس نہیں آتا۔ان دونوں کے عکس نہ آنے کی دلیل سمجھنے سے پہلے چند اہم فوائد کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔جو بھی قضیہ ہوتا ہے اس میں ایک موضوع ہوتا ہے اور ایک محمول۔محمول کی جانب میں ہمیشہ وصف مراد ہوتی ہے اور موضوع کی جانب میں ہمیشہ ذات مراد ہوتی ہے اس ذات کو جس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اس کو وصف عنوانی کہتے ہیں۔ جیسے زید قائم میں زید یہ لفظ ذاتِ زید کو تعبیر کر رہا ہے اس زید کو وصف عنوانی کہیں گے یہاں قیام والی وصف کا ثبوت ذات زید کیلئے ہو رہا ہے جس کو لفظ قائم سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔قضایا میں محمول کا جو تعلق ذات موضوع کے ساتھ ہوتا ہے اس کو عقد حمل کہتے ہیں اور اس میں حکم بھی ہوتا ہے اور اس صورت میں محمول کا تعلق ذات موضوع کے ساتھ چار جہتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوسکتا ہے ضروری ہو، دائمی ہو، بالفعل ہو، بالامکان ہو۔اور وصف عنوانی کا جو تعلق ذات موضوع کے ساتھ ہوتا ہے اس کو عقد وضع کہتے ہیں۔اس تعلق میں بھی وہی چار احتمال ہیں جو کہ عقد حمل میں تھے لیکن تمام مناطقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عقد وضع میں جہت ضرورت اور دوام کی نہیں ہوسکتی جہت یا تو امکان کی ہوگی یا فعل کی۔پھر مناطقہ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کونسی جہت ہوگی۔

فارابی کا مذہب:۔عقد وضع میں جہت امکان کی معتبر ہوتی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وصف عنوانی کا ثبوت ذات موضوع کے جن افراد کیلئے ممکن ہے ان کیلئے محمول ثابت ہے۔لھذا ان کے ہاں کل انسان حیوان بالامکان العام کا معنی ہوگا کہ ہر وہ چیز جس کا انسان ہونا ممکن ہے اس کیلئے حیوانیت ثابت ہے۔

شیخ بوعلی سینا کا مذہب:۔وصف عنوانی کا تعلق ذات موضوع کے ساتھ جہت فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔اس لئے شیخ کے نزدیک مطلب یہ ہوا کہ وصف عنوانی موضوع کا ثبوت ذات موضوع کے جن افراد کیلئے بالفعل ہو رہا ہے ان کیلئے محمول ثابت ہے۔جیسے کل اسود کاتب بالامکان العام فارابی کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وصف سواد کا ثبوت جن افراد انسانی کیلئے ممکن ہے ان کیلئے کتابت یعنی محمول کا ثبوت ممکن ہے حبشی تو یقینی طور پر داخل ہیں لیکن اس میں رومی بھی داخل ہونگے ان کیلئے بھی کتابت کا ثبوت ممکن ہوگا کیونکہ رومی کیلئے وصف عنوانی سواد کا ثبوت ممکن تو ہے۔فارابی کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سواد (سیاہی) کی وصف جن افراد انسانی کیلئے بالفعل ثابت ہے انہی کیلئے کتابت کا ثبوت ممکن ہے اب شیخ کے نزدیک حبشی اور ان کی پیدا ہونے والی اولاد کیلئے کتابت کا ثبوت ممکن ہوگا۔کیونکہ وہ بالفعل وصف عنوانی سیاہی کے ساتھ متصف ہیں ہاں

besturdubooks.wordpress.com

رومیوں کیلئے ثبوت کتابت کا نہیں ہوگا کیونکہ رومی بالفعل تو سیاہ نہیں۔

ممکنتین کے عدم انعکاس کی تفصیل:۔ اس کی تفصیل کو ایک مثال کے ذریعے سے سمجھنا ہوگا مثلاً ہم نے یہ فرض کرلیا کہ بالفعل زید گھوڑے پر سوار ہے اور گدھے پر بالفعل سوار نہیں ہے اب اگر یوں کہا جائے کل حمار بالفعل مرکوب زید بالامکان العام یہ صحیح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جن افرادِ حمار کے لئے حماریت کا ثبوت بالفعل ہے ان کا زید کیلئے سواری بننا ممکن ہے اس کا عکس شیخ کے مطلب پر نکلے گا کہ بعض مرکوب زید بالفعل حمار بالامکان العام بعض وہ افراد جن کیلئے مرکوبیتِ زید بالفعل ثابت ہے ان کیلئے گدھا ہونا ممکن ہے یہ عکس جھوٹا ہے کیونکہ بالفعل جو مرکوب زید ہے وہ تو گھوڑا ہے اس کیلئے گدھا ہونا ممکن نہیں اس لئے شیخ کے نزدیک اس کا عکس نکالنا صحیح نہیں۔

فارابی کے نزدیک یہ قضیہ یوں ہوگا کل حمار بالامکان مرکوب زید بالامکان اس کا مطلب یہ ہوگا جن افرادِ حمار کیلئے حماریت کا ثبوت ممکن ہے ان کا مرکوبِ زید بننا بھی ممکن ہے اس کا عکس بعض مرکوب زید بالامکان حمار بالامکان کہ بعض وہ افراد جن کیلئے مرکوبیتِ زید کا ثبوت ممکن ہے ان کا گدھا ہونا ممکن ہے یہ عکس صحیح ہے۔

فارابی کے نزدیک چونکہ قضیہ ممکنہ کا عکس (جہت امکان کا لحاظ کرکے) صحیح آتا تھا۔ اور شیخ کے نزدیک (جہت فعل کا لحاظ کرکے) ممکنہ کا عکس جھوٹا آتا تھا اس لئے ماتنؒ نے کہہ دیا کہ ولا عکس للممکنتین۔ گویا ماتنؒ نے شیخ کے مذہب کو راجح قرار دیا کیونکہ شیخ کا مذہب لغت اور عرف کے مطابق ہے۔

فائدہ: ذات موضوع کو تعبیر کرنے کی پانچ صورتیں ہیں (۱) ذات موضوع کبھی نوع کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کل انسان ناطق (۲) کبھی جنس کے ساتھ جیسے بعض الحیوان ناطق (۳) کبھی فصل کیساتھ جیسے کل ناطق حیوان (۴) کبھی خاصہ کے ساتھ جیسے کل ضاحک انسان (۵) کبھی عرض عام کے ساتھ جیسے بعض متنفس انسان۔ ان تمام صورتوں میں وصف عنوانی موضوع سے مراد زید، عمرو بکر وغیرہ ہی ہیں۔ لیکن اس کی تعبیر مختلف طریقوں سے ہے۔

فائدہ:۔ یہاں تک موجبات کے عکوس مکمل ہوئے ان تمام موجبات کے عکوس کی تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں

besturdubooks.wordpress.com

☆عکس مستوی قضایا موجهه مرکبات موجبات☆

نمبر	نام اصل قضیہ	نام عکس	مثال اصل قضیہ	تشکیل جزوثانی	مثال عکس
۱	مشروطہ خاصہ کلیہ	حینیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لا دائما	لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	بعض متحرک الاصابع کاتب بالفعل حین ھو متحرک الاصابع لادائما ای بعض متحرک الاصابع لیس بکاتب بالفعل
۲	مشروطہ خاصہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا لا دائما	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل	ایضاً
۳	عرفیہ خاصہ کلیہ	حینیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ	کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا لا دائما	لا شئ من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل	ایضاً
۴	عرفیہ خاصہ جزئیہ	حینیہ مطلقہ لا دائمہ جزئیہ	بعض الکاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتبا لادائما	بعض الکاتب لیس بمتحرک الاصابع بالفعل	ایضاً
۵	وقتیہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل قمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لا دائما	لا شئ من القمر بمنخسف بالفعل	بعض منخسف قمر بالفعل
۶	وقتیہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض القمر منخسف بالضرورۃ وقت الحیلولۃ لادائما	بعض القمر لیس بمنخسف بالفعل	بعض منخسف قمر بالفعل
۷	منتشرہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما لا دائما	لا شئ من الانسان بمتنفس بالفعل	بعض المتنفس انسان بالفعل

besturdubooks.wordpress.com

۸	منتشرہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان متنفس بالضرورۃ وقتا ما لا دائما	بعض الانسان لیس بمتنفس بالفعل	بعض المتنفس انسان بالفعل
۹	وجودیہ لادائمہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان ضاحک بالفعل لادائما	لا شئ من الانسان بضاحک بالفعل	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۰	وجودیہ لادائمہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لادائما	بعض الانسان لیس بضاحک بالفعل	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۱	وجودیہ لاضروریہ کلیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	کل انسان ضاحک بالفعل لابالضرورۃ	لا شئ من الانسان بضاحک بالامکان العام	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۲	وجودیہ لاضروریہ جزئیہ	مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ	بعض الانسان ضاحک بالفعل لابالضرورۃ	بعض الانسان لیس بضاحک بالامکان العام	بعض ضاحک انسان بالفعل
۱۳	ممکنہ خاصہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۴	ممکنہ خاصہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا

قولہ:تنعکس الدائمتان دائمۃ:ای الضروریۃ المطلقۃ والدائمۃ المطلقۃ تنعکسان دائمۃ مطلقۃ مثلا اذاصدق قولنا لاشئ من الانسان بحجر بالضرورۃ او بالدوام صدق لاشئ من الحجر بانسان دائما والا لصدق نقیضہ وھو بعض الحجر انسان بالفعل وھو مع الاصل ینتج بعض الحجر لیس بحجر دائما ھف

ترجمہ:۔یعنی ضروریہ مطلقہ اوردائمہ مطلقہ دونوں کاعکس دائمہ مطلقہ آتا ہے مثلا جب سچا آئیگا ہمارا یہ قول لا شئ من الانسان بحجر بالضرورۃ او بالدوام توسچا آئیگا لا شئ من الحجر بانسان دائما ورنہ تواس کی نقیض سچی آئیگی اوروہ ہے بعض الحجر انسان بالفعل اوروہ اصل کے ساتھ ملکر نتیجہ دیگی بعض الحجر لیس بحجر دائما یہ خلاف مفروض ہے

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض سوالب بسائط کے عکوس کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔سالبہ بسیطہ کل سولہ تھے آٹھ سالبہ کلیہ اور آٹھ سالبہ جزئیہ۔آٹھ سالبہ جزئیہ ان کا عکس تو نہیں آتا باقی آٹھ سالبہ کلیہ میں سے بھی صرف دائمتان (ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ) اور عامتان (عرفیہ عامہ، مشروطہ عامہ) کا عکس آتا ہے باقی چار یعنی ممکنہ عامہ، مطلقہ عامہ، وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ ان کا عکس نہیں آتا اس قول میں دائمتان کے عکس کو بیان کیا ہے کہ ان کا عکس سالبہ کلیہ دائمہ مطلقہ آئیگا جس وقت بالضرورۃ او بالدوام لا شئ من الانسان بحجر سچا آئیگا تو اس وقت اس کا عکس بالدوام لا شئ من الحجر بانسان بھی سچا آئیگا۔اسکے عکس کو بھی یزدی نے دلیل خلفی کے ساتھ ثابت کیا ہے۔کہ اگر ہمارے اس عکس کو نہیں مانتے تو اس کی نقیض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ بعض الحجر انسان بالفعل کو مان لو اور اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملاؤ تو نتیجہ محال نکلے گا یعنی بعض الحجر لیس بحجر اور یہ محال ہے لہذا ہمارا عکس صحیح ہے۔

قولہ :والعامتان عرفية عامة:اى المشروطة العامة والعرفية العامة تنعكسان عرفية عامة مثلا اذا صدق بالضرورة او بالدوام لا شئ من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لصدق بالدوام لا شئ من ساكن الاصابع بكاتب ما دام ساكن الاصابع والا فيصدق نقيضه وهو قولنا بعض ساكن الاصابع كاتب حين هو ساكن الاصابع بالفعل وهو مع الاصل ينتج بعض ساكن الاصابع ليس بساكن الاصابع حين هو ساكن الاصابع وهو محال

ترجمہ:۔یعنی مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ دونوں کا عکس عرفیہ عامہ آتا ہے مثلاً جب سچا آئیگا بالضرورۃ او بالدوام الخ تو سچا آئیگا بالدوام لا شئ من ساکن الاصابع الخ ورنہ تو اس کی نقیض سچی آئیگی اور وہ ہے ہمارا قول بعض ساکن الاصابع الخ اور وہ اصل کے ساتھ مل کر نتیجہ دے گی بعض ساکن الاصابع الخ اور یہ محال ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ اور عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آئیگا جس وقت بھی بالضرورۃ او بالدوام لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع سچا آئیگا تو اس کا عکس لا شئ من ساکن الاصابع بکاتب ما دام ساکن الاصابع بھی سچا آئیگا اس کے عکس کو بھی دلیل خلفی کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ عکس مان لو ورنہ تو اس کی نقیض حینیہ مطلقہ موجبہ

besturdubooks.wordpress.com

جزئیہ بعض ساکن الاصابع کاتب حین ھو ساکن الاصابع بالفعل ماننا پڑے گی اس کو اصل قضیہ کے ساتھ ملانے سے نتیجہ یہ نکلے گا بعض ساکن الاصابع لیس بساکن الاصابع حین ھو ساکن الاصابع۔ اس نتیجہ میں سلب الشئ عن نفسہ (ایک شئ کا اپنی ذات سے سلب ہونا) لازم آرہا ہے اور وہ محال ہے لہذا یہ نتیجہ بھی محال ہے اور ہمارا عکس درست ہے۔

قوله: والخاصتان: ای المشروطة الخاصة والعرفية الخاصة تنعكسان عرفية ای عرفية عامة سالبة كلية مقيدة باللادوام فی البعض وهو اشارة الی مطلقة عامة موجبة جزئية فنقول اذا صدق لاشئ من الكاتب بساكن الاصابع مادام كاتبا لا دائما صدق لا شئ من الساكن بكاتب مادام ساكنا لادائما فی البعض ای بعض الساكن كاتب بالفعل اما الجزء الاول فقد مر بيانه من انه لازم للعامتين وهما لازمتان للخاصتين ولازم اللازم لازم واما الجزء الثانی فلانه لولم يصدق لصدق نقيضه وهو لاشئ من الساكن بكاتب دائما فهذا مع اللادوام الاصل وهو كل كاتب ساكن الاصابع بالفعل ينتج لا شئ من الكاتب بكاتب دائما هف وانما لم يلزم اللادوام فی الكل لانه يكذب فی مثالنا هذا كل ساكن كاتب بالفعل لصدق قولنا بعض الساكن ليس بكاتب دائما كالارض قال المصنفؒ السرفی ذلک ان لادوام السالبةموجبة وهی انما تنعكس جزئية وفيه تامل اذ ليس انعكاس المجموع الی المجموع منوطا بانعكاس الاجزاء الی الاجزاء كما يشهد بذلک ملاحظة انعكاس الموجهات الموجبة علی ما مر فان الخاصتين الموجبتين تنعكسان الی الحينية اللادائمة مع ان الجزء الثانی منهما وهو المطلقة العامة السالبة لا عكس لها فتدبر

ترجمہ: یعنی مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ دونوں کا عکس عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ آتا ہے جو لادوام فی البعض کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور وہ لا دوام فی البعض مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ کی طرف اشارہ ہے پس ہم کہیں گے کہ جب سچا آئیگا لا شئ من الکاتب بساکن الخ تو سچا آئیگا لا شئ من الساکن بکاتب الخ بہرحال جزو اول کا صدق پس اس کا بیان گزر چکا ہے کہ وہ دو عامہ (مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ) کو لازم ہے اور وہ دونوں دو خاصہ (مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ) کو لازم ہیں اور لازم کا لازم لازم ہوا

besturdubooks.wordpress.com

کر، ہے اور بہر حال جزو ثانی کا صدق اس لئے ہے کہ اگر عکس سچا نہ آئے تو اس کی نقیض سچی آئے گی اور وہ ہے لا شیئ من الساکن بکاتب دائما اور یہ لادوام اصلی کے ساتھ مل کر اور وہ لادوام اصلی یہ ہے کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل نتیجہ دے گی لا شیئ من الکاتب بکاتب دائما یہ خلاف مفروض ہے اور سوا اس کے نہیں لا دوام فی الکل لازم نہیں آتا اس لئے کہ وہ ہماری اس مثال میں جھوٹا ہو جاتا ہے کل ساکن کاتب بالفعل تو البتہ سچا آئیگا ہمارا یہ قول بعض الساکن لیس بکاتب دائما مثل زمین کے۔ مصنفؒ نے فرمایا کے راز اس میں یہ ہے کہ سالبہ کا لادوام موجبہ ہوتا ہے اور سوا اس کے نہیں اس کا عکس جزئی آتا ہے اور اس میں تامل ہے کیونکہ مجموعہ کا عکس آنا مجموعہ کی طرف نہیں موقوف اجزاء کی طرف عکس آنے کے ساتھ جیسا کہ شہادت دیتا ہے اس بات کی موجہات موجبہ کے عکس کا لحاظ کرنا اور پر اس طریقے کے جو گزر چکا ہے پس بلاشبہ وہ موجبہ خاصہ کا عکس حینیہ لا دائمہ آتا ہے باوجود اس کے کہ ان کے جزء ثانی اور وہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے اس کا عکس نہیں آتا پس تو غور و فکر کر۔

غرضِ شارح: اس قول کی غرض مرکبات سوالب میں سے عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ اور مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ کے عکس کو بیان کرنا ہے

تشریح:۔ عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ اور مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ کا عکس عرفیہ لا دائمہ فی البعض آتا ہے یعنی ان کا عکس قضیہ عرفیہ عامہ آتا ہے جو مقید ہو لادوام فی البعض کی قید کے ساتھ جیسے بالضرورۃ او بالدوام لا شیئ من الکاتب بساکن الاصابع مادام کاتبا لا دائما اس کا عکس لاشیئ من الساکن بکاتب مادام ساکنا لا دائما فی البعض آئیگا یہ ہمارا عکس مان لو ان دونوں قضیوں کا عکس منوانے کیلئے منطقیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ ان دونوں کی پہلی جزو مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ سالبہ ہوتی ہے اس کا عکس تو متعین ہے کہ عرفیہ عامہ سالبہ آئیگا کیونکہ عرفیہ عامہ سالبہ مشروطہ عامہ سالبہ اور عرفیہ عامہ سالبہ کو لازم ہے اور یہ دونوں مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ کو لازم ہیں تو لازم کا لازم بھی لازم ہوتا ہے۔ اس لئے مشروطہ خاصہ کی پہلی جزو کا عکس تو عرفیہ عامہ سالبہ آنا یقینی ہے ہاں البتہ دوسری جزو مشروطہ خاصہ سالبہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ، ان کا عکس منوانے کیلئے یہاں بھی دلیل خلفی سے کام لیتے ہیں اصل قضیہ مشروطہ خاصہ میں لادائما کے نیچے قضیہ موجبہ کلیہ مطلقہ عامہ ہے یعنی کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل اور لا دائما فی البعض جو عکس میں کھڑا ہے وہ مطلقہ عامہ قضیہ موجبہ جزئیہ کی طرف اشارہ کرتا ہے بعض الساکن کاتب بالفعل یہ ہمارا اصل قضیہ کے دوسرے جزو کا عکس ہے ہم کہیں گے کہ اس کو مان لو ورنہ اس کی نقیض کو مانو گے اس کی نقیض سالبہ کلیہ دائمہ آئیگی یعنی لا شیئ من الکاتب بساکن دائما اس نقیض کو ہم اصل قضیہ کے لادائما والے قضیے کے ساتھ ملا کر شکل اول تیار کریں گے یعنی کل کاتب ساکن الاصابع بالفعل و لاشیئ

besturdubooks.wordpress.com

من الکاتب بساکن دائما نتیجہ لا شیء من الکاتب بکاتب دائما یہ نتیجہ محال ہے۔ لہذا ہمارا عکس لا دائما فی البعض درست ہے۔

فائدہ ﴿۱﴾:۔ لا دائما فی البعض کی قید اس لیے لگائی کیونکہ اگر لا دائما فی الکل کی قید لگاتے تو عکس موجبہ کلیہ ہوجاتا یعنی کل ساکن کاتب بالفعل اور یہ جھوٹا تھا کیونکہ اس کی نقیض بعض ساکن لیس بکاتب دائما یہ سچی ہے۔ اصل میں چونکہ مرکبات کے عکوس نکالنے میں دونوں جزؤں کا لحاظ کرنا شرط نہیں بلکہ مرکبوں کے عکوس میں مجموعہ کا لحاظ کیا جاتا ہے اس کی دلیل بھی ہمارے پاس موجود ہے کیونکہ ماتنؒ نے مشروطہ خاصہ موجبہ کلیہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ کلیہ کا عکس حینیہ لا دائمہ بیان کیا ہے پہلے جزو حینیہ کا عکس تو صحیح ہے کیونکہ وہ آتا ہے اگر جزو کا عکس میں اعتبار ہوتو پھر لا دائما کے نیچے جو قضیہ مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ تھا اس کا عکس بھی آنا چاہیے تھا حالانکہ اس کا عکس آتا ہی نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ مرکبوں کے عکوس میں موجبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔ جزئیہ کا لحاظ نہیں ہوتا اب مصنفؒ وہ راز بتارہے ہیں کہ ہم نے جو خاصتین کے عکس میں قید لا دائما فی البعض کی لگائی ہے تو وہ کیوں لگائی اس کا راز یہ ہے کہ چونکہ مجموعہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اور لا دائما جو اصل قضیہ میں ہے اس سے اشارہ بھی تو موجبہ کلیہ کی طرف ہے اور موجبہ کلیہ کا عکس بھی موجبہ جزئیہ آتا ہے۔ اس لیے ہم نے کہا کہ لا دائما فی البعض کے ساتھ مقید ہو۔

فائدہ ﴿۲﴾:۔ یہاں تک سوالب کے عکوس مکمل ہوئے ان تمام عکوس کی تفصیل بمع امثلہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ کریں۔

besturdubooks.wordpress.com

☆عکس قضایا موجهه بسائط سوالب☆

نمبر	نام اصل قضیہ	مثال اصل قضیہ	نام عکس قضیہ	مثال عکس قضیہ
۱	ضروریہ مطلقہ کلیہ	لا شئ من الانسان بحجر بالضرورة	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	لا شئ من الحجر بانسان بالدوام
۲	ضروریہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۳	دائمہ مطلقہ کلیہ	لا شئ من الانسان بحجر دائما	دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ	لا شئ من الحجر بانسان بالدوام
۴	دائمہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۵	مشروطہ عامہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالضرورة مادام کاتبا	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	لا شئ من ساکن الاصابع بکاتب ما دام ساکن الاصابع
۶	مشروطہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۷	عرفیہ عامہ کلیہ	لاشئ من الکاتب بساکن الاصابع بالدوام مادام کاتبا	عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ	لا شئ من ساکن الاصابع بکاتب ما دام ساکن الاصابع
۸	عرفیہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۹	مطلقہ عامہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۰	مطلقہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۱	وقتیہ مطلقہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۲	وقتیہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۳	منتشرہ مطلقہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۴	منتشرہ مطلقہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۵	ممکنہ عامہ کلیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا
۱۶	ممکنہ عامہ جزئیہ	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا	عکس نہیں آتا

besturdubooks.wordpress.com

قولہ:ینتج آہ فھذا المحال اما ان یکون ناشیا عن الاصل او عن نقیض العکس او عن ھیئۃ تالیفھما لکن الاول مفروض الصدق والثالث ھوالشکل الاول المعلوم صحتہ وانتاجہ فتعین الثانی فیکون النقیض باطلا فیکون العکس حقا

ترجمہ:۔پس یہ محال یا تو اصل سے پیدا ہوگا یا عکس کی نقیض سے یا ان دونوں کی ہیئت تالیف سے لیکن اول کا صدق فرض کیا ہوا ہے اور تیسری وہ شکل اول ہے جس کی صحت اور نتیجہ دینا معلوم ہے پس ثانی متعین ہوگیا پس نقیض باطل ہوگئی اور عکس حق ہوگیا۔

غرضِ شارح:۔اس قول میں بعض قضایا کے عکس آنے کی دلیل بیان کرر ہے ہیں۔

تشریح:۔قضیہ کے عکس آنے کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم قضیہ کے عکس کی نقیض نکالتے ہیں تو نتیجہ محال لازم آتا ہے محال کے لازم آنے کی تین صورتیں ظاہری طور پر سمجھی جاتی ہیں کہ شاید اصل جھوٹا ہو یا عکس کی نقیض یا شکل کی ترتیب میں غلطی ہوگئی ہو لیکن ان میں سے دو باتیں کہ اصل قضیہ جھوٹا ہو یہ بھی نہیں کیونکہ اصل قضیہ کو ہم نے سچا فرض کرلیا ہے اور شکل کی ترتیب میں بھی کوئی غلطی نہیں کیونکہ شکل اول کا نتیجہ دینا بھی معلوم ہے اور شکل اول کی صحت بھی معلوم ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ تیسری چیز کہ عکس کی نقیض کو سچا ماننا اس سے نتیجہ کا محال ہونا لازم آیا جب عکس کی نقیض محال ہے اور جھوٹی ہے تو ہمارا عکس سچا ہے۔
س قول میں تو عکس آنے کی دلیل بیان کی ایک قول چھوڑ کر اگلے قول یعنی بالنقض میں عکس کے نہ آنے کی دلیل بیان کریں گے

قولہ:ولاعکس للبواقی:ای السوالب الباقیۃ وھی تسعۃ الوقتیۃ المطلقۃ والمنتشرۃ المطلقۃ والمطلقۃ العامۃ والممکنۃ العامۃ من البسائط والوقتیتان والوجودیتان والممکنۃ الخاصۃ من المرکبات

ترجمہ:۔یعنی باقی سالبے اور وہ نو (۹) ہیں،یعنی بسائط میں سے (۱) وقتیہ مطلقہ (۲) منتشرہ مطلقہ (۳) مطلقہ عامہ (۴) ممکنہ عامہ۔اور مرکبات میں سے دو وقتیہ یعنی (۵) وقتیہ مطلقہ (۶) منتشرہ مطلقہ اور دو وجودیہ (۷) یعنی وجودیہ لاضروریہ (۸) وجودیہ لادائمہ اور (۹) ممکنہ خاصہ۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض ان قضایا کو بیان کرنا ہے جن کا عکس نہیں آتا۔

تشریح:۔وہ نو (۹) قضایا ہیں جن کا عکس بیان نہیں کیا جاتا ویسے جن قضیوں کا عکس نہیں آتا وہ چوبیس (۲۴) ہیں ان میں سے

besturdubooks.wordpress.com

پندرہ (۱۵) قضایا ایسے ہیں کہ جن کا عکس آتا ہی نہیں یزدی نے چونکہ ان کا ذکر کتاب میں نہیں کیا اس لئے اس نے کہہ دیا کہ نو (۹) قضیے ہیں کہ جن کا عکس نہیں آتا وہ نو (۹) قضایا یہ ہیں۔ بسائط میں سے (۱) وقتیہ مطلقہ سالبہ (۲) منتشرہ مطلقہ سالبہ (۳) مطلقہ عامہ سالبہ (۴) ممکنہ عامہ سالبہ۔ اور مرکبات میں سے (۵) وقتیہ سالبہ (۶) منتشرہ سالبہ (۷) وجودیہ لادائمہ سالبہ (۸) وجودیہ لاضروریہ سالبہ (۹) ممکنہ خاصہ سالبہ۔

مکمل تفصیل نقشہ میں ملاحظہ کریں

☆خلاصہ عکوس موجبات و سوالب☆

نمبر	نام قضایا	جنکا عکس آتا ہے	عکس	جنکا عکس نہیں آتا
۱	بسائط موجبات	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مطلقہ عامہ	حینیہ مطلقہ	(۱) ممکنہ عامہ (۲) وقتیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ
۲	مرکبات موجبات	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	ممکنہ خاصہ
	ایضاً	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لادائمہ (۴) وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	
۳	بسائط سوالب	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	(۱) ممکنہ عامہ (۲) وقتیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ (۴) مطلقہ عامہ
	ایضاً	(۱) مشروطہ عامہ (۲) عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	
۴	مرکبات سوالب	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لادائمہ (۴) وجودیہ لاضروریہ (۵) ممکنہ خاصہ

besturdubooks.wordpress.com

قوله: بالنقض: اى بدليل التخلف فى مادة بمعنى انه يصدق الاصل فى مادة بدون العكس فيعلم بذلک ان العكس غير لازم لهذا الاصل وبيان التخلف فى تلک القضايا ان اخصها وهى الوقتية قد تصدق بدون العكس فانه يصدق لاشئ من القمر بمنخسف وقت التربيع لا دائما مع كذب بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام لصدق نقيضه وهو كل منخسف قمر بالضرورة واذا تحقق التخلف وعدم الانعكاس فى الاخص تحقق فى الاعم اذ العكس لازم للقضية فلو انعكس الاعم انعكس الاخص لان العكس يكون لازم للاعم والاعم لازم للاخص ولازم اللازم لازم فيكون الكعس لازما للاخص ايضا وقد بينا عدم انعكاسه هف وانما اخترنا فى العكس الجزئية لانها اعم من الكلية والممكنة العامة لانها اعم من سائر الموجهات واذا لم يصدق الاعم لم يصدق الاخص بالطريق الاولى بخلاف العكس الكلية

ترجمہ:۔ یعنی کسی مادہ میں متخلف ہونے کی دلیل کے ساتھ اس معنی کے کہ اصل سچی آئیگی کسی مادہ میں بغیر عکس کے پس اس سے معلوم ہوجائے گا کہ عکس اس اصل کو لازم نہیں اور ان قضایا میں متخلف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے اخص اور وہ وقتیہ ہے کبھی بغیر عکس کے سچا آتا ہے پس بلاشبہ سچا آتا ہے لا شئ من القمر بمنخسف الخ باوجود جھوٹا ہونے بعض المنخسف ليس بقمر بالامكان العام کے بوجہ سچا آنے اس کی نقیض کے اور وہ ہے كل منخسف قمر بالضرورة اور جب اخص میں متحقق ہوگیا تخلف اور عکس کا نہ آنا تو متحقق ہوگا اعم میں کیونکہ عکس قضیہ کو لازم ہوتا ہے پس اگر اعم کا عکس آئیگا تو عکس اعم کو لازم ہوگا اور اعم اخص کو لازم ہے اور لازم کا لازم لازم ہوتا ہے پس عکس اخص کو بھی لازم ہوگا حالانکہ ہم نے اس کے عکس کا نہ آنا بیان کردیا ہے یہ خلاف مفروض ہے اور سوا اس کے نہیں ہم نے عکس میں جزئیہ اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ کلیہ سے اعم ہوتا ہے اور ممکنہ عامہ کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ باقی موجہات سے اعم ہے اور جب نہ سچا آئے اعم تو نہیں سچا آئیگا اخص بطریق اولی بخلاف عکس کلی کے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض ان نو (۹) قضایا کا عکس نہ آنے کی وجہ اور دلیل بیان کرنا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ نو(۹) قضایا ایسے تھے کہ جن کا عکس نہیں آتا ان میں سے ہر ایک کا عکس نکال کر اس کو جھوٹا کر کے ثابت کرتا اور پھر کہتا کہ ان کا عکس نہیں آتا لیکن اس نے اختصار کے پیش نظر ایک قاعدہ بیان کر دیا کہ اس قاعدہ کے تحت ان کا عکس نہ آنا معلوم ہو جائیگا۔

قاعدہ:۔ ان نو(۹) قضایا میں سے سب سے زیادہ اخص وقتیہ مطلقہ ہے اس کا عکس سچا نہیں آتا تو لہذا جتنے آٹھ قضایا اس سے اعم ہیں ان کا عکس بھی نہیں آئیگا کیونکہ اگر ان باقی اعم قضایا کا عکس آئے تو عکس ان اعم قضایا کو لازم ہوگا اور عام خاص کو لازم ہوتا ہے تو پھر یہ عکس اس خاص قضیہ وقتیہ مطلقہ کو بھی لازم ہوگا حالانکہ ہم نے بتادیا کہ اس کا عکس نہیں۔

دلیل:۔ وقتیہ کے عکس نہ آنے کی دلیل یہ ہے کہ جیسے لا شئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لا دائما یہ سچا ہے لیکن اس کا عکس بعض المنخسف لیس بقمر یہ جھوٹا ہے کیونکہ اس کی نقیض کل منخسف قمر بالضرورۃ سچی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ سالبہ وقتیہ مطلقہ کا عکس نہیں آتا جب اس کا عکس نہیں آتا تو جتنے بھی قضایا اس سے اعم ہیں ان کا بھی عکس نہیں آئیگا عکس اس کا جزئیہ اس لئے نکالا ہے کہ جزئیہ کا عدم انعکاس وہ کلیہ کے عدم انعکاس کو لازم ہے یعنی جب جزئیہ عکس نہیں آئے تو کلیہ بھی نہیں آئے گا پھر عکس میں ممکنہ عامہ کا لحاظ بھی کیا ہے کیونکہ وہ تمام قضایا سے اعم ہے کیونکہ وہ ضروریہ، دائمہ اور بالفعل سب پر سچا آتا ہے جب اعم کا عکس نہیں تو اخص کا بھی نہیں۔

ثم فصل العکس المستوی

besturdubooks.wordpress.com

متن: فصل عكس النقيض تبديل نقيضى الطرفين مع بقاء الصدق والكيف اوجعل نقيض الثانى اولا مع مخالفة الكيف وحكم الموجبات ههنا حكم السوالب فى المستوى وبالعكس والبيان البيان والنقض النقض وقد بين انعكاس الخاصتين من الموجبة الجزئية ههنا ومن السالبة الجزئية ثمه الى العرفية الخاصة بالافتراض ۲۱/۱

ترجمہ متن: ۔فصل عکس نقیض تبدیل کرنا ہے دوطرفوں کی نقیضوں کو ساتھ باقی رکھتے ہوئے صدق اور کیف کے یا جزو ثانی کی نقیض کو اول بنانا ہے کیفیت میں مخالفت کے ساتھ اور موجبات کا حکم یہاں سوالب کا حکم ہے عکس مستوی میں اور عکس کے ساتھ بھی اور بیان اس کا وہی بیان ہے اور نقض نقض ہے اور بلاشبہ بیان کیا گیا ہے خاصتین کے انعکاس کو موجبہ جزئیہ میں یہاں اور سالبہ جزئیہ میں وہاں (عکس مستوی میں) عرفیہ خاصہ کی طرف دلیل افتراضی کے ساتھ۔

مختصر تشریح متن: ۔عکس مستوی کی تعریف اور اس کے احکام بیان کرنے کے بعد اب عکس نقیض کی تعریف اور اس کے احکام کو اس فصل میں بیان کرر ہے ہیں۔ عکس نقیض کی ایک تعریف متقدمین مناطقہ نے کی ہے اور ایک تعریف متاخرین مناطقہ نے کی ہے۔ متقدمین مناطقہ نے عکس نقیض کی جو تعریف کی ہے وہ بہت ہی آسان ہے اور اسی تعریف کے مطابق عکس نقیض کے اس فصل میں احکام بیان کیے جائینگے۔

☆☆☆

قوله: تبديل نقيضى الطرفين: اى جعل نقيض الجزء الاول من الاصل جزء ثانياً ونقيض الثانى اولا

ترجمہ: ۔یعنی بنادینا اصل کی جزو اول کی نقیض کو عکس کی جزو ثانی اور ثانی کی نقیض کو بنادینا جزو اول۔

غرضِ شارح: ۔اس قول کی غرض متقدمین حضرات نے عکس نقیض کی جو تعریف کی ہے وہ بیان کرنی ہے۔

تشریح: متقدمین کے ہاں عکس نقیض کی تعریف: ۔قضیہ کے جزو اول کی نقیض کو جزو ثانی (محمول) بنادینا اور جزو ثانی کی نقیض کو جزو اول (موضوع) بنادینا۔ اس طریقے سے کہ صدق بھی باقی رہے اور کیفیت بھی یعنی ایجاب وسلب بھی باقی رہے

besturdubooks.wordpress.com

جیسے کل انسان حیوان اس کا عکس نقیض اس طرح نکالیں گے کہ جزو اول انسان کی نقیض نکالیں گے یعنی انسان کی نقیض لاانسان اور جزو ثانی کی نقیض نکالیں گے یعنی حیوان کی نقیض لاحیوان ۔ پھر جزو اول کی نقیض لاانسان کو جزو ثانی اور جزو ثانی کی نقیض کو جزو اول بنادیں گے اور ایجاب کو بھی باقی رکھیں گے ۔ اس طرح کہیں گے کل لا حیوان لاانسان اور یہ قضیہ سچا ہے اور اصل بھی سچا تھا۔

قوله: مع بقاء الصدق: اى ان كان الاصل صادقا كان العكس صادقا

ترجمہ: ۔ یعنی اگر اصل صادق ہے تو عکس بھی صادق ہوگا۔

غرضِ شارح: ۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح: ۔ یعنی عکسِ نقیض کی شرط یہ ہے کہ اگر اصل قضیہ سچا ہو تو اسکا عکس نقیض بھی سچا ہو جیسے کل انسان حیوان یہ سچا ہے اسی طرح اس کا عکس نقیض کل لا حیوان لاانسان بھی سچا ہے۔

قوله: ومع بقاء الكيف: اى ان كان الاصل موجبا كان العكس موجبا وان كان سالبا كان سالبا مثلا قولنا كل ج ب ينعكس بعكس النقيض الى قولنا كل ما ليس ب ليس ج وهذا طريق القدماء واما المتأخرون فقالوا ان عكس النقيض هو جعل نقيض الجزء الثانى اولا وعين الاول ثانيا مع مخالفة الكيف اى ان كان الاصل موجبا كان العكس سالبا و بالعكس ويعتبر بقاء الصدق كما مر فقولنا كل ج ب ينعكس الى قولنا لا شئ مما ليس ب ج والمصنفؒ لم يصرح بقولهم وعين الاول ثانيا للعلم به ضمنا ولا باعتبار بقاء الصدق فى التعريف الثانى لذكره سابقا فحيث لم يخالفه فى هذا التعريف علم اعتباره ههنا ايضا ثم انه بين احكام عكس النقيض على طريقة القدماء اذفيه غنية لطالب الكمال وترك ما اورده المتاخرون اذ تفصيل القول فيه وفيما فيه لا يسعه المجال

ترجمہ: ۔ یعنی اگر اصل موجبہ ہوگا تو عکس بھی موجبہ ہوگا اور اگر اصل سالبہ ہوگا تو عکس بھی سالبہ ہوگا مثلا ہمارا قول کل ج ب اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول آئیگا کل ما لیس ب لیس ج اور یہ متقدمین کا طریقہ ہے اور بہر حال متاخرین پس انھوں نے

besturdubooks.wordpress.com

۲۱/۲

کہا ہے کہ عکس نقیض وہ جز وثانی کی نقیض کو اول اور عین اول کو ثانی بنا دینا ہے کیف میں مخالفت ہونے کے ساتھ یعنی اگر اصل موجبہ ہو تو عکس سالبہ ہوگا اور اس کے برعکس اور اعتبار کیا جائیگا صدق کے باقی رکھنے کا جیسا کہ گزر چکا پس ہمارے قول کل ج ب کا عکس ہمارا یہ قول آئیگا لاشیئ مما لیس ب ج اور مصنفؒ نے صراحۃً ذکر نہیں کیا ان کے قول وعین الاول ثانیا کو اس کے ضمناً معلوم ہونے کی وجہ سے اور نہ ان کے قول ولا باعتبار بقاء الصدق کو ذکر کیا تعریف ثانی میں، اس کے سابق میں مذکور ہونے کی وجہ سے پس جب مصنفؒ نے نہیں مخالفت کی اس تعریف میں تو معلوم ہو گیا اس کا اعتبار کرنا یہاں بھی پھر مصنف قدس سرہ نے عکس نقیض کے احکام کو قدماء کے طریقے پر بیان کیا کیونکہ اس میں کمال کو طلب کرنے والے کیلئے بے نیازی ہے اور مصنفؒ نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا جن کو متاخرین نے ذکر کیا تھا کیونکہ اس میں قول کی تفصیل ہے اور اس مقام میں نہیں گنجائش رکھتی اس کی انسانی طاقت۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی دوغرضیں ہیں (۱) عکس نقیض کی تعریف میں بقاء الکیف کی قید لگانے کا فائدہ بیان کرنا ہے (۲) عکس نقیض کی متاخرین کے ہاں تعریف کو بیان کرنا ہے۔

تشریح: عکس نقیض کی تعریف میں بقاء کیف کی قید لگانے کا مطلب:۔ بقاء کیف کا مطلب یہ ہے کہ اصل قضیہ اگر موجبہ ہو تو اس کا عکس نقیض بھی موجبہ ہو اور اگر اصل قضیہ سالبہ ہو تو اس کا عکس نقیض بھی سالبہ ہو جیسے کل انسان حیوان موجبہ ہے اس کا عکس نقیض کل لا حیوان لاانسان یہ بھی موجبہ ہے۔

متاخرین کے ہاں عکس نقیض کی تعریف:۔ متاخرین حضرات نے عکس نقیض کی تعریف یہ کی ہے کہ قضیہ کے جز وثانی کی نقیض کو جز واول بنا دینا اور جز واول کو بعینہ اٹھا کر جز وثانی بنا دینا اس طرح کہ کیفیت میں مخالفت ہو یعنی اصل اگر موجبہ ہو تو عکس نقیض سالبہ ہو یا اس کا عکس جیسے کل انسان حیوان اس میں جز وثانی حیوان کی نقیض لاحیوان کو جز واول بنائیں گے اور جز و اول انسان کو بعینہ جز وثانی بنائیں گے اور اصل موجبہ ہے تو عکس نقیض سالبہ بنائیں گے اب اس کا عکس نقیض یہ ہوگا کہ لا شیئ من اللاحیوان بانسان یہ بھی سچا ہے۔ متقدمین اور متاخرین نے صرف تعریف کے الفاظ میں فرق کیا ہے ورنہ حقیقت میں کوئی فرق نہیں اب یہاں پر اس بات کو سمجھنا ہے کہ متاخرین نے آسان تعریف چھوڑ کر یہ مشکل تعریف کیوں اختیار کی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ متقدمین کی عکس نقیض کی تعریف پر چند اعتراضات وارد ہوتے تھے جن کا ذکر حواشی میں اجمالاً مذکور ہے۔

ان سے بچنے کی خاطر متاخرین نے تعریف کو ہی بدل ڈالا۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: ههنا: اى فى عكس النقيض

ترجمہ:۔ یعنی عکس نقیض میں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض صرف ھھنا کا مشار الیہ بتانا ہے۔

تشریح:۔ کہ اس کا مشار الیہ عکس نقیض ہے اب مطلب یہ ہے کہ یہاں نقیض میں یہ حکم ہے الخ۔

قوله: في المستوى: يعنى كما ان السالبة الكلية تنعكس فى العكس المستوى كنفسها والجزئية لا تنعكس اصلا كذلك الموجبة الكلية فى عكس النقيض تنعكس كنفسها والجزئية لا تنعكس اصلا لصدق قولنا بعض الحيوان لا انسان وكذب بعض الانسان لاحيوان وكذلك التسع من الموجهات اعنى الوقتيتين المطلقتين والوقتيتين والوجوديتين والممكنتين والمطلقة العامة لاتنعكس والباقي تنعكس على ما سبق تفصيله فى السوالب فى العكس المستوى

ترجمہ:۔ یعنی جس طرح سالبہ کلیہ کا عکس عکس مستوی میں اپنے نفس کی طرح آتا ہے اور سالبہ جزئیہ کا بالکل عکس نہیں آتا اسی طرح موجبہ کلیہ کا عکس عکس نقیض میں اس کے نفس کی طرح آتا ہے اور موجبہ جزئیہ کا عکس بالکل نہیں آتا بوجہ سچے آنے ہمارے قول بعض الحیوان لا انسان کے اور جھوٹے ہونے بعض الانسان لا حیوان کے اسی طرح موجہات میں سے نو(۹) یعنی دو وقتیہ مطلقہ، دو وقتیہ، دو وجودیہ، دو ممکنہ اور ایک مطلقہ عامہ ان کا بھی عکس نہیں آتا باقی کا عکس آتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل عکس مستوی میں سوالب کی بحث میں گزر چکی ہے۔

قوله: وبالعكس: اى حكم السوالب ههنا حكم الموجهات في المستوى فكما ان الموجبة في المستوى لا تنعكس الاجزئية فكذلك السالبة ههنا لاتنعكس الاجزئية لجواز ان يكون نقيض المحمول فى السالبة اعم من الموضوع ولا يجوز سلب نقيض الاخص من عين الاعم كليا مثلا يصح لا شئ من الانسان بلا حيوان ولا يصح لا شئ من الحيوان بلا انسان لصدق بعض الحيوان لا انسان كالفرس وكذلك بحسب الجهة

besturdubooks.wordpress.com

الدائمتان و العامتان تنعکس حینیة مطلقة و الخاصتان حینیة لا دائمة و الوقتیتان و الوجودیتان و المطلقة العامة مطلقة عامة و لا عکس للممکنتین علی قیاس العکس فی الموجبات

ترجمہ:۔ یعنی قضایا سالبات کا حکم یہاں عکس مستوی میں موجبات کا حکم ہے پس جس طرح عکس مستوی میں موجبہ کا عکس سوائے جزئیہ کے نہیں آتا اسی طرح یہاں سالبہ کا عکس بھی سوائے جزئیہ کے نہیں آتا اس بات کے جائز ہونے کی وجہ سے کہ محمول کی نقیض سالبہ میں موضوع سے اعم ہو اور اخص کی نقیض کا سلب کلی طور پر عین اعم سے جائز نہیں مثلاً صحیح ہے لا شئ من الانسان بلاحیوان اور نہیں ہے صحیح لاشئ من الحیوان بلاانسان بوجہ صادق آنے بعض الحیوان لا انسان کالفرس کے اور اسی طرح باعتبار جہت کے دو دائمہ اور دو عامہ کا عکس حینیہ مطلقہ آتا ہے اور دو خاصہ کا عکس حینیہ لا دائمہ آتا ہے اور دو وقتیہ اور دو وجودیہ اور مطلقہ عامہ کا عکس مطلقہ عامہ آتا ہے اور دونوں ممکنوں کا عکس نہیں آتا او پر قیاس کرنے موجبات کے عکس مستوی کے۔

اغراضِ شارح:۔ ان دونوں قولوں کی غرض عکس نقیض کے احکامات بتلانا ہے۔

تشریح:۔ ان دونوں قولوں میں عکس نقیض کے احکامات بتائے ہیں۔ عکس نقیض کے سوالب کا حکم عکس مستوی کے موجبات کا ہے اور عکس نقیض کے موجبات کا حکم عکس مستوی کے سوالب جیسا ہے عکس مستوی میں موجبات یعنی موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ دونوں کا عکس موجبہ جزئیہ آتا تھا یہاں یہ حکم سوالب کو ملے گا یہاں سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کی عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئیگی عکس مستوی میں سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا تھا یہاں یہ حکم موجبات کو ملے گا موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئیگا اور موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آئیگا عکس نقیض محصورات میں بھی جاری ہوتا ہے اور موجہات میں بھی۔

محصورات میں سے موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ آئیگا جیسے کل انسان حیوان کا عکس نقیض بھی موجبہ کلیہ کل لاحیوان لاانسان آئیگا موجبہ جزئیہ نہیں آئیگا اس عکس کو بھی دلیل خلفی کے ذریعے ثابت کیا جائے گا ہمارا یہ دعوی ہے کہ موجبہ کلیہ کل انسان حیوان کا عکس نقیض موجبہ کلیہ کل لاحیوان لاانسان مان لو ورنہ اس کی نقیض بعض اللاحیوان لیس بلاانسان کو سچا ماننا پڑے گا اور یہ نقیض تو جھوٹی ہے کیونکہ اس اخص انسان کی نقیض (لاانسان) کی نفی اعم (حیوان) کی نقیض لاحیوان سے کی گئی اور یہ درست نہیں لہذا ہمارا عکس موجبہ کلیہ کل لاحیوان لاانسان سچا آ گیا۔ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض نہیں آتا جیسے بعض الحیوان لاانسان یہ اصل قضیہ سچا ہے کیونکہ اس میں اخص (انسان) کی نقیض کو عین اعم (حیوان) کیلئے ثابت کیا گیا یہ درست ہے لیکن اس کا عکس بعض الانسان لا حیوان یہ جھوٹا ہے کیونکہ اس میں اعم کی نقیض (لاحیوان)

besturdubooks.wordpress.com

کوعین اخص کیلئے ثابت کیا گیا ہے اور یہ صحیح نہیں۔ محصورات میں سے سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئیگا جیسے لا شیئ من الانسان بلاحیوان یہ قضیہ سچا ہے لیکن اس کا عکس نقیض سالبہ کلیہ اگر نکالیں تو سچا نہیں آئیگا۔ اس کا عکس نقیض سالبہ کلیہ لا شیئ من الحیوان بلاانسان یہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ اس میں اخص کی نقیض کو عین اعم سے سلب کیا گیا ہے اور یہ درست نہیں یہ عکس جھوٹا اس لئے ہے کہ اس کی نقیض بعض الحیوان لا انسان مثل الفرس یہ سچی ہے۔

یہاں تک تو محصورات کے عکس نقیض کا بیان تھا۔ اب آگے موجہات کے عکس نقیض کو بیان کرنا ہے موجہات بسائط اور مرکبات میں سے جن کا عکس مستوی آتا ہے انکی تعداد موجبوں اور سالبوں کی اور جن کا نہیں آتا ان کی تعداد موجبوں اور سالبوں کی پہلے معلوم کرنا ضروری ہے۔

موجہات بسائط موجبات میں سے عکس مستوی صرف پانچ کا آتا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں (۱) ضروریہ مطلقہ موجبہ (۲) دائمہ مطلقہ موجبہ (۳) مشروطہ عامہ موجبہ (۴) عرفیہ عامہ موجبہ (۵) مطلقہ عامہ موجبہ۔

موجہات مرکبات موجبات میں چھ کا عکس مستوی آتا ہے (۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ (۳) وقتیہ موجبہ (۴) منتشرہ موجبہ (۵) وجودیہ لا دائمہ موجبہ (۶) وجودیہ لاضروریہ موجبہ۔ گویا کل موجہات موجبات پندرہ میں سے گیارہ کا عکس مستوی آتا ہے پانچ بسیطوں کا اور چھ مرکبوں کا۔

موجہات موجبات میں سے گیارہ کا عکس مستوی آتا ہے اور پانچ کا نہیں آتا عکس نقیض میں یہی حکم سالبوں کا ہوگا ان گیارہ موجبات کے سالبوں کا عکس نقیض آئیگا اور چار سوالب کا عکس نقیض نہیں آئیگا۔ موجہات سوالب میں بسیطوں میں سے چار کا عکس مستوی آتا ہے (۱) ضروریہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۲) دائمہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۳) مشروطہ عامہ سالبہ کلیہ (۴) عرفیہ عامہ سالبہ کلیہ۔ مرکبات موجہات سوالب میں سے صرف دو کا عکس مستوی آتا ہے (۱) مشروطہ خاصہ سالبہ کلیہ (۲) عرفیہ خاصہ سالبہ کلیہ تو گویا موجہات مرکبات سوالب میں سے کل چھ قضایا کا عکس مستوی آتا ہے باقی نو بسائط میں سے چار بسائط (۱) وقتیہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۲) منتشرہ مطلقہ سالبہ کلیہ (۳) مطلقہ عامہ سالبہ کلیہ (۴) ممکنہ عامہ سالبہ کلیہ۔ اور پانچ مرکبے (۱) وقتیہ سالبہ (۲) منتشرہ سالبہ (۳) وجودیہ لا دائمہ سالبہ (۴) وجودیہ لاضروریہ سالبہ (۵) ممکنہ خاصہ سالبہ کلیہ۔ ان کا عکس مستوی نہیں آتا تو گویا کہ موجہات سوالب میں نو کا عکس مستوی نہیں آتا۔ اور ان چھ سوالب کا آتا ہے۔ اب سولہ میں سے نو موجہات کا عکس نقیض نہیں آئیگا اور چھ موجہات کا عکس نقیض آئیگا جیسا کہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں واضح ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

☆خلاصہ عکس نقیض موجبات و سوالب☆

نمبر	نام قضایا	جنکا عکس آتا ہے	عکس نقیض	جنکا عکس نہیں آتا
۱	بسائط سوالب	(۱)ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مطلقہ عامہ	حینیہ مطلقہ	(۱) ممکنہ عامہ (۲) وقتیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ
۲	مرکبات سوالب	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	حینیہ مطلقہ لادائمہ	ممکنہ خاصہ
	ایضاً	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لادائمہ (۴) وجودیہ لاضروریہ	مطلقہ عامہ	
۳	بسائط موجبات	(۱) ضروریہ مطلقہ (۲) دائمہ مطلقہ	دائمہ مطلقہ	(۱) ممکنہ عامہ (۲) وقتیہ مطلقہ (۳) منتشرہ مطلقہ (۴) مطلقہ عامہ
	ایضاً	(۱) مشروطہ عامہ (۲) عرفیہ عامہ	عرفیہ عامہ	
۴	مرکبات موجبات	(۱) مشروطہ خاصہ (۲) عرفیہ خاصہ	عرفیہ لادائمہ فی البعض	(۱) وقتیہ (۲) منتشرہ (۳) وجودیہ لادائمہ (۴) وجودیہ لاضروریہ (۵) ممکنہ خاصہ

قولہ: والبیان البیان: یعنی کما ان المطالب المذکورۃ فی العکس المستوی کانت تثبت بالخلف المذکور فکذا ھھنا

ترجمہ: یعنی جس طرح وہ مطالب جو عکس مستوی میں مذکور ہیں دلیل خلفی کیساتھ ثابت کیے جاتے ہیں اسی طرح ہے یہاں بھی۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ عکس نقیض جن قضایا کا آئے اس کے ثابت کرنے کا وہی طریقہ ہے جو کہ عکس مستوی میں تھا یعنی دلیل خلفی کے ذریعے سے عکس نقیض کو منوائیں گے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله: والنقض النقض: ای مادة التخلف ههنا هی مادة التخلف ثمه

ترجمہ:۔یعنی یہاں جو تخلف کا مادہ ہے وہی تخلف کا مادہ ہے وہاں بھی۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔عکس نقیض جن قضایا کا نہ آئے اس کی دلیل بھی وہی ہے جو کہ عکس مستوی میں عکس نہ آنے کی تھی کسی ایک مادہ (مثال) میں قضیہ کا عکسِ نقیض جھوٹا ہوگا اس لئے منطقی یہ حکم لگا دیں گے کہ اس کا عکس نقیض نہیں آتا کیونکہ انہوں نے اپنے قاعدہ کی حفاظت کرنی ہے۔

قوله: وقد بين انعكاس الخ اما بيان انعكاس الخاصتين من السالبة الجزئية في العكس المستوى الي العرفية الخاصة فهو ان يقال متي صدق بالضرورة او بالدوام بعض ج ليس ب ما دام ج لا دائما اى بعض ج ب بالفعل صدق بعض ب ليس ج مادام ب لا دائما اى بعض ب ج بالفعل وذلک بدليل الافتراض وهو ان يفرض ذات الموضوع اعنى بعض ج د فدب بحكم لا دوام الاصل ودج بالفعل لصدق الوصف العنواني على ذات الموضوع بالفعل على ما هو التحقيق فيصدق بعض ب ج بالفعل وهو لا دوام العكس ثم نقول وليس ج ما دام ب والا لكان دج في بعض اوقات كونه ب فيكون دب في بعض اوقات كونه ج لان الوصفين اذا تقارنا في ذات واحد ثبت كل واحد منهما في زمان الاخر في الجملة وقد كان حكم الاصل انه ليس ب مادام ج هف فصدق ان بعض ب اعنى د ليس ج ما دام ب وهو الجزء الاول من العكس فثبت العكس بكلا جزئيه فافهم واما بيان انعكاس الخاصتين من الموجبة الجزئية في عكس النقيض الى العرفية الخاصة فهو ان يقال اذاصدق بعض ج ب مادام ج لا دائما اى بعض ج ليس ب بالفعل لصدق بعض ما ليس ب ليس ج مادام ليس ب لا دائما اى ليس بعض ما ليس ب ليس ج بالفعل وذلک بدليل الافتراض وهو ان

besturdubooks.wordpress.com

یفرض ذات الموضوع اعنی بعض ج د فد ج بالفعل علی مذھب الشیخ وھو التحقیق ود لیس ب بالفعل وھو بحکم لا دوام الاصل فیصدق بعض ما لیس ب ج بالفعل وھو ملزوم لا دوام العکس لان الاثبات یلزمہ نفی النفی ثم نقول ولیس ج بالفعل ما دام لیس ب والالکان ج فی بعض اوقات کونہ لیس ب فیکون لیس ب فی بعض اوقات کونہ ج کما مر وقد کان حکم الاصل انہ ب ما دام ج ھف فصدق ان بعض ما لیس ب لیس ج مادام لیس ب وھو الجزء الاول من العکس فثبت العکس بکلا جزئیہ فتامل

ترجمہ:۔ بہرحال بیان سالبہ جزئیہ سے دوخاصوں کے عکس مستوی میں عکس آنے کا عرفیہ خاصہ کی طرف پس وہ یہ ہے کہ کہا جائے جب سچا آئیگا بالضرورۃ او بالدوام بعض ج لیس ب الخ تو سچا آئیگا بعض ب لیس ج الخ اور یہ دلیل افتراضی کے ساتھ ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ ذات موضوع میں مراد لیتا ہوں بعض ج د کو فرض کرلیا جاتا ہے پس د ب ہے لادوام اصلی کے حکم کے ساتھ اور د ج ہے بالفعل بوجہ سچے آنے وصف عنوانی کے ذات موضوع پر بالفعل اور اس کے جو تحقیق ہے پس سچا آئیگا بعض ب ج بالفعل اور وہ عکس کا لادوام ہے پھر ہم کہتے ہیں ولیس ج مادام ب ورنہ تو ہوجائے گا د ج ب ہونے کے بعض اوقات میں پس ہوجائے گا د ب ج ہونے کے بعض اوقات میں اس لئے کہ جب دونوں وصفیں ایک ہی ذات میں جمع ہوجائیں تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے زمانے میں فی الجملہ ثابت ہوجاتی ہے۔ حالانکہ اصل کا حکم یہ تھا کہ لیس ب مادام ج یہ خلاف مفروض ہے پس سچا آئیگا کہ بعض ب میں مراد لیتا ہوں د کو لیس ج مادام ب اور یہ عکس کا جزء اول ہے پس عکس اپنی دونوں جزؤں کے ساتھ ثابت ہوگیا پس خوب سمجھ لے اور بہرحال بیان موجبہ جزئیہ کے دوخاصوں کے عکس آنے کا عکس نقیض میں عرفیہ خاصہ کی طرف پس وہ یہ ہے کہا جائے کہ جب سچا آئے بعض ج ب مادام ج لا دائما الخ تو البتہ سچا آئیگا بعض ما لیس ب ا لخ اور یہ دلیل افتراضی کے ساتھ ثابت ہے اور وہ دلیل افتراضی یہ ہے کہ ذات موضوع میں مراد لیتا ہوں بعض ج د کو فرض کرلیا جائے پس د ج بالفعل ہے شیخ کے مذہب پر اور یہی تحقیق ہے اور د لیس ب بالفعل ہے لادوام اصلی کے حکم کے ساتھ پس سچا آئیگا بعض ما لیس ب ج بالفعل اور وہ عکس کے لادوام کا ملزوم ہے اس لئے کہ اثبات کو لازم ہے نفی کی نفی پھر ہم کہتے ہیں د لیس ج بالفعل مادام لیس ب ورنہ تو ہوگا ج ب نہ ہونے کے بعض اوقات میں پس ہوگا لیس ب فی بعض اوقات کونہ ج جیسا کہ گزر چکا حالانکہ اصل کا حکم یہ تھا کہ ب ما دام ج یہ

besturdubooks.wordpress.com

خلاف مفروض ہے پس سچا آئیگا بعض ما لیس ب (اور وہ د ہے) لیس ج الخ اور وہ عکس کا جزء اول ہے پس عکس اپنی دونوں جزؤں کے ساتھ ثابت ہوگیا پس تم غور وفکر کرلو۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض خاصتین سالبہ جزئیہ کے عکس اور اس کی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔عکس مستوی میں سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا یہ حکم یہاں عکس نقیض میں موجبات کو ملے گا کہ موجبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا لیکن علامہ تفتازانیؒ نے ماقبل والے اس ضابطے سے استثناء کرتے ہوئے کہا کہ مشروطہ خاصہ اور عرفیہ خاصہ موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض آئیگا۔اور اس کو انہوں نے دلیل خلفی کے علاوہ ایک اور دلیل، دلیل افتراضی سے ثابت کیا ہے۔

دلیل افتراضی:۔دلیل افتراضی کا حاصل یہ ہے کہ اصل قضیہ جو کہ جزئیہ ہوگا اس میں چونکہ اگر ایک فرد پر حکم ہو جائے تو جزئیہ ثابت ہوتا ہے اس لئے ہم اصل قضیے کے موضوع سے ایک ذات فرض کریں گے پھر لا دوام اصل کے نیچے جو قضیہ ہوگا اس میں چونکہ موضوع وہی ہوگا اس لئے اس لا دوام کے مطابق ایک قضیہ تیار کریں گے پھر وصف عنوانی کے اعتبار سے ایک قضیہ شیخ کے مذہب کے مطابق تیار کریں گے اب جو دو قضیے تیار ہونگے ان کے ماننے سے ایک تیسرا قضیہ ضرور ماننا پڑے گا اور یہ جو تیسرا قضیہ ماننا پڑا ہے یہ بعینہ اصل قضیہ کے جزو ثانی کا عکس ہوگا اس سے یہ ثابت ہو جائیگی کہ ہمارا عکس جزو ثانی کا صحیح ہے جزو اول کے عکس کے منوانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم کہیں گے ہمارا عکس مان لو ورنہ اس کی نقیض مانو جب ہمارا خصم عکس کی نقیض کو مانے گا تو پھر اس سے لامحالہ ایک اور قضیہ ماننا پڑے گا اور وہ قضیہ اصل قضیہ کے جزو اول کے مخالف ہوگا اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا عکس جزو اول کا صحیح ہے۔

فائدہ:۔دلیل افتراضی کی مکمل تفصیل اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

besturdubooks.wordpress.com

تفصیل دلیل افتراضی

مشروطہ خاصہ سالبہ جزئیہ اور عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ کا عکس مستوی عرفیہ خاصہ سالبہ جزئیہ آتا ہے

مثال اصل قضیہ: بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ او بالدوام مادام کاتبا لا دائما

لا دائما سے اشارہ: بعض الکاتب ساکن الاصابع بالفعل

یا مثال اصل قضیہ: بعض ج لیس ب بالضرورۃ او بالدوام مادام ج لا دائما

لا دائما سے اشارہ بعض ج ب بالفعل

عکس: بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب بالدوام مادام ساکن الاصابع لا دائما

لا دائما سے اشارہ بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل

یا عکس: بعض ب لیس ج بالدوام مادام ب لا دائما

لا دائما سے اشارہ بعض ب ج بالفعل

دلیل دعوی اول: اولاً ہم لا دوام سے جس قضیہ کی طرف اشارہ ہے اس کو ثابت کریں گے کہ ذات موضوع ایک مثلاً زید فرض کرلیں گے اور ہم ایک قضیہ بنائیں گے

زید کاتب بالفعل

اور شیخ کے مذہب کے مطابق عقد وضع میں جہت بالفعل معتبر ہوتی ہے لھذا دوسرا قضیہ تیار ہوگا

زید ساکن الاصابع بالفعل

جب یہ دوقضیے (۱) زید کاتب بالفعل (۲) زید ساکن الاصابع بالفعل

تیار ہوگئے تو اس کا نتیجہ نکلے گا

بعض ساکن الاصابع کاتب بالفعل

کیونکہ زید بعض کاتب کا مصداق ہے۔ اور یہی ہمارا مطلوب ہے تو دعوی اول ثابت ہوا

دلیل دعوی ثانی: یعنی جزو اول کا عکس سچا ہے یعنی

عکس: بعض ساکن الاصابع لیس بکاتب بالدوام مادام ساکن الاصابع

ہم کہتے ہیں کہ اس کو مان لو ورنہ ہم ذات موضوع زید فرض کریں گے اور قضیہ تیار کریں گے

besturdubooks.wordpress.com

زید لیس بکاتب بالدوام مادام ساکن الاصابع

ہم کہیں گے کہ اس کو مان لو اگر نہیں مانتے تو اس کی نقیض مانو اور وہ ہوگی

زید کاتب بالفعل حین ھو ساکن الاصابع

اس قضیہ کو ماننے کی صورت میں

زید ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب

ماننا پڑے گا کیونکہ زید میں کاتب ہونا اور ساکن الاصابع ہونا یہ دو وصف جمع ہوگئے اور ایک ہی ذات میں دو وصف جمع ہونے کی صورت میں ضروری ہے کہ ہر وصف دوسرے وصف کے زمانہ میں فی الجملہ ثابت ہو تو جب

زید ساکن الاصابع بالفعل حین ھو کاتب

صادق ہوا تو اصل قضیہ کا جزو اول یعنی

بعض الکاتب لیس بساکن الاصابع بالضرورۃ مادام کاتبا

یہ جھوٹا ہوا حالانکہ وہ مفروض الصدق ہے لہٰذا اس کی نقیض کاذب ہے پس

بعض ساکن الاصابع (یعنی زید) لیس بکاتب دائما مادام ساکن الاصابع

یہ صادق ہوا اور ہمارا مطلوب ثابت ہوا۔

فائدہ: یہ تفصیل عکس مستوی کی ہے بعینہ اسی طریقے سے مشروطہ خاصہ کے عکس نقیض کو بھی دلیل افتراضی سے ثابت کیا جاسکتا ہے

ثم عکس النقیض

besturdubooks.wordpress.com

متن: فصل: القیاس قول مؤلف من قضایا یلزم لذاته قول آخر فان کان مذکورا فیه بمادته وهیئته فاستثنائی والا فاقترانی حملی اوشرطی وموضوع المطلوب من الحملی یسمی اصغر ومحموله اکبر والمتکرر اوسط وما فیه الاصغر صغری والاکبر کبری والاوسط اما محمول الصغری وموضوع الکبری فهو الشکل الاول او محمولهما فالثانی او موضوعهما فالثالث او عکس الاول فالرابع

ترجمہ متن: ۔قیاس وہ قول ہے جو مرکب ہو چند قضایا سے کہ اس کی ذات کو ایک اور قول لازم آئے پس اگر وہ قول آخر مادہ اور ھیئت کے ساتھ اس میں مذکور ہو تو قیاس استثنائی ہے ورنہ پس وہ اقترانی حملی یا شرطی ہے اور قضیہ حملیہ میں مطلوب (نتیجہ) کے موضوع کا اصغر نام رکھا جاتا ہے اور اس کے محمول کا اکبر اور تکرار کے ساتھ آنے والی کا اوسط (نام رکھا جاتا ہے) اور وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو وہ صغری ہے اور جس میں اکبر ہو وہ کبری ہے۔اور حد اوسط یا صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہوگی پس وہ شکل اول ہے اور یا دونوں میں محمول ہوگی پس وہ شکل ثانی ہے یا دونوں میں موضوع ہوگی پس وہ شکل ثالث ہے یا اول کا عکس ہوگی پس وہ شکل رابع ہے۔

مختصر تشریح متن: ۔اس سے پہلے قیاس کے موقوف علیہ کا بیان تھا اب منطق کی اصل مقصودی چیزوں میں سے دوسری چیز حجت کو بیان کرتے ہیں حجت تین قسم پر ہے (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔ان تینوں قسموں میں سب سے زیادہ قوی حجت قیاس ہے اس لئے اس کو سب سے پہلے بیان کرتے ہیں۔بقیہ تفصیل شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆

قوله: القیاس قول آه ای مرکب وهو اعم من المؤلف اذ قد اعتبر فی المؤلف المناسبة بین اجزائه لانه ماخوذ من الالفة صرح بذلک المحقق الشریف فی حاشیة الکشاف وحینئذ فذکر المؤلف بعد القول من قبیل ذکر الخاص بعد العام وهو متعارف فی التعریفات وفی اعتبار التالیف بعد الترکیب اشارة الی اعتبار الجزء الصوری فی الحجة فالقول یشتمل

besturdubooks.wordpress.com

المركبات التامة وغيرها كلها وبقوله مؤلف من قضايا خرج ما ليس كذلك كالمركبات الغير التامة والقضية الواحدة المستلزمة لعكسها او عكس نقيضها اما البسيطة فظاهر واما المركبة فلان المتبادر من القضايا القضايا الصريحة والجزء الثانى من المركبة ليس كذلك او لان المتبادر من القضايا ما يعد في عرفهم قضايا متعددة وبقوله يلزم خرج الاستقراء والتمثيل اذ لايلزم منهما شئ نعم يحصل منهما الظن بشئ وبقوله لذاته خرج ما يلزم منه قول آخر بواسطة مقدمة خارجية كقياس المساوات نحوا مساولب وب مساو لج فانه يلزم من ذلك ان امساو لج لكن لا لذاته بل بواسطة مقدمة خارجية هي ان مساوى المساوى مساو وقياس المساوات مع هذه المقدمة الخارجية يرجع الى قياسين وبدونها ليس من اقسام الموصل بالذات فاعرف ذلك والقول الاخر اللازم من القياس يسمى نتيجة ومطلوبا

ترجمہ: یعنی مرکب اور وہ مؤلف سے عام ہے کیونکہ مؤلف کے اندر معتبر ہے اس کے اجزاء کے درمیان مناسبت اس لئے کہ وہ (مؤلف) الفة سے لیا گیا ہے اس کی تصریح محقق شریفؒ نے کشاف کے حاشیہ میں کی ہے اور اس وقت **مؤلف** کا ذکر کرنا قول کے بعد یہ عام کے بعد خاص کے ذکر کرنے کے قبیل سے ہے اور وہ تعریفات کے اندر مشہور ہے اور ترکیب کے بعد تالیف کے اعتبار کرنے میں اشارہ ہے حجت کے اندر جزء صوری کے اعتبار کرنے کی طرف پس قول کا لفظ مرکبات تامہ اور اس کے علاوہ دوسرے تمام مرکبات کو شامل ہے اور اس کے قول **مؤلف من قضایا** سے نکل جائیں گے وہ جو اس طرح نہیں ہیں جیسے مرکبات غیر تامہ اور وہ قضیہ واحدہ جو اپنے عکس کو یا اپنے عکس نقیض کو مستلزم ہو بہر حال خروج بسیطہ پس وہ ظاہر ہے اور بہر حال خروج مرکبہ پس وہ اس لئے ہے کہ متبادر الی الذہن قضایا سے قضایا صریحہ ہیں اور مرکبہ کا جزء ثانی اس طرح نہیں ہے یا اس لئے ہے کہ متبادر الی الذہن قضایا سے وہ ہیں جو ان کے عرف میں چند متعدد قضایا شمار کیے جاتے ہیں اور اس کے قول **یلزم** سے استقراء اور تمثیل نکل جائیں گے کیونکہ ان سے کسی شی کا علم لازم نہیں آتا ہاں البتہ ان سے دوسری شی کا ظن حاصل ہوتا ہے اور اس کے قول **لذاتہ** سے وہ قول نکل جائے گا جس سے دوسرا قول مقدمہ خارجیہ کے واسطہ سے لازم آتا ہے جیسے مساوات کا قیاس جیسے آ مساوی ہے ب کے اور ب مساوی ہے ج کے پس اس سے لازم آئیگا کہ آ مساوی ہے ج کے لیکن یہ لزوم نہیں

besturdubooks.wordpress.com

اس کی ذات کی وجہ سے بلکہ مقدمہ خارجیہ کے واسطہ سے ہے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے اور قیاس مساوات اسی مقدمہ خارجیہ کے ساتھ مل کر دو قیاسوں کی طرف لوٹتا ہے اور بغیر اس مقدمے کے وہ موصل بالذات کے اقسام میں سے نہیں پس آپ پہچان لیں اس کو اور دوسرا قول جو قیاس سے لازم آتا ہے اس کا نام نتیجہ اور مطلوب رکھا جاتا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض قیاس کی تعریف مع فوائد قیود کے بیان کرنی ہے۔

تشریح: قیاس کی تعریف:۔ عربی میں اس کی تعریف یہ ہے کہ **هو قول مؤلف من قضايا يلزم لذاته قول آخر**۔

قیاس ایک مرکب کلام ہوتی ہے اور وہ مرکب بھی چند قضایا (کم از کم دو) سے ہو اور اس طریقے سے مرکب ہو کہ اس کے مان لینے سے ایک تیسری مرکب کلام یقیناً خود بخود ماننی پڑے۔

فوائد قیود تعریف:۔ یزدی صاحب اس جگہ تفصیل کے ساتھ قیاس کی تعریف کے فوائد قیود ذکر کرتے ہیں۔ قیاس کی تعریف میں **قول** یہ بمنزلہ جنس کے ہے۔ اس میں تمام اقوال ملفوظہ، معقولہ، خبریہ، انشائیہ سب داخل ہو گئے **مؤلف** یہ پہلی فصل ہے اس سے ان اقوال کو نکال دیا جو مرکب کلام تو ہیں لیکن ان میں الفت نہیں دلائی گئی الفت دلائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ حد اوسط ان دو قضیوں میں موجود ہو اگر قول مرکب ہے دو قضیوں سے لیکن ان میں حد اوسط نہیں تو اس کو بھی قیاس نہیں کہیں گے قول یہ عام ہے اور مؤلف یہ خاص ہے قول ہر مرکب کلام کو کہتے ہیں برابر ہے کہ اس میں الفت ہو یا نہ ہو لیکن مؤلف اس خاص کلام کو کہتے ہیں جس میں الفت (حد اوسط) ہو مصنفؒ نے قیاس کی تعریف میں عام (قول) کے بعد خاص (مؤلف) کو ذکر کیا اور یہ تعریفات میں معلوم و مشہور ہے کہ خاص کو عام کے بعد ذکر کیا جاتا ہے نیز **مؤلف** کی قید سے قیاس کی علت صوری کی تعریف کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔ جیسے مرکبات خارجیہ کی چار علتیں ہوتی ہیں (۱) علت صوری (۲) علت فاعلی (۳) علت غائی (۴) علت مادی اسی طرح چونکہ قیاس بھی ایک مرکب کلام ہے اس کی بھی چار علتیں ہونگی قیاس کی علت مادی وہ دو مقدمات قیاس کے ہونگے علت صوری وہ حد اوسط کے دو مقدموں میں ہونے سے جو قیاس کی صورت بنتی ہے وہ ہے علت فاعلی وہ قیاس کرنے والا آدمی ہے علت غائی نتیجۂ قیاس ہے اور **مؤلف** سے اشارہ علت صوری کی طرف ہے۔

دوسری فصل **من قضايا** ہے اس سے مرکبات ناقصہ، مرکبات تامہ، انشائیہ اور وہ قضایا بسائط جن کو عکس لازم ہے اور قضایا مرکبہ جن کو عکس لازم ہے یہ سب خارج ہو گئے۔ مرکبات ناقصہ تو اسلئے کہ وہ قضایا نہیں۔ تامہ، انشائیہ اس لئے کہ قیاس کی تعریف میں **قضايا** کی قید ہے اور قضیہ اس کو کہتے ہیں جو صدق و کذب کا محتمل ہو مرکبات انشائیہ صدق و کذب کے محتمل نہیں

besturdubooks.wordpress.com

اس لئے وہ بھی خارج ہو جائیں گے نیز وہ بسیط قضیے جن کو عکس لازم ہے وہ اس لئے خارج ہیں کہ ان کے ماننے سے اگرچہ ایک قول آخر (عکس) کو ماننا لازم آتا ہے لیکن وہ دو قضیے نہیں بلکہ ایک قضیہ ہوتا ہے نیز قضایا مرکبہ جن کو عکس لازم ہے وہ بھی نکل گئے ان سے بھی اگرچہ قول آخر (عکس) کا ماننا لازم آتا ہے لیکن وہ دو قضیے نہیں بلکہ وہاں بھی منطقی اس قضیہ مرکبہ کو ایک قضیہ بولتے ہیں یا اس وجہ سے وہ نکل جائیں گے کہ تعریف قیاس میں قضایا سے مراد قضایا مرکبہ ہیں اور قضیہ مرکبہ میں دوسرا قضیہ صریح نہیں ہوتا بلکہ اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ تیسری فصل یلزم ہے اس سے استقراء اور تمثیل نکل جائیں گے کیونکہ ان میں تیسرے قضیے کا ماننا یقینی نہیں ہوتا بلکہ وہ ظنی ہوتا ہے۔ چوتھی فصل لذاته ہے اس سے قیاس مساوات خارج ہو گیا یعنی وہ قیاس کہ جس میں دو قضیوں کے ماننے سے ایک قول آخر ماننا پڑے لیکن لذاته نہیں بلکہ ایک مقدمہ خارجی کی وجہ سے جیسا کہ ا مساو لب (صغری) و ب مساو لج (کبری) فا مساو لج (نتیجہ) یہاں پہلے دو قضیے یعنی صغری، کبری کے ماننے سے تیسرا قضیہ ا مساو لج ماننا ضروری ہوا ہے لیکن ایک مقدمہ خارجی کی وجہ سے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ "مساوی کا مساوی مساوی ہوتا ہے" اگر مقدمہ خارجی جو کہ درمیان میں ہے یہ درست ہو تو پھر یہ کہنا کہ ا مساو لج درست ہے اگر یہ مقدمہ خارجی درست نہ ہو تو پھر قیاس مساوات کا نتیجہ بالکل غلط نکلے گا حالانکہ صغری، کبری بالکل درست ہونگے شرائط شکل بھی موجود ہونگے مثلاً یوں کہا جائے (صغری) الاربعة نصف الثمانية (کبری) و الثمانية نصف الستة عشر (نتیجہ) فالاربعة نصف الستة عشر یہ نتیجہ غلط ہے کیونکہ چار سولہ کا نصف نہیں ہوتا بلکہ چوتھائی ہوتا ہے صغری، کبری دونوں صحیح ہیں لیکن یہ نتیجہ غلط نکلا کیونکہ مقدمہ خارجی غلط ہے وہ یہ ہے کہ نصف کا نصف نصف ہوتا ہے یہ غلط اس لئے ہے کہ نصف کا نصف نصف نہیں ہوتا بلکہ ربع ہوتا ہے۔

اشکال:۔ جب قیاس مساوات میں صغری اور کبری یعنی دو قضیوں کے ماننے سے ایک تیسرا قضیہ ماننا پڑتا ہے تو پھر اس کو قیاس کیوں نہیں کہتے؟

جواب:۔ یہاں اصل میں ان دو قضیوں کے ماننے سے ایک قضیہ ثالث ماننا لازم نہیں آتا بلکہ یہاں حقیقت میں دو قیاس ہوتے ہیں مثلاً اسی مثال میں ا مساو لب و ب مساو لج فا مساو لج یہ ایک قیاس ہے دوسرا قیاس اس طرح ہے کہ نتیجہ کو صغری بنا ئیں ا مساو لج اور کبری وہ مقدمہ خارجیہ ہو کل مساو لمساو لج مساو لج حد اوسط لج کو گراؤ تو نتیجہ ا مساو لج نکلے گا اور یہ صحیح ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قیاس مساوات حقیقت میں دو قیاس ہوتے ہیں۔

قیاس کے دو مقدموں کے ماننے سے جو تیسرا قضیہ ماننا پڑتا ہے اس کو نتیجہ اور مطلوب کہتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

۲۲/۱

قولہ:فان کان: ای القول الاخر الذی ھو النتیجۃ والمراد بمادتہ طرفاہ المحکوم علیہ وبہ والمرادبھیئتہ الترتیب الواقع بین طرفیہ سواء تحقق فی ضمن الایجاب او السلب فانہ قد یکون المذکور فی الاستثنائی نقیض النتیجۃ کقولنا ان کان ھذا انسانا کان حیوانا لکنہ لیس بحیوان ینتج ان ھذا لیس بانسان والمذکور فی القیاس ھذا انسان وقد یکون المذکور فیہ عین النتیجۃ کقولک فی المثال المذکور لکنہ انسان ینتج ان ھذا حیوان

ترجمہ:۔یعنی دوسرا قول جو نتیجہ ہے اور مراد اس کے مادہ سے اس کی دونوں طرفیں ہیں یعنی محکوم علیہ اور محکوم بہ اور اس کی ھیئت سے مراد وہ ترتیب ہے جو اس کی دو طرفوں کے درمیان واقع ہو برابر ہے کہ ایجاب کے ضمن میں متحقق ہو یا سلب کے ضمن میں پس بلاشبہ کبھی وہ چیز جو قیاس استثنائی میں مذکور ہو نتیجہ کی نقیض ہوتی ہے جیسے ہمارا قول ان کان ھذا انسانا کان حیوانا لکنہ الخ یہ نتیجہ دے گا ھذا لیس بانسان اور قیاس میں جو مذکور ہے وہ ھذا انسان ہے اور کبھی وہ چیز جو اس میں مذکور ہو وہ نتیجہ کا عین ہوتی ہے جیسے تیرا قول مثال مذکور میں لکنہ انسان یہ نتیجہ دے گا ھذا حیوان۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔اس میں قیاس استثنائی کی تعریف کر رہے ہیں قیاس کی دو قسمیں ہیں قیاس اقترانی اور قیاس استثنائی۔

اس قول میں قیاس استثنائی کی تعریف کی ہے کہ اگر نتیجہ یا نتیجہ کی نقیض بعینہ اپنے مادہ اور ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ موجود ہو تو اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں۔نقیض نتیجہ مقدمتین قیاس میں موجود ہونے کی مثال جیسے ان کان ھذا انسانا کان حیوانا لکنہ لیس بحیوان یہ نتیجہ دیگا ھذا لیس بانسان یہ نتیجہ بعینہ تو مقدمتین قیاس میں موجود نہیں لیکن اس کی نقیض لکنہ انسان ایجاب کی شکل میں موجود ہے اور اسی مثال میں کبری کو بدل دیا جائے کہ لکنہ انسان تو اس صورت میں نتیجہ ہوگا ھذا انسان اور یہ نتیجہ بعینہ مقدمتین قیاس میں موجود ہے۔

قولہ: فاستثنائی :لاشتمالہ علی کلمۃ الاستثناء اعنی لکن

ترجمہ:۔بوجہ مشتمل ہونے اس کے کلمہ استثناء پر میں مراد لیتا ہوں لکن کو۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قیاس استثنائی کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔ قیاس استثنائی کو استثنائی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حرف استثناء لکن وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

قوله: والا: ای وان لم یکن القول الاخر مذکورا فی القیاس بمادته وهیئته وذلک بان یکون مذکورا بمادته لا بهیئته اذ لایعقل وجود الهیئة بدون المادة وکذا لایعقل قیاس لا یشمل علی شئ من اجزاء النتیجة المادیة والصوریة ومن هذا یعلم انه لو حذف قوله بمادته لکان اولی

ترجمہ:۔ یعنی اگر دوسرا قول قیاس میں مذکور نہ ہو اپنے مادہ اور ہیئت کے ساتھ اور وہ بایں طور کہ مذکو ہو اپنے مادہ کے ساتھ نہ کہ اپنی ہیئت کے ساتھ کیونکہ نہیں متصور ہو سکتا ہیئت کا وجود بغیر مادہ کے اور ایسے ہی نہیں متصور ہو سکتا ایسا قیاس جو نہ مشتمل ہو نتیجہ مادیہ اور صوریہ کے اجزاء میں سے کسی جزء پر اور اسی سے جانا گیا کہ اگر اس کے قول بمادته کو حذف کر دیا جاتا تو البتہ بہتر ہوتا۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔ اس قول میں ایک وضاحت کر رہے ہیں کہ متن میں مذکور یہ الا استثنائیہ نہیں بلکہ الا مرکبہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر نتیجہ اپنے مادہ اور ہیئت کے ساتھ مقدمتین قیاس میں مذکور نہ ہو تو اس کو قیاس اقترانی کہتے ہیں عقلی احتمالات یہاں نتیجہ کے مذکور ہونے نہ ہونے کے چار نکلتے ہیں (۱) یہ ہے کہ نتیجہ اپنے مادہ اور ہیئت ترکیبیہ دونوں کے ساتھ موجود ہو (۲) دونوں کے ساتھ موجود نہ ہو (۳) ہیئت ہو لیکن مادہ نہ ہو (۴) مادہ ہو اور ہیئت ترکیبیہ نہ ہو۔ ان احتمالات اربعہ میں سے دوسرا اور تیسرا احتمال ناممکن ہے پہلا اور چوتھا احتمال ممکن ہے پایا بھی جاتا ہے اگر مادہ اور ہیئت ترکیبیہ دونوں کے ساتھ نتیجہ مذکور ہو تو اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں اور اگر چوتھا احتمال ہو کہ فقط مادہ ہو ہیئت ترکیبیہ نہ ہو تو اس کو قیاس اقترانی کہتے ہیں۔

قوله: فاقترانی: لاقتران حدود المطلوب فیه وهی الاصغر والاکبر والاوسط

ترجمہ:۔ بوجہ مقترن ہونے مطلوب کی حدود کے اس میں اور وہ حدود اصغر، اکبر اور اوسط ہیں۔

غرض شارح:۔ اس قول کی غرض قیاس اقترانی کی وجہ تسمیہ بتانی ہے۔

تشریح:۔ اقتران کے معنی ملانے کے آتے ہیں۔ قیاس اقترانی کو بھی اقترانی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی نتیجہ کے تینوں حدود حد اصغر، حد اکبر، حد اوسط، کو ملائے ہوئے ہوتا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

۲۲/۲

قولہ :حملی :ای قیاس الاقترانی ینقسم الی حملی وشرطی لانہ ان کان مرکبا من الحملیات الصرفۃ فحملی نحو العالَم متغیر وکل متغیر حادث فالعالَم حادث والا فشرطی سواء ترکب من الشرطیات الصرفۃ نحو کلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود وکلما کان النہار موجودا فالعالم مضیٔ فکلما کانت الشمس طالعۃ فالعالم مضیٔ او ترکب من الحملیۃ والشرطیۃ نحو کلما کان ھذا الشیٔ انسانا کان حیوانا وکل حیوان جسم فکلما کان ھذا الشیٔ انسانا کان جسما وقدم المصنفؒ البحث عن الاقترانی الحملی علی الاقترانی الشرطی لکونہ ابسط من الشرطی

ترجمہ:۔یعنی قیاس اقترانی حملی اور شرطی کی طرف تقسیم ہوتا ہے اس لئے کہ اگر محض حملیات سے مرکب ہو تو حملی ہے جیسے العالَم متغیر الخ ورنہ شرطی ہے برابر ہے کہ محض شرطیات سے مرکب ہو جیسے کلما کانت الشمس طالعۃ الخ یا حملیہ اور شرطیہ سے مرکب ہو جیسے کلما کان ھذا الشیٔ انسانا الخ اور مصنفؒ نے قیاس اقترانی حملی کی بحث کو مقدم کیا ہے اقترانی شرطی سے اس کے بسیط ہونے کی وجہ سے بنسبت شرطی کے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض قیاس اقترانی کی تقسیم بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔قیاس اقترانی کی دو قسمیں ہیں (۱) قیاس اقترانی حملی (۲) قیاس اقترانی شرطی۔

قیاس اقترانی حملی اس کو کہتے ہیں جس میں مقدمتین قیاس دونوں حملیہ ہوں جیسے العالَم متغیر وکل متغیر حادث فالعالَم حادث۔

قیاس اقترانی شرطی کی تعریف میں اختلاف ہے۔بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ قیاس اقترانی شرطی اس کو کہتے ہیں جس کے مقدمتین فقط شرطیہ ہوں اگر ایک حملیہ اور ایک شرطیہ ہو تو اس مذہب والوں کے نزدیک وہ قیاس اقترانی حملی کی تعریف میں داخل ہوگا لیکن یزدی نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا ہے کہ قیاس اقترانی شرطی اس کو کہتے ہیں کہ جس میں دونوں مقدمتین شرطیہ ہوں یا ایک شرطیہ اور ایک حملیہ ہو دونوں شرطیہ ہوں جیسے (صغریٰ) کلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود (کبریٰ) وکلما کان النہار موجودا فالعالم مضیٔ (نتیجہ) کلما کانت الشمس طالعۃ فالعالم مضیٔ۔ایک مقدمہ حملیہ اور ایک شرطیہ ہو جیسے (صغریٰ شرطیہ) کلما کان ھذا الشیٔ انسانا کان حیوانا (کبریٰ حملیہ) وکل حیوان جسم (نتیجہ) کلما کان

besturdubooks.wordpress.com

ھذا الشئ انسانا کان جسما

قیاس اقترانی حملی کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ یہ حملی شرطی کی بنسبت بسیط ہے اور بسیط مرکب سے مقدم ہوتا ہے۔

قوله:من الحملی: ای من الاقترانی الحملی ترجمہ:۔یعنی قیاس اقترانی حملی سے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔یعنی قیاس اقترانی حملی کے نتیجہ کے موضوع کو حد اصغر اور محمول کو حد اکبر کہتے ہیں۔

قوله:اصغر: لکون الموضوع فی الغالب اخص من المحمول واقل افرادا منه فیکون المحمول اکبر واکثر افرادا منه

ترجمہ:۔بوجہ موضوع کے اکثر اوقات میں محمول سے اخص ہونے کے اور باعتبار افراد کے اس سے کم ہونے کے پس ہوگا محمول اکبر اور باعتبار افراد کے اس سے اکثر۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض حد اصغر کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔حد اصغر کو اصغر اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر اوقات اس کے افراد قلیل ہوتے ہیں۔جیسے **العالم حادث** میں عالم کے افراد حادث کی بنسبت بہت کم ہیں۔اور حد اکبر کو اکبر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے افراد بنسبت حد اصغر کے زیادہ ہوتے ہیں **العالم حادث** میں حادث کے افراد بنسبت عالم کے زیادہ ہیں۔

قوله:والمتکرر الاوسط: لتوسطه بین الطرفین

ترجمہ:۔بوجہ اس کے طرفین کے درمیان واقع ہونے کے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض حد اوسط کی وجہ تسمیہ بتلانی ہے۔

تشریح:۔صغری اور کبری میں جو چیز متکرر ہوتی ہے اس کو حد اوسط کہتے ہیں اوسط اس لئے کہتے ہیں کہ یہ طرفین (صغری، کبری) کے درمیان میں ہوتی ہے۔

قوله:وما فیه :ای المقدمة التی فیها الاصغر وتذکیر الضمیر نظرا الی لفظ الموصول

ترجمہ:۔یعنی وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو اور ضمیر کو مذکر لانا لفظ موصول کی طرف نظر کرتے ہوئے ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله:الصغریٰ :لاشتمالها علی الاصغر

ترجمہ:۔بوجہ مشتمل ہونے اس کے اصغر پر۔

قوله: الکبریٰ: ای ما فیه الاکبر الکبریٰ لاشتمالها علی الاکبر

ترجمہ:۔یعنی وہ مقدمہ جس میں اکبر ہو کبریٰ ہے اس کے اکبر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے۔

اغراضِ شارح:۔ان قولوں کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔حداصغر قیاس کے جس مقدمہ میں ہو اس کو صغریٰ کہتے ہیں کیونکہ اس میں حداصغر ہوتی ہے اور قیاس کا وہ مقدمہ جس میں حداکبر ہوتی ہے اس کو کبریٰ کہتے ہیں کیونکہ حداکبر اس میں موجود ہوتی ہے۔

قوله:الشکل الاول: یسمی اولا لان انتاجه بدیهی و انتاج البواقی نظری یرجع الیه فیکون اسبق و اقدم فی العلم

ترجمہ:۔اس کا اول نام اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اس کا نتیجہ دینا بدیہی ہے اور باقیوں کا نتیجہ دینا نظری ہے جو رجوع کرتا ہے اسی کی طرف پس وہ سابق ہے اور علم کے اندر مقدم ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل اول کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔اشکال چار ہیں۔حداوسط اگر محمول فی الصغریٰ اور موضوع فی الکبریٰ ہو تو اس کو شکل اول کہتے ہیں اس کو شکل اول اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سب سے زیادہ واضح نتیجہ دینے والی ہوتی ہے باقی اشکال کا نتیجہ صحیح معلوم کرنے کیلئے ان کو بھی شکل اول پر پرکھنا پڑتا ہے۔

قوله: فالثانی: لاشتراکه مع الاول فی اشرف المقدمتین اعنی الصغریٰ

ترجمہ:۔بوجہ اس کے اول کے ساتھ دو مقدموں میں سے اشرف کے اندر شریک ہونے کے میں مراد لیتا ہوں (اشرف سے) مقدمہ صغریٰ کو۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثانی کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔شکل ثانی: اگر حد اوسط صغری اور کبری دونوں میں محمول ہو تو اس کو شکل ثانی کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شکل اول کے ساتھ صغری کے اندر جو کہ مقدمتین میں سے افضل مقدمہ ہے محمول ہونے میں شریک ہے۔

قوله. فالثالث: لاشتراكه مع الاول في اخس المقدمين اعني الكبرى

ترجمہ:۔ بوجہ اسکے شریک ہونے اول کے ساتھ دو مقدموں میں سے کم تر مقدمے میں میں مراد لیتا ہوں (کمتر سے) کبری کو۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثالث کی وجہ تسمیہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ اگر حد اوسط صغری کبری دونوں میں موضوع ہو تو اس کو شکل ثالث کہتے ہیں۔وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شکل اول کے ساتھ کبری کے اندر جو مقدمتین میں سے ارذل مقدمہ ہے موضوع ہونے میں شریک ہے۔

قوله: فالرابع: لكونه في غاية البعد عن الاول

ترجمہ:۔ بوجہ ہونے اس کے اول سے انتہائی بعد میں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کی وجہ تسمیہ بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔ اگر حد اوسط موضوع فی الصغری اور محمول فی الکبری ہو تو اس کو شکل رابع کہتے ہیں۔وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شکل اول سے نہایت دور ہے کہ اس کے ساتھ کسی چیز میں بھی شریک نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

متن : ويشترط فى الاول ايجاب الصغرى و فعليتها مع كلية الكبرى لينتج الموجبتان مع الموجبة الكلية الموجبتين ومع السالبة الكلية السالبتين بالضرورة وفى الثانى اختلافهما فى الكيف وكلية الكبرى مع دوام الصغرى او انعكاس سالبة الكبرى وكون الممكنة مع الضرورية او الكبرى المشروطة لينتج الكليتان سالبة كلية والمختلفتان فى الكم ايضا سالبة جزئية بالخلف او عكس الكبرى او الصغرى ثم الترتيب ثم النتيجة وفى الثالث ايجاب الصغرى و فعليتها مع كلية احدهما لينتج الموجبتان مع الموجبة الكلية او بالعكس موجبة جزئية ومع السالبة الكلية او الكلية مع الجزئية سالبة جزئية بالخلف او عكس الصغرى او الكبرى ثم الترتيب ثم النتيجة وفى الرابع ايجابهما مع كلية الصغرى او اختلافهما مع كلية احدهما لينتج الموجبة الكلية مع الاربع و الجزئية مع السالبة الكلية و السالبتان مع الموجبة الكلية وكليتهما مع الموجبة الجزئية جزئية موجبة ان لم يكن بسلب والا فسالبة بالخلف اوبعكس الترتيب ثم النتيجة او بعكس المقدمتين او بالرد الى الثانى بعكس الصغرى او الثالث بعكس الكبرى

ترجمہ متن :۔ اور شرط لگائی جاتی ہے اول میں ایجاب صغری اور اس کا فعلیہ ہونا کبری کے کلی ہونے کے ساتھ تا کہ دو موجبہ نتیجہ دیں دو موجبہ کلیہ کے ساتھ موجبتین اور سالبہ کے ساتھ نتیجہ دیں دو سالبہ بداھۃً ۔ اور شکل ثانی میں (شرط لگائی جاتی ہے) ان

besturdubooks.wordpress.com

دونوں (صغریٰ، کبریٰ) کا مختلف ہونا کیف میں اور کبریٰ کا کلی ہونا صغریٰ کے دائمی ہونے کے ساتھ یا کبریٰ کے سالبہ کا عکس نکلنا اور ممکنہ کا ہونا ضروریہ کے ساتھ یا کبریٰ کا مشروطہ ہونا۔ تاکہ دو کلیہ سالبہ کلیہ نتیجہ دیں اور دونوں مختلف ہوں کمیت میں تو بھی سالبہ جزئیہ (نتیجہ دیں) دلیل خلفی کے ساتھ یا کبریٰ کے عکس کے ساتھ یا صغریٰ کے عکس اور پھر ترتیب کے عکس پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ۔ اور شکل ثالث میں (شرط لگائی جاتی ہے) ایجاب صغریٰ اور اس کا فعلیہ ہونا ان دونوں میں سے کسی ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ تاکہ نتیجہ دیں دو موجبہ موجبہ کلیہ کے ساتھ یا عکس کے ساتھ موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ یا کلیہ جزئیہ کے ساتھ سالبہ جزئیہ دلیل خلفی کے ساتھ یا صغریٰ کے عکس کے ساتھ یا کبریٰ کے عکس پھر ترتیب پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ۔ اور شکل رابع میں (شرط لگائی جاتی ہے) ان دونوں کا موجبہ ہونا صغریٰ کے کلیہ ہونے کے ساتھ یا ان دونوں کا مختلف ہونا ان میں سے ایک کے کلیہ ہونے کے ساتھ تاکہ نتیجہ دے موجبہ کلیہ چاروں کے ساتھ اور جزئیہ سالبہ کلیہ کے ساتھ اور دو سالبہ موجبہ کلیہ کے ساتھ اور اس سالبہ کا کلیہ ہونا موجبہ جزئیہ کے ساتھ جزئیہ موجبہ اگر سلب کے ساتھ نہ ہو ورنہ پس سالبہ ہوگا دلیل خلفی کے ساتھ یا ترتیب پھر نتیجہ کے عکس کے ساتھ یا مقدمتین کے عکس کے ساتھ یا شکل ثانی کی طرف لوٹانا صغریٰ کے عکس کے ساتھ یا شکل ثالث کی طرف لوٹانا کبریٰ کے عکس کے ساتھ۔

مختصر تشریح متن:۔ اس عبارت میں علامہ تفتازانیؒ اشکال اربعہ کی شرائط اور ان کے ضروب نتیجہ کو بیان فرما رہے ہیں تفصیل شرح میں آ رہی ہے۔

☆☆

قوله: فعليتها: ليتعدى الحكم من الاوسط الى الاصغر وذلك لان الحكم في الكبرى ايجابا كان او سلبا انما هو على ما يثبت له الاوسط بالفعل بناء على مذهب الشيخ فلو لم يحكم في الصغرى بان الاصغر يثبت له الاوسط بالفعل فلم يلزم تعدى الحكم من الاوسط الى الاصغر

ترجمہ:۔ تاکہ حکم حد اوسط سے اصغر کی طرف متعدی ہو اور یہ اس لئے ہے کہ حکم کبریٰ میں خواہ ایجابی ہو یا سلبی سو اس کے نہیں وہ ان افراد پر ہے جن کیلئے حد اوسط بالفعل ثابت ہے شیخؒ کے مذہب پر بناء کرتے ہوئے پس اگر نہ ہو حکم صغریٰ میں بایں طور کہ اصغر کیلئے حد اوسط بالفعل ثابت ہے تو نہیں لازم آئیگا حکم کا حد اوسط سے اصغر کی طرف متعدی ہونا۔

besturdubooks.wordpress.com

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل اول کا نتیجہ دینے کیلئے شرائط کو ذکر کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل اول کے نتیجہ دینے کی تین شرطیں ہیں (۱) کیفیت کے اعتبار سے کہ صغری موجبہ ہو (۲) کمیت کے اعتبار سے کہ کبری ہمیشہ کلیہ ہو (۳) جہت کے اعتبار سے شکل اول کیلئے فعلیت (یعنی امکان نہ ہو) صغری شرط ہے اگر صغری والی جہت امکان کی ہوگی تو نتیجہ صحیح نہیں ہوگا فعلیت والی جہت یہ ایسی عام جہت ہے کہ جہت ضرورت اور دوام کو بھی شامل ہے شارح نے ان تینوں شرطوں کی دلیل بھی بیان کی ہے اس قول میں یزدی نے صرف فعلیت صغری کی دلیل بیان کی ہے کہ فعلیت صغری کیوں ضروری ہے؟ اس کے سمجھنے سے پہلے شکل اول کا حاصل سمجھنا ضروری ہے۔شکل اول کا حاصل یہ ہے کہ اس میں حد اصغر۔حد اکبر اور حد اوسط موجود ہوتے ہیں جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث میں تینوں چیزیں موجود ہیں۔اس مثال میں کبری کلیہ ہے یعنی کل متغیر حادث اس میں حد اوسط موضوع ہے شیخ کے مذہب کے مطابق یہاں تغیر کا ثبوت متغیر کے جن افراد کیلئے بالفعل ہے ان کیلئے حدوث ثابت ہے صغری میں العالم کو متغیر کے نیچے درج کیا ہے اور العالم کو متغیر کا ایک فرد بنایا ہے کہ عالم متغیر ہے صغری کے اندر بھی جہت فعلیت والی اگر معتبر ہو کہ جن افرادِ متغیر کیلئے تغیر بالفعل ہے عالم ان میں سے ہے۔تو پھر حدوث کا ثبوت عالم کیلئے صحیح ہے لیکن اگر وہاں صغری میں فعلیت والی جہت کا اعتبار نہ ہو بلکہ جہت امکان کا اعتبار ہو تو پھر حدوث کو عالم کیلئے ثابت کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ حدوث تو متغیر کے ان افراد کیلئے ہے جن کیلئے تغیر بالفعل ثابت ہے اس وقت عالم ان افراد میں سے نہیں ہوگا لہذا حدوث کا اس عالم کیلئے ثابت کرنا درست نہیں ہوگا حد اوسط (متغیر) کو اصغر (العالم) تک پہنچانے کیلئے ضروری ہے کہ جہت فعلیت کا صغری میں اعتبار کیا جائے فعلیت کی شرط کی دلیل یہ بھی ہے کہ صغری میں جب جہت امکان مراد ہو اور کبری میں فعل مراد ہے تو حد اوسط کا اس صورت میں تکرار ہی نہیں ہوگا جب حد اوسط کا تکرار نہیں ہوگا تو نتیجہ بھی پھر صحیح نہیں نکلے گا۔

شکل اول میں ایجاب صغری کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اگر صغری موجبہ نہ ہو بلکہ سالبہ ہو تو پھر شکل ثانی کی طرح اختلاف نتیجہ لازم آئیگا جس کی تفصیل شکل ثانی میں آئے گی فافہم۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله مع کلية الکبری: ليلزم اندراج الاصغر فی الاوسط فيلزم من الحکم علی الاوسط الحکم علی الاصغر وذلک لان الاوسط يکون محمولا ههنا علی الاصغر ويجوز ان يکون المحمول اعم من الموضوع فلو حکم فی الکبری علی بعض الاوسط لاحتمل ان يکون الاصغر غير مندرج فی ذلک البعض فلا يلزم من الحکم علی ذلک البعض الحکم علی الاصغر کما يشاهد فی قولک کل انسان حيوان وبعض الحيوان فرس

ترجمہ:۔ تا کہ اصغر کا حد اوسط میں داخل ہونا لازم آئے پس حد اوسط پر حکم ہونے سے لازم آئیگا اصغر پر حکم ہونا اور یہ اس لئے ہے کہ حد اوسط یہاں اصغر پر محمول ہوتی ہے اور جائز ہے کہ محمول موضوع سے اعم ہو پس اگر کبری میں حد اوسط کے بعض افراد پر حکم لگایا جائے تو احتمال ہوگا اس بات کا کہ اصغر ان بعض افراد میں داخل نہ ہو پس نہیں لازم آئیگا بعض افراد پر حکم ہونے سے اصغر پر حکم ہونا جیسا کہ مشاہدہ ہے تیرے قول کل انسان حیوان وبعض الحیوان فرس میں۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض شکل اول میں کلیت کبری کی جو شرط لگائی گئی ہے اس کی دلیل بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔ شکل اول میں کبری کا کلیہ ہونا اس لئے ضروری ہے تا کہ اصغر کو اوسط کے نیچے درج کرنا صحیح ہو سکے ورنہ اگر کبری کلیہ نہ ہو بلکہ جزئیہ ہو تو اس وقت اصغر کو اوسط کے نیچے درج کرنا صحیح نہ ہوگا جیسے (صغری) کل انسان حیوان (کبری) بعض الحیوان فرس (نتیجہ) بعض الانسان فرس یہاں کبری جزئیہ ہے کبری میں اکبر (فرس) کو اوسط (حیوان) کے بعض افراد کیلئے ثابت کیا گیا ہے اور صغری میں اوسط کو اصغر (الانسان) کے کل افراد کیلئے ثابت کیا گیا ہے تو کبری میں اوسط کے جن بعض افراد کیلئے حکم ثابت کیا گیا معلوم نہیں ہو سکے گا آیا اصغر اکبر کے ان بعض افراد میں جن کیلئے اکبر ثابت کیا گیا ہے داخل ہے یا نہیں ہاں جب کبری کلیہ ہوگا تو اکبر اوسط کے تمام افراد کیلئے ثابت ہوگا اور اصغر بھی چونکہ اوسط کا ایک فرد ہے اس لئے اکبر اصغر کیلئے بھی ثابت ہو جائیگا اس کی مثال کل انسان حیوان و کل ماش جسم (نتیجہ) فالانسان جسم۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله:لينتج الموجبتان:اى الكلية والجزئية واللام فيه للغاية اى اثر هذه الشروط ان ينتج الصغرى الموجبة الكلية والموجبة الجزئية مع الكبرى الموجبة الكلية الموجبتين ففى الاول يكون النتيجةموجبة كلية وفى الثانى موجبةجزئيةوان ينتج الصغريان يعنى الموجبتين مع السالبة الكلية الكبرى السالبتين الكلية والجزئية على ما سبق وامثلة الكل واضحة

ترجمہ:۔یعنی کلیہ اور جزئیہ اور اس میں لام غایت کیلئے ہے یعنی ان شروط کا اثر یہ ہے کہ نتیجہ دے گا صغریٰ موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ کبری موجبہ کلیہ کے ساتھ مل کر دو موجبہ (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کا پس اول صورت میں نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا اور ثانی صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا اور (ان شروط کا اثر) یہ ہے کہ نتیجہ دیں گے دو صغری موجبہ سالبہ کلیہ کبری کے ساتھ مل کر سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ کا اوپر اس کے جو تفصیل گزر چکی اور سب کی مثالیں واضح ہیں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض تشریح متن ہے۔

تشریح:۔لینتج میں لام عاقبت اور غایت کا ہے اس قول میں یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے جو شکل اول کے نتیجہ دینے کیلئے تین شرطیں لگائی ہیں ان کا انجام اور فائدہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ ان تین شرطوں کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان شرائط کے موجود ہوتے ہوئے چار قسموں کا نتیجہ حاصل ہوگا موجبتان (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کو جب موجبہ کلیہ کے ساتھ ملائیں گے یعنی صغری موجبہ کلیہ اور کبری موجبہ کلیہ، دوسری صورت صغری موجبہ جزئیہ اور کبری کلیہ ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں جبکہ صغری موجبہ کلیہ اور کبری بھی موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ موجبہ کلیہ ہوگا، اور دوسری صورت میں جبکہ صغری موجبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ موجبہ جزئیہ ہوگا۔ موجبتان (موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ) کو جب سالبہ کلیہ کے ساتھ ملائیں گے تو اس وقت نتیجہ سالبتین (سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ) نکلے گا موجبہ کلیہ کو سالبہ کلیہ کے ساتھ ملانے کی صورت میں نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا اور موجبہ جزئیہ کو سالبہ کلیہ کے ساتھ ملانے سے نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا مثالیں چاروں قسموں کی آگے نقشے میں آ رہی ہیں۔

قوله:الموجبتين: اى ينتج الكلية والجزئية

ترجمہ:۔یعنی وہ نتیجہ دے گا موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ۔

غرضِ شارح:۔اس قول میں یہ بتا رہے ہیں کہ موجبتان کو موجبہ کلیہ کے ساتھ ملائیں گے تو نتیجہ موجبتین نکلیں گے ان موجبتین سے کیا مراد ہے؟

besturdubooks.wordpress.com

تشریح: فرماتے ہیں کہ موجبتین سے مراد موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ ہے۔

قولہ:السالبتین: ای ینتج الکلیۃ والجزئیۃ

ترجمہ:۔یعنی وہ نتیجہ دے گا سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ۔

غرض شارح:۔اس قول کی غرض سالبتین کی مراد بتانی ہے کہ سالبتین سے کیا مراد ہے؟

تشریح:۔فرماتے ہیں کہ سالبتین سے مراد نتیجہ سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ ہے۔

شکل اول کی عقلی طور پر ضربیں سولہ نکلتی ہیں کیونکہ صغری محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) میں سے ہر ایک ہوسکتا ہے اور کبری بھی لیکن جب شرائط شکل اول ایجاب صغری اور کلیت کبری کا لحاظ کیا جائے تو بارہ ضربیں ساقط ہوجاتی ہیں، ۔رچار ضروب نتیجہ باقی رہتی ہیں۔

(۱) پہلی ضرب:۔(صغری) موجبہ کلیہ (کبری) موجبہ کلیہ (نتیجہ) موجبہ کلیہ (نقشہ میں یہ پہلا احتمال ہے)

(۲) دوسری ضرب:۔(صغری) موجبہ جزئیہ (کبری) سالبہ کلیہ (نتیجہ) سالبہ جزئیہ (نقشہ میں یہ ساتواں احتمال ہے)

(۳) تیسری ضرب:۔(صغری) موجبہ جزئیہ (کبری) موجبہ کلیہ (نتیجہ) موجبہ جزئیہ (نقشہ میں یہ پانچواں احتمال ہے)

(۴) چوتھی ضرب:۔(صغری) موجبہ کلیہ (کبری) سالبہ کلیہ (نتیجہ) سالبہ کلیہ (نقشہ میں یہ تیسرا احتمال ہے)

ان تمام صورتوں کی مثال بمع تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

☆ نقشہ شکل اول ☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	کل جسم مرکب	کل مرکب حادث	کل جسم حادث
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشیٔ من المرکب بقدیم	لاشیٔ من الجسم بقدیم
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	کل مرکب حادث	بعض الجسم حادث
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	لاشیٔ من المرکب بقدیم	بعض الجسم لیس بقدیم
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

☆ شرائط شکل اول ☆ (۱) ایجاب صغری (۲) فعلیت صغری (۳) کلیت کبری

ضروب نتیجہ (۴) ضروب عقیمہ (۱۲)

besturdubooks.wordpress.com

قوله: بالضرورة: متعلق بقوله ينتج والمقصود الاشارة الى ان انتاج هذا الشكل للمحصورات الاربع بديهي بخلاف انتاج سائر الاشكال لنتائجها كما سيجئ تفصيلها

ترجمہ:۔ یہ متعلق ہے اس کے قول ینتج کے ساتھ اور مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس شکل کا محصورات اربعہ کیلئے نتیجہ دینا بدیہی ہے بخلاف نتیجہ دینے باقی اشکال کے اپنے نتیجوں کیلئے جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب آئیگی۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض متن کے لفظ بالضرورۃ کا فائدہ بتلانا ہے۔

تشریح:۔ بالضرورۃ یہ ینتج کے متعلق ہے اور مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس شکل (اول) کا محصورات اربعہ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) کیلئے نتیجہ دینا بدیہی ہے بخلاف باقی تمام اشکال کے نتائج کے جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل آئیگی (یعنی باقی اشکال کا نتیجہ بدیہی نہیں ہوتا بلکہ ان کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنا پڑتا ہے)

قوله: وفي الثاني اختلافهما: اى يشترط في هذا الشكل بحسب الكيفية اختلاف المقدمتين في السلب والايجاب وذلك لانه لو تألف هذا الشكل من الموجبتين يحصل الاختلاف وهو ان يكون الصادق في نتيجة القياس الايجاب تارة والسلب اخرى فانه لو قلنا كل انسان حيوان وكل ناطق حيوان كان الحق الايجاب ولو بدلنا الكبرى بقولنا كل فرس حيوان كان الحق السلب وكذا الحال لو تألف من سالبتين كقولنا لاشئ من الانسان بحجر ولا شئ من الناطق بحجر كان الحق الايجاب ولو قلت لاشئ من الفرس بحجر كان الحق السلب والاختلاف دليل عدم الانتاج فان النتيجة هو القول الاخر الذى يلزم من المقدمتين فلو كان اللازم من المقدمتين الموجبة لما كان الحق في بعض المواد هو السالبة ولو كان اللازم منهما السالبة لماصدق في بعض المواد الموجبة

ترجمہ:۔ یعنی اس شکل میں شرط لگائی جاتی ہے باعتبار کیفیت کے ایجاب وسلب میں دونوں مقدموں کے مختلف ہونے کی اور یہ اس لئے ہے کہ اگر یہ شکل دو موجبہ سے مرکب ہو تو اختلاف حاصل ہوگا اور وہ یہ ہے کہ جو قیاس کے نتیجے میں صادق آتا ہے وہ کبھی ایجاب ہوتا ہے اور کبھی سلب پس اگر ہم کہیں کل انسان حیوان وکل ناطق حیوان تو حق ایجاب ہے اور اگر ہم

besturdubooks.wordpress.com

کبری کو تبدیل کردیں اپنے قول کل فرس حیوان کے ساتھ تو حق سلب ہے اسی طرح حال ہے اگر دو سالبہ سے مرکب ہو جیسا کہ ہمارا قول لا شیٔ من الانسان بحجر و لاشیٔ من الناطق بحجر تو حق ایجاب ہے اور اگر تو کہے لاشیٔ من الفرس بحجر تو حق سلب ہے اور اختلاف نتیجہ نہ دینے کی دلیل ہے پس بلاشبہ نتیجہ تو وہ قول آخر ہے جو دونوں مقدموں سے لازم آتا ہے پس اگر دونوں مقدموں سے لازم آنے والا موجبہ ہے تو بعض مادوں میں سلب حق نہ ہوگا اور اگر ان مقدموں سے لازم آنے والا سالبہ ہے تو نہیں صادق آئیگا موجبہ بعض مادوں میں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثانی کے نتیجہ دینے کیلئے شرائط کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل ثانی کے نتیجہ دینے کیلئے دو شرطیں ہیں (۱) پہلی شرط کیف کے اعتبار سے ہے کہ کیفیت میں دونوں قضیے مختلف ہوں (۲) دوسری شرط کمیت کے اعتبار سے ہے کہ کبری ہمیشہ کلیہ ہو۔

یہاں شارح دلیل کے ساتھ ثابت کر رہے ہیں کہ اختلاف قضیتین اور کلیت کبری کی شرط شکل ثانی میں کیوں ہے؟

اس قول میں اختلاف قضیتین کی شرط کی دلیل بیان کی ہے فرماتے ہیں کہ اختلاف مقدمتین فی الکیف کی شرط اس لئے لگائی ہے تاکہ اختلاف نتیجہ لازم نہ آئے اگر دونوں قضیے کیفیت میں مخالف نہ ہوں تو اس وقت اختلاف نتیجہ لازم آئیگا کبھی تو نتیجہ موجبہ ہو کر سچا آئیگا اور کبھی سالبہ ہو کر سچا آئیگا حالانکہ شکل ثانی کیلئے نتیجہ سالبہ آنا لازم ہے جب ایک شکل کیلئے یہ نتیجہ معین ہو چکا ہے تو پھر اس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا اگر کہیں خلاف ہوگا تو پھر وہ شکل صحیح نہیں ہوگی اگر دونوں قضیے یعنی صغری و کبری موجبہ ہوں گے تو ایک مرتبہ جب ہم ترتیب دیں گے تو نتیجہ موجبہ ہو کر سچا آئیگا اور دوسری مرتبہ جب شکل کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی واقع کریں گے تو نتیجہ سالبہ ہو کر سچا آئیگا جیسے کل انسان حیوان یہ صغری ہے اور (کبری) کل ناطق حیوان نتیجہ موجبہ کلیہ سچا ہے کل انسان ناطق یہاں موجبہ جزئیہ بھی سچا ہے بعض الانسان ناطق لیکن سالبہ یہاں سچا نہیں اس شکل کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی کردی جائے کل ناطق حیوان کی بجائے کل فرس حیوان کہا جائے تو اب نتیجہ سالبہ ہو کر سچا آئیگا مثلاً یوں کہیں گے (صغری) کل انسان حیوان (کبری) کل فرس حیوان یہاں (نتیجہ) سالبہ کلیہ لا شیٔ من الانسان بفرس سچا ہے۔سالبہ جزئیہ بعض الانسان لیس بفرس یہ بھی سچا ہے کیونکہ یہاں دوسرے بعض کی نفی نہیں لیکن یہاں موجبہ نتیجہ سچا نہیں آرہا کل انسان فرس یہ سچا نہیں دونوں مقدمتین سالبہ ہوں تو کبھی نتیجہ موجبہ ہو کر سچا آئیگا اور کبھی سالبہ ہو کر سچا آئیگا جیسے (صغری) لا شیٔ من الانسان بحجر (کبری) لا شیٔ من الناطق بحجر یہاں نتیجہ موجبہ کلیہ کل انسان ناطق تو سچا ہے اسی طرح موجبہ جزئیہ بعض الانسان ناطق بھی سچا ہے اس میں دوسرے بعض انسانوں کی نفی نہیں

besturdubooks.wordpress.com

لیکن سالبہ کلیہ یہاں سچا نہیں یعنی یوں کہا جائے کہ لا شیٔ من الانسان بناطق تو یہ سچا نہیں یہ صورت تو وہ تھی کہ جب نتیجہ دو سالبوں سے موجبہ ہو کر سچا آئے دو سالبوں سے نتیجہ سالبہ ہو کر سچا آئے جیسے اسی شکل کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی کی جائے لاشیٔ من الناطق بحجر کی بجائے لا شیٔ من الفرس بحجر کہا جائے تو نتیجہ سالبہ سچا آئیگا لا شیٔ من الانسان بفرس سالبہ جزئیہ بعض الانسان لیس بفرس بھی سچا آئیگا لیکن موجبہ کلیہ کل انسان فرس یہ سچا نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف مقدمتین فی الکیف ضروری ہے تاکہ ایک قسم کا نتیجہ جس شکل کیلئے متعین ہے وہی نکلے اگر سالبہ نتیجہ متعین ہے تو ہمیشہ سالبہ ہی نکلے کبھی بھی موجبہ صحیح نہ ہو اور اگر موجبہ نتیجہ متعین ہے تو ہمیشہ موجبہ ہی نکلے کبھی بھی سالبہ صحیح نہ ہو۔

قوله: كلية الكبرى: اى يشترط فى الشكل الثانى بحسب الكم كلية الكبرى اذ عند جزئيتها يحصل الاختلاف كقولنا كل انسان ناطق و بعض الحيوان ليس بناطق كان الحق الايجاب ولو قلنا بعض الصاهل ليس بناطق كان الحق السلب

ترجمہ: ۔ یعنی شکل ثانی میں باعتبار کمیت کے شرط لگائی جاتی ہے کبری کے کلیہ ہونے کی کیونکہ اس کے جزئیہ ہونے کے وقت اختلاف حاصل ہوگا جیسے ہمارا قول کل انسان ناطق و بعض الحیوان لیس بناطق تو حق ایجاب ہے اور اگر ہم کہیں بعض الصاهل لیس بناطق تو حق سلب ہوگا۔

غرضِ شارح: ۔ اس قول کی غرض شکل ثانی میں کلیت کبری کی شرط لگانے کی دلیل بیان کرنا ہے۔

تشریح: ۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے شکل ثانی میں کلیت کبری کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اگر کبری جزئیہ بن جائے تو پھر اختلاف نتیجہ لازم آئیگا کبھی تو ایک ضرب شکل ثانی کا نتیجہ موجبہ درست ہوگا اور کبھی سالبہ درست ہوگا جیسے کل انسان ناطق یہ صغری ہے اور کبری بعض الحیوان لیس بناطق یہاں نتیجہ موجبہ سچا ہے بعض الانسان حیوان یہاں دوسرے بعض کی نفی مراد نہیں اور اسی مثال کے کبری میں تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر دو بعض الحیوان کی جگہ کبری میں بعض الصاهل لیس بناطق کہو تو نتیجہ سالبہ سچا آئیگا ای بعض الانسان لیس بصاهل یہاں بھی دوسرے بعض افراد کی نفی نہیں اصل میں یہاں شکل ثانی کے کبری کے کلیہ ہونے کی دلیل تو وہی ہے جو کہ شکل اول کے کبری کیلئے ہے لیکن یہاں اس نے اس دلیل کو آسان سمجھ کر ذکر کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

۲۳/۱

قوله:مع دوام الصغری:ای یشترط فی هذا الشکل بحسب الجهة امران الاول احد الامرین اماان یصدق الدوام علی الصغری ای تکون دائمة اوضروریة واماان تکون الکبری من القضایا الست التی تنعکس سوالبها لامن التسع التی لا تنعکس سوالبها والثانی ایضا احدالامرین وهوان الممکنة لا تستعمل فی هذا الشکل الا مع الضروریة سواء کانت الضروریة صغری او کبری اومع کبری مشروطة عامة او خاصة وحاصله ان الممکنة ان کانت صغری کانت الکبری ضروریة او مشروطة عامة او خاصة وان کانت کبری کانت الصغری ضروریة لاغیر ودلیل الشرطین انه لولاهما لزم الاختلاف والتفصیل لا یناسب هذاالمختصر

ترجمہ:۔یعنی اس شکل میں باعتبار جہت کے شرط لگائی جاتی ہے دو چیزوں کی (۱) اول دوامور میں سے ایک ہے اوروہ یہ کہ یاتو دوام سچا آئے صغری پر بایں طور کہ وہ دائمہ یاضروریہ ہو یا کبری ان چھ(۶) قضایا میں سے ہو جن کے سالبوں کا عکس آتا ہے ان نو قضایا میں سے نہ ہو جن کے سالبوں کا عکس نہیں آتا (۲) دوسری چیز بھی دوامور میں سے ایک ہے وہ یہ کہ ممکنہ اس شکل میں نہیں استعمال ہوتا مگر ضروریہ کے ساتھ برابر ہے کہ ضروریہ صغری ہو یا کبری یا نہیں استعمال ہوتا مگر کبری مشروطہ عامہ یا خاصہ کے ساتھ اوراس کا حاصل یہ ہے کہ ممکنہ اگر صغری ہوتو کبری ضروریہ یا مشروطہ عامہ یا خاصہ ہوگا اور اگر وہ ممکنہ کبری ہوتو صغری ضروریہ ہوگا نہ کہ کوئی اور۔اور دلیل دونوں شرطوں کی یہ ہے کہ اگر وہ دونوں شرطیں نہ ہوں تو نتیجہ کا مختلف ہونا لازم آئیگا اور تفصیل اس مختصر کتاب کے مناسب نہیں ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثانی کیلئے جہت کے اعتبار سے فعلیت کی شرط کی دلیل بیان کرنی ہے۔

تشریح:۔جہت کے اعتبار سے شکل ثانی میں شرط دوامر ہیں اوران دوامروں میں سے ہرایک کی دوجزئیں ہیں۔

پہلا امر:۔صغری دائمہ مطلقہ ہو یا ضروریہ مطلقہ یا کبری ان چھ قضایا میں سے ہو جن کے سوالب کا عکس آتا ہے وہ چھ قضیے یہ ہیں (۱) دائمہ مطلقہ (۲) ضروریہ مطلقہ (۳) مشروطہ عامہ (۴) عرفیہ عامہ (۵) مشروطہ خاصہ (۶) عرفیہ خاصہ۔کبری ان نو قضایا میں سے نہ ہو جن کے سوالب کا عکس نہیں آتا۔

besturdubooks.wordpress.com

دوسرا امر:۔ صغری ممکنہ نہ ہو اگر ممکنہ ہو جائے تو پھر اس کے ساتھ ضروریہ کا ہونا ضروری ہے اور اگر صغری ممکنہ ہے تو کبری ضروریہ مطلقہ، مشروطہ عامہ اور مشروطہ خاصہ تینوں واقع ہو سکتے ہیں اور اگر کبری ممکنہ ہو تو پھر صغری کیلئے متعین ہے کہ وہ ضروریہ مطلقہ ہو ان دوشرطوں کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو پھر اختلاف نتیجہ لازم آئیگا اس کی مثالیں اور دلائل وغیرہ بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔

قوله:لينتج الكليتان:الضروب المنتجة في هذا الشكل ايضا اربعة حاصلة من ضرب الكبرى الموجبة الكلية في الصغريين السالبتين الكلية والجزئية وضرب الكبرى السالبة الكلية في الصغريين الموجبتين فالضرب الاول هوالمركب من الكليتين والصغرى موجبة نحو كل ج ب ولاشئ من آ ب والضرب الثاني هو المركب من كليتين وصغرى سالبة نحو لاشئ من ج ب وكل آ ب والنتيجة منهما سالبة كلية نحو لاشئ من ج آ واليهما اشار المصنفؒ بقوله لينتج الكليتان سالبة كلية والضرب الثالث هو المركب من صغرى موجبة جزئية وكبرى سالبة كلية نحو بعض ج ب ولاشئ من آ ب والضرب الرابع هو المركب من صغرى سالبة جزئية وكبرى موجبة كلية نحو بعض ج ليس ب وكل آ ب والنتيجة منهما سالبة جزئية نحو بعض ج ليس آ واليهما اشار المصنفؒ بقوله والمختلفتان في الكم ايضا اى القضيتان اللتان هما مختلفتان في الكم كما انهما مختلفتان في الكيف ينتج سالبة جزئية بناء على ما سبق من الشرائط

ترجمہ:۔ وہ اقسام جو اس شکل میں نتیجہ دینے والی ہیں وہ بھی چار ہیں جو حاصل ہونے والی ہیں کبری کلیہ موجبہ کو دو صغری سالبہ کلیہ اور جزئیہ میں ضرب دینے سے اور کبری کلیہ سالبہ کو دو صغری موجبہ میں ضرب دینے سے پہلی قسم وہ ہے جو دو کلیہ سے مرکب ہو اور صغری موجبہ ہو جیسے کل ج ب و لاشئ من آ ب اور دوسری قسم وہ ہے جو دو کلیوں سے مرکب ہو اور صغری سالبہ ہو جیسے لا شئ من ج ب و کل آ ب اور نتیجہ ان دونوں میں سالبہ کلیہ ہوگا جیسے لا شئ من ج آ اور انہی دو کی طرف مصنفؒ نے اپنے قول لینتج الکلیتان سالبة کلیة کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو صغری موجبہ جزئیہ اور کبری سالبہ کلیہ

besturdubooks.wordpress.com

سے مرکب ہو جیسے بعض ج ب ولا شئ من آ ب اور چوتھی قسم وہ ہے جو صغری سالبہ جزئیہ اور کبری موجبہ کلیہ سے مرکب ہو جیسے بعض ج لیس ب و کل آ ب اور نتیجہ ان دونوں میں سالبہ جزئیہ ہوگا جیسے بعض ج لیس آ اور انہی دو کی طرف مصنفؒ نے اپنے قول والمختلفتان فی الکم ایضا سالبة جزئیة کے ساتھ اشارہ کیا ہے ایضا کا مطلب یہ ہے کہ وہ دو قضیے کم میں بھی مختلف ہوں جس طرح کہ وہ کیف میں مختلف ہوتے ہیں بناء کرتے ہوئے اس پر جو شرائط میں گزر چکا ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثانی میں جو شرائط نتیجہ دینے کیلئے لگائی گئی ہیں ان کا فائدہ بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ اس شکل ثانی میں بھی عقلی احتمالات سولہ نکلتے ہیں لیکن جب شرائط نتیجہ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے تو یہاں بھی صرف چار ضربیں نتیجہ دینے والی نکلتی ہیں۔

پہلی ضرب:۔ صغری موجبہ کلیہ اور کبری سالبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا جیسے کل ج ب ولا شئ من آ ب (نتیجہ) لاشئ من ج آ (یہ ضرب نقشہ میں تیسرے نمبر پر ہے)

دوسری ضرب:۔ صغری سالبہ کلیہ اور کبری موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ کلیہ نکلے گا جیسے لا شئ من ج ب و کل آ ب (نتیجہ) سالبہ کلیہ لا شئ من ج آ اسی کی طرف ماتنؒ نے لینتج الکلیتان سالبة کلیة (تا کہ دو کلیتان سالبہ کلیہ نتیجہ دیں) میں اشارہ کیا ہے (یہ ضرب نقشہ میں نویں نمبر پر ہے)

تیسری ضرب: صغری موجبہ جزئیہ کبری سالبہ کلیہ نتیجہ سالبہ جزئیہ جیسے بعض ج ب ولا شئ من آ ب (نتیجہ) سالبہ جزئیہ بعض ج لیس آ (یہ ضرب نقشہ میں ساتویں نمبر پر ہے)

چوتھی ضرب:۔ صغری سالبہ جزئیہ کبری موجبہ کلیہ ہو تو نتیجہ سالبہ جزئیہ جیسے بعض ج لیس ب و کل آ ب (نتیجہ) بعض ج لیس آ اسی کی طرف ماتنؒ نے اپنے قول والمختلفان فی الکم ایضا سالبة جزئیة میں اشارہ کیا ہے شکل ثانی میں جیسا کہ کیفیت کا اختلاف تو پہلے سے ضروری ہے لیکن ان آخری دو ضربوں میں کمیت میں بھی اختلاف ضروری ہوگا (یہ ضرب نقشہ میں تیرہویں نمبر پر ہے)

یہ چاروں ضروب اور مکمل سولہ احتمالات مع امثلہ اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ کریں

besturdubooks.wordpress.com

☆نقشہ شکل ثانی☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
1	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	x	x	x	x
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	کل جسم مرکب	لاشئ من القدیم بمرکب	لاشئ من الجسم بقدیم
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	x	x	x	x
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	x	x	x	x
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الجسم مرکب	لاشئ من القدیم بمرکب	بعض الجسم لیس بقدیم
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	x	x	x	x
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	لاشئ من القدیم بمرکب	کل جسم مرکب	لاشئ من القدیم بجسم
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	x	x	x	x
۱۲	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الحجر لیس بحیوان	کل انسان حیوان	بعض الحجر لیس بانسان
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	x	x	x	x
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	x	x	x	x
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	x	x	x	x

☆شرائط شکل ثانی☆ (۱) اختلاف المقدمتین فی الکیف (۲) کلیت کبری

ضروب نتیجہ (۴) ضروب عقیمہ (۱۲)

besturdubooks.wordpress.com

قوله:بالخلف: يعني ان دليل انتاج هذه الضروب لهاتين النتيجتين امور الاول الخلف وهو ان يجعل نقيض النتيجة لا يجابه صغرى وكبرى القياس لكليتها كبرى لينتج من الشكل الاول ما ينافي الصغرى وهذا جار في الضروب الاربع كلها والثاني عكس الكبرى ليرتد الى الشكل الاول فينتج النتيجة المطلوبة وذلک انما يجرى في الضرب الاول والثالث لان كبراها سالبة كلية تنعكس كنفسها واما الاخران فكبراهما موجبة كلية لاتنعكس الاالى موجبة جزئية لا تصلح لكبروية الشكل الاول مع ان صغراهما سالبة ايضا لاتصلح لصغروية الشكل الاول والثالث ان ينعكس الصغرى فيصير شكلا رابعا ثم ينعكس الترتيب يعني يجعل عكس الصغرى كبرى والكبرى صغرى فيصير شكلا اولا لينتج نتيجة تنعكس الى النتيجة المطلوبة وذلک انما يتصور فيما يكون عكس الصغرى كلية ليصلح لكبروية الشكل الاول وهذا انما هو في الضرب الثاني فان صغراه سالبة كلية تنعكس كنفسها واما الاول والثالث فصغراهما موجبة لا تنعكس الا جزئية واما الرابع فصغراه سالبة جزئية لاتنعكس ولو فرض انعكاسها لا تنعكس الا جزئية ايضا فتدبر

ترجمہ: یعنی ان اقسام کے یہ دو نتیجے دینے کی دلیل چند امور ہیں اول دلیل خلفی ہے اور وہ یہ ہے کہ نقیض نتیجہ کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغری بنایا جائے اور قیاس کے کبری کو اس کے کلیہ ہونے کی وجہ سے کبری بنایا جائے تا کہ شکل اول سے وہ نتیجہ حاصل ہو جو صغری کے منافی ہو اور یہ دلیل خلفی چاروں اقسام میں جاری ہے اور ثانی (امر) کبری کا عکس کرنا تا کہ وہ شکل اول ہو جائے پس مطلوبہ نتیجہ دے اور یہ سوا اس کے نہیں پہلی قسم اور تیسری قسم میں جاری ہوتا ہے اس لئے کہ ان کا کبری سالبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا عکس اسی کی طرح آتا ہے اور بہر حال دوسرے دو پس ان کا کبری موجبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا عکس نہیں آتا مگر ایسا موجبہ جزئیہ جو شکل اول کا کبری نہیں بن سکتا باوجود اس کے کہ ان کا صغری بھی ایسا سالبہ ہوتا ہے جو شکل اول کا صغری بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور تیسرا (امر) یہ ہے کہ صغری کا عکس کیا جائے پس وہ شکل رابع بن جائے گی پھر ترتیب کا عکس کیا جائے یعنی عکس صغری کو کبری اور کبری کو صغری بنایا جائے پس وہ شکل اول بن جائے تا کہ ایسا نتیجہ دے جس کا عکس نتیجہ مطلوبہ آئے اور یہ بات سوا

besturdubooks.wordpress.com

اس کے نہیں اسی قسم میں متصور ہو سکتی ہے جس قسم میں صغری کا عکس کلیہ ہوتا ہے تاکہ وہ شکل اول کے کبری بننے کی صلاحیت رکھے اور یہ بات سوا اس کے نہیں دوسری قسم میں موجود ہے کیونکہ بلاشبہ اس کا صغری ایسا سالبہ کلیہ ہوتا ہے جس کا عکس خود اسی کی طرف آتا ہے اور بہر حال پہلی اور تیسری قسم پس ان کا صغری ایسا موجبہ ہوتا ہے جس کا عکس نہیں آتا مگر جزئیہ اور بہر حال چوتھی قسم اس کا صغری ایسا سالبہ جزئیہ ہوتا ہے کہ اس کا عکس نہیں آتا اور اگر اس کا عکس فرض کر لیا جائے تو نہ ہوگا مگر جزئیہ ہی فتدبر۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثانی کے نتیجہ کے منوانے کے دلائل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل ثانی کے نتیجہ کو منوانے کی منطقیوں کے پاس تین دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل:۔ دلیل خلفی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ مان لو ورنہ پھر اس کی نقیض کو مانو اس شکل ثانی کے جتنے بھی نتیجے ہیں وہ سالبہ ہیں ان کی نقیض چونکہ موجبہ نکلے گی نقیض موجبہ یہ شکل اول کا صغری بننے کی صلاحیت رکھتی ہے اس لئے ہم اس نتیجہ کی نقیض کو بوجہ موجبہ ہونے کے شکل اول کا صغری بنائیں گے اور شکل ثانی میں جو نتیجہ نکلے گا وہ شکل ثانی کے صغری کے بالکل منافی ہوگا۔ حالانکہ صغری تو مفروض الصدق ہے اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا نتیجہ درست ہے اور اس کی نقیض کا ماننا درست نہیں یہ دلیل خلفی شکل ثانی کی چاروں ضربوں کے نتیجے منوانے کیلئے چلتی ہے اسی وجہ سے اس کو باقی دو دلیلوں سے مقدم ذکر کیا ہے۔

دوسری دلیل:۔ شکل ثانی کا نتیجہ منوانے کیلئے یہ ہے کہ شکل ثانی کے کبری کا عکس نکالیں گے چونکہ شکل ثانی میں حد اوسط دونوں میں محمول ہوتی ہے تو جب ہم کبری کا عکس کریں گے تو حد اوسط موضوع بن جائے گی صغری میں پہلے سے محمول کی جگہ میں تھی کبری میں عکس کے بعد موضوع کی جگہ میں آ گئی اور اب خود بخود شکل اول تیار ہو جائے گی اور اس سے جو نتیجہ نکلے گا وہ بعینہ شکل رابع کا نتیجہ ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ بالکل درست ہے یہ دلیل صرف ان شکلوں میں جاری ہوگی جن میں کبری شکل ثانی کا سالبہ کلیہ ہو کیونکہ سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ آئیگا اور یہ عکس کلیہ پھر شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت رکھے گا اس لئے یہ دلیل صرف ضرب اول اور ضرب ثالث میں چلے گی کیونکہ ان دونوں ضربوں میں کبری سالبہ کلیہ ہوتا ہے ضرب ثانی اور رابع میں چونکہ کبری موجبہ کلیہ ہوتا ہے اور اس کا عکس چونکہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور موجبہ جزئیہ شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے ان دو ضربوں میں یہ دلیل نہیں چلے گی۔

تیسری دلیل:۔ شکل ثانی کا نتیجہ منوانے کیلئے منطقیوں کے پاس تیسرا طریقہ یہ ہے کہ شکل ثانی کے صغری کا عکس کیا جائے چونکہ

besturdubooks.wordpress.com

شکل ثانی میں صغری میں حد اوسط محمول ہوتی ہے جب اس کا عکس کریں گے تو موضوع بن جائے گی اور کبری میں تو پہلے سے محمول ہے اب حد اوسط موضوع فی الصغری اور محمول فی الکبری بن جائے گی اور یہ شکل رابع بن جائیگی کیونکہ اس میں بھی حد اوسط موضوع فی الکبری اور محمول فی الصغری ہوتی ہے پھر اس شکل رابع میں عکس ترتیب کریں گے یعنی صغری کو کبری اور کبری کو صغری بنائیں تو اب یہ شکل اول تیار ہو جائیگی اس سے جو نتیجہ حاصل ہوگا اس کا عکس نکالیں گے اور یہ معکوس شدہ نتیجہ شکل ثانی کے نتیجہ کے موافق ہوگا اس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا شکل ثانی کا نکالا ہوا نتیجہ درست ہے یہ دلیل صرف ان ضربوں میں چلے گی جن ضربوں کے صغری کا عکس کلیہ آتا ہو کیونکہ ہم نے پھر اس معکوس شدہ صغری کو شکل اول کا کبری بنانا ہے اور شکل اول کا کبری کلیہ ہوتا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ شکل ثانی کا صغری وہ ہو جس کا عکس آ سکتا ہو اور یہ صرف ضرب ثانی میں ہوتا ہے کیونکہ اس میں صغری سالبہ کلیہ ہوتا ہے اس کا عکس بھی سالبہ کلیہ آئیگا اور یہ شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے یہ دلیل صرف ضرب ثانی میں جاری ہوگی ضرب اول اور ضرب ثالث میں یہ دلیل اس لئے جاری نہیں ہوگی کیونکہ ان میں صغری موجبہ ہوتا ہے اور وہ جزئیہ عکس دیتا ہے اور جزئیہ شکل اول کا کبری بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ضرب رابع میں بھی یہ دلیل نہیں چلے گی کیونکہ اس میں صغریٰ سالبہ جزئیہ ہوتا ہے اور سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہی نہیں اور اگر ہم بالفرض مان لیں کہ سالبہ جزئیہ کا عکس آتا ہے تو وہ بھی سالبہ جزئیہ ہی ہوگا اور سالبہ جزئیہ یہ بھی شکل اول کا کبری بننے کی بوجہ جزئیہ ہونے کے صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے یہ دلیل ضرب رابع میں بھی نہیں جاری ہوگی۔

قوله: ایجاب الصغری وفعلیتها: لان الحکم فی کبراه سواء کان ایجابا او سلبا علی ما هو اوسط بالفعل کما مر فلو لم یتحد الاصغر مع الاوسط بالفعل بان لا یتحد اصلا وتکون الصغری سالبة او یتحد لکن لا بالفعل وتکون الصغری موجبة ممکنة لم یتعد الحکم من الاوسط بالفعل الی الاصغر

ترجمہ:۔ (یہ شرط) اس لئے کہ حکم اس کے کبری میں برابر ہے کہ وہ حکم ایجابی ہو یا سلبی ہو ان افراد پر ہوتا ہے جو بالفعل حد اوسط ہیں جیسا کہ گزر چکا پس اگر اصغر نہ متحد ہو حد اوسط کے ساتھ بالفعل بایں طور کہ بالکل ہی متحد نہ ہو اور صغری سالبہ ہو یا متحد ہو لیکن بالفعل نہ ہو اور صغری موجبہ ممکنہ ہو تو نہیں متعدی ہوگا حکم حد اوسط سے اصغر کی طرف بالفعل۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض شکل ثالث کی شرائط اور ان کی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح:۔شکل ثالث میں تین شرطیں ہیں(۱) کیفیت کے اعتبار سے ایجاب صغری (۲) کمیت کے اعتبار سے کلیۃ احد المقدمتین (۳)جہت کے اعتبار سے فعلیت صغری۔اس قولہ میں ایجاب صغری اور فعلیۃ صغری کی شرط لگانے کی دلیل بیان کرر ہے ہیں۔ فعلیت صغری کی شرط تو اس لئے ہے کہ کبری میں جو حکم ہوگا وہ اوسط کے ان افراد پر ہوگا جو اوسط بالفعل ہیں شیخ کے مذہب کے مطابق اگر اصغر (صغری) کبری کے ساتھ بالفعل حکم کے ہونے میں متحد نہ ہو تو اس وقت حکم اوسط سے اصغر کی طرف متعدی نہیں ہوسکے گا ایجاب صغری کی شرط بھی اسی لئے ہے کہ اگر صغری سالبہ ہو اور کبری موجبہ ہو تو اس وقت بھی حکم اوسط بالفعل سے اصغر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

قولہ:مع کلیۃ احدٰھما:لانہ لو کانت المقدمتان جزئیتین لجاز ان یکون البعض من الاوسط المحکوم علیہ بالاصغر غیر البعض المحکوم علیہ بالاکبر فلایلزم تعدیۃ الحکم من الاکبر الی الاصغر

ترجمہ:(یہ شرط)اس لئے کہ اگر دونوں مقدمے جزئیہ ہوں تو جائز ہے کہ حد اوسط کے بعض وہ افراد جن پر اصغر کے ساتھ حکم لگایا گیا ہے وہ غیر ہوں بعض ان افراد کا جن پر اکبر کے ساتھ حکم لگایا گیا ہو پس نہیں لازم آئیگا حکم کا اکبر سے اصغر کی طرف متعدی ہونا

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثالث میں صغری اور کبری میں سے ایک کے کلیہ ہونے کی شرط کی دلیل بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔کلیۃ احدٰھما اس لئے شرط ہے کہ اگر صغری اور کبری دونوں جزئیہ ہوں جیسے بعض الحیوان انسان وبعض الحیوان فرس تو اس وقت معلوم نہیں ہوگا کہ کبری کے اندر جو اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ بن رہے ہیں فرسیت کے ساتھ وہ کبری کے ان بعض افراد میں (جو صغری میں اوسط کے بعض افراد محکوم علیہ بن رہے ہیں) داخل ہیں یا نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ صغری میں بعض الحیوان سے مراد وہ افراد ہوں جو کہ انسانی افراد ہیں اور کبری میں بعض الحیوان سے مراد وہ افراد ہوں جو کہ فرسیت کے ساتھ متصف ہیں جب یہ دونوں آپس میں غیر غیر ہوگئے تو اب اکبر سے اصغر کی طرف حکم متعدی نہیں ہوسکے گا ہاں اگر ان میں سے ایک کلیہ ہو مثلاً صغری کلیہ ہو کہ کل حیوان انسان تو اس وقت کبری میں جو بعض الحیوان ہیں وہ بھی یقیناً ان کل حیوان میں ضرور داخل ہونگے اب حکم کا اکبر سے اصغر کی طرف متعدی کرنا درست ہوجائے گا۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله:الموجبتان: الضروب المنتجة فی هذا الشکل بحسب الشرائط المذکورة ستة حاصلة من ضم الصغری الموجبة الکلیة الی الکبریات الاربع وضم الصغری الموجبة الجزئیة الی الکبریین الکلیتین الموجبة والسالبة وهذه الضروب کلها مشترکة فی انها لاتنتج الا جزئیة لکن ثلاثة منها تنتج الایجاب وثلاثة منها تنتج السلب واما المنتجة للایجاب فاولها المرکب من موجبتین کلیتین نحو کل ج ب وکل ج آ فبعض ب آ و ثانیهما المرکب من موجبة جزئیة صغری وموجبة کلیة کبری والی هذین اشار المصنفؒ بقوله لینتج الموجبتان ای الصغری مع الموجبة الکلیة ای الکبری والثالث عکس الثانی اعنی المرکب من موجبة کلیة صغری وموجبة جزئیة کبری والیه اشار بقوله او بالعکس فلیس المراد بالعکس عکس االضربین المذکورین اذ لیس عکس الاول الا الاول فتامل واما النتیجة للسلب فاولها المرکب من موجبة کلیة وسالبة کلیة والثانی من موجبة جزئیة وسالبة کلیة والیهما اشاربقوله مع السالبة الکلیة ای لینتج الموجبتان السالبة الکلیة و الثالث من موجبة کلیة وسالبة جزئیة کما قال والکلیة مع الجزئیة ای الموجبة الکلیة مع السالبة الجزئیة

ترجمہ:۔ جواقسام اس شکل میں شرائط مذکورہ کے مطابق نتیجہ دینے والی ہیں وہ چھ ہیں ۔ جو حاصل ہونے والی ہیں صغری موجبہ کلیہ کو چاروں کبری کی طرف ملانے سے اور صغری موجبہ جزئیہ کو دو کبری کلیہ موجبہ وسالبہ کی طرف ملانے اور یہ ساری قسمیں اس بات میں مشترک ہیں کہ وہ نہیں نتیجہ دیتیں مگر جزئیہ لیکن ان میں سے تین نتیجہ دیتی ہیں موجبہ اور تین ان میں سے نتیجہ دیتی ہیں سالبہ بہرحال جو موجبہ نتیجہ دیتی ہیں پس ان میں سے اول وہ ہے جو مرکب ہو دو موجبہ کلیہ سے جیسے کل ج ب و کل ج آ فبعض ب آ اوران میں سے ثانی وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغری اور موجبہ کلیہ کبری سے اوران دونوں قسموں کی طرف مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے اپنے قول لینتج الموجبتان (ای الصغری) مع الموجبة الکلیة (ای الکبری) کے ساتھ اور تیسری قسم دوسری کا عکس ہے میں مراد لیتا ہوں وہ جو موجبہ کلیہ صغری اور موجبہ جزئیہ کبری سے مرکب ہو اور اسی کی طرف

besturdubooks.wordpress.com

مصنفؒ نے اپنے قول او بالعکس کے ساتھ اشارہ کیا ہے پس عکس سے مراد دو مذکورہ قسموں کا عکس نہیں کیونکہ اول کا عکس نہیں ہوتا مگر اول ہی پس تو تامل کرلے اور بہرحال جو اقسام سالبہ کا نتیجہ دینے والی ہیں ان میں سے اول قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ سے اور ثانی قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ سے اور ان دونوں قسموں کی طرف مصنفؒ نے اشارہ کیا ہے اپنے قول **ومع السالبة الكلية** کے ساتھ یعنی تاکہ نتیجہ دیں دو موجبہ سالبہ کلیہ اور تیسری قسم وہ ہے جو مرکب ہو موجبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ سے جیسا کہ کہا ہے مصنفؒ نے **او الكلية مع الجزئية** یعنی موجبہ کلیہ سالبہ جزئیہ کے ساتھ مل کر۔

غرضِ شارح: ۔اس قول کی غرض شکل ثالث کی ضروب منتجہ کو بیان کرنا ہے۔

تشریح: ۔شکل ثالث کے نتیجہ دینے والی شرائط کا جب لحاظ کیا جاتا ہے تو نتیجہ دینے والی ضربیں صرف چھ بچتی ہیں پہلی چار ضربیں صغریٰ موجبہ کلیہ کے ساتھ چاروں کبریٰ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) ملائے جائیں

﴿۵﴾ صغریٰ موجبہ جزئیہ ہو اور کبریٰ موجبہ کلیہ

﴿۶﴾ صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ۔

شکل ثالث کی یہ جو چھ ضربیں منتجہ ہیں ان کا نتیجہ ہمیشہ جزئیہ ہی آئیگا۔کلیہ نتیجہ نہیں آئیگا ہاں البتہ تین ضربوں کا نتیجہ موجبہ جزئیہ اور تین ضربوں کا سالبہ جزئیہ آتا ہے پہلے ان تین ضربوں کو بیان کیا جاتا ہے۔کہ جن کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے۔

(۱) پہلی ضرب: ۔صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ بھی موجبہ کلیہ جیسے **کل ج ب و کل ج آ** (نتیجہ) **بعض ب آ** (یہ ضرب نقشے میں پہلے نمبر پر ہے)

(۲) دوسری ضرب: ۔صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ جیسے **بعض ج ب و کل ج آ** (نتیجہ) **بعض ب آ** ان دو ضربوں کی طرف ماتنؒ نے اپنی عبارت **لينتج الموجبتان (اى الصغرى) مع الموجبة الكلية (اى الكبرى)** میں اشارہ کیا (یہ ضرب نقشے میں پانچویں نمبر پر ہے)

(۳) تیسری ضرب: ۔دوسری ضرب کا عکس ہے کہ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ جیسے **کل ج ب و بعض ج آ فبعض ب آ** (یہ ضرب نقشے میں دوسرے نمبر پر ہے)

باقی تین ضربیں کہ جن میں نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے ان میں سے

besturdubooks.wordpress.com

(۴) چوتھی ضرب:۔ جو کہ مرکب ہو صغری موجبہ کلیہ اور کبری سالبہ کلیہ سے اور نتیجہ سالبہ جزئیہ جیسے کل انسان حیوان، لاشیٔ من الانسان بفرس (نتیجہ) بعض الحیوان لیس بفرس (یہ ضرب نقشے میں تیسرے نمبر پر ہے)

(۵) پانچویں ضرب:۔ جو کہ مرکب ہو موجبہ جزئیہ صغری اور سالبہ کلیہ کبری سے جیسے بعض الحیوان انسان، لاشیٔ من الحیوان بحمار (نتیجہ) بعض الانسان لیس بحمار یہاں جانب مخالف کا اعتبار نہیں (یہ ضرب نقشے میں ساتویں نمبر پر ہے) ان دو ضربوں کی طرف ماتنؒ نے اپنی عبارت مع السالبة الكلية (ای لینتج الموجبتان السالبة الكلية) میں اشارہ کیا ہے۔

(۶) چھٹی ضرب:۔ جو کہ مرکب ہو موجبہ کلیہ صغری اور سالبہ جزئیہ کبری سے جیسے کل انسان حیوان وبعض الانسان لیس بفرس (نتیجہ) بعض الحیوان لیس بفرس (یہ ضرب نقشے میں چوتھے نمبر پر ہے)

شکل ثالث کی تفصیل اگلے صفحہ پر نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں

besturdubooks.wordpress.com

☆نقشہ شکل ثالث☆

نمبر	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ	مثال صغریٰ	مثال کبریٰ	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	کل انسان حیوان	بعض الناطق حیوان
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	بعض الانسان حیوان	بعض الناطق حیوان
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	لا شئ من الانسان بحجر	بعض الناطق لیس بحجر
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان ناطق	بعض الانسان لیس بحیوان	بعض الناطق لیس بحیوان
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	کل انسان ناطق	بعض الحیوان ناطق
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان حیوان	لا شئ من الانسان بحجر	بعض الحیوان لیس بحجر
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

☆شرائط شکل ثالث☆ (۱) ایجاب صغریٰ (۲) کلیۃ احد المقدمتین (۳) فعلیۃ صغریٰ

ضروب نتیجہ (۶) ضروب عقیمہ (۱۰)

besturdubooks.wordpress.com

قولہ:بالخلف:یعنی بیان انتاج هذه الضروب لهذه النتائج اما بالخلف وهو ههنا ان یوخذنقیض النتیجة ویجعل لکلیته کبری وصغری القیاس لایجابه صغری لینتج من الشکل الاول ما ینافی الکبری وهذا یجری فی الضروب کلها واما بعکس الصغری لیرجع الی الشکل الاول وذلک حیث یکون الکبری کلیة کما فی الضرب الاول والثانی والرابع والخامس واما بعکس الکبری لیصیر شکلا رابعا ثم عکس الترتیب لیرتد شکلا اولا وینتج نتیجة ثم یعکس هذه النتیجة فانه المطلوب وذلک حیث یکون الکبری موجبة لیصلح عکسه صغری الشکل الاول ویکون الصغری کلیة لیصلح کبری له کما فی الضرب الاول والثالث لاغیر

ترجمہ:۔یعنی ان اقسام کے یہ نتائج دینے کا بیان یا تو دلیل خلفی کے ساتھ ہے اور وہ (دلیل خلفی) یہاں یہ ہے کہ لے لیا جائے نتیجے کی نقیض کو اور بنا دیا جائے اس کو کلی ہونے کی وجہ سے کبری اور قیاس کے صغری کو اس کے موجبہ ہونے کی وجہ سے صغری تا کہ وہ شکل اول سے نتیجہ دے ایسا جو منافی ہو کبری کے اور یہ (دلیل) تمام اقسام میں جاری ہے اور یا صغری کے عکس کے ساتھ تا کہ وہ شکل اول کی طرف لوٹ جائے اور یہ اس وقت ہوگا جب کبری کلیہ ہو جیسا کہ پہلی، دوسری، چوتھی اور پانچویں قسم میں ہے اور یا کبری کے عکس کے ساتھ تا کہ وہ شکل رابع بن جائے پھر عکس کیا جائیگا ترتیب کا تا کہ شکل اول ہو کر لوٹ آئے اور کوئی نتیجہ دے پھر اس نتیجہ کا عکس کیا جائیگا پس بلاشبہ وہ مطلوب ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب کبری موجبہ ہو تا کہ اس کا عکس صلاحیت رکھے شکل اول کے صغری ہونے کی اور صغری کلیہ ہو تا کہ وہ صلاحیت رکھے شکل اول کے کبری ہونے کی جیسا کہ پہلی اور تیسری قسم میں ہوتا ہے نہ کہ اس کے غیر میں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل ثالث کے نتیجہ کے منوانے کے دلائل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل ثالث کے نتیجہ کے منوانے کی منطقیوں کے پاس تین دلیلیں ہیں۔

(۱) پہلی دلیل:۔ ان میں سے پہلی دلیل خلفی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا نتیجہ شکل ثالث مان لو ورنہ اس کی نقیض کو مانو شکل ثالث میں چونکہ نتیجہ ہمیشہ جزئیہ ہوتا ہے تو اس کی نقیض ہمیشہ کلیہ آئیگی اس لئے اب اس نقیض کو ہم شکل اول کا کبری بنائیں

besturdubooks.wordpress.com

گے اور شکل ثالث کے صغریٰ کو بوجہ اس کے موجبہ ہونے کے شکل اول کا صغریٰ بنائیں گے اب یہ شکل اول بن جائیگی اس سے وہ نتیجہ حاصل ہوگا جو شکل ثالث کے کبریٰ کے مخالف ہوگا یہ خرابی مخالفت کی ہماری نقیض کو ماننے سے لازم آتی ہے ورنہ شکل ثالث کا کبریٰ تو مفروض الصدق ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ نقیض کا ماننا درست نہیں بلکہ عکس صحیح ہے اور یہ دلیل خلفی شکل ثالث کی تمام ضربوں میں جاری ہوتی ہے۔

(۲) دوسری دلیل:۔ شکل ثالث کے صغریٰ کا عکس کریں گے چونکہ شکل ثالث میں حداوسط موضوع فی المقدمتین ہوتی ہے جب صغریٰ کا عکس کریں گے تو وہ حداوسط محمول فی الصغریٰ ہو جائے گی اور یہ شکل اول خود بخود تیار ہو جائے گی اس سے جو نتیجہ نکلے گا وہ بعینہ شکل ثالث والا نتیجہ ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ نتیجہ ہمارا صحیح ہے۔ اور دوسری دلیل وہاں چلتی ہے جہاں کبریٰ کلیہ ہو کیونکہ اس کو شکل اول کا کبریٰ بنانا پڑتا ہے اس لئے یہ دلیل ضرب اول، ثانی، رابع اور خامس میں جاری ہوگی کیونکہ ان میں کبریٰ کلیہ ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی آتا ہے۔

(۳) تیسری دلیل:۔ شکل ثالث کے کبریٰ کا عکس کریں گے تو اس وقت حداوسط محمول فی الکبریٰ ہو جائے گی۔ اور صغریٰ میں یہ پہلے سے موضوع ہے یہ شکل رابع بن جائیگی۔ پھر اس میں عکس ترتیب کریں گے کہ عکس شدہ کبریٰ کو شکل اول کا صغریٰ اور صغریٰ کو کبریٰ بنائیں گے تو اب یہ شکل اول بن جائے گی اور اس سے ایک نتیجہ نکلے گا اس کا عکس جو ہوگا وہ شکل ثالث کے نتیجہ کے موافق ہوگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ہمارا نتیجہ شکل ثالث کا صحیح تھا۔ اور یہ تیسری دلیل ان ضروب میں چلتی ہے جہاں کبریٰ موجبہ ہوتا ہے کہ یہ شکل اول کا بوجہ موجبہ ہونے کے صغریٰ بن سکے اور کبریٰ کلیہ ہوتا کہ شکل اول کا کبریٰ بننے کی صلاحیت رکھے۔

قوله: وفي الرابع: اى يشترط فى انتاج الشكل الرابع بحسب الكم والكيف احد الامرين اما ايجاب المقدمتين مع كلية الصغرى واما اختلاف المقدمتين فى الكيف مع كلية احدهما وذلك لانه لولا احدهما لزم اما ان يكون المقدمتان سالبتين اوموجبتين مع كون الصغرى جزئية او جزئيتين مختلفتين فى الكيف وعلى التقادير الثلاث يحصل الاختلاف وهو دليل العقم اما على الاول فلان الحق فى قولنا لاشئ من الحجر بانسان ولاشئ من الناطق بحجر هوالايجاب ولوقلنا لاشئ من الفرس بحجر كان الحق السلب واما على الثانى فلانا اذا قلنا بعض الحيوان انسان وكل ناطق حيوان كان الحق الايجاب

besturdubooks.wordpress.com

ولو قلنا کل فرس حیوان کان الحق السلب واما علی الثالث فلان الحق فی قولنا بعض الحیوان انسان وبعض الجسم لیس بحیوان ھوالایجاب ولو قلنا بعض الحجر لیس بحیوان کان الحق السلب ثم ان المصنفؒ لم یتعرض لبیان شرائط الشکل الرابع بحسب الجھة لقلة الاعتداد بھذا الشکل لکمال بعده عند الطبع ولم یتعرض ایضا لنتائج لاختلاطات الحاصلة من الموجھات فی شیٔ من الاشکال الاربعة لطول الکلام فیھا وتفصیلھا موکول الی مطولات ھذا الفن

ترجمہ:۔ یعنی شرط لگائی جاتی ہے شکل رابع کے نتیجہ دینے میں باعتبار کم اور کیف کے دو چیزوں میں سے ایک کی یا تو موجبہ ہونا دونوں مقدموں کا ساتھ کلیہ کے صغری ہونے کے اور یا مختلف ہونا دونوں مقدموں کا کیف میں ساتھ ان میں سے ایک کے کلیہ ہونے کے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان (شرطوں) میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو لازم آئیگا یا تو دونوں مقدموں کا سالبہ یا موجبہ ہونا صغری کے جزئیہ ہونے کے ساتھ یا (لازم آئیگا) دونوں کا جزئیہ ہونا جو کیف میں مختلف ہوں اور تینوں تقدیروں پر اختلاف حاصل ہوگا اور وہ (اختلاف) بانجھ ہونے کی دلیل ہے بہر حال پہلی تقدیر پر پس اس لئے کہ حق ہمارے قول لاشیٔ من الحجر بانسان الخ میں وہ موجبہ ہوتا ہے اور اگر ہم کہیں لاشیٔ من الفرس بحجر تو حق سالبہ ہوتا ہے اور بہر حال دوسری تقدیر پر پس اس لئے کہ جب ہم کہیں بعض الحیوان انسان و کل ناطق حیوان تو حق موجبہ ہوتا ہے اور اگر ہم کہیں کل فرس حیوان تو حق سالبہ ہوتا ہے اور بہر حال تیسری تقدیر پر پس اسلئے کہ حق ہمارے قول بعض الحیوان انسان وبعض الجسم الخ میں وہ موجبہ ہوتا ہے اور اگر ہم کہیں بعض الحجر لیس بحیوان تو حق سالبہ ہوتا ہے پھر بے شک مصنفؒ نہیں در پے ہوئے قسم رابع کے باعتبار جہت کے شرائط کو بیان کرنے کے بوجہ اس شکل کے تھوڑا اعتبار کرنے کے طبعیت سے زیادہ دور ہونے کی وجہ سے اور نیز نہیں در پے ہوئے ان اختلاطات کے نتائج کے جو موجہات سے حاصل ہونے والے ہیں اشکال اربعہ میں سے کسی شکل میں اس میں کلام کے لمبا ہونے کی وجہ سے اور اس کی تفصیل فن کی لمبی کتابوں کے سپرد ہے۔

غرضِ شارح:۔ اس قول کی غرض شکل رابع کی ضروب منتجہ کو بیان کرنا ہے اور شکل رابع کی نتیجہ دینے والی شرائط کے دلائل کو بھی بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔ شکل رابع میں نتیجہ دینے والی ضربیں آٹھ ہیں اور شکل رابع میں نتیجہ دینے کیلئے دو امر شرط ہیں جن کو مانعۃ الخلو کے

besturdubooks.wordpress.com

طریقے پر ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) پہلا امر:۔ تو یہ ہے کہ دونوں مقدمے موجبہ ہوں اور صغری کلیہ ہو۔

(۲) دوسرا امر:۔ یا مقدمتین مختلف ہوں لیکن ان میں سے کوئی ایک کلیہ ہو ان دو امروں میں سے کوئی ایک امر پایا جائے گا یا دونوں پائے جائیں گے تو نتیجہ نکلے گا اگر یہ دونوں امر اٹھ جائیں تو پھر ان کے اٹھ جانے کی تین صورتیں نکلیں گی (۱) مقدمتین سالبہ ہوں اور صغری موجبہ جزئیہ ہو (۲) مقدمتین موجبہ ہوں اور صغری جزئیہ ہو (۳) مقدمتین مختلف ہوں کیف میں لیکن جزئیہ ہوں یہ تین صورتیں جو اٹھ جانے کی نکلی ہیں ان تینوں صورتوں میں نتیجہ صحیح نہیں نکلے گا بلکہ اختلاف لازم آئیگا کہ کبھی تو نتیجہ موجبہ ہو کر سچا آئیگا اور کبھی سالبہ ہو کر سچا آئیگا اور یہ نتیجہ کا اختلاف شکل کے بانجھ (عقیم) ہونے کی دلیل ہے۔

(۱) پہلی صورت:۔ نتیجہ کے اختلاف کی یہ ہے کہ دونوں مقدمتین سالبہ ہوں جیسے **لا شئ من الحجر بانسان ولا شئ من الناطق بحجر** اس وقت نتیجہ موجبہ **بعض الانسان ناطق** سچا آئیگا اور اگر کبری میں تھوڑی سی تبدیلی کر دیں کہ **لا شئ من الناطق بحجر** کی جگہ **لا شئ من الفرس بحجر** کہہ دیں تو اس وقت نتیجہ سالبہ **لا شئ من الانسان بفرس** سچا آئیگا

(۲) دوسری صورت:۔ اختلاف کی کہ موجبہ سے اختلاف نتیجہ لازم آئے جیسے **بعض الحیوان انسان و کل ناطق حیوان** اس وقت نتیجہ موجبہ **بعض الانسان حیوان** سچا ہے دوسری جانب کی نفی نہیں اور اگر یہاں کبری میں تبدیلی کر کے **کل فرس حیوان** کہیں تو اسوقت نتیجہ سالبہ **لاشئ من الانسان بفرس** سچا آئیگا۔

(۳) تیسری صورت:۔ اختلاف نتیجہ کی جب مقدمتین جزئیہ مختلف فی الکیف ہوں جیسے **بعض الحیوان انسان وبعض الجسم لیس بحیوان** اس وقت نتیجہ موجبہ **بعض الانسان جسم** سچا ہے دوسرے بعض کی نفی نہیں اور اگر کبری میں تبدیلی کر کے **بعض الحجر لیس بحیوان** کہہ دیں تو اب سالبہ **بعض الانسان لیس بحجر** سچا آئیگا۔ شکل رابع کیلئے تفتازانی صاحب نے ان دو امروں میں سے ایک امر کو اس لئے شرط لگایا تا کہ اختلاف نتیجہ لازم نہ آئے جیسا کہ تفصیل سے گزرا علامہ تفتازانی نے شکل رابع میں جہت کے اعتبار سے شرائط کو بیان نہیں کیا اس کی وجہ یزدی نے بیان کی ہے کہ اول تو اس لئے نہیں بیان کیا کہ اس نے اس کا اعتبار ہی نہیں کیا یا اسلئے نہیں بیان کیا کہ یہ شکل نہایت مشکل اور عقل وفہم سے بہت دور ہے اس کی طرف کم احتیاج ہوتی ہے بنسبت باقی تین شکلوں کے۔ دراصل اس شکل میں جہت کے اعتبار سے تقریبا پانچ شرطیں ہیں جن کا ذکر شرح مطالع میں ہے۔ اسی طرح تفتازانی نے قضایا موجہات کے بعض کو بعض کے ساتھ ملا کر قیاس تیار کر کے نتیجہ

besturdubooks.wordpress.com

نکالنے کے شرائط کو بھی اس لئے نہیں بیان کیا کہ ان میں بہت زیادہ تفصیل تھی۔ یہ چھوٹی سی کتاب اس کی گنجائش نہیں رکھتی تھی تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے فانظر هناک۔

قوله: لينتج: الضروب المنتجة في هذا الشكل بحسب احد الشرطين السابقين ثمانية حاصلة من ضم الصغرى الموجبة الكلية مع الكبريات الاربع والصغرى الموجبة الجزئية مع الكبرى السالبة الكلية وضم الصغريين السالبتين الكلية والجزئية مع الكبرى الموجبة الكلية وضم كليتها اى الصغرى السالبة الكلية مع الكبرى الموجبة الجزئية فالاولان من هذه الضروب وهما المؤلف من موجبتين كليتين والمؤلف من موجبة كلية صغرى وموجبة جزئية كبرى ينتجان موجبة جزئية والبواقي المشتملة على السلب تنتج سالبة جزئية في جميعها الا في ضرب واحد وهو المركب من صغرى سالبة كلية وكبرى موجبة كلية فانه ينتج سالبة كلية وفي عبارة المصنفؒ تسامح حيث توهم ان ما سوى الاولين من هذه الضروب ينتج السلب الجزئي وليس كذلک كما عرفت ولو قدم لفظ موجبة على جزئية لكان اولى والتفصيل ههنا ان ضروب هذا الشكل ثمانية الاول من موجبتين كليتين والثاني من موجبة كلية صغرى وموجبة جزئية كبرى ينتجان موجبة جزئية والثالث من صغرى سالبة كلية وكبرى موجبة كلية لينتج سالبة كلية والرابع عكس ذلک والخامس من صغرى موجبة جزئية وكبرى سالبة كلية والسادس من سالبة جزئية صغرى وموجبة كلية كبرى والسابع من موجبة كلية صغرى وسالبة جزئية كبرى والثامن من سالبة كلية صغرى وموجبة جزئية كبرى وهذه الضروب الخمسة الباقية تنتج سالبة جزئية فاحفظ هذا التفصيل فانه نافع فيما سيجئ

ترجمہ:۔ جو اقسام اس شکل میں سابقہ دو شرطوں میں سے کسی ایک کے مطابق نتیجہ دینے والی ہیں وہ آٹھ ہیں جو حاصل ہونے والی ہیں صغریٰ موجبہ کلیہ کو چاروں کبروں کے ساتھ ملانے سے اور صغریٰ موجبہ جزئیہ کو کبریٰ سالبہ کلیہ کے ساتھ ملانے سے اور دو

besturdubooks.wordpress.com

صغریٰ سالبہ کلیہ و جزئیہ کو کبریٰ موجبہ کلیہ کے ساتھ ملانے سے اور صغریٰ سالبہ کلیہ کو کبریٰ موجبہ جزئیہ کے ساتھ ملانے سے پس ان آٹھ اقسام میں سے پہلے دو اور وہ دو ایسے ہیں جو دو موجبہ کلیہ سے مرکب ہیں اور موجبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہیں نتیجہ دیتے ہیں موجبہ جزئیہ اور باقی جو سلب پر مشتمل ہیں ان کا نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے تمام اقسام میں مگر ایک قسم میں اور وہ (قسم) وہ ہے جو مرکب ہو صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے پس بلاشبہ اس کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے اور مصنفؒ کی عبارت میں تسامح ہے کیونکہ مصنفؒ نے وہم کیا ہے کہ ان اقسام میں سے پہلی دو قسموں کے علاوہ جو اقسام ہیں وہ نتیجہ دیتی ہیں سلب جزئی حالانکہ اس طرح نہیں جیسا کہ تو پہچان چکا ہے۔ اور اگر مصنفؒ لفظ موجبہ کو جزئیہ پر مقدم کر دیتا تو بہتر ہوتا اور تفصیل یہاں یہ ہے کہ اس شکل کی اقسام آٹھ ہیں۔ پہلی قسم دو موجبہ کلیہ سے مرکب ہے اور دوسری قسم موجبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہے ان دونوں کا نتیجہ موجبہ جزئیہ آتا ہے اور تیسری قسم صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ سے مرکب ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے اور چوتھی قسم اس کا عکس ہے اور پانچویں قسم صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ سے مرکب ہوتی ہے اور چھٹی قسم سالبہ جزئیہ صغریٰ اور موجبہ کلیہ کبریٰ سے مرکب ہوتی ہے اور ساتویں قسم موجبہ کلیہ صغریٰ اور سالبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہوتی ہے اور آٹھویں قسم سالبہ کلیہ صغریٰ اور موجبہ جزئیہ کبریٰ سے مرکب ہوتی ہے اور یہ باقی پانچ قسموں کا نتیجہ سالبہ جزئیہ آتا ہے پس تو اس تفصیل کو حفظ کر لے پس بلاشبہ یہ تفصیل نافع ہے ان باتوں میں جو عنقریب آرہی ہیں۔

اغراضِ شارح:۔ اس قول کی غرض شکل رابع کی ضروب منتجہ کو بیان کرنا ہے۔ نیز **وفی عبارۃ المصنفؒ تسامح الخ** سے یزدی صاحب ماتنؒ پر اعتراض کر رہے ہیں۔

تشریح:۔ شکل رابع میں بھی عقلی احتمالات نتیجہ دینے کے سولہ نکلتے ہیں لیکن جب ہم شکل رابع کی دو شرطوں میں سے ایک کا لحاظ کرتے ہیں تو پھر منتج ضربیں آٹھ رہتی ہیں۔ پہلی چار ضربیں کہ صغریٰ موجبہ کلیہ ہو اور اس کے چار کبریٰ (موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ) ملائیں تو یہ چار ضربیں تیار ہوں گی۔

(۵) پانچویں ضرب صغریٰ موجبہ جزئیہ ہو اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہو۔ (یہ ضرب نقشے میں ساتویں نمبر پر ہے)

(۶) چھٹی ضرب صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ (یہ ضرب نقشے میں نویں نمبر پر ہے)

(۷) ساتویں ضرب صغریٰ سالبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ (یہ ضرب نقشے میں تیرھویں نمبر پر ہے)

(۸) آٹھویں ضرب صغریٰ سالبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ (یہ ضرب نقشے میں دسویں نمبر پر ہے)

اس شکل کے نتیجے دینے والی ضروب بمع امثلہ تفصیل کے ساتھ اگلے صفحہ پر دیئے گئے نقشہ میں ملاحظہ کریں

besturdubooks.wordpress.com

☆نقشہ شکل رابع☆

نمبر	صغری	کبری	نتیجہ	مثال صغری	مثال کبری	مثال نتیجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان حیوان	کل ناطق انسان	بعض الحیوان ناطق
۲	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	کل انسان حیوان	بعض الاسود انسان	بعض الحیوان اسود
۳	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان حیوان	لاشیء من الفرس بانسان	بعض الحیوان لیس بفرس
۴	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	کل انسان حیوان	بعض الاسود لیس بانسان	بعض الحیوان لیس باسود
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	×	×	×	×
۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۷	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الانسان اسود	لاشیء من الفرس بانسان	بعض الاسود لیس بفرس
۸	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	لا شیء من الانسان بحجر	کل ناطق انسان	لاشیء من الحجر بناطق
۱۰	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	لا شیء من الانسان بحجر	بعض الاسود انسان	بعض الحجر لیس باسود
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۲	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	بعض الحیوان لیس باسود	کل انسان حیوان	بعض الاسود لیس بانسان
۱۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	×	×	×	×
۱۵	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	×	×	×	×
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	×	×	×	×

☆شرائط شکل رابع☆ ایجاب المقدمتین مع کلیۃ صغریٰ یا اختلاف المقدمتین فی الکیف مع کلیۃ احد المقدمتین

یعنی اگر (۱) دونوں مقدمے سالبہ (۲) دونوں موجبہ مگر صغری جزئیہ (۳) دونوں جزئیہ ہوں تو نتیجہ نہیں نکلے گا۔

ضروب نتیجہ ۸ ضروب عقیمہ ۸

☆نقشہ اشکال اربعہ صور صحیحہ و غیر صحیحہ☆

نمبر	صغری	کبری	شکل اول	شکل ثانی	شکل ثالث	شکل رابع
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	ص۱	غ	ص۱	ص۱
۲	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	ص۲	ص۲
۳	//	سالبہ کلیہ	ص۲	ص۱	ص۳	ص۳
۴	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	ص۴	ص۴
۵	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	ص۳	غ	ص۵	غ
۶	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۷	//	سالبہ کلیہ	ص۴	ص۲	ص۶	ص۵
۸	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۹	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص۳	غ	ص۶
۱۰	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	ص۷
۱۱	//	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۲	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۳	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	غ	ص۴	غ	ص۸
۱۴	//	موجبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ
۱۵	//	سالبہ کلیہ	غ	غ	غ	غ
۱۶	//	سالبہ جزئیہ	غ	غ	غ	غ

شرائط شکل اول (۱) ایجاب صغری (۲) کلیۂ کبریٰ (۳) فعلیۂ صغری ضروب نتیجہ ۴ ضروب عقیمہ ۱۲

شرائط شکل ثانی (۱) اختلاف المقدمتین فی الکیف (۲) کلیۂ کبریٰ ضروب نتیجہ ۴ ضروب عقیمہ ۱۲

شرائط شکل ثالثہ (۱) ایجاب صغریٰ (۲) کلیۂ احد المقدمتین (۳) فعلیۂ صغری ضروب نتیجہ ۶ ضروب عقیمہ ۱۰

شرائط شکل رابع ایجاب المقدمتین مع کلیۂ صغریٰ یا اختلاف المقدمتین فی الکیف مع کلیۂ احد المقدمتین

ضروب نتیجہ ۸ ضروب عقیمہ ۸

besturdubooks.wordpress.com

شکل رابع کی ان آٹھ ضروب منتجہ میں سے پہلی دوضربیں (صغری موجبہ کلیہ، کبری موجبہ کلیہ اور صغری موجبہ کلیہ کبری موجبہ جزئیہ) ان کا نتیجہ موجبہ کلیہ آئیگا ان دوضربوں کے علاوہ باقی تمام ضربیں یعنی چھ ضربیں سوا چھٹی ضرب کے جو کہ مرکب ہو سالبہ کلیہ صغری اور موجبہ کلیہ کبری سے ان کا نتیجہ بوجہ ان پانچ ضروب کے سلب پر مشتمل ہونے کے سالبہ جزئیہ آئیگا ہاں چھٹی ضرب کا نتیجہ سالبہ کلیہ آئیگا۔

وفی عبارۃ المصنفؒ تسامح: ۔اس عبارت میں یزدی صاحب ماتنؒ پر اعتراض کررہے ہیں۔

اعتراض:۔ماتنؒ نے متن میں جزئیة موجبة ان لم یکن بسلب والا فسالبة کی عبارت میں جو جزئیة موجبة کا لفظ کہا ہے اس کا یہ کہنا درست نہیں بلکہ اس کو موجبة جزئیة کہنا چاہیے تھا کیونکہ جزئیہ کی صورت میں پیچھے سے جب لینتج الموجبتان کو ملائیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ پہلی دوضربوں کے علاوہ باقی تمام ضربوں میں اگر حرف سلب ہو تو نتیجہ سالبہ جزئیہ نکلے گا اور اگر حرف سلب نہ ہو تو موجبہ جزئیہ نکلے گا اور یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ پہلی دوضربوں کے علاوہ باقی چھ ضربوں میں سے سب کا نتیجہ سالبہ جزئیہ نہیں آتا بلکہ چھٹی ضرب کا نتیجہ سالبہ کلیہ آتا ہے علامہ یزدی کہتے ہیں کہ اس کو موجبة جزئیة کی عبارت کہنی چاہیے تھی کیونکہ پھر مطلب یہ نکلتا کہ تمام ضربوں میں جب حرف سلب نہ ہو تو نتیجہ موجبہ جزئیہ آئیگا اور اگر حرف سلب ہو تو نتیجہ سالبہ آئیگا اس میں پھر تعمیم تھی کہ سالبہ کلیہ آئے جیسے ضرب سادس میں یا سالبہ جزئیہ آئے جیسے بقیہ ضروب خمسہ میں۔

قوله:بالخلف:وهو في هذا الشكل ان يوخذ نقيض النتيجة ويضم الى احدى المقدمتين لينتج ما ينعكس الى ما ينافي المقدمة الاخرى وذلك الخلف يجرى في الضرب الاول والثاني والثالث والرابع والخامس دون البواقي وقال المصنفؒ في شرح الشمسية بجريان الخلف في السادس وهذا سهو

ترجمہ:۔اور وہ (دلیل) اس شکل میں یہ ہے کہ لیا جائے گا نقیض نتیجہ کو اور اس کو ملایا جائیگا دو مقدموں میں سے کسی ایک کی طرف تاکہ وہ ایسا نتیجہ دے جس کا عکس وہ چیز آئے جو دوسرے مقدمے کے منافی ہے اور یہ دلیل خلفی پہلی، دوسری، تیسری چوتھی اور پانچویں ضرب میں جاری ہوتی ہے نہ کہ باقیوں میں اور مصنفؒ نے شرح شمسیہ میں دلیل خلفی کی چھٹی ضرب میں جاری ہونے کا قول کیا ہے اور وہ سہو ہے۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے ایک دلیل یعنی دلیل خلفی کو بیان کرنا ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

تشریح: شکل رابع کے نتیجہ کے منوانے کے پانچ دلائل ہیں ان میں پہلی دلیل دلیل خلفی ہے اس قول میں اسی دلیل خلفی کو بیان کریں گے اور آگے بالترتیب ہر ایک قول میں ایک ایک دلیل کو بیان کریں گے پانچ قولوں میں پانچوں دلائل ذکر کریں گے۔

دلیل خلفی کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نتیجہ کو مان لو ورنہ اس کی نقیض کو مانو جب نقیض مان لیں گے تو نقیض کو اصل کے ساتھ ملا کر نتیجہ نکالیں گے اور نتیجہ محال لازم آئے گا اور یہ محال نقیض ماننے سے لازم آیا جیسا کہ آپ تکرار کے ساتھ اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں لیکن یہ دلیل خلفی ضروب نتیجہ میں سے صرف پہلی، دوسری، تیسری چوتھی اور پانچویں ضرب میں جاری ہوتی ہے باقیوں میں جاری نہیں ہوتی شارح فرماتے ہیں کہ علامہ تفتازانیؒ نے اپنی کتاب شرح شمسیہ میں یہ دلیل خلفی چھٹی ضرب میں بھی جاری ہونے کا قول کہا ہے لیکن وہ درست نہیں۔

قوله: او بعكس الترتيب: وذلك انما يجري حيث يكون الكبرى موجبة والصغرى كلية والنتيجة مع ذلك قابلة للانعكاس كما في الاول والثاني والثالث والثامن ايضا ان انعكست السالبة الجزئية كما اذا كانت احدى الخاصتين دون البواقي

ترجمہ: اور یہ (دلیل) سوا اس کے نہیں جاری ہوتی ہے جب کہ کبری موجبہ ہو اور صغری کلیہ ہو اور نتیجہ اسکے ساتھ عکس کو قبول کرنے والا ہو جیسا کہ پہلی، دوسری، تیسری اور آٹھویں قسم میں بھی اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ آئے جیسا کہ جب وہ دو خاصہ میں سے ایک ہو نہ کہ باقی۔

غرضِ شارح: اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے دوسری دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح: شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ دوسری دلیل ہے کہ شکل رابع کے مقدمات کی ترتیب کو بدل دیا جائے اس طرح یہ شکل اول بن جائے گی پھر نتیجہ نکالنے کے بعد نتیجہ کا عکس نکال لیا جائے لیکن یہ دلیل صرف ان ضروب میں جاری ہوگی جہاں کبری موجبہ ہو اور صغری کلیہ ہو تا کہ شکل اول بنانے کے بعد شکل کی شرائط یعنی ایجاب صغری اور کلیۃ کبری پائی جائیں اور پھر نتیجہ بھی ایسا ہو جو عکس کو قبول کرنے والا ہو سالبہ جزئیہ نہ ہو اگر سالبہ جزئیہ ہو تو پھر خاصتین میں سے ہو جیسا کہ پہلے گزرا ہے کیونکہ خاصتین کے علاوہ سالبہ جزئیہ کا عکس نہیں آتا اور یہ دلیل صرف پہلی، دوسری، تیسری اور آٹھویں ضرب میں جاری ہوگی باقیوں میں نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

قولہ:او بعکس المقدمتین: فیرجع الی الشکل الاول ولا یجری الا حیث یکون الصغری موجبة والکبری سالبة کلیة لتنعکس الی الکلیة کما فی الرابع والخامس لا غیر

ترجمہ:۔پس یہ لوٹ جائیگی شکل اول کی طرف اورنہیں جاری ہوگی مگر جہاں صغری موجبہ ہواور کبری سالبہ کلیہ ہوتا کہ اس کا عکس کلیہ آئے جیسا کہ چوتھی اور پانچویں قسم میں ہے نہ کہ ان کے علاوہ میں۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے تیسری دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ تیسری دلیل ہے۔وہ یہ ہے کہ شکل رابع کے دونوں مقدمتین کا الگ الگ عکس نکالا جائے جس سے وہ شکل اول بن جائے گی لیکن یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں صغری موجبہ ہواور کبری سالبہ کلیہ ہو تا کہ شکل اول بن سکے اور کلیہ کبری والی شرط پائی جائے اور یہ بات صرف چوتھی اور پانچویں ضرب میں ہے باقیوں میں یہ دلیل جاری نہ ہوگی۔

قولہ:او بالرد الی الثانی: ولایجری الا حیث یکون المقدمتان مختلفتین فی الکیف والکبری کلیة والصغری قابلة للانعکاس کما فی الثالث والرابع والخامس والسادس ایضا ان انعکست السالبة الجزئیة لا غیر

ترجمہ:۔اور یہ(دلیل)نہیں جاری ہوتی کسی جگہ مگر جہاں دونوں مقدمے کیف میں مختلف ہوں اور کبری کلیہ ہواور صغری عکس کو قبول کرنے والا ہو جیسا کہ تیسری،چوتھی،پانچویں اور چھٹی قسم میں بھی ہے اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ آئے نہ کہ اس کے علاوہ۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے چوتھی دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ چوتھی دلیل ہے۔وہ یہ ہے کہ اس شکل رابع کو شکل ثانی میں تبدیل کر دیا جائے اس طرح کہ شکل رابع کے صغری کا عکس نکالا جائے تو وہ شکل ثانی بن جائے گی لیکن یہ دلیل بھی صرف وہاں جاری ہوگی جہاں کبری کا عکس بھی آتا ہواور شکل ثانی کی شرائط بھی پائی جائیں اس لئے یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں دونوں مقدمے کیف میں مختلف ہوں اور کبری کلیہ ہواور صغری عکس کو قبول کرنے والا ہواور یہ بات صرف تیسری،چوتھی،پانچویں اور چھٹی ضرب میں پائی جاتی ہے باقیوں میں نہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

قوله بعكس الكبرى: ولا يجرى الاحيث يكون الصغرى موجبة والكبرى قابلة للانعكاس ويكون الصغرى او عكس الكبرى كلية وهذا الاخير لازم للاولين في هذا الشكل فتدبر وذلك كما في الاول والثاني والرابع والخامس والسابع ايضا ان انعكس السلب الجزئي دون البواقي

ترجمہ:۔اور (یہ دلیل) نہیں جاری ہوتی کسی جگہ مگر جہاں صغری موجبہ ہو اور کبری عکس کو قبول کرنے والا ہو اور صغری یا عکس کبری کلیہ ہو اور یہ آخری (شرط) اس شکل میں پہلی دو کو لازم ہے پس غور وفکر سے کام لے اور یہ جیسا کہ پہلی، دوسری، چوتھی، پانچویں اور ساتویں قسم میں بھی ہے اگر اس کا عکس سالبہ جزئیہ ہو نہ کہ باقی۔

غرضِ شارح:۔اس قول کی غرض شکل رابع کے نتیجہ ثابت کرنے کے دلائل میں سے پانچویں دلیل کو بیان کرنا ہے۔

تشریح:۔شکل رابع کے نتیجہ کو ثابت کرنے کی یہ پانچویں دلیل ہے وہ یہ ہے کہ شکل رابع کے کبری کا عکس نکالا جائے اس سے شکل رابع شکل ثالث بن جائے گی لیکن یہ دلیل صرف وہاں جاری ہوگی جہاں شکل ثالث کی شرائط پائی جائیں گی یعنی جہاں صغری موجبہ ہو اور کبری عکس کو قبول کرنے والا ہو اور صغری یا عکس کبری کلیہ ہو اس لئے یہ دلیل صرف پہلی، دوسری، چوتھی، پانچویں اور ساتویں ضرب میں جاری ہوگی باقیوں میں نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب وعلمه اتم واحكم

تمت بحمد الله الذى بنعمته تتم الصالحات

والحمد لله على التمام والصلوة والسلام على خير الانام (صلى الله عليه وسلم)